توبہ و اِستغفار

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاج القرآن پبلیکیشنز

توبہ و استغفار

توبہ و اِستغفار

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

دروس و خطبات: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ترتیب و تدوین : جلیل اَحمد ہاشمی

معاونت : حسنین عباس، محمد خلیق عامر

نظر ثانی : شیخ عبد العزیز دباغ، سید الطاف حسین گیلانی

زیر اِہتمام : فریدِ ملّتؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ - Research.com.pk

مطبع : منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور

اِشاعت نمبر 1 : جولائی 2015ء (1,200)

قیمت :

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصانیف اور ریکارڈڈ خطبات و لیکچرز کی CDs/DVDs وغیرہ سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے تحریکِ منہاجُ القرآن کے لیے وقف ہے۔

fmri@research.com.pk

مولای صلّ وسلّم دائماً ابداً

علیٰ حبیبک خیر الخلق کلّهم

محمّد سیّد الکونین والثّقلین

والفریقین من عربٍ ومن عجم

اللّٰهمّ صلّ علیٰ سیّدنا ومولانا محمّدٍ وّعلیٰ اٰله وصحبه وبارک وسلّم

فہرس

باب پنجم:

توبہ اور خشیتِ الٰہی ۲۵۵

باب ہشتم:

باب نہم:

غفلت سے بیداری کی شرائط اور تقاضے ۴۵۵

باب دہم:

توبہ اور دعا کا باہمی تعلق ۴۹۷

پیش لفظ

توبہ کیا ہے؟ یہ دراصل گناہوں بھری زندگی پر ندامت کا مخلصانہ اظہار ہے۔ توبہ گناہوں سے طبعاً نفرت ہو جانے کا نام ہے۔ توبہ بخششِ عام کا وہ دروازہ ہے جو ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ توبہ گناہوں سے لت پت بندے کا رب العزت کے حضور اخلاص کے ساتھ رجوع کرتے ہوئے دستِ سوال دراز کرنے کا نام ہے جس کا منتظر خود رب ذوالجلال والاکرام ہے۔ توبہ بے نیاز مالک کے حضور ایک گنہگار بندے کا اپنے سابقہ گناہوں پر شرم سار ہو کر نیاز مند ہو جانے کا نام ہے۔

توبہ و استغفار کے زیرِ عنوان یہ کتاب حضرت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے اُن چالیس خطابات کی ایک کتابی شکل ہے، جو آپ نے مختلف روحانی اور تربیتی اجتماعات میں اصلاحِ احوالِ امت کے حوالے سے ارشاد فرمائے۔ اس کے مطالعہ سے قارئین بخوبی اندازہ لگا سکیں گے کہ درد دل بانٹنے کے عمل میں بخل سے کام نہیں لیا گیا۔ اس ضرورت کو شدت سے محسوس کیا جا رہا تھا کہ دیرپا اثرات کے لئے تحریر، تقریر کی نسبت زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہے چنانچہ انہیں خطابات کو کتابی شکل دینے کی یہ ایک کاوش ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ انسانی قلوب پر اثر انداز ہونے والی ظلمتوں کے باعث ہماری روحانی قدریں لحہ بہ لحہ زوال پذیر ہیں، جس کے باعث دینی ذوق وعمل میں واضح کمی دیکھنے میں آرہی ہے۔ مغرب کی مادی تہذیب کی ظاہری چکا چوند سے مرعوب مسلم امت اپنی قابل فخر اخلاقی و روحانی اور تہذیبی روایات کو فراموش کر کے اپنا تعلق اسلامی علمی مراکز اور روحانی چشموں سے منقطع کر چکی ہے۔ ہم مغربی اور یورپی اقوام کے معاشرتی، سماجی اور سیکولر طور طریقوں سے اس قدر مرعوب ہو چکے ہیں کہ محض دنیوی زندگی ہی ہمارا مرکز ومحور بن کر رہ گئی ہے۔ صورت حال اس قدر افسوسناک ہو چکی ہے کہ جو طبقہ بظاہر دین پر عمل پیرا نظر آرہا ہے وہ بھی الا ما شاء اللہ دین کو حصول دنیا کے لئے ہی استعمال کر رہا ہے۔ قول وفعل کا یہ تضاد اس قدر عام ہو چکا

ہے کہ اب اسے باعث شرم بھی تصور نہیں کیا جاتا۔ ان حالات میں کوئی نئی نسل سے کیا توقعات وابستہ کر سکتا ہے؟ کسی واضح نصب العین کے بغیر بے مقصد زندگی بسر کرنے کے اس عمل نے انسان اور حیوان میں عملاً تمیز ختم کر دی ہے۔ نتیجتاً روحانی بالیدگی، انسانی ہمدردی، ایثار کوشی، وفا شعاری، ایفائے عہد، اصول پسندی، صبر و شکر اور عفوو درگزر جیسی اعلیٰ اقدار جو انسانیت کے لیے باعث شرف و اعزاز ہیں قصہ پارینہ بن چکی ہیں۔ انسان مالک حقیقی کو بھول کر اپنی نفسانی خواہشات کا پجاری بن چکا ہے۔ ایسے ماحول میں صحیح کام امت کو اس کی اصل کی طرف رجوع کرنا یعنی امت کا پھر سے اللہ تبارک تعالیٰ سے ٹوٹا ہوا تعلق بحال کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حضرت شیخ الاسلام نے اس سلسلے میں سوچ و بچار کے بعد باقاعدہ نظم کے ساتھ اپنی جدوجہد کا آغاز توبہ واستغفار کے عنوان سے شروع کیا کیونکہ یہی وہ پہلا قدم ہے جس پر اگر انسان صدقِ دل سے عمل پیرا ہو جائے اور جملہ شہوات سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آئے تو پھر بقیہ تمام دینی اقدار از خود اس کی زندگی میں بحال ہو سکتی ہیں۔

توبہ واستغفار ہی حقیقی سعادت و کامرانی اور اُخروی نجات کی راہ ہے۔ اس سے قبل کسی جانب سے کم از کم عوامی سطح پر ایسی کوئی بھر پور اور شعوری کوشش نہیں کی گئی، الحمد للہ نوجوان نسل کی ایک بھاری تعداد اس مخلصانہ کوشش کے نتیجے میں رجوع الی اللہ کی جانب مائل ہوئی۔ تحریک منہاج القرآن سے لاکھوں نوجوانوں کی والہانہ وابستگی اس حقیقت کا واضح ثبوت ہے۔

دین سے تعلق احیاء وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ یہ تحریری کاوش بھی اس سلسلے کی کڑی ہے جس کے مطالعہ سے رجوع الی اللہ کے راستے کھل سکتے ہیں اور طہارتِ باطنی کا داعیہ من میں جنم لے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں دعا ہے کہ وہ امت مسلمہ کے احوال پر رحم فرمائے اور اس سعیِ ناتمام کو عوام و خواص میں شرفِ قبولیت سے نوازے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔)

(جلیل اَحمد ہاشمی)
صدر شعبہ ادبیات
فریدِ ملّتؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ

باب اوّل

توبہ کا معنی و مفہوم

۱۔ توبہ کے معانی

توبہ، تَابَ سے مشتق ہے۔ اس کے لغوی معنیٰ 'اِعترافِ گناہ، ندامت، رجوع، لوٹ آنا، باز آجانا، گناہ سے روگردانی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا' ہے۔ توبہ کرنے والا تائب کہلاتا ہے۔ اسی سے توّاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظیم صفت ہے جس کے معانی ہیں: بہت توبہ قبول کرنے والا، توبہ کی توفیق دینے والا، کسی کے گناہ معاف کرکے اسے اپنے فضل و کرم سے نوازنے والا۔

امام قشیری اپنی تصنیف الرسالۃ میں توبہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَحَقِيْقَةُ التَّوْبَةِ فِي لُغَةِ الْعَرَبِ: الرُّجُوْعُ، يُقَالُ: تَابَ أَيْ رَجَعَ، فَالتَّوْبَةُ: الرُّجُوْعُ عَمَّا كَانَ مَذْمُوْمًا فِي الشَّرْعِ إِلٰى مَا هُوَ مَحْمُوْدٌ فِيْهِ. (۱)

عربی لغت میں توبہ کے معنیٰ رجوع کرنے کے ہیں۔ جب کوئی شخص کسی بات کی طرف رجوع کرتا ہے تو کہتے ہیں: تَابَ، لہٰذا توبہ کے معانی یہ ہوئے کہ شریعت میں جو کچھ مذموم ہے بندہ اُس سے لوٹ کر قابلِ تعریف شے کی طرف آجائے۔

حضرت سید علی بن عثمان الہجویری لکھتے ہیں:

توبه اندر لغت به معنی رجوع باشد۔ چناں که گوید : تاب، أي: رجع. پس باز گشتن از نهی خداوند تعالیٰ بد آں چه خوب است از امر خداوند تعالیٰ حقیقت توبه بود۔ (۲)

---

(۱) قشیری، الرسالۃ: ۹۱

(۲) علی ہجویری، کشف المحجوب: ۴۲۸

لغت میں توبہ کا معنی رجوع ہے۔ جیسے کہتے ہیں: تَابَ أيْ رَجَعَ (اس نے توبہ کی یعنی رجوع کیا) لہٰذا امر الٰہی کے خوف کی وجہ سے اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے باز رہنا ہی اصل توبہ ہے۔

حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی توبہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَحَقِيْقَةُ التَّوْبَةِ فِي اللُّغَةِ: الرُّجُوْعُ، يُقَالُ: تَابَ فُلَانٌ مِنْ كَذَا: أَيْ رَجَعَ عَنْهُ، فَالتَّوْبَةُ هِيَ الرُّجُوْعُ عَمَّا كَانَ مَذْمُوْمًا فِي الشَّرْعِ إِلٰى مَا هُوَ مَحْمُوْدٌ فِي الشَّرْعِ. (۱)

لغتِ عرب میں توبہ رجوع کرنے کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے: فلاں شخص نے اس بات سے توبہ کی یعنی اس نے اس سے رجوع کیا۔ لہٰذا ایسی چیز سے جو شرعاً مذموم ہے ایسی چیز کی طرف جو شریعت میں محمود ہے، رجوع کرنے کو توبہ کہتے ہیں۔

توبہ کی تعریف کے بارے میں جملہ اکابرین اُمت کی آراء کو دیکھا جائے تو سب نے حضور نبی اکرم ﷺ کے قول کو ہی توبہ کی جامع ترین تعریف قرار دیا ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

النَّدَمُ تَوْبَةٌ. (۲)

ندامت ہی توبہ ہے۔

چنانچہ جب بندہ اپنے کئے پر نادم ہو کر قلب میں گناہوں سے باز رہنے کے مصمم عزم و ارادہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور متوجہ ہو تو اسے توبہ کہتے ہیں۔ یہ طریقت کی راہ میں پہلا قدم ہے۔ جس طرح عبادت گزاروں کے لئے پہلا قدم طہارت ہے اور کوئی انسان طہارت کے بغیر داخل عبادت نہیں ہو سکتا اسی طرح راہِ حق کے مسافروں کے لئے سب سے پہلا قدم

---

(۱) عبد القادر جیلانی، الغنیۃ، ۱:۲۲۸

(۲) ابن ماجہ، السنن، کتاب الزھد، باب ذکر التوبۃ، ۲:۱۴۲۰، رقم: ۴۲۵۲

توبہ ہے۔ اس کے بغیر سفرِ طریقت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ توبہ کو باب الابواب بھی کہتے ہیں کیونکہ طریقت کے جملہ دروازے اسی دروازہ سے کھلتے ہیں۔

انسانی خمیر میں نیکی کے ساتھ بدی نہایت مضبوطی سے پیوست ہے۔ انسانی جوہر سے برائی کے عنصر کو الگ کیئے بغیر اس سفر کا آغاز نہیں کیا جا سکتا۔ توبہ کا عمل اس برائی کو نیکی سے علیحدہ کر دینے بلکہ برائی سے پاک کر دینے سے عبارت ہے۔ اس حوالے سے دیکھا جائے تو حق تعالیٰ کی معرفت و قربت کی سمت یہ پہلی گھاٹی ہے تا کہ آغاز سفر ہی میں برائی سے یکسر پاک قلب میسر آئے۔ توبہ کی بنیادی شرط ایسی ندامت اور پشیمانی ہے جو حق تعالیٰ کی عظمت و جبروت سے پیدا ہو، جس کے تحت بندہ تمام شہوات سے منہ موڑ کر حق تعالیٰ کی طرف لوٹ آئے اور اُخروی سعادت و دائمی کامرانی حاصل کر سکے۔

۲۔ توبہ: آیاتِ قرآن کی روشنی میں

انسانی زندگی میں توبہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں بہت سے مقامات پر بندوں کو توبہ کی تلقین فرمائی ہے۔ گنہگاروں کو مایوسی سے بچانے کے لئے خود اعلان فرمایا ہے کہ میری رحمت ہر شے پر غالب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے عصات (خطا کاروں) سے اپنی پہچان ہی ''توّاب'' کے طور پر کروائی ہے بشرطیکہ وہ صدقِ دل سے اپنے گناہوں سے کنارہ کشی کرتے ہوئے دستِ سوال دراز کریں۔

۱۔ حضرت آدم علیہ السلام کو جب جنت سے نکالا گیا تو انہوں نے اپنے رب کے سکھائے ہوئے الفاظ میں توبہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ (۱)

پھر آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب سے (عاجزی اور معافی کے) چند کلمات سیکھ لیے پس

(۱) البقرة، ۲: ۳۷

اللہ نے ان کی توبہ قبول فرما لی، بے شک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہےo

اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر توبہ کرنے کا حکم دیا ہے اور اپنی پہچان خوب توبہ قبول کرنے والے کے طور پر کرائی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

۲۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰـهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓـئِکَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَo اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓـئِکَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُo(۱)

بے شک جو لوگ ہماری نازل کردہ کھلی نشانیوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں اس کے بعد کہ ہم نے اسے لوگوں کے لیے (اپنی) کتاب میں واضح کر دیا ہے تو انہی لوگوں پر اللہ لعنت بھیجتا ہے (یعنی انہیں اپنی رحمت سے دور کرتا ہے) اور لعنت بھیجنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیںo مگر جو لوگ توبہ کر لیں اور (اپنی) اصلاح کر لیں اور (حق کو) ظاہر کر دیں تو میں (بھی) انہیں معاف فرما دوں گا، اور میں بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہوںo

۳۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَo(۲)

بے شک اللہ بہت توبہ کرنیوالوں سے محبت فرماتا ہے اور خوب پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت فرماتا ہےo

۴۔ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِo اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ o اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَ الْقٰنِتِيْنَ وَ الْمُنْفِقِيْنَ وَ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ

(۱) البقرة، ۲:۱۵۹–۱۶۰

(۲) البقرة، ۲:۲۲۲

بِالْاَسْحَارِo[(۱)]

(اے حبیب!) آپ فرما دیں: کیا میں تمہیں ان سب سے بہترین چیز کی خبر دوں؟ (ہاں) پرہیزگاروں کے لیے ان کے رب کے پاس (ایسی) جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے (ان کے لیے) پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور (سب سے بڑی بات یہ کہ) اللہ کی طرف سے خوشنودی نصیب ہوگی، اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہےo (یہ وہ لوگ ہیں) جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم یقیناً ایمان لے آئے ہیں سو ہمارے گناہ معاف فرما دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لےo (یہ لوگ) صبر کرنے والے ہیں اور قول و عمل میں سچائی والے ہیں اور ادب و اطاعت میں جھکنے والے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے ہیں اور رات کے پچھلے پہر (اٹھ کر) اللہ سے معافی مانگنے والے ہیںo

۵۔ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ قف وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللهُ قف وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَo[(۲)]

اور (یہ) ایسے لوگ ہیں کہ جب کوئی برائی کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کا ذکر کرتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، اور اللہ کے سوا گناہوں کی بخشش کون کرتا ہے، اور پھر جو گناہ وہ کر بیٹھے تھے ان پر جان بوجھ کر اصرار بھی نہیں کرتےo

۶۔ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللهُ عَلَيْهِمْ ط وَكَانَ اللهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًاo وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ج حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ

(۱) آل عمران، ۳: ۱۵-۱۷

(۲) آل عمران، ۳: ۱۳۵

الْئٰنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ط اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ○[1]

اللہ نے صرف انہی لوگوں کی توبہ قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے جو نادانی کے باعث برائی کر بیٹھیں پھر جلد ہی توبہ کر لیں پس اللہ ایسے لوگوں پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرمائے گا، اور اللہ بڑے علم بڑی حکمت والا ہے○ اور ایسے لوگوں کے لیے توبہ (کی قبولیت) نہیں ہے جو گناہ کرتے چلے جائیں یہاں تک کہ ان میں سے کسی کے سامنے موت آ پہنچے تو (اس وقت) کہے کہ میں اب توبہ کرتا ہوں اور نہ ہی ایسے لوگوں کے لیے ہے جو کفر کی حالت پر مریں، ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے○

۷۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ط وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○[2]

اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اوراللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے○

۸۔ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○[3]

(۱) النساء، ۴: ۱۷-۱۸

(۲) النساء، ۴: ۶۴

(۳) النساء، ۴: ۱۱۰

اور جو کوئی برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش طلب کرے وہ اللہ کو بڑا بخشنے والا نہایت مہربان پائے گا○

۹۔ **اِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ فِی الدَّرۡکِ الۡاَسۡفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنۡ تَجِدَ لَهُمۡ نَصِیۡرًا○ اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا وَاَصۡلَحُوۡا وَاعۡتَصَمُوۡا بِاللّٰهِ وَاَخۡلَصُوۡا دِیۡنَهُمۡ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ؕ وَسَوۡفَ یُؤۡتِ اللّٰهُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَجۡرًا عَظِیۡمًا○ مَا یَفۡعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِکُمۡ اِنۡ شَکَرۡتُمۡ وَاٰمَنۡتُمۡ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ شَاکِرًا عَلِیۡمًا○**[1]

بے شک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور آپ ان کے لیے ہرگز کوئی مددگار نہ پائیں گے○ مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کر لی وہ سنور گئے اور انہوں نے اللہ سے مضبوط تعلق جوڑ لیا اور انہوں نے اپنا دین اللہ کے لیے خالص کر لیا تو یہ مومنوں کی سنگت میں ہوں گے اور عنقریب اللہ مومنوں کو عظیم اجر عطا فرمائے گا○ اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر گزار بن جاؤ اور ایمان لے آؤ، اور اللہ (ہر حق کا) قدر شناس ہے (ہر عمل کا) خوب جاننے والا ہے○

۱۰۔ **اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیۡنَ یُحَارِبُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَیَسۡعَوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ فَسَادًا اَنۡ یُّقَتَّلُوۡٓا اَوۡ یُصَلَّبُوۡٓا اَوۡ تُقَطَّعَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَاَرۡجُلُهُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ اَوۡ یُنۡفَوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ ؕ ذٰلِکَ لَهُمۡ خِزۡیٌ فِی الدُّنۡیَا وَلَهُمۡ فِی الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ○ اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَقۡدِرُوۡا عَلَیۡهِمۡ ۚ فَاعۡلَمُوۡٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ○**[2]

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں (یعنی مسلمانوں میں خوں ریزی، رہزنی، ڈاکہ زنی، دہشت گردی اور قتلِ عام کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کیے

(۱) النساء، ۴:۱۴۵-۱۴۷

(۲) المائدۃ، ۵:۳۳-۳۴

جائیں یا پھانسی دیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا (وطن کی) زمین (میں چلنے پھرنے) سے دور (یعنی ملک بدر یا قید) کر دیے جائیں۔ یہ (تو) ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہےo مگر جن لوگوں نے، قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پا جاؤ، توبہ کر لی سو جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہےo

۱۱۔ **فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌo**[1]

پھر جو شخص اپنے (اس) ظلم کے بعد توبہ اور اصلاح کر لے تو بے شک اللہ اس پر رحمت کے ساتھ رجوع فرمانے والا ہے۔ یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہےo

۱۲۔ **لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌo اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌo**[2]

بے شک ایسے لوگ (بھی) کافر ہو گئے ہیں جنہوں نے کہا کہ اللہ تین (معبودوں) میں سے تیسرا ہے، حالاں کہ معبودِ یکتا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اگر وہ ان (بیہودہ باتوں) سے جو وہ کہہ رہے ہیں باز نہ آئے تو ان میں سے کافروں کو درد ناک عذاب ضرور پہنچے گاo کیا یہ لوگ اللہ کی بارگاہ میں رجوع نہیں کرتے اور اس سے مغفرت طلب (نہیں) کرتے، حالاں کہ اللہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہےo

---

(۱) المائدة، ۵:۳۹

(۲) المائدة، ۵:۷۳-۷۴

۱۳۔ وَاِذَا جَآءَکَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْکُمْ کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ لا اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْکُمْ سُوْٓءًام بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْم بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌo[1]

اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ (ان سے شفقتاً) فرمائیں کہ تم پر سلام ہو تمہارے رب نے اپنی ذات (کے ذمّہ کرم) پر رحمت لازم کرلی ہے۔ سو تم میں سے جو شخص نادانی سے کوئی برائی کر بیٹھے پھر اس کے بعد توبہ کرلے اور (اپنی) اصلاح کرلے تو بے شک وہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہےo

۱۴۔ وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْم بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا اِنَّ رَبَّکَ مِنْم بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌo[2]

اور جن لوگوں نے برے کام کیے پھر اس کے بعد توبہ کرلی اور ایمان لے آئے (تو) بے شک آپ کا رب اس کے بعد بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہےo

۱۵۔ وَمَا کَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط وَمَا کَانَ اللهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَo[3]

اور (درحقیقت بات یہ ہے کہ) اللہ کی یہ شان نہیں کہ ان پر عذاب فرمائے درآنحالیکہ (اے حبیبِ مکرّم!) آپ بھی ان میں (موجود) ہوں، اور نہ ہی اللہ ایسی حالت میں ان پر عذاب فرمانے والا ہے کہ وہ (اس سے) مغفرت طلب کر رہے ہوںo

---

(۱) الأنعام، ۶:۵۴

(۲) الأعراف، ۷:۱۵۳

(۳) الأنفال، ۸:۳۳

١٦۔ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۝ (١)

کیا وہ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ ہی تو اپنے بندوں سے (ان کی) توبہ قبول فرماتا ہے اور صدقات (یعنی زکوٰۃ و خیرات اپنے دستِ قدرت سے) وصول فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی بڑا توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان ہے؟۝

١٧۔ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۝ (٢)

(یہ مومنین جنہوں نے اللہ سے اُخروی سودا کر لیا ہے) توبہ کرنے والے، عبادت گذار، (اللہ کی) حمد و ثنا کرنے والے، دنیوی لذتوں سے کنارہ کش روزہ دار، (خشوع و خضوع سے) رکوع کرنے والے، (قربِ الٰہی کی خاطر) سجود کرنے والے، نیکی کا حکم کرنے والے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کی (مقرر کردہ) حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں، اور ان اہلِ ایمان کو خوشخبری سنا دیجیے۝

١٨۔ وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِىْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ۝ (٣)

اور یہ کہ تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر تم اس کے حضور (صدقِ دل سے) توبہ کرو وہ تمہیں وقتِ معین تک اچھی متاع سے لطف اندوز رکھے گا اور ہر فضیلت

(١) التوبة، ٩:١٠٤

(٢) التوبة، ٩:١١٢

(٣) هود، ١١:٣

والے کو اس کی فضیلت کی جزا دے گا (یعنی اس کے اعمال و ریاضت کی کثرت کے مطابق اجر و درجات عطا فرمائے گا)، اور اگر تم نے روگردانی کی، تو میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا خوف رکھتا ہوں○

۱۹۔ وَ یٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا وَّیَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ○[1]

اور اے لوگو! تم اپنے رب سے (گناہوں کی) بخشش مانگو پھر اس کی جناب میں (صدقِ دل سے) رجوع کرو، وہ تم پر آسمان سے موسلادھار بارش بھیجے گا اور تمہاری قوت پر قوت بڑھائے گا اور تم مجرم بنتے ہوئے اس سے روگردانی نہ کرنا!○

۲۰۔ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا لا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ○[2]

پھر بے شک آپ کا رب ان لوگوں کے لیے جنہوں نے نادانی سے غلطیاں کیں پھر اس کے بعد تائب ہوگئے اور (اپنی) حالت درست کر لی تو بے شک آپ کا رب اس کے بعد بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے○

۲۱۔ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِكُمْ ط اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا○[3]

تمہارا رب ان (باتوں) سے خوب آگاہ ہے جو تمہارے دلوں میں ہیں، اگر تم نیک سیرت ہو جاؤ تو بے شک وہ (اللہ اپنی طرف) رجوع کرنے والوں کو بہت بخشنے والا ہے○

---

(۱) هود، ۱۱:۵۲

(۲) النحل، ۱۶:۱۱۹

(۳) بني إسرائيل، ۱۷:۲۵

۲۲۔ وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی ○ (۱)

اور بے شک میں بہت زیادہ بخشنے والا ہوں اس شخص کو جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا پھر ہدایت پر (قائم) رہا○

۲۳۔ وَتُوْبُوْٓا اِلَی اللهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (۲)

اورتم سب کے سب اللہ کے حضور توبہ کرو اے مومنو! تاکہ تم (ان احکام پر عمل پیرا ہو کر) فلاح پا جاؤ○

۲۴۔ وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ○ وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ○ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا کَانَ غَرَامًا ○ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ○ وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا ○ وَالَّذِیْنَ لاَ یَدْعُوْنَ مَعَ اللهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ ج وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ یَلْقَ اَثَامًا ○ یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا ○ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ط وَکَانَ اللهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ○ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَی اللهِ مَتَابًا ○ (۳)

اور (خدائے) رحمان کے (مقبول) بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل (اکھڑ) لوگ (ناپسندیدہ) بات کرتے ہیں تو وہ سلام کہتے (ہوئے الگ ہو جاتے) ہیں○ اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے لیے سجدہ

(۱) طٰه، ۲۰:۸۲

(۲) النور، ۲۴:۳۱

(۳) الفرقان، ۲۵:۶۳-۷۱

ریزی اور قیامِ (نیاز) میں راتیں بسر کرتے ہیںo اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو (ہمہ وقت حضورِ باری تعالیٰ میں) عرض گزار رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو ہم سے دوزخ کا عذاب ہٹا لے بے شک اس کا عذاب بڑا مہلک (اور دائمی) ہےo بے شک وہ (عارضی ٹھہرنے والوں کے لیے) بُری قرار گاہ اور (دائمی رہنے والوں کے لیے) بُری قیام گاہ ہےo اور (یہ) وہ لوگ ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا (زیادتی اور کمی کی) ان دو حدوں کے درمیان اعتدال پر (مبنی) ہوتا ہےo اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی پوجا نہیں کرتے اور نہ (ہی) کسی ایسی جان کو قتل کرتے ہیں جسے بغیرِ حق مارنا اللہ نے حرام فرمایا ہے اور نہ (ہی) بدکاری کرتے ہیں اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ سزائے گناہ پائے گاo اس کے لیے قیامت کے دن عذاب دو گنا کر دیا جائے گا اور وہ اس میں ذلت وخواری کے ساتھ ہمیشہ رہے گاo مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیا تو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جن کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا، اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہےo اور جس نے توبہ کر لی اور نیک عمل کیا تو اس نے اللہ کی طرف (وہ) رجوع کیا جو رجوع کا حق تھاo

۲۵۔ **وَ یَوْمَ یُنَادِیْهِمْ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِیْنَo فَعَمِیَتْ عَلَیْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ یَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا یَتَسَآءَلُوْنَo فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ یَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِیْنَo**[1]

اور جس دن (اللہ) انہیں پکارے گا تو وہ فرمائے گا: تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا؟o تو ان پر اس دن خبریں پوشیدہ ہو جائیں گی سو وہ ایک دوسرے سے پوچھ (بھی) نہ سکیں گےo لیکن جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیا تو یقیناً وہ فلاح پانے والوں میں سے ہوگاo

(۱) القصص، ۲۸:۶۵-۶۷

۲۶۔ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ ؕ اِنَّ اللهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ○ (۱)

آپ فرما دیجیے: اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر لی ہے، تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بے شک اللہ سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے، وہ یقیناً بڑا بخشنے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے○ اور تم اپنے رب کی طرف توبہ و انابت اختیار کرو اور اس کے اطاعت گزار بن جاؤ قبل اِس کے کہ تم پر عذاب آ جائے پھر تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی○

۲۷۔ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ○ (۲)

اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور لغزشوں سے درگزر فرماتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو (اسے) جانتا ہے○

۲۸۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يَوْمَ لَا يُخْزِى اللهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (۳)

اے ایمان والو! تم اللہ کے حضور رجوعِ کامل سے خالص توبہ کرلو، یقین ہے کہ تمہارا رب تم سے تمہاری خطائیں دفع فرما دے گا اور تمہیں بہشتوں میں داخل فرمائے گا

---

(۱) الزمر، ۳۹/۵۳–۵۴

(۲) الشوریٰ، ۴۲:۲۵

(۳) التحریم، ۶۶:۸

جن کے نیچے سے نہریں رواں ہیں جس دن اللہ (اپنے) نبی (ﷺ) کو اور اُن اہلِ ایمان کو جو اُن کی (ظاہری یا باطنی) معیّت میں ہیں رسوا نہیں کرے گا، اُن کا نور اُن کے آگے اور اُن کے دائیں طرف (روشنی دیتا ہوا) تیزی سے چل رہا ہوگا وہ عرض کرتے ہوں گے: اے ہمارے رب! ہمارا نور ہمارے لیے مکمل فرما دے اور ہماری مغفرت فرما دے، بے شک تو ہر چیز پر بڑا قادر ہےo

۲۹۔ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِo[۱]

بے شک جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دی پھر توبہ (بھی) نہ کی تو ان کے لیے عذابِ جہنم ہے اور ان کے لیے (بالخصوص) آگ میں جلنے کا عذاب ہےo

۳۰۔ اِذَآ جَآءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُo وَ رَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللهِ اَفْوَاجًاo فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ط اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًاo[۲]

جب اللہ کی مدد اور فتح آ پہنچےo اور آپ لوگوں کو دیکھ لیں (کہ) وہ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیںo تو آپ (تشکراً) اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح فرمائیں اور (تواضعاً) اس سے استغفار کریں، بے شک وہ بڑا ہی توبہ قبول فرمانے والا (اور مزید رحمت کے ساتھ رجوع فرمانے والا) ہےo

جب شیطان نے جنت میں دائمی اور ملکوتی زندگی کے حصول کا فریب دے کر حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کو ممنوعہ درخت کے پھل کھانے پر آمادہ کر لیا تو یوں نسل انسانی میں بھول چوک سے سرزد ہونے والی یہ پہلی خطا وجود میں آئی۔ اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے نہ صرف انہیں معافی مانگنے کے کلمات سکھائے بلکہ ان کی توبہ بھی قبول فرمائی۔ معافی مانگنے کے کلمات کا

(۱) البروج، ۸۵:۱۰

(۲) النصر، ۱۱۰:۱-۳

ذکر سورۃ الاعراف میں اس طرح درج ہے:

۳۱۔ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ○ (۱)

دونوں نے عرض کیا: اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی۔ اور اگر تو نے ہم کو نہ بخشا اور ہم پر رحم (نہ) فرمایا تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے○

قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر انسانوں کو خلوص نیت سے توبہ کرنے اور آئندہ کے لئے اس پر ثابت قدم رہنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ ان میں سے چند منتخب آیات کا ذکر کیا گیا۔ ان آیاتِ مبارکہ کے مضامین اس قدر واضح ہیں کہ مزید تفصیل کے محتاج نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ انسان صمیمِ قلب سے اپنے کئے پر نادم ہو کر مولیٰ کریم کی طرف رجوع کرے۔ یہ ندامت دو پہلو رکھتی ہے کہ ایک طرف انسان اپنے گناہوں کے باعث شدید شرمسار اور شرمندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور تائب ہوتا ہے جبکہ دوسری جانب زندگی بھر اس گناہ سے باز رہنے کا عہد کرتا ہے اور گناہ پر اصرار نہیں کرتا۔ لیکن خالق حقیقی بندے کی اس بشری کمزوری سے آگاہ ہے کہ اس سے پھر گناہ کا صدور ممکن ہے اس لئے اس نے اپنی رحمت کا دامن بھی وسیع ترین کر رکھا ہے کہ بندہ اگر پہاڑوں جیسے گناہ بھی کر لے، صدقِ دل سے معافی مانگے اور اپنی اصلاح کر لے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے۔ یعنی بندوں کے معافی مانگنے پر ان کو معاف کر دینا اللہ رب العزت نے اپنے ذمۂ کرم پر لے رکھا ہے۔

اگر انسان قرآن حکیم کا مطالعہ کمال انہاک، توجہ، خلوص اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی نیت سے کرے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ابواب اس پر کھلتے چلے جائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر رب العزت کی رحمت ہر شے پر محیط نہ ہوتی تو یہ دنیا کب کی غضب الٰہی کا شکار ہو کر ہلاک ہو چکی ہوتی۔ ذاتِ حق تعالیٰ تو بخشنے کا بہانہ ڈھونڈتی ہے۔ یہ بخشنے کا بہانہ ہی تو ہے کہ

---

(۱) الأعراف، ۷:۲۳

جہاں لوگ معافی مانگتے ہوں وہاں اللہ کا عذاب نازل نہیں ہوتا۔ اور عظیم نعمت یہ ہے کہ قبولِ توبہ کے بعد اس کے گناہ، نیکیوں میں تبدیل کر دیئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ط وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا○[1]

مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیا تو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جن کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا، اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے○

توبہ کے درجہ میں بندہ جہاں اخروی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا وہاں اللہ اسے دنیا میں بھی بہتر اسباب و ذرائع، طاقت اور غلبہ سے بہرہ مند فرمائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ یُمَتِّعْکُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّیُؤْتِ کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ.[2]

اور یہ کہ تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر تم اس کے حضور (صدق دل سے) توبہ کرو وہ تمہیں وقت معین تک اچھی متاع سے لطف اندوز رکھے گا اور ہر فضیلت والے کو اس کی فضیلت کی جزا دے گا (یعنی اس کے اعمال و ریاضت کی کثرت کے مطابق اجر و درجات عطا فرمائے گا)۔

۳۔ توبہ: احادیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں

قرآن حکیم میں تمام ضروری علوم کو اجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ یہ حدیث اور سنت رسول ﷺ ہی ہے جس نے قرآنی احکام کی نہ صرف تفصیل بیان کی ہے بلکہ جہاں ضروری ہوا اس کا عملی اور مثالی نمونہ بھی امت کو عطا فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر احادیث رسول ﷺ کو دین کی

---

(۱) الفرقان، ۲۵:۷۰

(۲) ہود، ۱۱:۳

تعلیمات سے خارج کر دیا جاتا تو اسلام بطورِ ایک نظریہ کے تو باقی رہتا لیکن اُمتِ مسلمہ ان احکامات کے عملی اطلاق سے کبھی بھی مستفیض نہ ہوسکتی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے نہ صرف توبہ کے مختلف پہلوؤں کو بلیغ انداز میں مثالوں سے واضح فرمایا بلکہ خود نبی اکرم ﷺ نے معصوم عن الخطا ہو کر بھی روزانہ سو سو بار اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ و استغفار فرمائی۔ یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ آپ ﷺ کی توبہ ایک طرح سے عبدیت کا مظاہرہ تھا۔ آپ ﷺ کا قلبِ انور ہمہ وقت ملاءُ الاعلیٰ سے وابستہ رہتا۔ جب آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال اور مقام رفیع کے مقابل اپنی بندگی، عبادت و ریاضت کا جائزہ لیتے تو اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی میں اپنی بندگی کو کوتاہی کے مترادف سمجھتے اور اسے گناہ سے تعبیر کرتے ہوئے استغفار فرماتے۔ عرفاء نے حضور نبی اکرم ﷺ کے استغفار کی ایک اور تعبیر بھی بیان کی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ہر آنے والی گھڑی پہلی سے بڑھ کر اعلیٰ و ارفع مقام کی حامل ہوتی جیسا کہ سورۃ الضحیٰ میں فرمایا:

وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝[1]

اور بے شک (ہر) بعد کی گھڑی آپ کے لیے پہلی سے بہتر (یعنی باعثِ عظمت و رفعت) ہے ۝

چنانچہ جب آپ ﷺ ہر آنے والی گھڑی کے مقابل اپنے پہلے مقام کا ملاحظہ فرماتے تو اللہ تعالیٰ کے حضور استغفار کرتے۔ توبہ و استغفار کا عمل اللہ رب العزت کو بہت محبوب ہے۔

۱۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

كَيْفَ تَقُوْلُوْنَ بِفَرَحِ رَجُلٍ انْفَلَتَتْ مِنْهُ رَاحِلَتُهُ تَجُرُّ زِمَامَهَا بِأَرْضٍ قَفْرٍ، لَيْسَ بِهَا طَعَامٌ وَلَا شَرَابٌ، وَعَلَيْهَا لَهُ طَعَامٌ وَشَرَابٌ، فَطَلَبَهَا حَتّٰى شَقَّ عَلَيْهِ، ثُمَّ مَرَّتْ بِجِذْلِ شَجَرَةٍ، فَتَعَلَّقَ زِمَامُهَا، فَوَجَدَهَا مُتَعَلِّقَةً بِهِ. قُلْنَا: شَدِيْدًا، يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَمَا وَاللهِ، لَلّٰهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ

(۱) والضحی، ۹۳: ۴

عَبۡدِہٖ مِنَ الرَّجُلِ بِرَاحِلَتِہٖ.(۱)

تم اس شخص کی خوشی کے متعلق کیا کہتے ہو جس کی اونٹنی کسی سنسان جنگل میں اپنی نکیل کی رسی کھینچتی ہوئی نکل جائے۔ جس سر زمین میں کھانے پینے کی کوئی چیز نہ ہو اور اس اونٹنی پر اس شخص کے کھانے پینے کی چیزیں لدی ہوں، وہ شخص اس اونٹنی کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک جائے، پھر وہ اونٹنی ایک درخت کے تنے کے پاس سے گزرے اور اس کی مہار اس تنے میں اٹک جائے اور اس شخص کو وہ اونٹنی اس تنے میں اٹکی ہوئی مل جائے۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ بہت زیادہ خوش ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنو! بخدا، اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص کی سواری کے (ملنے کی) بہ نسبت زیادہ خوش ہوتا ہے۔

۲۔ اسی مفہوم کی ایک اور متفق علیہ حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ صحیح مسلم میں مروی حدیث کے الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَللهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوۡبَةِ عَبۡدِهٖ حِیۡنَ یَتُوۡبُ إِلَیۡهِ، مِنۡ أَحَدِکُمۡ کَانَ عَلٰی رَاحِلَتِهٖ بِأَرۡضِ فَلَاةٍ، فَانۡفَلَتَتۡ مِنۡهُ، وَعَلَیۡهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ، فَأَیِسَ مِنۡهَا، فَأَتٰی شَجَرَةً، فَاضۡطَجَعَ فِي ظِلِّهَا، قَدۡ أَیِسَ مِنۡ رَاحِلَتِهٖ، فَبَیۡنَا هُوَ کَذٰلِکَ إِذَا هُوَ بِهَا، قَائِمَةً عِنۡدَهٗ، فَأَخَذَ بِخِطَامِهَا، ثُمَّ قَالَ مِنۡ شِدَّةِ الۡفَرَحِ: اَللّٰهُمَّ، أَنۡتَ عَبۡدِي وَأَنَا رَبُّکَ. أَخۡطَأَ مِنۡ شِدَّةِ الۡفَرَحِ.(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الدعوات، باب التوبة، ۵:۲۳۲۴، رقم: ۵۹۴۹

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب التوبة، باب في الحض علی التوبة والفرح بها، ۴:۲۱۰۴، رقم:۲۷۴۶

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴:۲۸۳، رقم:۱۸۵۱۵

(۱) ۱۔ بخاري، الصحیح، کتاب الدعوات، باب التوبة، ۵:۲۳۲۴، ـــ

جب اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ اُس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اِس (شخص کے توبہ کرنے) پر اُس (شخص) سے (بھی) زیادہ خوشی ہوتی ہے جو جنگل میں اپنی سواری پر جائے اور (وہاں) سواری اُس سے گم ہو جائے اور اُسی سواری پر اس کے کھانے پینے کی چیزیں ہوں۔ وہ اس (سواری کے نہ ملنے) سے مایوس ہوکر ایک درخت کے پاس آئے اور اس کے سائے میں لیٹ جائے۔ جس وقت وہ سواری سے مایوس ہوکر لیٹا ہوا ہو تو اچانک (کہیں سے) وہ سواری اس کے پاس آ کھڑی ہو۔ وہ اس کی مہار پکڑ لے، پھر خوشی کی شدت سے یہ کہہ بیٹھے: 'اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا ربّ ہوں'۔ یعنی وہ شدتِ مسرت کی وجہ سے غلطی کر جائے۔

۳۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک متفق علیہ حدیث ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ إِنْسَانًا، ثُمَّ خَرَجَ يَسْأَلُ فَأَتٰى رَاهِبًا فَسَأَلَهُ، فَقَالَ لَهُ: هَلْ مِنْ تَوْبَةٍ؟ قَالَ: لَا، فَقَتَلَهُ فَجَعَلَ يَسْأَلُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: ائْتِ قَرْيَةَ كَذَا وَكَذَا، فَأَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِهٖ نَحْوَهَا. فَاخْتَصَمَتْ فِيْهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ، فَأَوْحَى اللهُ إِلٰى هٰذِهٖ: أَنْ تَقَرَّبِي، وَأَوْحَى اللهُ إِلٰى هٰذِهٖ: أَنْ تَبَاعَدِي. وَقَالَ: قِيْسُوْا مَا بَيْنَهُمَا. فَوُجِدَ إِلٰى هٰذِهٖ أَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغُفِرَ لَهُ. (۱)

.... رقم: ۵۹۴۹

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب التوبة، باب في الحض على التوبة والفرح بها، ۴: ۲۱۰۴، رقم: ۲۷۴۷

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۸۳، رقم: ۱۸۵۱۵

۴۔ أبو يعلى، المسند، ۳: ۲۵۷، رقم: ۱۷۰۴

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الأنبياء، باب أم حسبت أن أصحاب الكهف والرقيم، ۳: ۱۲۸۰، رقم: ۳۲۸۳

←

بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے قتل کیے تھے اور پھر مسئلہ پوچھنے نکلا تھا (کہ اس کی توبہ قبول ہوسکتی یا نہیں)۔ وہ ایک راہب کے پاس آیا اور اس سے پوچھا: کیا (اس کے لیے) توبہ کی کوئی گنجائش ہے؟ راہب نے جواب دیا: نہیں۔ اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا۔ وہ پھر (قبولیتِ توبہ کے بارے میں) پوچھنے لگا، تو ایک شخص نے اسے کہا: فلاں فلاں بستی میں جاؤ (جہاں نیک لوگ رہتے ہیں)۔ اس نے اس بستی والوں کی طرف سفر کا آغاز ہی کیا تھا کہ اسے موت آ گئی۔ رحمت اور عذاب کے فرشتے اس کے بارے جھگڑنے لگے (کہ کون اس کی روح لے جائے)۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو (جہاں وہ توبہ کرنے کے لیے جا رہا تھا) حکم دیا کہ اس کی میت کے قریب ہو جائے اور دوسری بستی کو (جہاں سے نکلا تھا) حکم دیا کہ اس کی میت سے دور ہو جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: دونوں بستیوں کے درمیان فاصلے کی پیمائش کرو (جس طرف کا فاصلہ کم ہو اس شخص کو اس بستی کے رہنے والوں کے حساب میں ڈال دو)۔ اور جب فاصلہ ناپا گیا تو اس بستی کو (جہاں وہ توبہ کرنے جا رہا تھا) ایک بالشت میت سے زیادہ قریب پایا گیا تو اس کی مغفرت کر دی گئی۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ تَابَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا، تَابَ اللهُ عَلَيْهِ. (۱)

.... ۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب التوبة، باب قبول توبة القاتل وإن كثر قتله، ۴:۲۱۱۹، رقم:۲۷۶۶

۳۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الدیات، باب هل لقاتل مؤمن توبة، ۲:۸۷۵، رقم:۲۶۲۲

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب استحباب الاستغفار والاستكثار منه، ۴:۲۰۷۶، رقم:۲۷۰۳

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۹۵، رقم:۹۱۱۹

جو شخص مغرب سے سورج طلوع ہونے (یعنی آثارِ قیامت نمودار ہونے) سے پہلے پہلے توبہ کرلے گا، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔

۵۔ گناہ کا اعتراف کر کے توبہ کرنے والے کی توبہ قبول ہوتی ہے۔ زوجۂ رسول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللهُ عَلَيْهِ. (1)

اگر تم گناہ میں ملوث ہوگئی ہو تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور توبہ کر لو، کیونکہ جب بندہ اپنے گناہ کا اقرار کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔ (بعد ازاں خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عفت اور پاکدامنی کا اعلان فرمایا ہے)۔

٦۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ. (2)

.... ۳۔ نسائي، السنن الكبرىٰ، ٦:۳۴۴، رقم:١١١٧٩
۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۲:۳۹٦، رقم:٦۲۹

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب المغازي، باب حديث الإفك، ۴:۱۵۱۸، رقم:۳۹۱۰
۲۔ مسلم في الصحيح، كتاب التوبة، باب في حديث الإفك وقبول توبة القاذف، ۴:۲۱۳۷، رقم:۲۷۷۰
۳۔ نسائي، السنن الكبرى، ۵:۲۹٦، رقم:۸۹۳۱
۴۔ دارقطني، السنن، ۳:۱۹۱، رقم:۳۴،
۵۔ أبو يعلى في المسند، ۸:۳۴۵، رقم: ۴۹۳۳

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۱۵۳، رقم:٦۴۰۸

یقیناً اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی توبہ قبول فرماتا ہے جب تک کہ اس کے حلق سے غرغر کی آوازیں نہیں آتیں (یعنی اس پر موت کے وقت تک توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے)۔

۷۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ، جَعَلَ اللهُ لَهُ مِنْ ضِيْقٍ مَخْرَجًا، وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجاً، وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ. (۱)

جو شخص پابندی کے ساتھ استغفار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر غم سے نجات اور ہر مشکل سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا۔

۸۔ استغفار کرنے سے دلوں کا زنگ دور ہوتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

.... ۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الدعوات، باب في فضل التوبة والاستغفار وما ذكر من رحمة الله لعباده، ۵:۵۴۷، رقم:۳۵۳۷

۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، ۲:۱۴۲۰، رقم: ۴۲۵۳

۴۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷:۱۷۳، رقم:۳۵۰۷۷

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱:۲۴۸، رقم: ۲۲۳۴

۲۔ أبوداود، السنن، كتاب الصلاة، باب في الاستغفار، ۲:۸۵، رقم: ۱۵۱۸

۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الأدب، باب الاستغفار، ۲:۱۲۵۴، رقم: ۳۸۱۹

۴۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۰:۲۸۱، رقم:۱۰۶۶۵

۵۔ حاكم، المستدرك، ۴:۲۹۱، رقم:۷۶۷۷

إِنَّ الْمُؤْمِنَ، إِذَا أَذْنَبَ، كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِي قَلْبِهِ. فَإِنْ تَابَ وَنَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ، صُقِلَ قَلْبُهُ. فَإِنْ زَادَ زَادَتْ حَتَّى تَغْلَفَ قَلْبُهُ. فَذٰلِکَ الرَّانُ الَّذِي ذَکَرَهُ اللهُ فِي کِتَابِهِ ﴿کَلَّا بَلْ سکتہ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ٥﴾[1] [2].

مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نشان بن جاتا ہے، پھر اگر وہ توبہ کر لے اور (گناہ سے) ہٹ جائے اور استغفار کرے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے۔ (لیکن) اگر وہ ڈٹا رہے اور زیادہ (گناہ) کرے تو یہ نشان بڑھتا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کے (پورے) دل کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے، اور یہی وہ 'رَانَ'' (زنگ) ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں فرمایا ہے: ﴿کَلَّا بَلْ رَانَ عَلَی قُلُوْبِهِمْ مَاکَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ٥﴾ '(ایسا) ہرگز نہیں بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) ان کے دلوں پر ان اعمالِ (بد) کا زنگ چڑھ گیا ہے جو وہ کمایا کرتے تھے (اس لیے آیتیں ان کے دل پر اثر نہیں کرتیں)٥'۔

۹۔ حضور نبی اکرم ﷺ کثرت سے استغفار کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا اپنا معمول یہ تھا کہ ایک دن میں ستر بار اور ایک روایت میں ہے کہ سو بار استغفار کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

---

(۱) المطففین، ۸۳:۱۴

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۹۷، رقم:۷۹۳۹

۲۔ ترمذي، السنن، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة ویل للمطففین، ۵:۴۳۴، رقم:۳۳۳۴

۳۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الزهد، باب ذکر الذنوب، ۲:۱۴۱۸، رقم:۴۲۴۴

۴۔ نسائي، السنن الکبری، ۶:۱۱۰، رقم:۱۰۲۵۱، ۱۱۶۵۸

وَاللهِ، إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً.[1]

خدا کی قسم، میں روزانہ ستر مرتبہ سے زیادہ بارگاہ خداوندی میں استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔

۱۰۔ حضرت اغر مزنی ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

إِنَّهُ لَيُغَانُّ عَلٰى قَلْبِي وَإِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ.[2]

میرے دل پر کبھی پردہ آ جاتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے ایک دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

۱۱۔ حضرت سعید بن ابی بردہ اپنی سند کے ساتھ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں رسول اکرم ﷺ تشریف لائے درانحالیکہ ہم سبھی بیٹھے ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا أَصْبَحْتُ غَدَاةً قَطُّ إِلَّا اسْتَغْفَرْتُ اللهَ فِيْهَا مِائَةَ مَرَّةٍ.[3]

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الدعوات، باب استغفار النبي ﷺ في اليوم والليلة، ۵: ۲۳۲۴، رقم: ۵۹۴۸
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۸۲، رقم: ۷۷۸۰
۳۔ نسائي، السنن الكبرى، ۶: ۱۱۵، رقم: ۱۰۲۷۳
۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۳: ۲۰۴، رقم: ۹۲۵

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب استحباب الاستغفار والاستكثار منه، ۴: ۲۰۷۵، رقم: ۲۷۰۲
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۱۱، رقم: ۱۷۸۸۲
۳۔ أبو داود، السنن، كتاب، باب الاستغفار، ۲: ۸۴، رقم: ۱۵۱۵
۴۔ بخاري، التاريخ الكبير، ۲: ۴۳، رقم: ۱۶۲۹
۵۔ نسائي، السنن الكبرى، ۶: ۱۱۶، رقم: ۱۰۲۷۶

(۳) ۱۔ نسائي، السنن الكبرى، ۶: ۱۱۵، رقم: ۱۰۲۷۵

میں ہر صبح لازماً سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

۱۲۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم گِنا کرتے تھے کہ حضور نبی اکرم ﷺ ایک مجلس کے اندر سو سو مرتبہ فرماتے:

رَبِّ اغْفِرْ لِي، وَتُبْ عَلَيَّ، إِنَّکَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ.(۱)

اے ربّ! مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما، بے شک تُو توبہ قبول فرمانے والا، رحم فرمانے والا ہے۔

۱۳۔ امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ کَانَ مِمَّا يُکْثِرُ أَنْ يَقُوْلَ: سُبْحَانَکَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ؛ اللّٰهُمَّ، اغْفِرْ لِي. قَالَ: فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿اِذَآ جَآءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُo﴾(۲). قَالَ: سُبْحَانَکَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ؛ اللّٰهُمَّ، اغْفِرْ لِي، إِنَّکَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ.(۳)

.... ۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷:۱۷۲، رقم:۳۵۰۷۵

۳۔ عبد بن حميد، المسند، ۱:۱۹۶، رقم:۵۵۸

۴۔ طبراني، الدعاء:۵۱۰، رقم:۱۸۰۹

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۱، رقم: ۴۷۲۶۔

۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الصلاة، باب في الاستغفار، ۲:۸۵، رقم: ۱۵۱۶

۳۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الأدب، باب الاستغفار، ۲:۱۲۵۳، رقم: ۳۸۱۴

۴۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶:۵۷، رقم:۲۹۴۴۳

(۲) النصر، ۱۱۰:۱

(۳) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱:۳۹۲، رقم:۳۷۱۹

حضور نبی اکرم ﷺ اکثر اوقات ان کلمات کا وِرد کیا کرتے تھے: ﴿سُبْحَانَکَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ، اَللّٰهُمَّ، اغْفِرْ لِي﴾ ’اے ہمارے رب! تو پاک ہے اور ہر تعریف تیرے لائق ہے۔ اے اللہ! ہمیں بخش دے۔‘ راوی بیان کرتے ہیں کہ جب آیت ﴿إِذَآ جَآءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُo﴾ ’جب اللہ کی مدد اور فتح آ پہنچےo‘ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے عرض کیا: ﴿سُبْحَانَکَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي، إِنَّکَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ ’اے ہمارے رب! تو پاک ہے اور ہر تعریف تیرے لائق ہے۔ اے اللہ! ہمیں بخش دے، بے شک تو بہت توبہ قبول فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے‘۔

۱۴۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے نمازِ چاشت ادا فرمائی، پھر سو مرتبہ فرمایا:

اَللّٰهُمَّ، اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ، إِنَّکَ أَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ. [1]

اے اللہ! میری مغفرت فرما، مجھ پر نظرِ رحمت فرما، بے شک تو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور بہت مغفرت فرمانے والا ہے۔

۱۵۔ ایک روایت میں حضرت حذیفہ ؓ بیان کرتے ہیں: میں اپنے اہل خانہ سے محتاط گفتگو نہیں کیا کرتا تھا، سو میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے ڈر ہے کہ میری زبان مجھے دوزخ میں نہ لے جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

.... ۲۔ أبو يعلی، المسند، ۹: ۲۸۰، رقم: ۵۴۰۷
۳۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۵۸۷، رقم: ۳۹۸۳
۴۔ طيالسي، المسند، ۱: ۴۵، رقم: ۳۳۹

(۱) ۱۔ نسائي، السنن الکبری، ۶: ۳۲، رقم: ۹۹۳۵
۲۔ بخاري، الأدب المفرد: ۲۱۷، رقم: ۶۱۹
۳۔ ابن الجوزي، الوفا بأحوال المصطفی ﷺ: ۵۵۳

فَأَيْنَ أَنْتَ مِنَ الْإِسْتِغْفَارِ؟ إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةً. (۱)

تم اللہ تعالیٰ سے استغفار کیوں نہیں کرتے؟ بے شک میں تو روزانہ سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

۱۶۔ حضرت ابو بکر صدیق ﷛ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا أَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَإِنْ عَادَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِيْنَ مَرَّةً. (۲)

حضرت ابوبکر صدیق ﷛ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے استغفار کیا (گویا) اس نے گناہ پر اصرار نہیں کیا اگرچہ ایک دن میں ستر بار (اس کام کا) اعادہ کرے۔

۱۷۔ حضرت انس ﷛ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ لِلْقُلُوْبِ صَدَأً كَصَدَإِ الْحَدِيْدِ وَجَلَاؤُهَا الْإِسْتِغْفَارُ. (۳)

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵:۳۹۷، رقم:۲۳۴۱۹

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الأدب، باب الاستغفار، ۲:۱۲۵۴، رقم:۳۸۱۷

۳۔ نسائي، السنن الكبرى، ۶:۱۱۸، رقم:۱۰۲۸۷

۴۔ حاكم، المستدرك، ۲:۴۹۶، رقم:۳۷۰۶

(۲) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب الصلاة، باب في الاستغفار، ۲:۸۴، رقم:۱۵۱۴،

۲۔ ترمذي، السنن، كتاب الدعوات، باب في دعاء النبي ﷺ، ۵:۵۵۸، رقم:۳۵۵۹

۳۔ بزار، المسند، ۱:۱۷۱، رقم:۹۳

۴۔ أبو يعلى، المسند، ۱:۱۲۴، رقم:۱۳۷

(۳) ۱۔ طبراني، المعجم الصغير، ۱:۳۰۷، رقم:۵۰۹

لوہے کی طرح دلوں کا بھی ایک زنگ ہے اور اس کا صیقل (یعنی صفائی اور چمک) استغفار ہے۔

۱۸۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لِلْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ، سَبْعَةٌ مُغْلَقَةٌ وَبَابٌ مَفْتُوحٌ لِلتَّوْبَةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ نَحْوِهِ. (۱)

جنت کے آٹھ دروازے ہیں، سات دروازے بند ہیں اور ایک دروازہ توبہ کے لیے اس وقت تک کھلا ہے جب تک سورج اس (مغرب کی) طرف سے طلوع نہیں ہوتا (یعنی آثارِ قیامت نمودار ہونے سے قبل تک توبہ قبول کی جائے گی)۔

۱۹۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ، اجْعَلْنِي مِنَ الَّذِيْنَ إِذَا أَحْسَنُوا اسْتَبْشَرُوْا، وَإِذَا أَسَاءُوا اسْتَغْفَرُوْا. (۲)

اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے بنا دے جو نیکی کریں تو خوش ہوں اور خطا کر بیٹھیں تو استغفار کریں۔

.... ۲۔ أیضًا، المعجم الأوسط، ۷:۷۴، رقم:۶۸۹۴

۳۔ بیهقي، شعب الإیمان، ۱:۴۴۱، رقم:۶۴۹

۴۔ منذري، الترغیب والترهیب، ۲:۳۱۰، رقم:۲۵۰۷

(۱) ۱۔ أبو یعلی، المسند، ۸: ۴۲۹، رقم:۵۰۱۲

۲۔ طبراني، المعجم الکبیر، ۱۰: ۲۵۴، رقم:۱۰۴۷۹

۳۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۲۹۰، رقم: ۷۶۷۱

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶:۱۲۹، رقم:۲۵۰۲۴

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الأدب، باب الاستغفار، ۲:۱۲۵۵، رقم:۳۸۲۰

۲۰۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ. (۱)

(گناہ پر) نادم ہونا ہی توبہ ہے۔

۲۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ ابْنِ آدَمَ خَطَّاءٌ، وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ. (۲)

ہر انسان خطا کار ہے اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو (خطا کے بعد) توبہ کرنے والے ہیں۔

۲۲۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ، كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ. (۳)

---

(۱) ۱۔ خوارزمي، جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة، ۱:۹۸
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱:۳۷۶، رقم:۳۵۶۸
۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، ۲:۱۴۲۰، رقم: ۴۲۵۲
۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۲:۳۷۷، رقم:۶۱۲

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۹۸، رقم: ۱۳۰۷۲
۲۔ ترمذي، السنن، كتاب: صفة القيامة والرقائق والورع، باب:۴۹، ۴:۶۵۹، رقم:۲۴۹۹
۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزہد، باب ذكر التوبة، ۲:۱۴۲۰، رقم: ۴۲۵۱
۴۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷:۶۲، رقم:۳۴۲۱۶

(۳) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، ۲:۱۴۱۹، رقم: ۴۲۵۰

گناہ سے (سچی) توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔

۲۳۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَقُوْلُ اللهُ تَعَالٰى: يَا عِبَادِي، كُلُّكُمْ مُذْنِبٌ إِلَّا مَنْ عَافَيْتُ، فَاسْتَغْفِرُنِي أَغْفِرْ لَكُمْ، وَمَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ أَنِّي ذُو قُدْرَةٍ عَلَى الْمَغْفِرَةِ بِقُدْرَتِي، غَفَرْتُ لَهُ، وَلَا أُبَالِي. (۱)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے بندو! تم سب گنہگار ہو، مگر جس کو میں محفوظ رکھوں۔ سو مجھ سے مغفرت طلب کرو میں تمہیں بخش دوں گا اور تم میں سے جسے معلوم ہے کہ میں بخشنے پر قادر ہوں، تو وہ مجھ سے بخشش مانگے میں اُسے اپنی قدرت سے بخش دوں گا؛ اور مجھے اس کی کوئی پروا نہیں (یعنی مجھے اس کے کثرتِ گناہ کی کوئی پروا نہیں، میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ وہ مجھے غفار سمجھ کر میری بارگاہ میں حاضر ہوا ہے)۔

۲۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُولُ: يَا رَبِّ، أَنّٰى لِي هٰذِهِ؟ فَيَقُوْلُ: بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِکَ لَکَ. (۲)

.... ۲۔ ابن الجعد، المسند، ۱: ۲۶۶، رقم: ۱۷۵۶

۳۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۰: ۱۵۰، رقم: ۱۰۲۸۱

۴۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۱۰: ۱۵۴

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۷۷، رقم: ۲۱۵۸۰

۲۔ ترمذي، السنن، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع، باب ۴۸، ۴: ۶۵۶، رقم: ۲۴۹۵

۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب التوبة، ۲: ۱۴۲۲، رقم: ۴۲۵۷

۴۔ بزار، المسند، ۹: ۴۴۰، رقم: ۴۰۵۲

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۵۰۹، رقم: ۱۰۶۱۸

←

....

بے شک اللہ ﷻ جنت میں نیک بندے کے درجات بلند فرماتا ہے۔ وہ عرض کرتا ہے: مجھ پر یہ اِنعامات کیسے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ (تمہارے درجات کی بلندی) تمہاری اولاد کی تمہارے لیے طلبِ مغفرت کے باعث ہے۔

۲۵۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الشَّيْطَانَ قَالَ: وَعِزَّتِکَ يَا رَبِّ، لَا أَبْرَحُ أُغْوِي عِبَادَکَ مَا دَامَتْ أَرْوَاحُهُمْ فِي أَجْسَادِهِمْ. قَالَ الرَّبُّ: وَعِزَّتِي وَجَلَالِي، لَا أَزَالُ أَغْفِرُ لَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُوْنِي. (۱)

شیطان نے (بارگاہِ الٰہی میں) کہا: (اے اللہ!) مجھے تیری عزت کی قسم! میں تیرے بندوں کو جب تک ان کی روحیں ان کے جسموں میں باقی رہیں گی، گمراہ کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! جب تک وہ مجھ سے بخشش مانگتے رہیں گے میں انہیں بخشتا رہوں گا۔

توبہ کے حوالے سے مذکورہ بالا احادیث مبارکہ خود اس قدر واضح ہیں کہ انہیں سمجھنے کے لئے کسی مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔ تاہم یاد دہانی کے طور پر جملہ احادیث مبارکہ کا اگر ایک اجمالی خاکہ یوں ہے کہ مسلسل گناہوں کے سرزد ہونے سے انسان کا دل مکمل طور پر سیاہ ہو

.... ۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الأدب، باب بر الوالدين، ۲:۱۲۰۷، رقم: ۳۶۶۰

۳۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶:۹۳، رقم: ۲۹۷۴۰

۴۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۵:۲۱۰، رقم: ۵۱۰۸

۵۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ۶:۲۵۵

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳:۲۹، رقم: ۱۱۲۵۵

۲۔ أبو يعلی، المسند، ۲:۵۳۰، رقم: ۱۳۹۹

۳۔ حاکم، المستدرک، ۴:۲۹۰، رقم: ۷۶۷۲

۴۔ ديلمي، مسند الفردوس، ۳:۱۹۹، رقم: ۴۵۵۹

جاتا ہے۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو بندے کی بداعمالیاں زنگ کی شکل میں اس کے دل پر اس قدر چڑھ جاتی ہیں کہ اس بندے کا دل قبولِ حق کی سعادت سے محروم ہو جاتا ہے۔

لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ انسان پر آثارِ موت ظاہر ہونے سے قبل تک اس کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا رکھتا ہے اور منتظر رہتا ہے کہ کب اس کا بندہ اپنے گناہوں سے معافی مانگنے کی خاطر اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اسے اپنے بندے کا عملِ توبہ کس قدر پسند ہے، اس کے سمجھانے کے لئے حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک مثال بیان فرمائی کہ ایک سنسان جنگل میں سامانِ خورد و نوش سے لدی ہوئی اونٹنی گم ہو جائے اور اس کا مالک ناامید ہو کر موت کا منتظر ہو اور ایسے میں اچانک اسے اونٹنی مل جائے تو جتنی خوشی اس وقت اس شخص کو ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ خوشی اللہ تبارک و تعالیٰ کو اپنے بندے کے عملِ توبہ سے ہوتی ہے۔

ہر شخص اپنی طبعی و بشری کمزوریوں کے باعث خطا کار ہے اس لئے اسے پابندی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور معافی کا خواستگار رہنا چاہیے۔ اُس کے اس عمل سے جہاں اُخروی کامیابی کی ضمانت ملتی ہے وہاں اسے غم و آلام سے نجات ملتی ہے اور دنیاوی رزق بھی کشادہ ہو جاتا ہے۔

آقا علیہ السلام اپنے غلاموں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں خود ہر روز توبہ کرتا ہوں تم کیوں توبہ سے گریزاں ہو۔ توبہ دراصل دل پر گناہوں کے زنگ اتارنے کی ریگ مال ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

۴۔ توبہ: آثارِ صحابہ و سلفِ صالحین کی روشنی میں

صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، صلحائے عظام اور اولیائے کرام ہی وہ نفوس قدسیہ ہیں جنہوں نے شجرِ دین کی حقیقی معنوں میں آبیاری کی اور قیامت تک دینِ اسلام کے قابلِ عمل ہونے کی زندہ مثالیں دنیا کے سامنے پیش کیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی:

لَوْ يَعْلَمُ الْمُدْبِرُوْنَ عَنِّيْ كَيْفَ انْتِظَارِي لَهُمْ، وَرِفْقِي بِهِمْ، وَشَوْقِي إِلٰى تَرْكِ مَعَاصِيْهِمْ لَمَاتُوْا شَوْقاً إِلَيَّ، وانْقَطَعَتْ أَوْصَالُهُمْ مِنْ مَحَبَّتِيْ، يَا دَاوُدَ، هٰذِهٖ إِرَادَتِيْ فِي الْمُدْبِرِيْنَ عَنِّيْ، فَكَيْفَ إِرَادَتِيْ فِي مُقْبِلِيْنَ إِلَيَّ؟(۱)

اگر وہ لوگ جو مجھ سے منہ موڑ لیتے ہیں، یہ جان لیں کہ میں ان کا کیسے انتظار کر رہا ہوں اور ان پر کیسے مہربانی کرنے والا ہوں اور ان کا معصیت کاریوں کو ترک کرنا کتنا پسند کرتا ہوں تو وہ میرے شوق میں مر جائیں اور ان کے جوڑ میری محبت کی وجہ سے منقطع ہو جائیں۔ اے داوٗد! یہ میرا ارادہ ان لوگوں کے متعلق ہے جو مجھ سے منہ موڑتے ہیں پس جو لوگ میری طرف آتے ہیں ان کے ساتھ میرا ارادہ کیا ہوگا؟

۲۔ حضرت داوٗد علیہ السلام کثرت سے گریہ و زاری کیا کرتے تھے۔ ابن قدامہ روایت کرتے ہیں:

وَعَلِمَ دَاوُدُ (ذَنْبَهُ) فَخَرَّ سَاجِدًا أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا لَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ إِلَّا لِحَاجَةٍ لَابُدَّ مِنْهَا ثُمَّ يَعُوْدُ فَيَسْجُدُ لَا يَأْكُلُ وَلَا يَشْرَبُ وَهُوَ يَبْكِي حَتّٰى نَبَتَ الْعَشَبُ حَوْلَ رَأْسِهِ وَهُوَ يُنَادِي رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَيَسْأَلُهُ التَّوْبَةَ.(۲)

حضرت داوٗد علیہ السلام کو اپنے کسی خطا کا احساس ہوا تو آپ چالیس روز تک سجدہ ریز رہے۔ صرف ضروری حاجت کے لیے ہی سر اٹھاتے اور پھر دوبارہ سجدہ ریز ہو جاتے، آپ نہ کچھ کھاتے نہ پیتے صرف روتے رہتے حتی کہ آپ کے سر کے گرد گھاس اُگ آئی، اور آپ (ہر وقت) اپنے رب کو پکارتے رہتے اور اس کے توبہ کا سوال کرتے رہتے۔

---

(۱) قشيري، الرسالة:۳۳۲

(۲) ۱۔ ابن قدامة، التوابين:۱۹

۲۔ ابن أبي الدنيا، الرقة والبكاء:۳۵۸، رقم:۳۳۸

۳۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا:

جَالِسُوا التَّوَّابِيْنَ فَإِنَّهُمْ أَرَقُّ شَيءٍ أَفْئِدَةً. (۱)

کثرت سے توبہ کرنے والوں کے پاس بیٹھا کرو کیوں کہ ان کے دل نہایت ہی نرم ہوتے ہیں۔

۴۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَلْعَجَبُ مِمَّنْ يَهْلِکُ وَمَعَهُ النَّجَاةُ. قِيْلَ: وَمَا هِيَ؟ قَالَ: اَلْإِسْتِغْفَارُ. وَكَانَ يَقُوْلُ: مَا أَلْهَمَ اللهُ سُبْحَانَهٗ عَبْدًا الْإِسْتِغْفَارَ وَهُوَ يُرِيْدُ أَنْ يُعَذِّبَهٗ. (۲)

تعجب ہے اس شخص پر جو ہلاک ہوجاتا ہے حالانکہ نجات (کا راستہ) اس کے پاس موجود ہے۔ عرض کیا گیا: وہ (نجات کا راستہ) کیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: استغفار۔ آپ فرمایا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ اس بندے کو استغفار (توبہ) کی توفیق نہیں دیتا جسے وہ عذاب دینا چاہتا ہے۔

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ: أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ مِنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم. (۳)

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، الزهد:۱۷۷

۲۔ ابن أبی شيبة، المصنف، ۷:۹۶، رقم:۳۴۴۶۵

(۲) غزالی، إحياء علوم الدين، ۱:۳۱۳

(۳) ۱۔نسائی، السنن الکبری، ۶:۱۱۸، رقم:۱۰۲۸۸

۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۳:۲۰۷، رقم:۹۲۸

۳۔ عبد بن حميد، المسند:۴۲۷

۴۔ أحمد بن حنبل، الزهد:۳۹

میں حضور نبی اکرم ﷺ سے بڑھ کر استغفار کرنے والے کسی شخص کے پاس نہیں بیٹھا۔

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَا جَلَسْتُ إِلٰى أَحَدٍ أَكْثَرَ اسْتِغْفَارًا مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ. (۱)

میں آج تک کسی ایسے شخص کے پاس نہیں بیٹھا جو رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر استغفار کرنے والا ہو۔

۷۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هَلْ تَرَى النَّاسَ مَا أَكْثَرُهُمْ مَا فِيْهِمْ خَيْرٌ إِلَّا تَقِيٌّ أَوْ تَائِبٌ. (۲)

کیا آپ لوگوں کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر خیر پر نہیں سوائے متقی اور توبہ کرنے والوں کے۔

۸۔ حضرت قتادہ نے فرمایا:

اَلْقُرْآنُ يَدُلُّكُمْ عَنْ دَائِكُمْ وَدَوَائِكُمْ؛ أَمَّا دَاؤُكُمْ فَالذُّنُوبُ، وَأَمَّا دَوَاؤُكُمْ فَالْإِسْتِغْفَارُ. (۳)

قرآنِ مجید تمہیں تمہاری بیماری سے بھی آگاہ کرتا ہے اور تمہارے لیے دواء بھی تجویز کرتا ہے۔ تمہاری بیماری تمہارے گناہ ہیں اور تمہاری دواء کثرتِ اِستغفار ہے۔

۹۔ حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا:

مَنِ اسْتَبْطَأَ رِزْقُهُ، فَلْيُكْثِرْ مِنَ الْإِسْتِغْفَارِ. (۴)

---

(۱) أحمد بن حنبل، الزهد: ۶۷

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، الزهد: ۱۴۶

۲۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ۱: ۱۶۴

(۳) غزالي، إحياء علوم الدين، ۱: ۳۱۳

(۴) شعراني، الطبقات الكبرى: ۵۱

جس کو رزق تنگی اور تاخیر سے ملے، اسے کثرت سے استغفار کرنا چاہیے۔

۱۰۔ حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا:

حَقِيْقَةُ التَّوْبَةِ أَنْ تَضِيْقَ عَلَيْکَ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ حَتّٰى لَا يَكُوْنَ لَکَ قَرَارٌ، ثُمَّ تَضِيْقُ عَلَيْکَ نَفْسُکَ. (۱)

توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ زمین اپنی فراخی کے باوجود تمہارے لیے اس قدر تنگ ہو جائے کہ تمہیں (کہیں) قرار حاصل نہ ہو، پھر (یہ حال ہوجائے کہ) تمہارا نفس بھی تم پر تنگ ہو جائے۔

۱۱۔ حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا:

اَلْاِسْتِغْفَارُ مِنْ غَيْرِ إِقْلَاعٍ هُوَ تَوْبَةُ الْكَاذِبِيْنَ. (۲)

گناہ سے باز آئے بغیر توبہ کرنا جھوٹے لوگوں کی توبہ ہے۔

۱۲۔ حضرت ذوالنون مصری سے توبہ کی نسبت پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

تَوْبَةُ الْعَوَامِّ مِنَ الذُّنُوْبِ، وَتَوْبَةُ الْخَوَاصِّ مِنَ الْغَفْلَةِ. (۳)

عوام کی توبہ گناہوں سے ہوتی ہے اور خواص کی توبہ غفلت سے۔

۱۳۔ حضرت یحییٰ بن معاذ نے فرمایا:

زَلَّةٌ وَّاحِدَةٌ بَعْدَ التَّوْبَةِ أَقْبَحُ مِنْ سَبْعِيْنَ قَبْلَهَا. (۴)

توبہ کے بعد کی ایک لغزش توبہ سے پہلے کی ستر لغزشوں سے بدتر ہے۔

---

(۱) قشيري، الرسالة:۹۶

(۲) قشيري، الرسالة:۹۵

(۳) قشيري، الرسالة:۹۵

(۴) قشيري، الرسالة:۹۷

۱۴۔ محمد زُقاق نے فرمایا:

سَأَلْتُ أَبَا عَلِيٍّ الرَّوْذَبَارِيَّ عَنِ التَّوْبَةِ، فَقَالَ: الْاِعْتِرَافُ، وَالنَّدَمُ، وَالإِقْلَاعُ.[1]

میں نے ابو علی روذباری سے توبہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: (گناہوں کا) اعتراف، (غلطیوں پر) ندامت اور (گناہوں کا) ترک کرنا (توبہ ہے)۔

۱۵۔ حضرت ابو عبد اللہ الوراق کا قول ہے: اگر تمہارے اوپر بارش کے قطروں اور سمندر کی جھاگ کے برابر بھی گناہ ہوں تو انہیں ان شاء اللہ تجھ سے مٹا دیا جائے گا بشرطیکہ جب تو خلوصِ دل کے ساتھ اپنے رب سے یہ دعا مانگے گا:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَغْفِرُکَ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ تُبْتُ إِلَيْکَ مِنْهُ ثُمَّ عُدْتُ فِيْهِ، وَأَسْتَغْفِرُکَ مِنْ کُلِّ مَا وَعَدْتُکَ بِهٖ مِنْ نَفْسِي وَلَمْ أُوْفِ لَکَ بِهٖ، وَأَسْتَغْفِرُکَ مِنْ کُلِّ عَمَلٍ أُرِيْدُ بِهٖ وَجْهَکَ فَخَالَطَهٗ غَيْرُکَ، وَأَسْتَغْفِرُکَ مِنْ کُلِّ نِعْمَةٍ أَنْعَمْتَ بِهَا عَلَيَّ، فَاسْتَعَنْتُ بِهَا عَلٰی مَعْصِيَتِکَ، وَأَسْتَغْفِرُکَ يَا عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ أَتَيْتُهٗ فِي ضِيَاءِ النَّهَارِ وَسَوَادِ اللَّيْلِ فِي مَلَأٍ أَوْ خَلَاءٍ وَسِرٍّ وَعَلَانِيَةٍ يَا حَلِيْمُ.[2]

اے اللہ! بے شک میں تجھ سے ہر اس گناہ کی مغفرت طلب کرتا ہوں جس سے میں نے توبہ کی پھر اس گناہ میں دوبارہ ملوث ہوگیا، اور میں تجھ سے تیری مغفرت طلب کرتا ہوں ہر اس چیز سے جس کا میں نے تیرے ساتھ وعدہ کیا اور وہ وعدہ پورا نہ

---

(۱) ۱۔ سلمي، طبقات الصّوفية: ۲۷۲

۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۴۳۵، رقم: ۷۱۷۶

(۲) غزالي، إحياء علوم الدين، ۱: ۳۱۳

کر سکا، اور میں ہر اس عمل سے تیری مغفرت طلب کرتا ہوں جس سے میں نے تیری رضا کا ارادہ کیا اور اس میں تیرے علاوہ کوئی اور بھی شریک ہوگیا، اور میں تیری مغفرت طلب کرتا ہوں ہر اس نعمت سے جو تو نے مجھے عطا کی پھر میں نے اس سے تیری نافرمانی میں مدد لی، اور اے غیب اور حاضر کو جاننے والے! میں تیری مغفرت طلب کرتا ہوں ہر اس گناہ سے جو میں نے دن کی روشنی یا رات کی تاریکی میں کیا، جلوت میں کیا یا خلوت میں کیا، چھپ کر کیا یا اعلانیہ کیا۔ اے حلیم (حلمِ عظیم کے مالک) مجھے بخش دے۔

۱۶۔ حضرت مطرف بن عبد اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہوئے عرض کرتے:

اَللّٰهُمَّ، ارْضَ عَنَّا، فَإِنْ لَّمْ تَرْضَ فَاعْفُ، فَإِنَّ الْمَوْلٰى قَدْ يَعْفُوْ عَنْ عَبْدِهٖ، وَهُوَ غَيْرُ رَاضٍ عَنْهُ. (۱)

اے اللہ! ہم سے راضی ہو جا۔ اگر تو راضی نہ ہو تو معاف فرما دے کیونکہ کبھی مالک راضی نہ ہونے کے باوجود بھی اپنے غلام کو معاف کر دیتا ہے۔

۱۷۔ حضرت رابعہ بصری فرماتی ہیں:

اسْتِغْفَارُنَا يَحْتَاجُ إِلَى اسْتِغْفَارٍ كَثِيْرٍ. (۲)

ہمارا استغفار بھی کثرتِ استغفار کا محتاج ہوتا ہے (کیونکہ ہمارا استغفار صدق دل سے نہیں ہوتا بلکہ اس میں کوتاہی اور بے دلی ہوتی ہے جو استغفار کے آداب کے خلاف ہے۔ لہٰذا ادبِ استغفار کی اس خلاف ورزی پر بھی ہمیں کثرتِ استغفار کی ضرورت

---

(۱) ۱۔ أبو نعيم اصبهانى، حلية الاولياء، ۲:۲۰۷
۲۔ ذہبی، سير اعلام النبلاء، ۴:۱۹۴
۳۔ شعراني، الطبقات الكبرى:۵۳
۴۔ ابن جوزی، صفة الصفوة، ۳:۲۲۵

(۲) غزالی، إحياء علوم الدين، ۱:۳۱۳

ہے)۔

۱۸۔ امام قشیری بیان کرتے ہیں:

قَالَ رَجُلٌ لِرَابِعَةَ الْعَدْوِيَّةِ: إِنِّي قَدْ أَكْثَرْتُ مِنَ الذُّنُوبِ وَالْمَعَاصِي، فَلَوْ تُبْتُ هَلْ يَتُوبُ اللهُ عَلَيَّ؟ فَقَالَتْ: لَا، بَلْ لَوْ تَابَ عَلَيْکَ لَتُبْتَ.(۱)

ایک شخص نے حضرت رابعہ عدویہ بصریہ سے کہا: میں نے بہت سے گناہ اور معاصی کیے ہیں۔ اب اگر میں توبہ کروں تو کیا اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرما دے گا؟ انہوں نے فرمایا: اصل معاملہ یوں نہیں، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے تجھ پر نظر رحمت فرما دی تو تُو (مقبول) توبہ کر لے گا (یعنی تجھے توبہ کرنے کی توفیق نصیب ہو جائے گی)۔

۱۹۔ شیخ ابو الحسن شاذلی نے فرمایا:

عَلَيْکَ بِالْاِسْتِغْفَارِ وَإِنْ لَمْ يَکُنْ هُنَاکَ ذَنْبٌ، وَاعْتَبِرْ بِاسْتِغْفَارِ النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَ الْبِشَارَةِ وَالْيَقِيْنِ بِمَغْفِرَةِ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ، وَمَا تَأَخَّرَ. هٰذَا فِي مَعْصُوْمٍ لَمْ يَقْتَرِفْ ذَنْبًا قَطُّ، وَتَقَدَّسَ عَنْ ذٰلِکَ فَمَا ظَنُّکَ بِمَنْ لَّا يَخْلُوْ عَنِ الْعَيْبِ، وَالذَّنْبِ فِي وَقْتٍ مِنَ الْأَوْقَاتِ؟(۲)

تم پر استغفار لازم ہے اگرچہ کوئی گناہ نہ بھی کیا ہو۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے استغفار سے نصیحت حاصل کرو حالانکہ آپ ﷺ کو آپ کے اگلوں پچھلوں کے گناہوں کی بخشش کی بشارت اور یقین حاصل تھا اور یہ (استغفار کا معمول) اس عظیم معصوم ہستی ﷺ کا معاملہ ہے جس نے کبھی بھی کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا اور اس سے ہمیشہ پاک رہے۔ اس شخص کے متعلق تیرا کیا خیال ہے جو کسی وقت بھی عیب اور گناہ کے

---

(۱) قشيري، الرسالة: ۹۶

(۲) شعراني، الطبقات الکبرى: ۳۰۱

(امکان) سے خالی نہیں (یعنی اُسے کس قدر اِستغفار کی ضرورت ہے)؟

۲۰۔ شیخ بوشنجی سے کسی نے توبہ کی نسبت سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

إِذَا ذَكَرْتَ الذَّنْبَ، ثُمَّ لَمْ تَجِدْ حَلَاوَتَهُ عِنْدَ ذِكْرِهِ، فَهُوَ التَّوْبَةُ. (۱)

اگر تو گناہ کو یاد کرے، پھر اس گناہ کی یاد کے وقت تو اس (گناہ) کی لذت و حلاوت محسوس نہ کرے، تو یہ (سچی) توبہ ہے۔

۲۱۔ امام قشیری بیان کرتے ہیں کہ کسی صوفی کا قول ہے:

تَوْبَةُ الْكَذَّابِيْنَ عَلٰى أَطْرَافِ أَلْسِنَتِهِمْ، يَعْنِي أَنَّهُمْ يَقْتَصِرُوْنَ عَلٰى قَوْلِهِمْ: أَسْتَغْفِرُ اللهَ. (۲)

جھوٹے لوگوں کی توبہ ان کی زبان کی نوک پر ہوتی ہے، یعنی وہ صرف (زبان سے) استغفر اللہ کہنے پر ہی اکتفاء کرتے ہیں (درحقیقت ان کے دل توبہ و استغفار سے خالی ہوتے ہیں)۔

۲۲۔ شیخ نوری نے فرمایا:

اَلتَّوْبَةُ أَنْ تَتُوْبَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سِوَى اللهِ ﷻ. (۳)

توبہ یہ ہے کہ تو اللہ کے سوا ہر چیز سے تائب ہوجائے (یعنی ہر شے سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرلے)۔

۲۳۔ شیخ عبد اللہ بن علی تمیمی نے فرمایا:

شَتَّانَ مَا بَيْنَ تَائِبٍ يَتُوْبُ مِنَ الزَّلَّاتِ، وَتَائِبٍ يَتُوْبُ مِنَ الْغَفَلَاتِ،

---

(۱) قشيري، الرسالة:٩٦

(۲) قشيري، الرسالة:٩٦

(۳) قشيري، الرسالة:٩٥

وَتَائِبٍ يَتُوْبُ مِنْ رُؤْيَةِ الْحَسَنَاتِ.[1]

ان تین شخصوں کی توبہ میں کس قدر فرق ہے! ایک وہ جو اپنی لغزشوں سے توبہ کرتا ہے، دوسرا وہ جو اپنی غفلتوں سے توبہ کرتا ہے اور تیسرا وہ جو اپنی نیکیاں دیکھنے سے بھی توبہ کرلیتا ہے۔

۲۴۔ سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی نے فرمایا:

حَقِيقَةُ التَّوْبَةِ تَعْظِيمُ أَمْرِ الْحَقِّ ﷻ فِي جَمِيعِ الْأَحْوَالِ، وَلِهٰذَا قَالَ بَعْضُهُمْ: الْخَيْرُ كُلُّهُ فِي كَلِمَتَيْنِ: التَّعْظِيمُ لِأَمْرِ اللهِ وَالشَّفَقَةُ عَلٰى خَلْقِهٖ.[2]

توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے اَمر کی تعظیم کی جائے۔ اسی بنا پر کسی بزرگ نے فرمایا ہے: ساری بھلائی اِن دو کلمات میں ہے: ایک تعظیمِ اَمرِ اِلٰہی، اور دوسرا اس کی مخلوق پر شفقت کرنا۔

۲۵۔ شیخ عبد القادر جیلانی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تُوْبُوْا اِبْكُوْ بَيْنَ يَدَيْهِ ذَلُّوْا لَهٗ بِدُمُوْعِ اَعْيُنِكُمْ وَقُلُوْبِكُمْ الْبُكَاءُ عِبَادَةٌ.[3]

توبہ کرو، اس کے روبرو روؤ آنکھوں اور دل کے آنسوؤں سے اس کے سامنے عاجزی کرو۔ رونا عبادت ہے۔

۲۶۔ غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

إِذَا صَحَّتِ التَّوْبَةُ صَحَّ الإِيْمَانُ وَازْدَادَ.[4]

---

(۱) قشيري، الرسالة:۹۵

(۲) عبد القادر جيلانی، الفتح الربانی: ۲۵۲

(۳) عبد القادر الجيلاني، الفتح الربانی: ۲۱۷

(۴) عبد القادر جيلانی، الفتح الربانی:۳۱۷

جب توبہ صحیح ہوتی ہے تو ایمان صحیح ہوتا ہے اور ترقی کرتا ہے۔

۲۷۔ آپ مزید فرماتے ہیں:

أَنْتَ هَالِکٌ إِنْ لَّمْ تَتُبْ. (۱)

اگر تو نے توبہ نہ کی تو ہلاک ہو جائے گا۔

۲۸۔ دوسرے مقام پر سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں:

يَا جُهَّالُ، تُوْبُوْا إِلَی اللهِ ﷻ، وَارْجِعُوْا إِلٰی جَادَّةِ الصِّدِّيْقِيْنَ، وَاتَّبِعُوْهُمْ فِي أَقْوَالِهِمْ وَأَفْعَالِهِمْ. (۲)

اے جاہلو! تم اللہ ﷻ کی طرف توبہ کرو اور صدیقین (وسلف صالحین) کے طریقہ کی طرف پلٹ آؤ۔ اور اُن کے اقوال و افعال میں اُن کی پیروی کرو۔

۲۹۔ حضرت عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں:

يَا غُلَامُ، لَا تَيْأَسْ مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ ﷻ بِمَعْصِيَةٍ ارْتَكَبْتَهَا بَلِ اغْسِلْ نَجَاسَةَ ثَوْبِ دِيْنِکَ بِمَاءِ التَّوْبَةِ، وَالثَّبَاتِ عَلَيْهَا، وَالْإِخْلَاصِ فِيْهَا، وَطَيِّبْهُ وَبَخِّرْهُ بِطِيْبِ الْمَعْرِفَةِ. (۳)

اے بیٹے! اپنے کیے ہوئے کسی گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بلکہ اپنے دین کے (پاکیزہ) لباس پر لگی ہوئی (گناہوں کی) نجاست کو توبہ کے پانی سے دھو لے اور اس (توبہ) پر ثابت قدمی اور اخلاص اختیار کر اور اس (لباس) کو معرفت کی خوشبو سے پاک و معطر کر لے۔

---

(۱) عبد القادر جيلانی، الفتح الربانی: ۳۶۷

(۲) عبد القادر جيلاني، الفتح الرباني: ۴۵۳

(۳) عبد القادر جيلانی، الفتح الربانی: ۱۷۴

۳۰۔ آپ نے دوسرے مقام پر فرمایا:

يَا قَوْمُ، تُوْبُوْا مِنْ تَرْكِكُمُ التَّقْوٰى، اَلتَّقْوٰى دَوَآءٌ وَتَرْكُهَا دَآءٌ، تُوْبُوْا فَإِنَّ التَّوْبَةَ دَوَآءٌ وَّالذُّنُوْبَ دَآءٌ.[1]

اے قوم! تم تقویٰ کو چھوڑ دینے سے توبہ کر لو۔ کیونکہ تقوی دوا ہے اور اس کا چھوڑ دینا بیماری۔ تم توبہ کر لو؛ بے شک توبہ دوا ہے اور گناہ بیماری۔

۳۱۔ امام وہیب بن ورد بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک عورت طواف میں کہہ رہی تھی:

يَا رَبِّ، ذَهَبَتِ اللَّذَّاتُ، وَبَقِيَتِ التَّبِعَاتُ، يَا رَبِّ، سُبْحَانَكَ وَعِزِّكَ، إِنَّكَ لَأَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ، يَا رَبِّ، مَا لَكَ عُقُوبَةٌ إِلَّا النَّارُ. فَقَالَتْ صَاحِبَةٌ لَهَا، كَانَتْ مَعَهَا: يَا أُخَيَّةُ، دَخَلْتِ بَيْتَ رَبِّكِ الْيَوْمَ. قَالَتْ: وَاللهِ، مَا أَرٰى هَاتَيْنِ الْقَدَمَيْنِ، وَأَشَارَتْ إِلٰى قَدَمَيْهَا، أَهْلًا لِلطَّوَافِ حَوْلَ بَيْتِ رَبِّي. فَكَيْفَ أُرَاهُمَا أَهْلًا أَطَأُ بِهِمَا بَيْتَ رَبِّي، وَقَدْ عَلِمْتُ حَيْثُ مَشَتَا وَإِلٰى أَيْنَ مَشَتَا؟[2]

اے میرے پروردگار! لذتیں چلی گئیں اور ما بعد اثرات باقی ہیں۔ یا رب! تیری ذات پاک ہے۔ تیری عزت کی قسم! بے شک تو سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے، اے میرے رب! تیرے ہاں سزا صرف آگ ہے۔ اس عورت کے ہمراہ اس کی ایک ساتھی نے اسے کہا: اے میری پیاری بہن! آج تو اپنے رب کے گھر میں

---

(۱) عبد القادر جيلانى، الفتح الربانى: ۲۷۹

(۲) ۱۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ۸: ۱۵۰

۲۔ ابن أبي الدنيا، محاسبة النفس: ۳۴

۳۔ ابن قدامة، التوابين: ۲۵۳

۴۔ ابن الجوزي، صفة الصفوة، ۴: ۴۱۵

داخل ہے۔ اس عورت نے اپنے پاؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: اللہ کی قسم! میں ان دونوں قدموں کو اپنے رب کے گھر کے گرد طواف کا اہل نہیں سمجھتی۔ میں ان قدموں کو اللہ کے گھر میں چلنے کا اہل کیسے سمجھ سکتی ہوں جب کہ یہ (اللہ کی نافرمانی میں) جہاں جہاں چلے اور جدھر جدھر گئے، میں سب جانتی ہوں۔

۵۔ حقیقتِ توبہ

تاریخ انسانی میں ندامت کی راہ انسانوں کے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کی سنت سے ملتی ہے جب آپ علیہ السلام نے اپنی نادانستہ خطا پر ندامت اور پشیمانی کا اظہار کرتے ہوئے توبہ کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور رجوع کیا۔ قرآنِ حکیم میں اس کا ذکر سورۂ بقرہ میں کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوا:

فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ○ [1]

پھر آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب سے (عاجزی اور معافی کے) چند کلمات سیکھ لیے۔ پس اللہ نے ان کی توبہ قبول فرما لی۔ بے شک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے○

ہر لمحہ فقط نیکی پر کار بند رہنا اور احکامِ الٰہی کی بجا آوری اختیار کرنا ملائکہ کا طریقہ ہے اور ہر وقت فقط برائی کے در پے رہنا شیطان اور اس کی جماعت کی خصلت ہے جبکہ انسان کے خمیر میں نیکی اور برائی دونوں چیزیں موجود ہیں۔ اس لئے یہ ممکن نہیں کہ یہ ہر وقت صرف نیک اعمال ہی بجا لاتا رہے اور برائی اس سے کبھی سرزد ہی نہ ہو۔ تاہم ندامت اور شرمندگی ہی وہ نعمت ہے جو انسان کو برائی سے نیکی کی راہ پر گامزن کرتی ہے۔

توبہ کی حقیقت یہی ہے کہ انسان اپنے کئے گئے گناہ پر اس قدر نادم اور شرمندہ ہو کہ دوبارہ کبھی ادھر کا رخ نہ کرے۔ اس پشیمانی سے مجاہدہ جنم لیتا ہے جو استقامت کی راہ ہے۔

---

(۱) البقرة، ۲:۳۷

استقامت یہ ہے کہ انسان آئندہ کبھی ایسا کام نہ کرے جس کے باعث اسے ندامت اٹھانا پڑے۔ استقامت جہد مسلسل کا نام ہے۔ سورۃ الرعد میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ○(۱)

(ہر) انسان کے لیے یکے بعد دیگرے آنے والے (فرشتے) ہیں جو اس کے آگے اور اس کے پیچھے اللہ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔ بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے آپ میں خود تبدیلی پیدا کر ڈالیں، اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ (اس کی اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے) عذاب کا ارادہ فرما لیتا ہے تو اسے کوئی ٹال نہیں سکتا، اور نہ ہی ان کے لیے اللہ کے مقابلہ میں کوئی مددگار ہوتا ہے○

شاعر نے اپنے ایک شعر میں اسی حقیقت کو یوں بیان کیا ہے:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

حقیقی توبہ اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ کئے ماضی میں گئے برے اعمال سے بچتے ہوئے کما حقہٗ ان کے تدارک میں مستعد اور کوشاں رہے، بے شک نیک اعمال بجا لانے سے برائیاں خود بخود مٹ جاتی ہیں جیسا کہ سورہ ھود میں فرمایا:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ○(۲)

بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ یہ نصیحت قبول کرنے والوں کے لیے نصیحت

---

(۱) الرعد: ۱۳:۱۱

(۲) ھود، ۱۱:۱۱۴

ہے○

چنانچہ آخرت کی کامیابی صرف انہی کا مقدر ہے جو نیک کاموں کے ذریعے برائی کو خود سے دور رکھتے ہیں جیسے کہ سورہ رعد میں فرمایا گیا:

وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِکَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ○[1]

اور نیکی کے ذریعہ برائی کو دور کرتے رہتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت کا (حسین) گھر ہے○

حضرت ذو النون مصری فرماتے ہیں:

حَقِيْقَةُ التَّوْبَةِ أَنْ تُضَيَّقَ عَلَيْکَ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبتْ حَتّٰى لَا يَكُوْنَ لَکَ قَرَارٌ، ثُمَّ تُضَيَّقُ عَلَيْکَ نَفْسُکَ.[2]

توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ زمین اپنی فراخی کے باوجود تمہارے لیے اس قدر تنگ ہو جائے کہ تمہیں (کہیں) قرار حاصل نہ ہو، پھر (یہ حال ہوجائے کہ) تمہارا نفس بھی تم پر تنگ ہو جائے۔

بندہ اپنے گناہوں اور خطاؤں پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور گرفت کے باعث یوں بے قرار ہو جائے کہ سوائے ذاتِ الوہیت کی بارگاہ کے کوئی پناہ اُس کے پیشِ نظر نہ رہے۔ جب رب العزت کی بارگاہ کے علاوہ سب کچھ اس کی نظر میں معدوم ہو جائے تو گویا اُس نے حقیقتِ توبہ کو پا لیا۔

قرآن حکیم میں گناہ گار بندوں کو حقیقتِ توبہ کی طرف متوجہ کرنے کے لئے انتہائی بلیغ انداز اختیار کرتے ہوئے فرمایا گیا:

وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ط ثُمَّ تَابَ

---

(۱) الرعد، ۱۳:۲۲

(۲) قشيري، الرسالة:۹۶

عَلَيۡهِمۡ لِيَتُوۡبُوۡا.[1]

اور (خود) ان کی جانیں (بھی) ان پر دوبھر ہوگئیں اور انہیں یقین ہوگیا کہ اللہ (کے عذاب) سے پناہ کا کوئی ٹھکانا نہیں بجز اس کی طرف (رجوع کے)، تب اللہ ان پر لطف و کرم سے مائل ہوا تاکہ وہ (بھی) توبہ و رجوع پر قائم رہیں۔

یہاں آیتِ کریمہ اس اَمر کی طرف متوجہ کر رہی ہے کہ حق تعالیٰ کے لطف و کرم کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ بندہ ما سوا اللہ سے ہر امید کو منقطع کر کے حضورِ حق میں سراپا التجا بن جائے۔

امام غزالی اپنی تصنیف 'احیاء علوم الدین' میں حقیقتِ توبہ کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ توبہ ترتیب وار تین امور کا نام ہے:

۱۔ علم

۲۔ حال

۳۔ فعل

علم: گناہوں کے ضرر کی معرفت کا نام ہے۔ یعنی جب تک علم نہیں ہوگا کہ فلاں فلاں فعل اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے غضب کا باعث ہے توبہ کی طرف بندہ مائل نہیں ہو سکتا۔ گناہ بندے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے درمیان حجاب ہے۔ یہ علم ہے جو اس کے حجاب کو اٹھا کر اس کو حقیقت آشنا کرتا ہے۔ علم ہی پہلی سیڑھی ہے جو گناہ کے بالمقابل نیکیوں سے مطلع کر کے بندے کو ایمان کے نور سے آشنا کرتا ہے۔ نورِ ایمان کی اس چمک سے ظلمتیں کافور ہونے لگتی ہیں اور بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور رضا کے فرق کو کھلی آنکھوں سے دیکھنے لگتا ہے۔ علم کی حیثیت ایک مقدمے کی ہے۔

حال: باعث گناہ امور کا علم حاصل ہونے کے بعد بندہ جب گناہوں کے ہولناک نتائج پر غور

---

(۱) التوبة، ۹:۱۱۸

کرتا ہے تو اِس سے اُس کے دل میں رنج و الم پیدا ہوتا ہے وہ پشیمانی اور ندامت محسوس کرتا ہے۔ یہ زمین باوجود اپنی فراخی کے اُسے تنگ معلوم ہوتی ہے اور انسان کو قرار حاصل نہیں ہوتا۔ ماضی میں کی گئی معصیت کاریاں اس کے دل کا روگ بن جاتی ہیں۔ اس طرح یہ شرمندگی اس کا حال بن جاتا ہے جس سے ارادہ جنم لیتا ہے جو اُسے ترک گناہ پر آمادہ کرتا ہے۔

فعل: ارادہ مضبوط ہوتو ندامت اسے ترک گناہ پر آمادہ کر دیتی ہے۔ وہ اللہ رب العزت کے حضور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے صمیم قلب سے آئندہ باز رہنے کا عہد کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ توبہ کا یہ عہد توفیقِ ایزدی کے بغیر ممکن نہیں۔ ایک شخص نے حضرت رابعہ بصری سے پوچھا کہ میں نے بہت سے گناہ کئے ہیں۔ اب اگر توبہ کروں تو کیا اللہ مجھے معاف فرما دے گا۔ آپ نے فرمایا: اصل بات یہ ہے کہ جب خدا تجھے معاف کرنے کا ارادہ فرمائے گا تب ہی تُو توبہ کرے گا۔ تاہم تائب کے لئے ضروری ہے کہ ہر وقت اللہ کے سامنے انکساری کرے اور اپنے گناہ سے بے زاری کا اظہار اور استغفار کرتا رہے۔[(۱)]

حضرت سہل بن عبد اللہ تستری فرماتے ہیں:

التَّوْبَةُ أَنْ لَا تَنْسَى ذَنْبَكَ.[(۲)]

توبہ یہ ہے کہ تائب اپنے کئے ہوئے گناہ کو نہ بھولے۔

اس گناہ سے ہمیشہ پریشان رہے حتیٰ کہ اگر اس کے اعمالِ صالحہ زیادہ ہوں تو بھی اُن پر غرور نہ کرے۔ اس لئے کہ ناپسندیدہ اور برے کاموں پر افسوس کرنا صالح اعمال پر مقدم ہے کیونکہ جو شخص اپنے گناہ کو نہیں بھولتا وہ کبھی نیکیوں پر نہیں اتراتا۔ یہی بندگی ہے اور یہ عمل بندے کو اس امر کی طرف متوجہ رکھتا ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے حضور ہمیشہ شرمسار رہے اور کبھی بھی اپنے

---

(۱) غزالی، احیاء علوم الدین، ۴:۳

(۲) علی بن عثمان ہجویری، کشف المحجوب: ۴۳۰

اعمال پر بھروسہ نہ کرے۔

۶۔ وجوبِ توبہ

توبہ کوئی ایسا فعل نہیں جس کو غیر ضروری خیال کیا جائے۔ یہ ہر شخص پر ہر حال میں واجب ہے۔ اُخروی کامیابی کا انحصار انسان کے تائب ہونے سے مشروط ہے۔ واجب وہی چیز ہوتی ہے جو ابدی سعادت تک پہنچاتی ہے اور ہلاکت سے محفوظ رکھتی ہے۔ اگر کسی کام کے کرنے اور نہ کرنے کے ساتھ سعادت اور بدبختی کا کوئی تعلق نہ ہو تو پھر اس کا واجب ہونا بے معنی بات ہوگی۔ جب کوئی انسان بھی طبعًا خطا سے کلیتًا محفوظ اور پاک نہیں، دنیا، نفس اور شیطان ہر وقت اسے گمراہ کرنے کی گھات میں رہتے ہیں تو توبہ ہی وہ واحد سہارا ہے جو اسے گمراہیوں اور ظلمتوں کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کے نُور میں لے جاتا ہے۔ قرآن حکیم کی بیسیوں آیات، بے شمار احادیث و آثار توبہ کے واجب ہونے پر شاہد ہیں۔ اللہ رب العزت نے متعدد مقامات پر توبہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۱۔ وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ.[1]

اور یہ کہ تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر تم اس کے حضور (صدق دل سے) توبہ کرو۔

۲۔ وَ يٰـقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ۝[2]

اور اے لوگو! تم اپنے رب سے (گناہوں کی) بخشش مانگو پھر اس کی جناب میں (صدقِ دل سے) رجوع کرو، وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش بھیجے گا اور تمہاری قوت پر قوت بڑھائے گا اور تم مجرم بنتے ہوئے اس سے روگردانی نہ کرنا!۝

---

(۱) هود، ۱۱:۳

(۲) هود، ۱۱:۵۲

۳۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا.[1]

اے ایمان والو! تم اللہ کے حضور رجوع کامل سے خالص توبہ کر لو۔

۴۔ قرآن حکیم میں نہ صرف توبہ کی تلقین کی گئی بلکہ توبہ کرنے والے شخص پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نوازشات کا ذکر بھی کیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ط وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ط وَلَوْ لَا فَضْلُ اللهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا لا وَّلٰكِنَّ اللهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○[2]

اے ایمان والو! شیطان کے راستوں پر نہ چلو، اور جو شخص شیطان کے راستوں پر چلتا ہے تو وہ یقیناً بے حیائی اور برے کاموں (کے فروغ) کا حکم دیتا ہے، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی شخص بھی کبھی (اس گناہِ تہمت کے داغ سے) پاک نہ ہو سکتا لیکن اللہ جسے چاہتا ہے پاک فرما دیتا ہے، اور اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے○

۵۔ سورۂ بقرہ کی آیت کریمہ میں توبہ کرنے والوں سے محبت کا اعلان فرما کر گنہ گار بندوں کو توبہ کرنے کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ توبہ کے عمل سے نہ صرف ان کے گناہ معاف ہو جائیں گے بلکہ اللہ رب العزت انہیں اپنا محبوب بھی بنا لے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ○[3]

بے شک اللہ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے اور خوب پاکیزگی اختیار

---

(۱) التحریم، ۶۶:۸

(۲) النور، ۲۴: ۲۱

(۳) البقرہ، ۲:۲۲۲

کرنے والوں سے محبت فرماتا ہےo

بلاشبہ یہ آیات مبارکہ توبہ کے واجب ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ کسی انسان کا توبہ سے بے نیاز ہونے کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ توبہ ہر بندے کے لئے واجب ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ انسان سے کبھی بھی کوئی گناہ سرزد نہ ہو۔ جب حضرت انسان کے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام اس سے بے نیاز نہیں ہوئے یعنی جس چیز کی گنجائش ان کی خلقت میں نہیں رکھی گئی ان کی اولاد کی خلقت میں اس کی گنجائش کہاں ہوسکتی ہے؟ چنانچہ گناہوں سے توبہ کرنے کے واجب ہونے پر امت کا اجماع ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں:

أَمَّا وُجُوبُهَا عَلَى الْفَوْرِ فَلَا يُسْتَرَابُ فِيهِ، إِذْ مَعْرِفَةُ كَوْنِ الْمَعَاصِي مُهْلِكَاتٍ مِنْ نَفْسِ الْإِيمَانِ وَهُوَ وَاجِبٌ عَلَى الْفَوْرِ. (۱)

توبہ کے فوری واجب ہونے میں کسی کو شک نہیں کیونکہ اس بات کی پہچان حاصل کرنا کہ گناہ ہلاکت میں ڈالتے ہیں، نفسِ ایمان میں سے ہے اور وہ فوری طور پر واجب ہے۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی 'غنیۃ الطالبین' میں توبہ کے باب میں لکھتے ہیں:

التَّوْبَةُ فَرْضُ عَيْنٍ فِي حَقِّ كُلِّ شَخْصٍ، لَا يُتَصَوَّرُ أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا أَحَدٌ مِنَ الْبَشَرِ، لِأَنَّهُ لَا يَخْلُو أَحَدٌ عَنْ مَعْصِيَةِ الْجَوَارِحِ...... وَالْكُلُّ مُفْتَقِرٌ إِلَى التَّوْبَةِ وَإِنَّمَا يَتَفَاوَتُونَ فِي الْمَقَادِيرِ، فَتَوْبَةُ الْعَوَامِ مِنَ الذُّنُوبِ، وَتَوْبَةُ الْخَوَاصِ مِنَ الْغَفْلَةِ، وَتَوْبَةُ خَاصِ الْخَوَاصِ مِنْ رُكُونِ الْقَلْبِ. (۲)

---

(۱) غزالی، احیاء علوم الدین، ۴:۷

(۲) عبد القادر جیلانی، الغنیۃ، ۱:۲۳۱

توبہ ہر آدمی پر فرض ہے کہ کسی شخص کا اس سے بے نیاز ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ کسی شخص کے اعضاء گناہ سے خالی نہیں ہوتے۔ چنانچہ ہر آدمی توبہ کا محتاج ہے۔ البتہ اس کے مراتب مختلف ہیں۔ یعنی عوام کی توبہ گناہ سے ہے، خواص کی غفلت سے جبکہ خاص الخواص کی توبہ اللہ کے سوا کسی دوسری طرف میلان سے ہے۔

بندہ جب اپنے برے حال اور برے افعال پر غور و فکر کرے اور اُن سے نجات چاہے تو اللہ تعالیٰ اُس پر اسبابِ توبہ آسان کر دیتا ہے۔ توبہ کرنا انسان پر واجب ہے۔ جبکہ توبہ میں تاخیر نفس اور شیطان کی طرف سے ہے کیونکہ تاخیر کے باعث توبہ کی کبھی نوبت ہی نہیں آتی جبکہ اس کے برعکس گناہ کی عادت اس کی طبیعت میں راسخ ہو کر اس کی طبیعتِ ثانیہ بن جاتی ہے جس سے قلب و روح پر تاریکی کی تہہ چڑھ جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَلَّا بَلْ سكتہ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝[1]

(ایسا) ہرگز نہیں بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) ان کے دلوں پر ان اعمالِ (بد) کا زنگ چڑھ گیا ہے جو وہ کمایا کرتے تھے (اس لیے آیتیں ان کے دل پر اثر نہیں کرتیں)۝

جب کسی چیز پر زنگ چڑھ جائے اور اسے اتارنے کی کوشش نہ کی جائے تو وہ پکا ہو جاتا ہے۔ اس سے دل پر مہر لگ جاتی ہے۔ چنانچہ توبہ میں صرف مستقبل میں گناہ چھوڑنا ہی کافی نہیں بلکہ دل پر جو زنگ جم چکا ہے اس کا دور کرنا بھی ضروری ہے۔ اس لئے اپنے گناہوں پر صدقِ دل سے ندامت اور آئندہ ترکِ گناہ کے عزم کے ساتھ ساتھ قابل تلافی امور کا انتظام (یعنی جن لوگوں کے ساتھ ظلم یا زیادتی اور لوٹ مار کی، ان کی دادرسی اور مال و متاع کی واپسی کا کماحقہ اہتمام کیا جائے۔) بھی توبہ کی ذیل میں آتا ہے۔ جس طرح گناہوں کے باعث تاریکی قلب کو گھیر لیتی ہے اسی طرح اس کے برعکس عبادات و اطاعات کا نور قلب کی تاریکی کے دور کرنے کا باعث بنتا ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

---

(۱) المطففین، ۸۳:۱۴

أَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا.[۱]

گناہ سرزد ہو جانے کے بعد فوراً نیک عمل کرو وہ (نیک عمل) اس گناہ کے اثرات مٹا دے گا۔

گویا توبہ احساسِ عبودیت کا جوہر ہے۔ عملِ توبہ سے تائب کا سینہ نورِ بصیرت کے لئے کھول دیا جاتا ہے اور وہ جہالت کے اندھیروں سے نکل کر بحفاظت ایمان کی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔

۷۔ گنہگاروں سے حق تعالیٰ کی محبت

گزشتہ صفحات میں بندوں پر توبہ واجب ہونے کے حوالے سے یہ امر واضح کیا گیا کہ یہ کوئی ایسا عمل نہیں جس سے کوئی صرفِ نظر کرے۔ عوام کے ذہن میں یہ مغالطہ پایا جاتا ہے کہ عملِ توبہ، عبادات میں سے ایک زائد عمل ہے کہ کوئی اسے بجا لائے یا نہ بجا لائے حالانکہ انسان طبعًا کمزور پیدا کیا گیا ہے اور یہ برائی کی جانب زیادہ مائل ہونے والا ہے۔ شیطان اور نفس کے بہکاوے میں آ کر سیدھی راہ سے بھٹک جاتا ہے اور رب العزت کی ناشکری پر اتر آتا ہے۔ قرآن حکیم کی درج ذیل آیات مقدسہ میں ان بشری خصوصیات کو بلیغ انداز میں بیان کیا گیا ہے:

۱۔ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا ٥[۲]

اور اِنسان کمزور پیدا کیا گیا ہے ٥

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵:۱۵۸، رقم: ۲۱۴۴۱

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب البر والصلة، باب ماجاء في معاشرة الناس، ۴:۳۵۵، رقم: ۱۹۸۷

(۲) النساء، ۴: ۲۸

۲۔ بَلْ يُرِيْدُ الْإِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ○[1]

بلکہ انسان یہ چاہتا ہے کہ اپنے آگے (کی زندگی میں) بھی گناہ کرتا رہے○

۳۔ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُوْرًا○[2]

اور انسان بڑا ناشکرا واقع ہوا ہے○

۴۔ وَكَانَ الْإِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا○[3]

اور انسان جھگڑنے میں ہر چیز سے بڑھ کر ہے○

انسان اپنی انہیں طبعی کمزوریوں کے باعث گناہوں میں آلودہ ہوتا چلا جاتا ہے، جھوٹی امیدوں کے سہارے عملِ توبہ سے پہلو تہی کرتا ہے۔ ہر روز انسانوں کو تہہ خاک دفن ہوتے دیکھ کر بھی اس کی آنکھیں اپنے گناہوں پر بند رہتی ہیں۔ طلبِ جاہ، مفاد پرستی، لالچ، خود غرضی وغیرہ جیسے رذائل اخلاق کے ہاتھوں اپنے شوق سے یرغمال بن کر اوامر و نواہی سے بے نیاز شب و روز بسر کرتا ہے۔ اس کے برعکس انسان کی اس واضح بغاوت کے باوجود قادرِ مطلق منتظر رہتا ہے کہ اس کا بندہ کب ندامت و شرمندگی محسوس کرتے ہوئے اس سے معافی کا طلب گار ہوتا ہے۔ مالک حقیقی نے ہر گناہ گار کے لئے توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا رکھا ہے۔ خواہ گناہ کتنے ہی بڑھ جائیں اس کا درِ توبہ بند نہیں ہوتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے گناہ گار بندوں پر محبت و شفقت کی انتہا ہے۔ جب مالک اتنا مہربان، شفیق اور قدر داں ہو تو انسان کو چاہیے کہ کبھی تو اپنے شب و روز کا جائزہ لے، کبھی زمانے کا ایسا دستور دیکھا کہ مالک اپنے ایسے ماتحت پر اس کی نافرمانیوں کے باوجود ہر وقت اس سے محبت رکھے اور اس کے معافی مانگنے کا منتظر رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ قادر مطلق ہو کر بھی اپنے گناہ گار بندوں کی بخشش کے بہانے تلاش فرماتا ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر بے حد و حساب رحمت کے باعث ہے، جو اس نے

(۱) القيامة، ۷۵:۵
(۲) بنی اسرائيل، ۱۷:۶۷
(۳) الكهف، ۱۸:۵۴

خود اپنے ذمۂ کرم پر اٹھا رکھی ہے۔ چنانچہ سورۂ انعام میں ارشاد فرمایا:

كَتَبَ عَلٰى نَفۡسِهِ الرَّحۡمَةَ.[۱]

اُس نے اپنی ذات (کے ذِمّہ کرم) پر رحمت لازم فرما لی ہے۔

اگر بندہ اپنی بے عملی کے بالمقابل مولیٰ کی عنایات پر غور کرے تو یقیناً شرمندگی اور ندامت سے اس کا سر جھک جائے۔ علامہ اقبال نے اپنی نظم 'جوابِ شکوہ' میں کیا خوب کہا ہے:

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے، رَہروِ منزل ہی نہیں

اللہ رب العزت اپنی مخلوق سے بہت محبت کرتا ہے۔ گنہگاروں کے توبہ کے عمل پر اپنی رحمت کی بارش کس قدر نازل فرماتا ہے اس کا اندازہ درج ذیل احادیث مبارکہ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے:

۱۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ایک حدیث مبارکہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ خَلَقَ الرَّحۡمَةَ يَوۡمَ خَلَقَهَا مِائَةَ رَحۡمَةٍ، فَأَمۡسَکَ عِنۡدَهُ تِسۡعًا وَتِسۡعِيۡنَ رَحۡمَةً وَأَرۡسَلَ فِي خَلۡقِهِ كُلِّهِمۡ رَحۡمَةً وَاحِدَةً، فَلَوۡ يَعۡلَمُ الۡكَافِرُ بِكُلِّ الَّذِي عِنۡدَ اللهِ مِنَ الرَّحۡمَةِ لَمۡ يَيۡئَسۡ مِنَ الۡجَنَّةِ، وَلَوۡ يَعۡلَمُ الۡمُؤۡمِنُ بِكُلِّ الَّذِي عِنۡدَ اللهِ مِنَ الۡعَذَابِ لَمۡ يَأۡمَنۡ مِنَ النَّارِ.[۲]

(۱) الأنعام، ۶:۱۲

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الرقاق، باب الرجاء مع الخوف، ۵:۲۳۷۴، رقم:۶۱۰۴

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالى وأنها سبقت غضبه، ۴:۲۱۰۹، رقم:۲۷۵۵

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الدعوات، باب خلق الله مائة رحمة، ۵:۵۴۹، رقم:۳۵۴۲

جس روز اللہ تعالیٰ نے رحمت کو پیدا فرمایا تو اس کے سو حصے کیے اور ننانوے حصے اپنے پاس رکھ کر ایک حصہ اپنی ساری مخلوق کے لیے بھیج دیا۔ پس اگر کافر بھی یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کتنی رحمت ہے تو وہ بھی جنت سے مایوس نہ ہو؛ اور اگر مومن یہ جان جائے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں کتنا عذاب ہے تو وہ (کبھی) جہنم سے بے خوف نہ ہو۔

۲۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدری ﷛ سے ایک حدیث مبارکہ یوں مروی ہے:

أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ قَالَ: كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا، فَسَأَلَ عَنْ أَعْلَمِ أَهْلِ الْأَرْضِ فَدُلَّ عَلَى رَاهِبٍ، فَأَتَاهُ فَقَالَ: إِنَّهُ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا، فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ: لَا، فَقَتَلَهُ، فَكَمَّلَ بِهِ مِائَةً، ثُمَّ سَأَلَ عَنْ أَعْلَمِ أَهْلِ الْأَرْضِ فَدُلَّ عَلَى رَجُلٍ عَالِمٍ، فَقَالَ: إِنَّهُ قَتَلَ مِائَةَ نَفْسٍ، فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، وَمَنْ يَحُولُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ التَّوْبَةِ، انْطَلِقْ إِلَى أَرْضِ كَذَا وَكَذَا، فَإِنَّ بِهَا أُنَاسًا يَعْبُدُوْنَ اللهَ فَاعْبُدِ اللهَ مَعَهُمْ، وَلَا تَرْجِعْ إِلَى أَرْضِكَ، فَإِنَّهَا أَرْضُ سَوْءٍ، فَانْطَلَقَ حَتَّى إِذَا نَصَفَ الطَّرِيقَ أَتَاهُ الْمَوْتُ، فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ، فَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ: جَاءَ تَائِبًا مُقْبِلًا بِقَلْبِهِ إِلَى اللهِ، وَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ: إِنَّهُ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ، فَأَتَاهُمْ مَلَكٌ فِي صُورَةِ آدَمِيٍّ فَجَعَلُوهُ بَيْنَهُمْ، فَقَالَ: قِيسُوا مَا بَيْنَ الْأَرْضَيْنِ، فَإِلَى أَيَّتِهِمَا كَانَ أَدْنَى فَهُوَ لَهُ، فَقَاسُوهُ فَوَجَدُوهُ أَدْنَى إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي أَرَادَ، فَقَبَضَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ. (1)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب التوبة، باب قبول توبة القاتل وإن كثر قتله، ۴:۲۱۱۹، رقم:۲۷۶۶

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الديات، باب هل لقاتل مؤمن توبة، ۲:۸۷۵، رقم:۲۶۲۲

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے قتل کئے تھے۔ اس نے زمین والوں میں سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا تو ایک راہب کی طرف اس کی رہنمائی کی گئی۔ وہ اس کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے ننانوے قتل کئے ہیں، کیا میری توبہ قبول ہوگی؟ اس نے کہا: نہیں۔ چنانچہ اس شخص نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا۔ پھر کسی اور عالم کے بارے میں پوچھا تو ایک عالم کی طرف راہنمائی کی گئی۔ اس نے کہا کہ میں نے سو قتل کیے ہیں کیا میری توبہ قبول ہو جائے گی؟ اس نے کہا: ہاں، بھلا تمہارے اور تمہاری توبہ کے درمیان کون حائل ہوسکتا ہے؟ فلاں علاقے کی طرف جاؤ، وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار ہیں۔ ان کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اپنے علاقے کی طرف واپس نہ آنا کیوں کہ وہ برا علاقہ ہے۔ چنانچہ وہ اہل اللہ کی طرف چل پڑا۔ جب راستے کے درمیان میں پہنچا تو اسے موت آ گئی۔ (اب رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے دونوں آ گئے اور) اس (کو لے جانے) کے معاملے میں رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں جھگڑا ہونے لگا۔ رحمت کے فرشتے کہنے لگے: یہ شخص صدقِ دل سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف جا رہا تھا، جبکہ عذاب کے فرشتوں نے کہا: اس نے کبھی بھی اچھا عمل نہیں کیا۔ ایک فرشتہ انسانی صورت میں آیا اور پہلے فرشتوں نے اسے اپنا فیصل بنا لیا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ دونوں زمینوں کے درمیان فاصلے کی پیمائش کرو، وہ جس علاقے کے قریب ہو گا اسے اسی علاقے کا قرار دیا جائے گا۔ زمین کی پیمائش کی گئی تو دیکھا کہ وہ اس زمین کے زیادہ قریب تھا جس بستی میں اس نے جانے کا قصد کیا تھا۔ چنانچہ رحمت کے فرشتوں نے اس پر اپنا قبضہ کر لیا۔

۳۔ امام بخاری سے مروی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلی زمین کو حکم دیا گیا کہ تو پھیل جا اور نیک بستی والی زمین سے فرمایا کہ تو سکڑ جا۔ پیمائش میں بستی والی زمین کو

ایک بالشت قریب پایا گیا تو اسے بخش دیا گیا۔(۱)

اس حدیثِ مبارکہ سے جہاں خلوص سے کی گئی توبہ کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے وہاں اہل اللہ کی قربت و معیت اختیار کرنے اور ان کی صحبت و مجلس میں حاضر ہونے کی افادیت کا ذکر بھی ملتا ہے۔

۴۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷺ نے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندہ مومن کی توبہ پر اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ ایک شخص کسی ہلاکت خیز سنسان جنگل میں اپنی سواری پر جائے جس پر اس کے کھانے پینے کی چیزیں لدی ہوں، وہ سو جائے۔ جب وہ بیدار ہو تو سواری کہیں جا چکی ہو۔ وہ سواری کی تلاش کرتا رہے حتیٰ کہ اس کو سخت پیاس لگ جائے۔ پھر وہ کہے کہ میں واپس جاتا ہوں جہاں پر میں پہلے تھا میں وہاں سو جاؤں حتیٰ کہ مر جاؤں۔ وہ کلائی پر سر رکھ کر لیٹ جاتا ہے تا کہ مر جائے، پھر وہ بیدار ہوتا ہے تو اس کے پاس سواری (کھڑی) ہوتی ہے اور اس پر اس کی خوراک اور کھانے کی چیزیں رکھی ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کو بندۂ مومن کی توبہ پر اس شخص کے سواری اور زادِ راہ پا لینے سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔(۲)

۵۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوا لَذَهَبَ اللهُ بِكُمْ وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُونَ

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الانبیاء، باب حدیث الغار، ۳:۱۲۸۰، رقم:۳۲۸۳

(۲) مسلم، صحیح، کتاب التوبة، باب فی الحض علی التوبة والفرح بها، ۴:۲۱۰۲، رقم:۲۷۴۴

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۸۳، رقم: ۱۸۵۱۵

۳۔ أبو یعلی، المسند، ۳: ۲۵۷، رقم:۱۷۰۴

فَيَسْتَغْفِرُونَ اللهَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ.[۱]

اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تم کو لے جاتا اور تمہارے بدلے میں ایک ایسی قوم لاتا جو گناہ کرتی اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتی اور اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرماتا۔

اس حدیث کا منشا یہ نہیں ہے کہ لوگ گناہ کریں پھر مغفرت چاہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب گناہوں سے کلیتًا کوئی بھی پاک نہیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ کو ایسے لوگ پسند ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں پر استغفار کرتے رہیں کیونکہ انسان کتنے ہی نیک اعمال بجالائے، عبادات کرے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی لا متناہی نعمتوں میں سے کسی ایک نعمت کا بھی کماحقہ حق ادا نہیں کرسکتا۔ جب بندگی کی دوڑ دھوپ میں گناہوں کا صدور ہوتا رہتا ہے تو توبہ سے غفلت کسی طرح بھی نہیں ہونی چاہیے۔ یہ حدیث مقدسہ معافی مانگنے والے گنہ گاروں پر اللہ تعالیٰ کی کمال رحمت کی آئینہ دار ہے۔

بے نیاز ہونا اللہ تعالیٰ کی صفتِ عظیم ہے۔ اس کی بے نیازی بھی کتنی عجیب تر ہے کہ خود اپنے بندے کی ایک ایک حاجت کا ذکر کرتا ہے، پھر اسے مانگنے کی ہمت دلاتا ہے اور پھر عنایات کی ختم نہ ہونے والی بارش کا ذکر کرتا ہے۔ انسان چونکہ کمزور اور ناسمجھ ہے، خیال کرسکتا ہے کہ ہر کسی کے لئے اس قدر نعمتیں کیسے ممکن ہیں۔ تو اس ناکارہ سوچ کا اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر رد فرما دیا کہ ساری مخلوق کی تمام حاجات کو پورا کر دوں تو میرے خزانہ رحمت میں اتنی کمی بھی ممکن نہیں جتنی سوئی کو سمندر میں ڈال کر اس سے چمٹے ہوئے پانی سے ہوسکتی ہے۔

٦۔ اللہ تعالیٰ کی اس شان رحمت کا ذکر ایک حدیثِ قدسی میں بیان کیا گیا ہے جسے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي، وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا، فَلَا

---

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار توبة، ۴:۲۱۰٦، رقم: ۲۷۴۹

تَظَالَمُوا، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ، فَاسْتَهْدُونِي أَهْدِكُمْ، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ، فَاسْتَطْعِمُونِي أُطْعِمْكُمْ، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ، فَاسْتَكْسُوْنِي أَكْسُكُمْ، يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ تُخْطِئُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيْعًا، فَاسْتَغْفِرُوْنِي أَغْفِرْ لَكُمْ، يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضَرِّي فَتَضُرُّوْنِي وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي، فَتَنْفَعُوْنِي، يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ، مَا زَادَ ذٰلِکَ فِي مُلْكِي شَيْئًا، يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ، مَا نَقَصَ ذٰلِکَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا، يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوا فِي صَعِيْدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُونِي فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ، مَا نَقَصَ ذٰلِکَ مِمَّا عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ، يَا عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ ثُمَّ أُوَفِّيْكُمْ إِيَّاهَا، فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللهَ، وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذٰلِکَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ، قَالَ سَعِيْدٌ: كَانَ أَبُو إِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيُّ إِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ جَثَا عَلَى رُكْبَتَيْهِ.(۱)

اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کیا ہے اور میں نے تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام کر دیا، لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو، اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو، سوا اس کے جسے میں ہدایت دوں۔ سو تم مجھ سے ہدایت طلب کرو، میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو، سوا اس کے جسے میں

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر والصله، باب تحريم الظلم، ۴: ۱۹۹۴، رقم:۲۵۷۷

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵:۱۶۰، رقم:۲۱۴۵۸

کھانا کھلاؤں۔ پس تم مجھ سے کھانا طلب کرو، میں تمہیں کھانا کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بے لباس ہو، سوا اس کے جسے میں لباس پہناؤں۔ لہٰذا تم مجھ سے لباس مانگو میں تمہیں لباس پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب دن رات گناہ کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو بخشتا ہوں، تم مجھ سے بخشش طلب کرو، میں تمہیں بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! تم کسی نقصان کے مالک نہیں ہو کہ مجھے نقصان پہنچا سکو اور تم کسی نفع کے مالک نہیں کہ مجھے نفع پہنچا سکو۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے انسان اور جن تم میں سے سب سے زیادہ متقی شخص کی طرح ہو جائیں تو میرے ملک میں کچھ اضافہ نہیں کر سکتے اور اے میرے بندو! اگر تمہارے اول و آخر اور تمہارے انسان اور جن تم میں سے سب سے زیادہ بدکار شخص کی طرح ہو جائیں تو میرے ملک سے کوئی چیز کم نہیں کر سکتے اور اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے انسان اور جن کسی ایک جگہ کھڑے ہو کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر انسان کا سوال پورا کر دوں تو جو کچھ میرے پاس ہے اس سے صرف اتنا بھی کم نہ ہو گا جس طرح سوئی کو سمندر میں ڈال کر (نکالنے سے) اس میں کمی ہوتی ہے۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جنہیں میں تمہارے لیے جمع کر رہا ہوں، پھر میں تمہیں ان کی پوری پوری جزا دوں گا۔ پس جو شخص خیر کو پائے وہ اللہ کی حمد کرے اور جس کو خیر کے سوا کوئی چیز (مثلاً آفت یا مصیبت) پہنچے وہ اپنے نفس کے سوا اور کسی کو ملامت نہ کرے۔ سعید بیان کرتے ہیں کہ ابو ادریس خولانی جس وقت یہ حدیث بیان کرتے تھے تو گھٹنوں کے بل جھک جاتے تھے۔

اس حدیث قدسی میں صمیمِ قلب سے توبہ طلب کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت کا بیان ہے۔

یہاں ذہن میں یہ سوال آ سکتا ہے کہ جب مالک حقیقی کی بے نیازی کا یہ عالم ہے تو پھر بندوں کو بار بار توبہ کی طرف متوجہ کرنے کا کیا سبب ہے؟ جیسا کہ قرآن حکیم کی متعدد آیات مبارکہ اور اسی طرح متعدد احادیثِ رسول ﷺ اس کی شاہد ہیں۔ دستورِ زمانہ تو یہ ہے کہ کوئی تعلق

رکھنے والا شخص اگر دشمن سے جا ملے اور عمر کا بیشتر حصہ اسی کے ساتھ گزار دے، پھر کسی سخت اور شدید مجبوری کے باعث اسے آپ سے کوئی ضرورت آن پڑے اور وہ آپ کے در پر آ جائے تو اسے دھتکار دیا جاتا ہے کہ جس دشمن کے ساتھ ہماری مخالفت میں عمر بسر کی ہے اسی کی طرف لوٹ جاؤ، یہاں کس منہ سے آئے ہو!

لیکن رب العزت کے ہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اس بارگاہ کے متعلق ابوسعید ابوالخیر نے اپنی ایک رباعی میں کیا خوب نقشہ کھینچا ہے:

باز آ باز آ ہر آں چہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہہ ما درگہہ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اے گنہگار! تو جو کوئی بھی ہے میری بارگاہ کی طرف پلٹ آ خواہ تو کافر ہے یا آتش پرست ہے یا بت پرست لوٹ آ۔ میری بارگاہ نا امیدی کی بارگاہ نہیں۔ اگر تو نے سو بار بھی توبہ شکنی کی ہے تو پھر بھی لوٹ آ۔

بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت اس کے حضور حاضر ہونے والے تائب کے لئے ہمہ وقت منتظر رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف کرنے کا تو بس بہانہ بناتا ہے۔ بندے کے ڈھیروں عمل سے بے نیاز ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق سے محبت کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ وہ ذات نہیں چاہتی کہ اس کے بندے دوزخ کا ایندھن بنیں۔

یہ عام مشاہدہ ہے کہ معاملات زندگی میں کسی کمی و بیشی پر اپنی سابقہ خطا کے حوالے سے مرتے دم تک انسان کو طعن و تشنیع کے تیروں کو برداشت کرنا پڑتا ہے جبکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک سچی توبہ کرنے والا ایسے ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔ ایسے اولیائے کرام ہو گزرے ہیں جن کی قبولِ توبہ سے قبل کی زندگی لہو ولعب میں بسر ہوئی لیکن توبہ کے بعد تو رُشد

و ہدایت کے ایسے امام بنا دیئے گئے کہ ان کی سابقہ زندگی کی یاد تک دلوں سے محو ہوگئی۔

جب یہ امر واضح ہوگیا کہ توبہ کئے بغیر بخشش کا حصول ممکن نہیں اور اللہ رب العزت معافی طلب کرنے والے گناہ گاروں سے محبت بھی کرتا ہے تو پھر کیا امر مانع ہے کہ بندہ اپنی بخشش کا سامان جمع نہیں کرتا۔

۸۔ عملِ توبہ میں تاخیر کے مضمرات

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کرم کرنے اور اس کی توبہ قبول کرنے کے لیے ہر وقت تیار اور گنہگار کی توبہ کا منتظر رکھتا ہے۔ یہ چیز اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ انسان توبہ کے عمل میں ایک لمحہ بھی تاخیر نہ کرے، لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔

یہ ایک عام انسانی رویہ ہے کہ بھلائی اور خیر کے کام سرانجام دینے میں انسان طبعی سستی کے باعث ٹال مٹول سے کام لیتا ہے۔ نفس اور شیطان اس کے دل میں یہ بات ڈالتے ہیں کہ اتنی جلدی کیا ہے؟ ساری عمر نیک کاموں کے لئے پڑی ہے۔ اسی غلط سوچ کے متعلق حضرت لقمان کا ایک قول نقل ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو نصیحت کے وقت فرمایا:

يَا بُنَيَّ لَا تُؤَخِّرِ التَّوْبَةَ، فَإِنَّ الْمَوْتَ يَأْتِي بَغْتَةً.(۱)

اے میرے بیٹے! توبہ میں تاخیر نہ کرنا کیونکہ موت اچانک آ جاتی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو غفلت کی نیند سے بیدار کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ط وَاللهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○(۲)

(۱) ۱۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۴۳۹، رقم: ۷۱۹۸
۲۔ بیہقی، الزہد الکبیر: ۲۷۷، رقم: ۵۹۰
۳۔ غزالی، احیاء علوم الدین، ۴: ۱۲

(۲) المائدۃ، ۵: ۷۴

کیا یہ لوگ اللہ کی بارگاہ میں رجوع نہیں کرتے اور اس سے مغفرت طلب (نہیں) کرتے، حالانکہ اللہ بڑا بخشنے والا، بہت رحم فرمانے والا ہےo

چنانچہ انسان کو جو لمحہ میسر ہے اسے قیمتی سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور سچی توبہ کرے۔ صحابہ کرام ﷺ اور تابعین سے بکثرت روایت ہے کہ موت کا فرشتہ بندے کو بتاتا ہے کہ یہ تیری عمر کی آخری گھڑی باقی ہے اور اب لمحہ بھر بھی موت میں تاخیر نہیں ہو گی، تو اس پر افسوس اور حسرت کی ایک کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ اگر اِس وقت اُس کے پاس آغاز سے انجام تک کی ساری دنیا ہو تو وہ دے کر ایک گھڑی ہی مزید حاصل کر لے تاکہ تائب ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو سکے۔ علمائے راسخین فرماتے ہیں کہ بندے پر جو گھڑی بھی گزرتی ہے وہ اُسی ایک گھڑی کی مانند ہے جس کی وہ وقتِ مرگ فرشتے سے تمنا کرتا ہے۔ پس جو گھڑی میسر ہے، اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں سے توبہ طلب کرنے میں دیر نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ج حَتّٰى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْئٰنَ وَلَاالَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ط اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَاباً اَلِيْماًo[1]

اور ایسے لوگوں کے لیے توبہ (کی قبولیت) نہیں ہے جو گناہ کرتے چلے جائیں یہاں تک کہ ان میں سے کسی کے سامنے موت آ پہنچے تو (اس وقت) کہے کہ میں اب توبہ کرتا ہوں اور نہ ہی ایسے لوگوں کے لیے ہے جو کفر کی حالت پر مریں، ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہےo

اس حالت کو سوءِ خاتمہ کہتے ہیں (ہم اللہ تعالیٰ سے اس کی پناہ کے خواستگار ہیں) درج ذیل آیت کریمہ انسان کی بر وقت صحیح رہنمائی کرتی ہے:

---

(۱) النساء، ۴: ۱۸

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ.[(۱)]

اللہ نے صرف انہی لوگوں کی توبہ قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے جو نادانی کے باعث برائی کر بیٹھیں پھر جلد ہی توبہ کر لیں۔

یہ دنیوی زندگی ایک امانت ہے۔ بشری تقاضوں کے باعث بھُول چُوک سے کوئی انسان پاک نہیں۔ یہ امانت تبھی برقرار رہ سکتی ہے اگر انسان صدقِ دل سے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں پر معافی کا خواستگار رہے۔

ٹال مٹول کرتے ہوئے توبہ میں تاخیر کرنا دو خطرات سے خالی نہیں ہے: ایک یہ کہ اس کے باعث دل پر گناہوں کی تاریکی مسلسل جمع ہو کر زنگ اور مُہر کی شکل اختیار کر لیتی ہے جس کا دور کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید سورۃ المطففین میں اس کا ذکر یوں فرمایا گیا ہے:

كَلَّا بَلْ سکتہ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ٥[(۲)]

(ایسا) ہرگز نہیں بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) ان کے دلوں پر ان اعمالِ (بد) کا زنگ چڑھ گیا ہے جو وہ کمایا کرتے تھے (اس لیے آیتیں ان کے دل پر اثر نہیں کرتیں)٥

دوسرا خطرہ یہ ہے کہ کوئی مہلک بیماری یا موت اچانک آجائے اور اسے گناہ کے ازالے کی مہلت ہی نہ ملے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:

وَقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ ۢ بَعِيْدٍ٥[(۳)]

اور کہیں گے ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں، مگر اب وہ (ایمان کو اتنی) دُور کی جگہ

(۱) النساء، ۴:۱۷

(۲) المطففین، ۸۳:۱۴

(۳) سبا، ۳۴:۵۲

سے کہاں پا سکتے ہیں○

ایک دوسرے مقام پر سورۃ المنافقون میں ارشاد ہوا:

وَ اَنۡفِقُوۡا مِنۡ مَّا رَزَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَ اَحَدَکُمُ الۡمَوۡتُ فَیَقُوۡلَ رَبِّ لَوۡ لَاۤ اَخَّرۡتَنِیۡۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیۡبٍ فَاَصَّدَّقَ وَ اَکُنۡ مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ○ وَ لَنۡ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفۡسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُہَا ؕ وَ اللّٰہُ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ○(۱)

اور تم اس (مال) میں سے جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو قبل اِس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے پھر وہ کہنے لگے: اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کی مہلت اور کیوں نہ دے دی کہ میں صدقہ و خیرات کر لیتا اور نیکوکاروں میں سے ہو جاتا○ اور اللہ ہرگز کسی شخص کو مہلت نہیں دیتا جب اس کی موت کا وقت آ جاتا ہے، اور اللہ اُن کاموں سے خوب آگاہ ہے جو تم کرتے ہو○

صاحبِ 'قُوت القلوب' ابو طالب مکی توبہ کے باب میں کسی عارف کا قول نقل کرتے ہیں:

إِنَّ ِللهِ تَعَالٰی إِلٰی عَبۡدِهٖ سِرَّيۡنِ يُسِرُّهُمَا إِلَيۡهِ يُوۡجِدُهٗ ذٰلِکَ بِإِلۡهَامٍ يُلۡهِمُهٗ، أَحَدُهُمَا: إِذَا وَلَدَ وَخَرَجَ مِنۡ بَطَنِ أُمِّهٖ، يَقُوۡلُ لَهٗ: عَبۡدِيۡ قَدۡ أَخۡرَجۡتُکَ إِلَی الدُّنۡيَا طَاهِرًا نَظِيۡفًا، واسۡتَوۡدَعۡتُکَ عُمۡرَکَ ائۡتَمَنۡتُکَ عَلَيۡهِ، فَانۡظُرۡ کَيۡفَ تَحۡفَظُ الۡأَمَانَةَ؟ وَأَنۡظُرۡ کَيۡفَ تَلۡقَانِيۡ کَمَا أَخۡرَجۡتُکَ، وَسِرَّ عِنۡدَ خُرُوۡجِ رُوۡحِهٖ، يَقُوۡلُ: عَبۡدِيۡ مَاذَا صَنَعۡتَ فِيۡ أَمَانَتِيۡ عِنۡدَکَ؟ هَلۡ حَفِظۡتَهَا حَتّٰی تَلۡقَانِيۡ عَلَی الۡعَهۡدِ وَالرِّعَايَةِ، فَأَلۡقَاکَ بِالۡوَفَاءِ وَالۡجَزَاءِ أَوۡ أَضَعۡتَهَا فَأَلۡقَاکَ بِالۡمَطَالَبَةِ وَالۡعِقَابِ؟(۲)

(۱) المنافقون، ۶۳: ۱۰، ۱۱

(۲) أبو طالب مکی، قوت القلوب، ۱: ۳۶۸

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کے ساتھ دو سرگوشیاں ہیں، جو وہ اپنے بندے کے ساتھ کرتا ہے، ان میں سے سرگوشی کو اللہ تعالیٰ ایک الہام کے ساتھ ایجاد کرتا وہ الہام جو وہ اپنے بندے کی طرف کرتا ہے۔ ایک اُس وقت جب اس کی ولادت ہوتی ہے اور وہ اپنی ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے: اے میرے بندے! میں نے تجھے دنیا کی طرف پاک اور صاف نکالا ہے اور تجھے عمر بطور امانت دی ہے۔ تو اس پر امین بنایا گیا ہے اس لئے دیکھتے رہنا کہ تو اس کی کس طرح حفاظت کرتا ہے۔ دوسرا الہام اس کی روح قبض کرتے وقت ہوتا ہے۔ فرمایا جاتا ہے، اے بندے! میری امانت تیرے پاس تھی۔ اس کے ساتھ تو نے کیا کیا؟ کیا تو نے اس کی حفاظت کی؟ میری اس ملاقات تک وعدے پر قائم رہا! اگر قائم رہا تو میں بھی اپنا قول پورا کروں گا اور اگر تم نے امانت کو ضائع کردیا تو میں عذاب کے ذریعے تجھ سے ملاقات کروں گا۔

قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں اسی طرف اشارہ ہے:

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ. [1]

اور تم میرے (ساتھ کیا ہوا) وعدہ پورا کرو، میں تمہارے (ساتھ کیا ہوا) وعدہ پورا کروں گا۔

بندے کی عمر اُس کے پاس ایک امانت ہے۔ اگر اس نے حفاظت کی تو امانت ادا کر دی اور اگر اسے برباد کر دیا تو اللہ تعالیٰ کی امانت میں خیانت کا مرتکب ہوا۔ تو کیا یہ بہتر نہیں کہ اِس وقت جو ساعت میسر ہے اِس سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے قلب سلیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کے لئے حاضر ہوا جائے۔

زندگی درحقیقت لمحۂ موجود سے ہی عبارت ہے۔ کیا خبر اگلی سانس آتی بھی ہے یا نہیں۔ چنانچہ توبہ اور اصلاح میں تاخیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جانے والی مہلت سے محروم

(۱) البقرة، ۲:۴۰

ہونے کا سبب بن سکتی ہے۔ موت انسان کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ جب اچانک اس پر موت کا وقت آ جاتا ہے تو وہ حیرت زدہ ہو کر فرشتے سے مہلت کا طلبگار ہوتا ہے کہ اسے مہلت دے تا کہ رب العزت کے حضور کوئی عذر پیش کر سکے۔ توبہ کے لئے موت سے قبل تک مہلت ہے لیکن افسوس کہ ساری عمر گزر جاتی ہے بندہ عموماً تائب ہونے کے عمل کو ٹالتا رہتا ہے یہاں تک کہ آثارِ موت نمودار ہو جاتے ہیں اور یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ توبہ کی مہلت ختم ہو چکی ہوتی ہے۔ ہر گزرنے والا دن بندے کو موت سے قریب تر کرتا جا رہا ہے۔ مزید وقت ضائع کئے بغیر انسان کو توبہ کی جملہ شرائط بجالاتے ہوئے صمیمِ قلب سے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کر لینی چاہیے کیونکہ جو کام کل پر ٹالا جائے اور خصوصاً جب وہ کل اپنے ہاتھ میں بھی نہ ہو تو وہ نا تمام رہ جاتا ہے۔ سچی توبہ سے گناہ نیکیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

باب دوم

توبہ کی شرائط اور فضیلت

ا۔توبہ کی شرائط

یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ جب کسی بھی منزل کا حصول مقصود ہو یا کسی مقام و منزل تک پہنچنا مطلوب ہو تو اس سلسلے میں مسافر کو کچھ بنیادی شرائط پورا کرنا ہوتی ہیں جن پر عمل پیرا ہوئے بغیر کسی کامیابی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جس قدر کوئی کام اہم ہوگا اُسی قدر اس کی شرائط بھی اہمیت کی حامل ہوں گی۔ توبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک عظیم الشان مبارک فعل ہے کہ بندہ اپنے جملہ گناہوں، برائیوں اور نافرمانیوں سے شرمندہ اور تائب ہو کر اس کی بندگی اختیار کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ عرفاء نے اپنے اپنے طریق پر توبہ کی مختلف شرائط بیان کی ہیں، یہ شرائط ایسی ہیں کہ جن پر پورا اترنے کے بعد توبہ انسان کے لئے دنیا اور آخرت میں سود مند ہو سکتی ہے۔ حقیقت میں توبہ وہی ہے جو زبان سے ادا ہو تو قلب و روح کی گہرائیوں میں اتر جائے اور بندے کے باقی ماندہ زندگی کے ماہ و سال کی کایا پلٹ کر رکھ دے۔ جھوٹے لوگوں کی توبہ ان کی زبان کی نوک پر ہوتی ہے۔ وہ محض **استغفر اللہ** کہنے کو توبہ سمجھتے ہیں یعنی زبان سے توبہ کا لفظ ادا کرتے رہتے ہیں لیکن ان کے دل پر ان الفاظ کی ادائیگی کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔

حقیقی توبہ کے باعث تائب کی تمام لغزشیں، کوتاہیاں اور تمام گناہ خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ یوں مٹ جاتے ہیں جیسے وہ ابھی ماں کے بطن سے نومولود بچے کی طرح معصوم پیدا ہوا ہو۔ توبہ سے قبل وہ گناہوں کے باعث جہنم کا مستحق تھا لیکن توبہ کے باعث اس کے وہی گناہ نیکیوں میں تبدیل ہو کر اس کے لئے جزا کا باعث بن گئے اور توبہ نے بندے کو فرش سے اٹھا کر عرش نشین کر دیا۔ بلاشبہ توفیق توبہ سب سے بڑی نعمت ہے۔ اس سے محرومی، بخشش و معرفت کی محرومی سے کہیں بڑھ کر خطرناک ہے۔ کیونکہ بخشش و معرفت تو توبہ کے لوازمات اور اس کے پیچھے آنے والی ہے جبکہ توبہ سے محرومی ایمان کے برباد ہو جانے کے مترادف ہے جیسے کہ فرمانِ الٰہی ہے:

اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَo[1]

کہ تمہارے سارے اعمال ہی (ایمان سمیت) غارت ہو جائیں اور تمہیں (ایمان اور اعمال کے برباد ہو جانے کا) شعور تک بھی نہ ہوo

شرائطِ توبہ کے جمع ہونے پر توبہ کی قبولیت بفضل تعالیٰ یقینی ہو جاتی ہے۔ عمومی طور پر توبہ کی شرائط درج ذیل ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر انسان سچی توبہ کی برکات سے دائمی طور پر مستفیض ہوسکتا ہے۔

(۱) ندامت و شرمندگی

یہ توبہ کی پہلی اور بنیادی شرط ہے کہ انسان اپنے برے طور طریقوں اور اعمال پر شدید پشیمانی اور شرمندگی محسوس کرے جو دراصل برے کاموں سے، روگردانی کے مترادف ہے۔ ندامت کے صحیح ہونے کی علامات میں دل کا نرم ہو جانا اور کثرت سے آنسوؤں کا جاری ہونا ہے کیونکہ جب دل کو اللہ اور اللہ کے محبوب رسول ﷺ کی ناراضگی کا احساس دبوچ لے اور اس پر عذاب کا خوف طاری ہو جائے تو یہ روتا رہنے والا، غم زدہ بن جاتا ہے۔ اسی لئے حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ.[2]

ندامت ہی توبہ ہے۔

انسان اخلاص کے ساتھ حقیقی ندامت کے طفیل ایک ہی قدم میں مغفرت کی منزل پا لیتا ہے۔ جمہور محققین کے نزدیک خالص ندامت ہی توبہ کی اصل ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق

---

(۱) الحجرات، ۴۹:۲

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱:۳۷۶، رقم:۳۵۶۸

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، ۲:۱۴۲۰، رقم: ۴۲۵۲

کے بغیر ممکن نہیں۔ جب بندہ مولیٰ کی توفیق سے قلب میں اپنے اعمال پر غور کرتا ہے تو اسے اپنے کیئے ہوئے برے افعال پر افسوس ہوتا ہے جس سے ندامت جنم لیتی ہے۔ جب کسی سے محبت کا قلبی تعلق قائم ہو جائے تو اس کی نافرمانی کرنے سے شرم آتی ہے۔ یہی شرم و حیا بندے کو توبہ کے دروازے پر لے جاتی ہے۔ حقیقی ندامت کی نشانی یہ ہے کہ دل میں رِقّت آ جائے اور آنکھوں سے آنسوں جاری ہو جائیں۔ سیدنا حضرت عمر فاروق ﷛ نے فرمایا:

اِجْلِسُوْا إِلٰى التَّوَّابِيْنَ فَإِنَّهُمْ أَرَقُّ أَفْئِدَةً. (۱)

توبہ کرنے والوں کے پاس بیٹھا کرو اس لئے کہ ان کے دل سب سے زیادہ رقیق ہوتے ہیں۔ (تا کہ اُن کی صحبت سے تمہیں بھی رقت نصیب ہو جائے)۔

امتِ مسلمہ مجموعی طور پر ذلت و رسوائی کے عذاب میں مبتلا ہے۔ مسلمان باوجود عددی اکثریت کے عالمِ کفر کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہیں۔ غیرت وحمیت نام کی کوئی شے اب مسلم امہ کے دامن میں نہیں رہی۔ کفر و طاغوت تر نوالہ سمجھ کر ہماری آزادی سلب کرنے کے درپے ہے۔ مصائب و آلام نے ہمارا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ یہ حالات نہیں بدل سکتے جب تک مسلمان اصلاح کا عزمِ نو لے کر اللہ کی راہ کی طرف دوبارہ لوٹ نہیں آتے۔ اب بھی اگر امت مسلمہ ندامت محسوس کر کے مولیٰ کی راہ پر جسے وہ بھول چکی ہے، پلٹ آئے تو تمام حالات و معاملات درست ہو سکتے ہیں۔

(۲) ترکِ گناہ و معصیت

توبہ کے عمل میں داخل ہونے کا یہ پہلا قدم ہے کہ انسان ندامت محسوس کرتے ہوئے ہر قسم کے گناہ سے کنارہ کش ہو جائے۔ برے فعل پر شرمندگی اور پشیمانی کے احساس سے بندے کے دل میں گناہ کے ترک کرنے کا داعیہ جنم لیتا ہے اور بندہ شرم محسوس کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک کمزور اور حقیر ترین مخلوق ہو کر اس کے ساتھ اپنے تعلقِ بندگی کی حیاء نہ کی اور اس

(۱) غزالی، احیاء علوم الدین، ۱۵:۴

کے احکام کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوا۔ یہ احساس ترکِ گناہ پر منتج ہوتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الْمُؤْمِنَ، إِذَا أَذْنَبَ، كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِي قَلْبِهِ. فَإِنْ تَابَ وَنَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ، صُقِلَ قَلْبُهُ. فَإِنْ زَادَ زَادَتْ حَتَّى تَغْلَفَ قَلْبُهُ. (۱)

مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نشان بن جاتا ہے، پھر اگر وہ توبہ کر لے اور (گناہ سے) ہٹ جائے اور استغفار کرے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے۔ (لیکن) اگر وہ ڈٹا رہے اور زیادہ (گناہ) کرے تو یہ نشان بڑھتا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کے (پورے) دل کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔

حضرت ذو النون مصری نے فرمایا:

اَلِاسْتِغْفَارُ مِنْ غَيْرِ إِقْلَاعٍ هُوَ تَوْبَةُ الْكَاذِبِيْنَ. (۲)

گناہ سے باز آئے بغیر توبہ کرنا جھوٹے لوگوں کی توبہ ہے۔

توبہ کے بعد ترک گناہ لازم ہے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ نے فرمایا:

زَلَّةٌ وَّاحِدَةٌ بَعْدَ التَّوْبَةِ أَقْبَحُ مِنْ سَبْعِيْنَ قَبْلَهَا. (۳)

توبہ کے بعد کی ایک لغزش توبہ سے پہلے کی ستر لغزشوں سے بدتر ہے۔

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۹۷، رقم:۷۹۳۹

۲۔ ترمذي، السنن، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة ویل للمطففین، ۵:۴۳۴، رقم:۳۳۳۴

۳۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الزهد، باب ذکر الذنوب، ۲:۱۴۱۸، رقم:۴۲۴۴

(۲) قشیري، الرسالة:۹۵

(۳) قشیري، الرسالة:۹۷

محمد زُقاق بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوعلی روذباری سے توبہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: (گناہوں کا) اعتراف، (غلطیوں پر) ندامت اور (گناہوں کا) ترک کرنا (توبہ ہے)۔[(۱)]

زندگی ایک میدانِ عمل ہے جس میں حقیقی کامیابی عملِ صالح کے بغیر ممکن نہیں اور ترکِ گناہ کے بغیر عملِ صالح کا کوئی تصور نہیں۔ بدقسمتی سے مذہبی اور دینوی امور کو علیحدہ علیحدہ پلڑوں میں رکھنے کے باطل طریقۂ کار نے ہمارے معاشرے میں نیکی کے تصور کو دھندلا دیا ہے۔ بیک وقت لُوٹ کھسُوٹ، ظلم و ناانصافی، حلق تلفی اور مفاد پرستی بھی جاری ہے اور عبادات کے نظام پر بھرپور توجہ بھی۔ بقول شاعر:

اے چمن والو چمن میں یوں گزارا چاہیے
باغباں بھی خوش رہے، راضی رہے صیاد بھی

حقیقت یہ ہے کہ اس منافقانہ طرزِ عمل کی موجودگی میں ترکِ گناہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ حقیقی توبہ اسی وقت ہی ہوگی جب توبہ کے بعد گناہ کو بھی مکمل طور پر ترک کر دیا جائے۔

(۳) توبہ پر پختہ رہنے کا عزم

انسان اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور پختہ عہد کرے کہ جن نافرمانیوں، خطاؤں اور گناہوں کا ارتکاب کر چکا ہے آئندہ یہ اس کی زندگی میں کبھی داخل نہیں ہوں گے کیونکہ توبہ کی ابدی سلامتی کا انحصار اس پر ہے کہ وہ کس قدر اپنے عہد پر پختہ رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ط وَسَوْفَ يُؤْتِ اللهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًاo مَا يَفْعَلُ اللهُ

(۱) ۱۔ سلمي، طبقات الصّوفية: ۲۷۲
۲۔ بیهقی، شعب الايمان، ۵: ۴۳۵، رقم: ۷۱۷۶

بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ط وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ۝ (۱)

مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کر لی وہ سنور گئے اورانہوں نے اللہ سے مضبوط تعلق جوڑ لیا اور انہوں نے اپنا دین اللہ کے لیے خالص کر لیا تو یہ مومنوں کی سنگت میں ہوں گے اور عنقریب اللہ مومنوں کو عظیم اجر عطا فرمائے گا ۝ اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر گزار بن جاؤ اور ایمان لے آؤ، اور اللہ (ہر حق کا) قدر شناس ہے (ہر عمل کا) خوب جاننے والا ہے ۝

اس آیت مبارکہ میں ﴿الَّذِيْنَ تَابُوْا﴾ کے الفاظ بندے کی توجہ اس طرف مبذول کر رہے ہیں کہ اس کی سابقہ زندگی میں جس قدر بھی غلطیاں اور کوتاہیاں سرزد ہوئیں وہ سچے دل کے ساتھ توبہ کا طلب گار بن کر اپنے گناہوں پر ندامت محسوس کرتے ہوئے گڑگڑا کر اللہ رب العزت کی بارگاہ سے عفو و درگزر کی دراخواست کرے۔ درحقیقت بندے کا اپنے سابقہ کئے گئے اعمال پر ندامت محسوس کرنا اپنے جملہ گناہوں سے روگردانی کے مترادف ہے۔ بندہ جب تک نادم رہے گا اللہ تعالیٰ کی رحمت اس پر سایہ فگن رہے گی۔

اِس ضمن میں حضرت امام غزالی توبہ کے باب میں ایک حکایت لائے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: اے جبرائیل! اگر میری توبہ کی قبولیت کے بعد بھی مجھ سے اس بارے میں سوال ہوا تو میرا ٹھکانہ کیا ہو گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی: اے آدم! آپ نے اپنی اولاد کے لئے بطور وراثت رنج و تکلیف بھی چھوڑی اور توبہ بھی۔ ان میں سے جو مجھے پکارے گا تو میں اس کی دعا قبول کروں گا جس طرح آپ کی دعا قبول کی ہے۔ جو مجھ سے بخشش مانگے میں اس سے بخل نہیں کروں گا کیونکہ میں قریب ہوں اور دعا قبول کرنے والا بھی۔ اے آدم! میں توبہ کرنے والوں کو قبروں سے اس طرح باہر لاؤں گا کہ وہ خوش ہوں گے اور ہنس رہے ہوں گے اور ان کی دعا قبول ہو گی۔ (۲)

---

(۱) النساء، ۴: ۱۴۶-۱۴۷

(۲) غزالی، إحياء علوم الدين، ۴: ۵

محض زبان سے توبہ کرنا منافقین کا عمل ہے۔ گناہ کو چھوڑنے کا پختہ ارادہ نہ کرنا اور حقیقی توبہ کے بعد بشری تقاضے کے باعث گناہ کا سرزد ہو جانا دو جدا باتیں ہیں۔ اس حوالے سے امام ابو القاسم قشیری، صاحبِ رسالہ قشیریہ، توبہ کے باب میں شیخ ابوعلی دقاق سے منسوب ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک مرید نے توبہ کی۔ مگر اُس سے سُستی ہوگئی اور توبہ پر قائم نہ رہ سکا۔ ایک دن وہ سوچ رہا تھا کہ اگر دوبارہ توبہ کرے گا تو اس کے لئے کیا حکم ہوگا؟ اس پر غیب سے ندا آئی؟ تم نے ہماری اطاعت کی تو ہم نے قبول کر لیا، تو نے ہمیں چھوڑ دیا تو ہم نے تمہیں مہلت دی۔ پھر لَوٹ آؤ گے تو ہم تجھے قبول کر لیں گے۔ چنانچہ مرید لَوٹ آیا اور اِس بات پر ثابت قدم رہا۔ [1]

اللہ تبارک و تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ اُس کے علم میں ہے کہ کون اپنی توبہ میں سچا اور کون جھوٹا ہے۔ حقیقی توبہ کے بعد کسی بشری کمزوری کے باعث گناہ کا سرزد ہونا ممکن ہے۔ ستر بار بھی معافی مانگے تو توبہ قبول ہو گی لیکن اگر کوئی لوگوں کے سامنے خود کو نیک و پارسا ظاہر کر کے دھوکہ دینے کی غرض سے توبہ کرے گا اور پھر گناہوں میں مبتلا ہو گا تو اس کا معاملہ جدا ہے۔ اس نے تو علیم وخبیر رب تعالیٰ کو (نعوذ باللہ) اپنے طور پر دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے، اگرچہ بظاہر دیکھنے میں دونوں کا عمل ایک جیسا نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

(۴) اصلاحِ احوال

توبہ کی یہ شرط تائب سے اگلے مرحلے کا تقاضا کرتی ہے۔ وہ مرحلہ سنور جانے یعنی اصلاح احوال کا ہے۔ مذکورہ بالا آیت کریمہ میں ارشاد ربانی ہے:

وَاَصۡلَحُوۡا. [2]

اور وہ سنور گئے۔

---

(۱) قشیری، الرسالۃ، ۹۳

(۲) النساء، ۴:۱۴۶

حقیقی ندامت انسان کے اندر ایک ہمہ گیر تبدیلی کو جنم دیتی ہے۔ ندامت صرف توبہ کے الفاظ ادا کرنے اور خالی آنسو بہانے کا نام نہیں۔ ندامت اور اس کے نتیجہ میں توبہ کا اختیار کر لینا احوالِ حیات کا مکمل طور پر تبدیل ہو جانا ہے۔ جب تک توبہ کرنے والا اصلاح کی فکر نہیں کرتا وہ تائب ہی نہیں ہوتا۔ گناہوں سے شرمندگی کے باعث آنکھوں کا اشک ریز ہونا بھی قیمت پا سکتا ہے اگر اس کے نتیجے میں انسان کی زندگی سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، فسق و فجور، ظلم و ناانصافی، شہوت رانی اور ہوس پرستی جیسے جملہ رذائل اخلاق کلیتًا خارج ہو جائیں اور انسان گناہوں سے یکسر پاک ہو کر اطاعت و بندگی کا پیکر بن جائے۔ یہ اس لئے کہ توبہ کرنا کوئی معمولی فعل نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بننے کا مقام ہے جیسے کہ خود باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ.[1]

بے شک اللہ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

حضرت ابو محمد سہل ؒ سے پوچھا گیا: توبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب کب بنتا ہے؟ فرماتے ہیں: جب وہ ہر اس کام سے دور ہو جائے جسے حق تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ﴾[2] توبہ کرنے والے (ہی) عبادت کرنے والے ہیں'۔[3]

یعنی توبہ بندگی سے مشروط ہے۔ عرفاء نے تائب کے لئے بعض امور کا بجالانا ضروری قرار دیا ہے۔ جن میں چند اہم ترین یہ ہیں:

۱۔ نافرمانوں کی صحبت سے اجتناب کیا جائے۔

۲۔ توبہ کرنے والے کو ہر وقت اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے۔

۳۔ کسی گناہ کو بھی معمولی خیال نہ کرے اور فضول کاموں سے الگ رہے۔

---

(۱) البقرہ، ۲:۲۲۲

(۲) التوبۃ، ۹:۱۱۲

(۳) ابو طالب مکی، قوت القلوب، ۱:۳۸۴

۴۔ جس گناہ سے توبہ کی اس کو کچھ اس طرح یاد رکھے کہ اس گناہ کا احساس اسے پریشان رکھے تاکہ آداب بندگی بجا لاتا رہے اور کبھی بھی اس کی حلاوت محسوس نہ کرے بلکہ اس کی کڑواہٹ محسوس کرے اور اس سے سخت نفرت کرے۔

۵۔ حقوق العباد میں سے اگر کسی سے ناانصافی یا ظلم کر بیٹھے تو اولاً اس کے حقوق ادا کرے اور اگر یہ توفیق نہیں پاتا تو پھر اس سے معافی کا خواستگار ہو اور اللہ تعالیٰ سے عفو و درگزر کے لئے دست بہ دعا رہے۔

صحیح توبہ وہی ہے جو انسان کے شب و روز، افعال و اعمال اور حالات و کیفیات کو یکسر بدل کر رکھ دے۔ بندہ عبادت و ریاضت کا پیکر بن جائے اور رضائے الٰہی کا حصول اس کی خواہشات کا مرکز و محور بن جائے۔ توبہ اپنے محبوب کے ساتھ پھر سے جُڑ جانے کا نام ہے۔ گناہ نے محبت کی حرمت کو مجروح کیا تو گناہگار احساسِ گناہ سے بوجھل ہو گیا۔ محبوب سے شرم آنے لگی، عفو و بخشش کی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو ہاتھ کانپ گئے، پھر آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ ایسی ہی توبہ مقبول ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق

توبہ کی ایک شرط یہ ہے کہ اللہ کا دامن تھام کر ہر غیر سے منہ پھیر لے۔ اللہ تعالیٰ کا دامن مضبوطی سے تھامنے کا حکم بھی سورہ نساء کی مذکورہ آیت میں ہی دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاعۡتَصَمُوۡا بِاللّٰهِ.[1]

اور اللہ سے مضبوط تعلق جوڑ لیا۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرنے اور توبہ پر قائم رکھنے میں خشیتِ الٰہی بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱) النساء، ۴: ۱۴۶

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى○ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى○[1]

اور جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور اُس نے (اپنے) نفس کو (بری) خواہشات وشہوات سے باز رکھا○ تو بے شک جنت ہی (اُس کا) ٹھکانا ہو گا○

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَتَخَوَّفُ عَلٰى أُمَّتِي: الْهَوٰى وَطُوْلَ الْأَمَلِ.[2]

مجھے اپنی اُمت پر سب سے زیادہ خوف خواہشات کی پیروی اور لمبی لمبی آرزوؤں سے ہے۔

حقیقی توبہ کے نتیجے میں بندہ تائب ہو کر اللہ جل شانہ سے ایسا مضبوط تعلق قائم کر لیتا ہے کہ دنیا اپنی تمام تر رنگینیوں کے باوجود انسان کو اپنی طرف مائل نہیں کر سکتی۔ بس مولیٰ کی خوشنودی اور رضا ہی مومن کے پیشِ نظر ہوتی ہے۔ اس سے بندے کا دل نور سے بھر دیا جاتا ہے اور وہ ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک ہو جاتا ہے۔

(۶) دین میں اخلاص

توبہ میں اخلاص احساسِ ندامت سے جنم لیتا ہے۔ گناہ پر شرمندگی اور پشیمانی جتنی زیادہ ہوگی توبہ اتنی ہی خالص ہوگی۔ گویا توبہ میں اخلاص کا دار و مدار بندے کے اپنے من کی سچائی پر ہے۔ اخلاص اس اَمر کا تقاضا کرتا ہے کہ دل سے احساسِ ندامت کبھی زائل نہ ہو اور

---

(۱) النازعات، ۷۹: ۴۰-۴۱

(۲) ۱۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۷: ۳۷۰، رقم: ۱۰۶۱۶

۲۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۱: ۷۰، رقم: ۱۶۱

۳۔ عسقلانی، تغلیق التعلیق، ۵: ۱۶۰

گناہ سے بندے کو طبعی نفرت ہو جائے۔ محض زبان سے استغفار کا ورد کرتے رہنا اور دل کا اس سے غافل رہنا یا دل میں معصیت کی حسرت کا پوشیدہ ہونا کوئی توبہ نہیں۔ ہماری توبہ کا تو یہ حال ہے:

سبحہ در کف، توبہ بر لب، دل پُر از ذوقِ گناہ
معصیت را خندہ می آید ز استغفارِ ما

تسبیح ہاتھ میں، توبہ کا ذکر زبان پر اور دل میں گناہ سے لطف اندوزی کا داعیہ، ایسی توبہ پر تو معصیت بھی ہنستی ہے کہ یہ کیسی توبہ ہے۔

توبہ کی ایک شرط یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی اللہ کے لئے وقف کر دے۔ اس کا جینا، مرنا مخلوق خدا کے ساتھ ملنا، برتنا، اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، کمانا، خرچ کرنا اور کھانا پینا سب کا سب اللہ کے لئے ہو جائے۔ سورۂ نساء کی آیہ مبارکہ میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَاَخْلَصُو دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ. (۱)

اور انہوں نے اپنا دین اللہ کے لئے خالص کر لیا۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ. (۲)

(لوگوں سے کہہ دیں) سن لو طاعت و بندگی خالصۃً اللہ ہی کے لئے ہے۔

جب کفار نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اخلاص کے مقام پر فائز مومنین کو یہ فرما کر ان کے اخلاص پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ وہ کفار سے کہہ دیں کہ وہ تو خالص اللہ تعالیٰ کے ہو چکے ہیں۔ سورۂ بقرہ کی درج ذیل آیت کریمہ صحابہ کرام ﷺ کے لئے عظیم خوشخبری اور بشارت کا درجہ رکھتی ہے:

---

(۱) النساء، ۴: ۱۴۶

(۲) الزمر، ۳۹: ۳

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۝ (۱)

فرما دیں: کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑا کرتے ہو حالاں کہ وہ ہمارا (بھی) رب ہے، اور تمہارا (بھی) رب ہے اور ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں، اور ہم تو خالصتاً اسی کے ہو چکے ہیں ۝

قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر شیطان کے انسان کو گمراہ کرنے کے دعووں کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ شیطان کی کھلی دشمنی سے کبھی دھوکہ نہ کھائے۔ قیامت تک زندہ رہنے کی مہلت پا کر اس نے اللہ تعالیٰ سے کہا:

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ (۲)

اس نے کہا: سو تیری عزت کی قسم، میں ان سب لوگوں کو ضرور گمراہ کرتا رہوں گا ۝

لیکن اخلاص کے حامل بندوں کے بارے میں اپنی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ (۳)

سوائے تیرے اُن بندوں کے جو چُنیدہ و برگزیدہ ہیں ۝

یعنی اخلاص وہ قوت ہے جس کے سامنے شیطان بھی بے بس ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ (۴)

(۱) البقرہ، ۲:۱۳۹

(۲) ص، ۳۸:۸۲

(۳) ص، ۳۸: ۸۳

(۴) البقرہ، ۲:۲۰۷

اور (اس کے برعکس) لوگوں میں کوئی شخص ایسا بھی ہوتا ہے جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنی جان بھی بیچ ڈالتا ہے، اور اللہ بندوں پر بڑی مہربانی فرمانے والا ہے○

احادیث مبارکہ سے اخلاص کی مزید وضاحت ہمیں میسر آتی ہے۔ درج ذیل حدیث مبارکہ میں ان تین امور کی نشاندہی کی گئی ہے جن کے بارے میں مومن کے دل میں کوئی کھوٹ نہیں ہونی چاہئے۔

متعدد صحابہ کرام ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ثَلَاثُ خِصَالٍ لَا يَغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ أَبَدًا إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلَّهِ وَمُنَاصَحَةُ وُلَاةِ الْأَمْرِ وَلُزُومُ الْجَمَاعَةِ. (1)

تین کام ایسے ہیں جن پر مومن کا دل کبھی بھی خیانت نہیں کرتا۔ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کرنا، حکمرانوں کی خیر خواہی اور جماعت سے وابستگی۔

اخلاص کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اخلاص کا تھوڑا عمل بھی قبول ہے۔ حضرت معاذ بن جبل ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَخْلِصْ دِيْنَکَ يَکْفِکَ الْعَمَلُ الْقَلِيْلُ. (2)

اپنے دین کو خالص کرو تھوڑا بھی کافی ہو گا۔

---

(1) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵:۱۸۳، رقم:۲۱۶۳۰
۲۔ ترمذی، السنن، کتاب العلم، باب ما جاء فی الحث علی تبلیغ السماع، ۵:۳۴، ۲۶۵۸
۳۔ ابن ماجه، السنن، کتاب المناسك، باب الخطبة يوم النحر، ۲:۱۰۱۵، رقم:۳۰۵۶

(2) حاکم، المستدرك، کتاب الرقاق، ۴:۳۴۱، رقم:۷۸۴۴

صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے عبادت و بندگی کا بجا لانا اخلاص ہے۔ ایک دوسری حدیث مبارکہ میں فرمایا گیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

اخلاص میرے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ اِسے میں اُس بندے کے دل میں رکھتا ہوں جس سے میں محبت کرتا ہوں۔ (۱)

لفظ عبادت اپنے اندر وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ معاملات عبادات و عقائد سب اس میں شامل ہیں۔ مختلف معاملات زندگی جو بظاہر دنیاداری سے متعلق نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت اگر یہ سب معاملات اللہ کے حکم پر عمل پیرا ہوتے ہوئے بجا لائیں اور اس سلسلے میں کوئی ذاتی غرض پیش نظر نہ ہو مثلاً نہ مخلوق سے کسی تعریف و شہرت اور ناموری کی چاہت ہو نہ نیک نامی اور نام نہاد بزرگی کی خواہش، تو یہ سب امور دین کا حصہ قرار پائیں گے۔ چنانچہ اخلاص کی تعریف ہی یہ ہے کہ مخلوق کی نگاہوں سے اپنے فعل کو پاک رکھنا اہلِ اخلاص کے نزدیک لوگوں کی اُن کے بارے میں تعریف کرنا یا مذمت کرنا برابر ہوتا ہے۔ اپنے اعمال نہ تو ان کی نظر میں ہوتے ہیں اور نہ ہی وہ ان سے کسی اجر و ثواب کے خواہش مند ہوتے ہیں۔

الغرض اخلاص صرف اللہ تعالیٰ کے لئے فعل کو انجام دینا ہے۔ چنانچہ ہر وہ فعل اور کام جو کسی معاوضہ کی نیت سے کیا جائے گا وہ خالص نہیں ہوگا اور اخلاص سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ اخلاص بندے اور رب کے درمیان راز ہے۔ چنانچہ بندہ اپنے عمل پر اللہ کے سوا کسی اور کو گواہ نہ بنائے۔ اگر کسی نے مخلوق کی خاطر کوئی عمل ترک کیا تو یہ ریا ہے اور اگر مخلوق کی خاطر کیا تو شرک۔ کسی سائل نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا:

أَيُّ شَيْءٍ أَشَدُّ عَلَى النَّفْسِ؟ فَقَالَ: الْإِخْلَاصُ، لِأَنَّهُ لَيْسَ لَهَا فِيهِ نَصِيبٌ. (۲)

نفس پر کون سی چیز سب سے زیادہ گراں ہے؟ تو فرمایا: اخلاص (اپنے ہر فعل کو اللہ

---

(۱) دیلمی، مسند الفردوس، ۳:۱۸۷، رقم:۴۵۱۳

(۲) قشیری، الرسالۃ:۲۰۹

کے لئے خالص کر لینا) کیونکہ اس میں نفس کا کوئی حصہ نہیں۔

جو شخص صاحبِ اَخلاص ہو جاتا ہے وہ صرف خالق کا نیازمند ہوتا ہے۔ وہ یہ پسند نہیں کرتا کہ لوگ اس کی ذرہ برابر نیکی سے بھی آ گاہ ہو کر اس کی تعریف کریں اور نہ ہی اس کا اس بات سے کوئی تعلق ہوتا ہے کہ لوگ اس کے بارے میں کیا کہیں گے۔ وہ اپنا ہر عمل صرف اللہ کی رضا کے لئے سرانجام دیتا ہے۔ جب تک بندہ اپنے جملہ معاملات میں اس قدر خالص نہیں ہو جاتا توبہ کی چوتھی شرط پوری نہیں ہوسکتی۔

حضرت ذو النون مصری فرماتے ہیں: اخلاص کی تین نشانیاں ہیں:

۱۔ عوام کی مدح یا مذمت بندے کے لئے یکساں ہو۔

۲۔ بندہ اپنے اعمال کو دیکھنا بھول جائے۔

۳۔ آخرت میں اپنے اعمال کے ثواب کی چاہت کو بھی بھول جائے۔[۱]

کامل اَخلاص یہ ہے کہ جسم اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے خالص ہو جائے ، دل مولیٰ کے قرب کے لئے اور جان اللہ کی محبت کے لئے خالص ہو جائے۔ یعنی جسم اللہ کے سوا کسی غیر کے آگے نہ جھکے۔ دل اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کسی اور کا قرب نہ چاہے اور جان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی محبت میں گرفتار نہ ہو۔

عشق الٰہی کا آدھا ذرہ

ایک ایسے ہی عاشقِ صادق کی حکایت الاسلام امام محمد غزالی نے مکاشفۃ القلوب کے باب عشق و محبت میں 'عاشق کی پہچان' کے عنوان کے تحت نقل کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک باغ سے گزر ہوا۔ ایک جوان مالی باغ میں پانی دے رہا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر وہ کھڑا ہو گیا اور عرض کرنے لگا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی بارگاہ میں دعا کیجئے کہ وہ مجھے اپنے عشق کا ایک ذرہ عطا کر دے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ذرہ بہت بڑی چیز ہے تو برداشت نہیں کر

(۱) قشیری، الرسالۃ:۲۰۸

پائے گا۔ اس نے عرض کیا: حضور! اللہ کی بارگاہ سے آدھا ذرۂ عشق ہی عطا ہو جائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا دیئے۔ دعا قبول ہوگئی۔ جوان کو عشقِ الٰہی کا آدھا ذرہ عطا ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چلے آئے۔ کچھ عرصے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُسی باغ سے گزرے تو لوگوں سے پوچھا کہ وہ جوان کدھر ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ تو دیوانہ ہو گیا ہے اور کہیں پہاڑوں میں ہی دکھائی دے گا۔ جب آپ وہاں پہنچے تو اسے آسمان کی جانب منہ اٹھائے مست و اَلَست کھڑا دیکھا۔ آپ نے سلام کیا لیکن اُسے کچھ خبر نہ ہوئی۔ آپ نے اپنا تعارف کرایا لیکن وہ پھر بھی بے خبر رہا۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے عیسیٰ! تو نے ہی تو اس کے لئے دعا کی تھی، ہم نے اسے اپنے عشق کا آدھا ذرہ عطا کر دیا تھا۔ اب تُو اِسے اپنی جانب متوجہ کرنا چاہتا ہے۔ عشق کے آدھے ذرے نے اسے اس حال میں پہنچا دیا ہے کہ اگر آرے سے اسے سر سے پاؤں تک چیر دیا جائے تو بھی اُسے پتہ نہ چلے۔ چنانچہ جب بندے کو اللہ کی محبت میں اخلاص نصیب ہو جاتا ہے تو وہ دنیا کے مصائب و آلام اور غم و اندوہ سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔[1]

(۷) توبہ پر استقامت

حقیقت یہ ہے کہ إلا ما شاء اللہ ہماری اکثر کی توبہ ایسی ہی ہوتی ہے۔ جہاں تک توبہ میں استقامت کا تعلق ہے یہ محاسبۂ نفس کے بغیر ممکن نہیں۔ چنانچہ یہ ضروری ہے کہ بندہ تائب ہونے کے بعد نفس کی حالت پر ہمیشہ نظر رکھے۔ صبح و شام اس کا حساب کرے۔ نفس کے فریب اور جھکاؤ سے کبھی غافل نہ ہو اور نہ ہی اسے معمولی سمجھے کیونکہ نفس کی آفتیں اَن گنت بھی ہیں اور باریک بھی۔ گناہوں کی یادوں اور حسرتوں کی بھُوبَل کے نیچے لذت کی چنگاری غیر محسوس طریقے سے کسی نہ کسی حوالے سے جلا پا کر من میں چھپی آتش گیر خواہشوں کا بھانبڑ مچاتی ہے اور تائب کی پاکیزہ نفسی کو خاکستر کر دیتی ہے۔ در اصل نفس کو اپنے قابو میں رکھنا ہی سب سے بڑی نعمت ہے۔ حقیقی تائب وہی ہے جس نے مخالفتِ نفس کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا اور جو من

(۱) غزالی، مکاشفۃ القلوب:۲۸

کے اندر کے لذت آفریں اندھیرے غاروں میں گھسیٹے جانے والے لمحے کو پہچاننے کے لئے چوکس رہا اور اللہ تعالیٰ سے توفیقِ اصلاح طلب کرتا رہا۔

توبہ کی یہ شرط تقاضا کرتی ہے کہ بندہ ہر دم اللہ تعالیٰ کے حضور استقامت کا طلب گار رہے اور اپنی طرف سے مقدور بھر اعمالِ صالحہ بجالانے میں کوشاں رہے۔ یہ اس لئے کہ یہی حکم خداوندی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ. (۱)

بے شک اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے آپ میں خود تبدیلی پیدا کر ڈالیں۔

اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق تقاضا کرتا ہے کہ بندہ اوامر پر کاربند ہو اور نواہی سے اجتناب کرے۔ وہ صاحب استقامت ہو۔ استقامت کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ کبھی بھی ایسا کام نہ کرے جو شرمندگی و ندامت کا باعث بنے۔ ایسے ہی صاحبِ استقامت کے بارے میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُو. (۲)

بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر انہوں نے استقامت اختیار کی۔

ابن عطاء اس آیت کی شرح میں فرماتے ہیں:

﴿**اسۡتَقَامُو**﴾ سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے دل کو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ لگایا اور اس پر قائم رہے۔ (۳)

---

(۱) الرعد، ۱۳:۱۱

(۲) الاحقاف، ۴۶:۱۳

(۳) قشیری، الرسالۃ:۲۰۶

ابو علی شبوی فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ دوعالم ﷺ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا:

رُوِيَ عَنْکَ أَنَّکَ قُلْتَ: شَيَّبَتْنِي هُوْدُ، فَمَا الَّذِي شَيَّبَکَ مِنْهَا؟ أَقَصَصُ الْأَنْبِيَاءِ، أَمْ هَلَاکُ الْأُمَمِ؟ فَقَالَ: لَا، وَلٰکِنْ قَوْلُهُ تَعَالٰی: ﴿فَاسْتَقِمْ کَمَآ أُمِرْتَ﴾[1].[2]

(یا رسول اللہ!) آپ سے روایت کی جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سورہ ھود نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ یا رسول اللہ! کس بات نے آپ ﷺ کو بوڑھا کر دیا؟ آیا انبیاء علیہم السلام کے واقعات نے یا امتوں کی ہلاکت نے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان نے: ’پس آپ ثابت قدم رہئے! جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے‘۔

چنانچہ استقامت کوئی معمولی مقام نہیں۔ یہ صدقِ دل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑے ہونے کا نام ہے اور بہت کم اس کے اہل ہو سکے۔ استقامت کا نصیب ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا انعام ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اسْتَقِيْمُو وَلَنْ تَحْصُوْا، وَاعْلَمُوْا أَنَّ خَيْرَ أَعْمَالِکُمُ الصِّلَاةَ وَلَا يُحَافِظُ عَلَی الْوُضُوْءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ.[3]

اپنے ایمان پر استقامت اختیار کرو، تم نہ کر سکو گے مگر اللہ کی مدد سے، یاد رکھو کہ نماز تمہارے دین کی بہترین چیز ہے اور وضو کی حفاظت مومن ہی کرتا ہے۔

توبہ کر لینا تو اتنا مشکل نہیں ہے، اصل مسئلہ تو اس پر استقامت کا ہے۔ بندہ توبہ کر

---

(۱) ھود، ۱۱:۱۱۲

(۲) قشیری، الرسالۃ: ۲۰۶

(۳) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب: الطہارۃ وسننہا، باب المحافظۃ علی الوضوء، ۱:۱۰۱، رقم: ۲۷۷

۲۔ حاکم، المستدرک، ۱:۲۲۱، رقم: ۴۴۸

۳۔ بیہقی، السنن الکبری، ۱:۸۲، رقم: ۳۸۹

کے اس پر استقامت اختیار کر لے تو اس کی یہ توبہ اس کے گناہوں کی معافی کا سبب بنتی ہے۔

(۸) تقویٰ اور پرہیز گاری

توبہ پرہیز گاری پر موقوف ہے۔ تقویٰ اور پرہیز گاری کے ذریعے ہی دنیوی اور اُخروی کامیابی کا حصول ممکن ہے۔ ایک رائی برابر بھی برے عمل سے ڈرنا اور ان تمام چیزوں سے اجتناب کرنا جو بندے کو اللہ تعالیٰ سے دور رکھیں، پرہیز گاری ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْاؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ۝ (۱)

اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں (تقسیم) کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہو، بے شک اللہ خوب جاننے والا خوب خبر رکھنے والا ہے۔

پرہیز گاری اتنا اعلیٰ و ارفع عمل ہے کہ اِس کے سبب انسان کو عزت و احترام حاصل ہوتا ہے۔ تقویٰ بھی پرہیز گاری کا مترادف لفظ ہے۔ پرہیز گار ہونا درحقیقت ہر حرام اور مشتبہ چیز کو ہمیشہ کے لئے اپنے شب و روز سے نکال دینا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے دریافت کیا:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ؟ قَالَ: أَتْقَاهُمْ. (۲)

یا رسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ معزز کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو سب

---

(۱) الحجرات، ۴۹: ۱۳

(۲) بخاری، الصحيح، كتاب الأنبياء، باب قول الله تعالى ﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلاً﴾، ۳: ۱۲۲۴، رقم: ۳۱۷۵

سے زیادہ متقی (پرہیزگار) ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا عَقْلَ كَالتَّدْبِيرِ، وَلَا وَرَعَ كَالْكَفِّ، وَلَا حَسَبَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ.(۱)

تدبیر سے بڑھ کر عقل مندی نہیں، معافی اور (گناہوں) سے اجتناب کرنے سے بڑھ کر تقویٰ (پرہیزگاری) نہیں اور حُسنِ اَخلاق سے بڑھ کر کوئی حسب و نسب نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ پرہیز گاری سے بڑھ کر انسان کو توبہ پر ثابت قدم رکھنے والا کوئی اور عمل نہیں ہے۔

(۹) بُری صحبت سے پرہیز

توبہ کی شرائط میں سے ہے کہ توبہ کرنے والا نافرمانوں اور خطا کاروں سے قطع تعلق کر لے کیونکہ ان کی صحبت اسے توبہ پر پختہ نہیں رہنے دے گی۔ توبہ کی ابتداء ہی برے دوستوں کی مجلس سے الگ رہنے سے ہوتی ہے کیونکہ وہی اسے اس ارادہ کو ترک کرنے پر اُکساتے ہیں اور ذہن میں شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں۔ بُری صحبت کی ظاہری صورتوں کے علاوہ اِس کی کئی مخفی شکلیں بھی ہیں مثلاً کیبلز، انٹرنیٹ، سَیل فون اور اس میں استعمال ہونے والے میموری کارڈز، ٹی وی چینلز جو زیادہ خطرناک طریقے سے بری صحبت کا ذریعہ ہیں۔ سائنسی ایجادات کے باعث دنیا سکڑ کر گلوبل وِلیج کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ ان جدید ذرائع نے بلاشبہ علم و تحقیق کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے اور کوئی ملک ان سے صَرفِ نظر کا متحمل نہیں ہو سکتا لیکن نظریاتی تربیت کے فقدان اور علمی کم مائیگی کے باعث ہمارے اخلاق بری طرح تباہ ہو رہے ہیں۔ مزید یہ کہ ان ذرائع ابلاغ پر کنٹرول عالمی طاقتوں کے ہاتھ میں ہے جو باقاعدہ منصوبہ بندی سے اخلاقی بے راہ روی، عریانی اور فحاشی کے فروغ میں دن رات ایک کئے ہوئے

---

(۱) ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب الورع والتقوى، ۲: ۱۴۱۰، رقم: ۴۲۱۸

ہیں۔ چنانچہ جب تک اِسی شد و مد سے صالح صحبتیں مہیا نہیں کی جاتیں، نئی نسل جس پر امت مسلمہ کے احیاء کا انحصار ہے، کے بگاڑ پر قابو پانا ممکن نہیں۔ حکومتی اور غیر حکومتی ذرائع کے ذریعے باقاعدہ نظم کے ساتھ اور اخلاص پر مبنی خانقاہی تربیت گاہوں کے قیام سے ہی اُمت کے احوال کی اصلاح ممکن ہے۔

(۱۰) گناہ کو معمولی نہ سمجھنا

گناہ کو معمولی تصور کرنا ارتکابِ گناہ سے بھی بدتر ہے کیونکہ یہ گناہ پر اصرار کے مترادف ہے اور دراصل اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظیم صفت ستار العیوب کی بنا پر گویا دلیر ہونا ہے۔ شیخ ابو طالب مکی نے 'قُوت القلوب' میں اور امام غزالی نے 'احیاء علوم الدین' میں توبہ کے ضمن میں بعض معتبر حضرات سے ایک حکایت بیان کی ہے:

اللہ کے ایک صالح ولی کیچڑ کے راستے پر لباس پنڈلیوں سے اوپر کر کے راہ کے کناروں پر ہو کر چل رہے تھے۔ چلتے چلتے اچانک ان کا پاؤں پھسل گیا اور کیچڑ میں چلا گیا۔ اس پر انہوں نے دونوں پاؤں کیچڑ میں داخل کر دیے اور درمیان میں چلنے لگے۔ پھر وہ زار و قطار رو پڑے۔ عقیدت مندوں نے عرض کیا: آپ نے یہ کیا عمل کیا اور روئے کیوں؟ فرمانے لگے: یہ بندے کی مثال ہے۔ وہ گناہوں سے بچتا رہتا ہے اور اطراف سے ہو کر چلتا ہے۔ کبھی ایک یا دو گناہوں میں گرتا ہے اور اسے معمولی سمجھتا ہے لیکن پھر اس کے بعد گناہوں میں ڈوب کر ہی رہ جاتا ہے۔ [1]

وہ عارف دراصل ناکردہ گناہوں کے خیال ہی سے رو رو کر اظہار بندگی بجا لا رہے تھے۔ دراصل عارف گناہ کے چھوٹے پن کو نہیں دیکھتے بلکہ اُن کا دھیان ہمیشہ اس طرف جاتا ہے کہ یہ نافرمانی کس کی ہے؟ درحقیقت گناہ کو چھوٹا بڑا سمجھنے کا انحصار نُورِ ایمان پر ہے۔ صحابہ کرام ﷺ کے قلوب میں نُورِ ایمان کی اس قدر عظمت تھی کہ وہ صغیرہ گناہوں کو بھی بہت خوفناک

---

(۱) ۱۔ ابو طالب مکی، قوت القلوب، ۱: ۳۸۲
۲۔ غزالی، احیاء علوم الدین، ۴: ۵۴

سمجھتے تھے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ جوں جوں قلوب میں ظلمت بڑھتی گئی، ایمان کمزور ہوتا گیا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ چھوٹے گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ گناہ کو معمولی تصور کرنا ایک منافقانہ طرزِ عمل ہے کیونکہ منافقت خود کو دھوکا دینا ہے اور گناہ کو چھوٹا تصور کرتے ہوئے اسے کر گزرنے سے زیادہ واضح اور کھلا دھوکا اور کیا ہوگا۔

دراصل بندے کے دل میں محرمات کی جس قدر عظمت ہوگی اسی قدر انہیں توڑنے اور پامال کرنے میں وہ خوف اور وحشت محسوس کرے گا۔ اب اگر کسی معاشرہ میں گناہوں کو معمولی سمجھنے اور ان کا ارتکاب کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ معاشرہ اخلاقی گراوٹ کا شکار ہو کر کور دیدہ اور نُورِ ایمان و بصیرت سے محروم ہو رہا ہے۔ یہ غفلت کی کیفیت ہے جسے قرآن حکیم میں یوں بیان فرمایا گیا ہے:

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ○ (۱)

لوگوں کے لیے ان کے حساب کا وقت قریب آ پہنچا مگر وہ غفلت میں (پڑے طاعت سے) منہ پھیرے ہوئے ہیں○

اس طرح چھوٹے گناہ کو کوہِ گراں سمجھنا بھی توبہ کی شرائط میں سے ہے کیونکہ چھوٹے گناہ لذتِ گناہ کی پرورش کرتے ہیں جس سے انسان بڑے گناہوں میں پھسل جاتا ہے۔ صغیرہ گناہوں پر اصرار کبیرہ گناہوں کے ارتکاب کا سبب بنتا ہے۔ صغیرہ گناہ کبیرہ گناہ کی مبادیات ہوتے ہیں۔ لہٰذا انسان کی نظر کبھی بھی کسی گناہ کے چھوٹے ہونے پر نہ جائے، بلکہ وہ یہ دیکھے کہ وہ نافرمانی کس خالق و مالک کی کر رہا ہے؟

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَأَنَّهُ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ، وَإِنَّ الْفَاجِرَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَذُبَابٍ مَرَّ عَلَى أَنْفِهِ. (۲)

---

(۱) الأنبياء، ۲۱:۱

(۲) بخاری، الصحيح، کتاب الدعوات، باب التوبه، ۵:۲۳۲۴، رقم: ۵۹۴۹

مومن اپنے گناہوں کو ایسے سمجھتا ہے جیسے کہ وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور ڈرتا ہو کہ وہ پہاڑ اس کے اوپر گر پڑے گا اور منافق اپنے گناہوں کو ایک مکھی کی طرح (معمولی) سمجھتا ہے کہ وہ اس کے ناک پر سے (بیٹھ کر) اڑ گئی ہو۔

اس حدیث مبارکہ میں مومن کے لیے ایمان کا ایک معیار مقرر کر دیا گیا ہے۔ جو جس قدر پختہ ایمان کا حامل ہے وہ اسی قدر گناہوں سے لرزہ براندام ہے۔ چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی اس کے لئے پہاڑ کی مانند ہے۔

ایک دوسری حدیثِ مرسل میں یہ مضمون مزید وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ

لِيَتَّقِ أَحَدُكُمْ أَنْ يُؤْخَذَ عِنْدَ أَدْنٰى ذُنُوْبِهٖ فِي نَفْسِهٖ. (۱)

تم میں سے ہر کسی کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ اس کا مواخذہ اس گناہ پر ہو جائے جس کو وہ اپنے تئیں معمولی سمجھ رہا ہے۔

ہمارا تو یہ حال ہے کہ اپنی برائیوں اور گمراہیوں کو گناہ کا درجہ دینے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتے جبکہ اہل اللہ کی جماعت کا قول ہے کہ توبہ تو یہ ہے کہ تائب اپنے کئے ہوئے گناہ کو کبھی نہ بھولے اور اس سے ہمیشہ پشیمان رہے کیونکہ بُرے کام پر افسوس کرنا اعمالِ صالح پر مقدم ہے۔ گناہ نہ بھولنے والا کبھی نیکیوں پر غرّہ نہیں کرتا۔

(۱۱) قلبی شہوات سے اِجتناب

انسان کسی برے کام سے توبہ تو کر لیتا ہے لیکن کبھی بشری تقاضے کے باعث اس سابقہ گناہ کی لذت کو اپنے دل میں محسوس کرتا ہے جو ترکِ توبہ کی راہ دکھلانے کے مترادف ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ قلبی شہوات پر نظر رکھنے اور اپنے نفسوں کا محاسبہ کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ ابو طالب مکی، قوت القلوب، ۱:۳۷۰

۲۔ ہندی، کنز العمال، ۴:۹۰، رقم:۱۲۲۸

حَاسِبُوْا أَنْفُسَکُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوْا، وَتَزَيَّنُوْا لِلْعَرْضِ الْأَكْبَرِ، وَإِنَّمَا يَخِفُّ الْحِسَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهٗ فِي الدُّنْيَا.(۱)

اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو اس سے قبل کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور بڑی پیشی کے لئے تیار ہو جاؤ قیامت کے دن اس آدمی کا حساب آسان ہو گا جس نے دنیا میں ہی اپنا حساب کر لیا۔

صاحبِ قُوت القلوب حضرت ابو طالب مکی نے توبہ کے باب میں سچی علاماتِ توبہ کے ذیل میں اسرائیلی روایات کے حوالے سے ایک حکایت بیان کی کہ ایک نبی ﷺ نے ایک شخص کی توبہ قبول کرنے کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور درخواست کی جس نے ساٹھ سال عبادت و ریاضت میں خوب محنت کی لیکن توبہ کی قبولیت کا کوئی نشان نہ دیکھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ لَوْ شَفَعَ فِيْهِ أَهْلُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ مَا قَبِلْتُ تَوْبَتَهٗ وَحَلَاوَةُ ذٰلِکَ الذَّنْبِ الَّذِيْ تَابَ مِنْهُ فِيْ قَلْبِهٖ.(۲)

مجھے میرے عزت و جلال کی قسم! اگر تمام آسمانوں اور زمین والے بھی اس کی سفارش کریں تو بھی میں اس کی توبہ قبول نہیں کروں گا جبکہ اس گناہ کی شیرینی (لذت) اس کے دل میں ابھی تک ہے جس سے اس نے توبہ کی۔

اس حکایت سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ حقیقی توبہ اس چیز کی متقاضی ہے کہ انسان کبھی بھی قلبی شہوات سے بے خبر نہ ہو کیونکہ گناہ کی یاد لذت بن کر اسے دوبارہ گناہ کی طرف آمادہ

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب صفة القیامة والرقائق والورع، ۴:۶۳۸، رقم:۲۴۵۹
۲۔ ابن أبی شیبة، المصنف، ۷:۹۶، رقم:۳۴۴۵۹

(۲) ۱۔ أبو طالب مکی، قوت القلوب، ۱:۳۶۹
۲۔ غزالی، إحیاء علوم الدین، ۴:۳۴

کرتی ہے۔ تائب کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس گناہ سے شدید نفرت کرے تاکہ اس کی یاد دل میں جگہ نہ پاسکے اور جب کبھی نفس و شیطان اسے گناہ کی یاد دلائیں تو رب العزت کے حضور صمیمِ قلب سے استقامت کی دعا کرتے ہوئے اسے فوراً اپنے دل سے نکال دے۔

اسی حوالے سے بعض اہلِ تصوف نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ جس گناہ سے انسان توبہ کرتا ہے اسے بھول جائے یا یاد رکھے۔ بھولنے سے مراد یہ ہے کہ اس کی یاد تک دل سے محو ہوجائے تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری، اور یاد رکھنے سے مراد ہے یہ کہ اپنے کئے پر ہمیشہ نادم اورغم زدہ رہے تاکہ دوبارہ ایسا گناہ سرزد نہ ہو۔ حضرت امام غزالی 'احیاء علوم الدین' میں توبہ کے باب میں لکھتے ہیں کہ گناہ کے خیال پر رونا دھونا تائید کے حق میں کمال ہے کیونکہ اگر اسے بھلا دیا جائے تو دل گرفتگی، گناہ کی کڑواہٹ، غم و حزن زائل ہوجائے گا۔ یہ بات بندے کے لئے نقصان دہ ہے تاہم اس کے برعکس اگر گناہ کو یاد کرتے ہوئے نفس کی خواہش کا شکار ہوکر دل میں اس کے لئے ہلکی سی لذت بھی محسوس کی تو اس سے تائب کی توبہ بے ثمر ہوجائے گی۔[۱]

قلبی شہوات پر نظر رکھتے ہوئے انسان ہمیشہ یہ بات یاد رکھے کہ خواہشِ گناہ، گناہ کے بالمقابل زیادہ ہلاکت انگیز ہے کیونکہ گناہ کا ایک وقت ہے جبکہ اس کی خواہش ہمیشہ رہتی ہے جو کئی گناہوں کا باعث بنتی ہے۔

(۱۲) اُخروی حالات و واقعات پر غور وفکر

یہ دائمی توبہ کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ اُخروی زندگی میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات دو امور سے خالی نہیں۔ نیک اعمال کے بدلے لازوال اُخروی نعمتیں میسر ہوں گی اور برے اعمال کے باعث جہنم اور اس کے دردناک نہ ختم ہونے والے عذاب سے سابقہ پڑے گا۔ اخروی منازل کی پہلی سیڑھی موت ہے اور یہ ہر نفس پر لازمی آئے گی۔

---

(۱) غزالی، احیاء علوم الدین، ۴: ۴۲

۱۔ ارشاد ربانی ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ○[1]

ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے، اور تمہارے اجر پورے کے پورے تو قیامت کے دن ہی دیئے جائیں گے، پس جو کوئی دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ واقعتاً کامیاب ہو گیا، اور دنیا کی زندگی دھوکے کے مال کے سوا کچھ بھی نہیں○

۲۔ کوئی بھی شخص اپنے جائے وفات سے واقف نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ ۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ○[2]

اور کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا (عمل) کمائے گا اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ وہ کِس سرزمین پر مرے گا بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے (یعنی علیم بالذات ہے اور خبیر للغیر ہے، از خود ہر شے کا علم رکھتا ہے اور جسے پسند فرمائے اسے باخبر بھی کر دیتا ہے)○

۳۔ موت کا وقت مقرر ہے اور یہ اپنے مقررہ وقت سے ایک لحہ آگے پیچھے نہیں ہو گی:

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ○[3]

پھر جب ان کا مقرر وقت آ پہنچتا ہے تو وہ نہ ایک گھڑی پیچھے ہو سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں○

---

(۱) آل عمران، ۳:۱۸۵
(۲) لقمان، ۳۱:۳۴
(۳) النحل، ۱۶:۶۱

۴۔ موت اچانک آ جائے گی اور موت کا ذائقہ چکھنے کے بعد برزخی زندگی کا آغاز ہوگا:

حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِo لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ کَلَّاط اِنَّهَا کَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَاط وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَo (۱)

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آ جائے گی (تو) وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے (دنیا میں) واپس بھیج دےo تاکہ میں اس (دنیا) میں کچھ نیک عمل کر لوں جسے میں چھوڑ آیا ہوں۔ ہرگز نہیں، یہ وہ بات ہے جسے وہ (بطورِ حسرت) کہہ رہا ہوگا، اور ان کے آگے اس دن تک ایک پردہ (حائل) ہے (جس دن) وہ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گےo

احادیث مبارکہ میں بھی اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور دیدار الٰہی کی ترغیب دی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ موت کو ہر وقت یاد رکھنے کی تلقین کثرت سے ملتی ہے۔

۱۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عَنْ أَبِي مُوْسٰی رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی الله عليه وآله وسلم قَالَ: مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ أَحَبَّ اللهُ لِقَاءَهٗ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللهِ كَرِهَ اللهُ لِقَاءَهٗ. (۲)

جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات پسند فرماتا ہے

---

(۱) المؤمنون، ۲۳: ۹۹-۱۰۰

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الرقاق، باب من أحب لقاء الله أحب الله لقاءه، ۵: ۲۳۸۷، رقم: ۶۱۴۳

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب من أحب لقاء الله أحب الله لقاء ه ومن كره لقاء الله كره الله لقاء ه، ۴: ۲۰۶۶، ۲۰۶۷، رقم: ۲۶۸۴، ۲۶۸۶

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۲۰۷، رقم: ۲۵۷۶۹

اور جو اللہ تعالیٰ سے ملنا ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا ناپسند فرماتا ہے۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث قدسی روایت کرتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

إِذَا أَحَبَّ عَبْدِي لِقَائِي أَحْبَبْتُ لِقَاءَهُ، وَإِذَا كَرِهَ لِقَائِي كَرِهْتُ لِقَاءَهُ. (۱)

جب بندہ میری ملاقات کو پسند کرتا ہے تو میں بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہوں اور جب وہ میری ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو میں بھی اُس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہوں۔

۳۔ موت آخرت کی منزل کی پہلی سیڑھی ہے اور ہر عقل مند اس منزل کی تیاری کرتا ہے۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللهِ عزوجل. (۲)

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: يريدون أن يبدلوا كلام الله، ۶:۲۷۲۵، رقم:۷۰۶۵

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۴۱۸، رقم:۹۴۰۰

۳۔ نسائي، السنن، كتاب الجنائز، باب فيمن أحب لقاء الله، ۴:۱۰، رقم:۱۸۳۵

۴۔ مالك، الموطأ، ۱:۲۴۰، رقم:۵۶۹

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴:۱۲۴، رقم:۱۷۱۶۴

۲۔ ترمذي، السنن، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع، باب: ۲۵، ۴:۶۳۸، رقم:۲۴۵۹

۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب ذكر الموت والاستعداد له، ۲:۱۴۲۳، رقم:۴۲۶۰

۴۔ بزار، المسند، ۸:۴۱۷، رقم:۳۴۸۹

عقل مند اور زیرک ہے وہ شخص جو اپنے نفس کو حقیر جانے اور آخرت کے لیے عمل کرے، اور بے بصیرت ہے وہ شخص جو خواہشِ نفس کی پیروی کرے اور (قلتِ اَعمال کے باوجود) اللہ ﷻ پر (بخشش کی) امید لگائے۔

۴۔ ابن ماجہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ سے سب سے زیادہ عقل مند مومن کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَكْثَرُهُمْ لِلْمَوْتِ ذِكْرًا وَأَحْسَنُهُمْ لِمَا بَعْدَهُ اسْتِعْدَادًا، أُوْلٰئِکَ الْأَكْيَاسُ.[1]

جو ان میں سے موت کو زیادہ یاد کرنے والا ہے اور اس (موت) کے بعد کے لیے اچھی تیاری کرنے والا ہے، وہی لوگ زیادہ زیرک اور عقل مند ہیں۔

۵۔ تذکیر آخرت کے لیے زیارت قبور کی اجازت دی گئی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ، فَزُوْرُوْهَا، فَإِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا، وَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ.[2]

---

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الزہد، باب ذكر الموت والاستعداد له، ۲:۱۴۲۳، رقم:۴۲۵۹
۲۔ حاکم، المستدرك، ۴:۵۸۳، رقم:۸۶۲۳
۳۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۵:۶۱، رقم:۴۶۷۱
۴۔ ابن المبارك، کتاب الزهد:۱۱۴

(۲) ۱۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الجنائز، باب ما جاء في زيارة القبور، ۱:۵۰۱، رقم:۱۵۷۱
۲۔ عبد الرزاق، المصنف، ۳:۵۷۲، رقم:۶۷۱۴

میں تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا کرتا تھا، اب زیارت کیا کرو کیوں کہ یہ (زیارتِ قبور) دنیا میں زاہد بناتی ہے (یعنی دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے) اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔

نیک لوگوں اور کثرت سے استغفار کرنے والوں پر انعامات کا آغاز برزخی زندگی سے ہی شروع ہو جائے گا۔ اُخروی نعمتوں میں سب سے عظیم نعمت دیدارِ خداوندی ہے جس کی مثل کوئی دوسری نعمت نہیں، اگرچہ اہل جنت دیگر اَن گنت نعمتوں سے بھی مستفیض ہوں گے۔ یہ سوچ اور فکر انسان کے دل و دماغ میں رغبت کو حرکت دیتی ہے جس سے انسان مزید نیکیاں حاصل کرنے کے لئے تگ و دو کرتا ہے، جو دائمی توبہ کا سبب ہے۔ جب انسان جہنم اور اس میں پیش آنے والے دردناک مصائب و آلام کا مطالعہ کرتا ہے جن کی تفصیلات قرآن و حدیث میں مذکور ہیں تو اِس سے خوفِ خدا پیدا ہوتا ہے جو گناہوں سے بچنے کے لئے ایک کوڑا ہے۔ دائمی توبہ کے لئے ضروری ہے کہ انسان عاقبت کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھے اور کبھی بھی ان کے مطالعہ سے غافل نہ ہو اور حسب حال ان سے برکات حاصل کرے۔

جب بندہ توبہ کی شرائط پوری کرلیتا ہے تو اس کا شمار اُن مومنین میں ہو جاتا ہے جن کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجرِ عظیم کا مژدۂ جانفزا سنایا جاتا ہے۔ سورہ نساء کی آیت مبارکہ کے الفاظ **مَا يَفۡعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمۡ** بندوں پر اللہ تعالیٰ کی کمالِ محبت کا مظہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے گناہ گار بندو! اللہ نے تمہیں عذاب دے کر کیا کرنا ہے وہ تو چاہتا ہے کہ تم ایمان لا کر شکر گزار بندے بن جاؤ۔

اللہ تعالیٰ تو منتظر رہتا ہے کہ اس کا بندہ ظلم و ناانصافی سے توبہ کرے۔ غفلت و نافرمانی اور فسق و فجور سے تائب ہو کر اصلاحِ حیات کا مصمم عزم کرلے۔ ملتِ اسلامیہ کے موجودہ آلام و مصائب کی اصل وجہ بھی یہی ہے کہ وہ توبہ اور اصلاحِ احوال سے غافل ہو چکی ہے۔ توبہ کا عمل انفرادی اور اجتماعی سطح پر اختیار کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ سچی توبہ سے گناہ نیکیوں میں تبدیل ہو

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۳: ۲۶۱، رقم: ۹۸۱
۴۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۵۳۱، رقم/۱۳۸۷

جاتے ہیں۔ سچی توبہ کے لیے اس کی جملہ شرائط کو بھی پورا کرنا لازمی ہے۔

۲۔ توبہ کی فضیلت

کسی شے کی فضیلت اس کی خوبیوں اور صفات پر منحصر ہے۔ جس قدر خوبیاں اور خصوصیات اعلیٰ و ارفع ہوں گی اُسی قدر وہ چیز زیادہ فضیلت کی حامل ہوگی۔ دنیا و آخرت میں حقیقی کامیابی توفیقِ توبہ پر موقوف ہے۔ زیرِ نظر سطور میں مختلف حوالوں سے توبہ کی فضیلت پر روشنی ڈالی گئی ہے تاکہ قلب و روح اُن سے سرشار ہوکر انسان کو حصول توبہ کی طرف مائل کریں۔

(۱) توابین مقدم ہیں

اللہ رب العزت نے توبہ کی فضیلت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيۡنَ وَيُحِبُّ الۡمُتَطَهِّرِيۡنَ○[1]

بے شک اللہ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے اور خوب پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے○

بظاہر تو طہارت کا ذکر پہلے اور توبہ کا بعد میں آنا چاہیے تھا لیکن رب العزت نے حفظِ مراتب کا اظہار فرمایا کہ توبہ چونکہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کی راہ ہے اس لئے اسے راہِ عبادت یعنی طہارت سے مقدم رکھا۔ چنانچہ توبہ کا درجہ طہارت سے بلند ہونے کے باعث توابین کا ذکر طہارت حاصل کرنے والوں سے پہلے رکھا۔ یہ آیت کریمہ توبہ کی فضیلت پر یوں دلالت کرتی ہے کہ توبہ سے قبل بندہ اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کے باعث اللہ تعالیٰ کے حضور ناراضگی کے مقام پر تھا۔ ندامت نے اسے توبہ کے مقام تک پہنچا دیا۔ عملِ توبہ نے اُسے ناراضگی کے مقام سے اُٹھا کر اُن بندوں میں شامل کر دیا جن سے اللہ رب العزت محبت فرماتا ہے۔

بعض عرفاء کے نزدیک یہاں اس طہارت سے مراد باطنی طہارت ہے کیونکہ صدقِ

---

(۱) البقرة، ۲:۲۲۲

دل سے توبہ کئے بغیر باطنی طہارت کا حصول ناممکن ہے۔ اس لئے توبہ کو طہارت سے مقدم رکھا گیا ہے۔ یہ تقدم بھی فضیلت کا باعث ہے۔

(۲) توبہ رجوع الی اللہ کا باعث ہے

بشری تقاضوں کے باعث کوئی انسان غلطیوں اور خطاؤں سے پاک نہیں سوائے انبیاء کرام علیہم السلام کے، جنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے خلقِ خدا کی ہدایت کے لئے معصوم مبعوث فرمایا ہے۔ جب سب انسانوں سے غلطی کا ارتکاب ممکن ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ خطا کاروں میں سے اچھا اور بہترین کون ہے؟ زیرِ نظر سطور میں اسی نکتے کو واضح کیا گیا ہے جس سے توبہ کی فضیلت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ، وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ. (۱)

تمام انسان غلطی کرتے ہیں لیکن بہترین خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا:

خِيَارُكُمْ كُلُّ مُفْتَنٍ تَوَّابٌ. (۲)

تم میں سے بہترین آدمی وہ ہے جو گناہ میں مبتلا ہونے کی صورت میں توبہ کرے۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، ۲:۱۴۲۰، رقم: ۴۲۵۱

۲۔ حاکم، المستدرك، ۲۷۲:۶، رقم:۷۶۱۷

(۲) ۱۔ بزار، المسند، ۲۸۰:۲، رقم:۷۰۰

۲۔بیہقی، شعب الایمان، ۴۱۸:۵، رقم: ۷۱۲۱

مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَلَهُ ذَنْبٌ يَعْتَادُهُ: الْفَيْنَةَ بَعْدَ الْفَيْنَةِ، أَوْ ذَنْبٌ هُوَ مُقِيمٌ عَلَيْهِ لَا يُفَارِقُهُ حَتّٰى يُفَارِقَ، إِنَّ الْمُؤْمِنَ خُلِقَ مُفْتَنًا تَوَّابًا نَسِيًّا إِذَا ذُكِّرَ ذَكَرَ.(۱)

کوئی مومن شخص ایسا نہیں جس کا کوئی گناہ نہ ہو جس کا وہ وقتاً فوقتاً ارتکاب نہ کرتا ہو یا جس کا کوئی گناہ نہ ہو جس پر وہ قائم ہو، اس کو اس وقت تک نہ چھوڑتا ہو جب تک وہ اسے نہ چھوڑ دے۔ بے شک مومن آزمائش میں مبتلا، توبہ کرنے والا اور بھول جانے والا پیدا کیا گیا ہے، اور جب اسے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ نصیحت حاصل کرتا ہے۔

مومن سے اگر کبھی کبھار گناہ سرزد ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سرعت اور اخلاص کے ساتھ رجوع کرتا ہے۔ یہاں ارتکابِ گناہ کا تحرّک مراد نہیں بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ طبعاً تو کوئی بھی گناہ سے پاک نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو اس کے حضور رجوع کرنے والے بندے بہت پسند ہیں۔ گناہ گار سوز و گداز کے ساتھ رجوع الی اللہ کرتا ہے۔ بستر کی طرف جائے تو اس سے سویا نہیں جاتا؛ بے قراری میں اللہ کے حضور قیام کا ارادہ کرتا ہے تو سر جھکائے گریۂ ندامت میں تر بہ تر آہ و فغاں میں رات گزار دیتا ہے؛ اپنی نافرمانی یاد آتی ہے تو لرزنے لگتا ہے؛ زبان پہ کلماتِ توبہ جاری رہتے ہیں؛ حتیٰ کہ سوتے میں بھی پہلو بدلتے استغفار ہی کی ندائیں ہونٹوں سے چھلکتی رہتی ہیں۔ ادھر یہ حال ہوتا ہے اور اُدھر کرم کی گھٹائیں اٹھنے لگتی ہیں، عفو کی خیرات کا مینہ برسنے لگتا ہے اور گناہگار کے نامۂ اعمال کی شکل بدلنے لگتی ہے۔ گناہ نیکیوں میں ڈھلنے لگتے ہیں۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

---

(۱) ۱۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۲۲۵، رقم: ٦٧۴

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱: ۳۰۴، رقم: ۱۱۸۱۰

۳۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ٦: ۸۹، رقم: ۵۸۸۴

۴۔ قضاعی، مسند الشہاب، ۲: ۲۴، رقم: ۸۰۹

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ. (۱)

مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیا تو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جن کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔

قرآن حکیم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے پھر ارشاد فرمایا ہے:

اُولٰٓئِکَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ. (۲)

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کا اجر دو بار دیا جائے گا اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا اور وہ برائی کو بھلائی کے ذریعے دفع کرتے ہیں۔

قرآن مجید کی یہ آیتِ مقدسہ اور اس سے قبل جو احادیث بیان کی گئی ہیں ان سے ایک خاص امر سامنے آتا ہے کہ گناہ نہ ہونے پر تعریف نہیں کی گئی بلکہ گناہ ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے اور توبہ و بخشش مانگنے پر اور برائی کو نیکی کے ذریعہ دور کرنے پر اپنے بندوں کی تعریف فرمائی ہے۔ اس سے توبہ کی اہمیت و فضیلت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ توبہ اتنا بڑا عمل ہے کہ صدق دل سے کی گئی توبہ انسان کو ایسی طہارت اور پاکیزگی عطا کر دیتی ہے کہ اس کا دل انوارِ الٰہی کا مہبط بن جاتا ہے۔ ایک شخص جو گناہ کے باعث جہنم کا سزاوار تھا توبہ کے عمل سے اب جنت کا حق دار ٹھہرا دیا گیا۔

(۳) توبہ سے بخشش کا دروازہ کھلتا ہے

جب انسان گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے تو برے اعمال کے باعث اس کے من میں نیک اعمال و عبادات سے عدم دلچسپی جنم لیتی ہے۔ پھر اگر بندہ اپنی اصلاح نہیں کرتا تو عبادات

(۱) الفرقان، ۲۵: ۷۰

(۲) القصص، ۲۸: ۵۴

سے یہ محرومی بڑھتے بڑھتے توبہ کی توفیق سلب کئے جانے پر منتج ہوتی ہے۔ اس مقام پر اس کا قلب گناہوں پر اصرار کے باعث حلاوتِ ایمان سے محروم ہو کر تاریک و سیاہ ہو جاتا ہے جو دائمی بدبختی کی علامت ہے۔

اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق سے بے پناہ محبت ہے اور وہ نہیں چاہتا کہ اس کے بندے اس سے دور ہو جائیں اور نتیجتاً نارِ جہنم کا ایندھن بنیں۔ چنانچہ ذاتِ حق تعالیٰ نے انہیں اس انجامِ بد سے بچانے کے لئے اپنی مغفرت و بخشش کو عام کرتے ہوئے درِ توبہ کھولنے کا اعلان کیا۔ اس اعلان کے مطابق جو کوئی توبہ کی راہ اختیار کرے گا اللہ اسے ایسے معاف کرے گا گویا اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں، بلکہ گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے گا۔ جیسا کہ سورہ فرقان میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ط وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا○[(۱)]

مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیا تو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جن کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا، اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے○

اللہ تعالیٰ کو توبہ کرنے اور اس پر ثابت قدم رہنے والوں پر اتنا پیار آتا ہے کہ وہ ان توّابین کو درجۂ محبوبیت پر فائز کر دیتا ہے۔

چنانچہ سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ○[(۲)]

بے شک اللہ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے اور خوب پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے○

---

(۱) الفرقان، ۲۵:۷۰

(۲) البقرہ، ۲:۲۲۲

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے محبت کا یہ منفرد انداز دنیوی دستور سے بالکل مختلف ہے۔ دنیا کا قانون اور قاعدہ تو یہ ہے کہ انسان جرم کی سزا کاٹ بھی لے تو بھی وہ معاشرے کی نظروں میں سزا یافتہ ہی کہلاتا ہے۔ مگر رب العزت کی بارگاہ میں حضور قلب کے ساتھ گناہوں سے معافی مانگنے والا درجہ محبوبیت پر فائز کر دیا جاتا ہے۔

(۴) جوانی میں توبہ کی اہمیت

ویسے تو توبہ ہر شخص پر ہر حال میں ہر وقت واجب ہے لیکن فضیلت کے اعتبار سے جوانی کی توبہ افضل ترین ہے۔ بڑھاپے میں آرزوٗں، تمناؤں اور چاہتوں کا زمانہ بیت چکا ہوتا ہے۔ اعضائے انسانی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مضمحل ہو جاتے ہیں۔ نفسانی و شہوانی خواہشات دم توڑ چکی ہوتی ہیں۔ عمر کے اس حصے میں وہ استعدادِ کار بھی باقی نہیں رہتی جس کے بل بوتے پر اپنی ہر جائز و ناجائز خواہش کی تکمیل میں دن رات ایک کئے رکھے۔ الغرض بڑھاپے میں حرصِ دنیا کے لئے تگ و دو کرنا عملاً ممکن نہیں رہتا۔ ان حالات میں اس کے لئے توبہ و استغفار کی طرف راغب ہونا آسان ہو جاتا ہے۔ اِس کے برعکس جوانی کی عمر میں جب یہ تمام خواہشات اپنے جوبن پر ہوتی ہیں، اس کا نفس اسے حرص و ہوس، تمرّد و تکبّر، شہوت و بے حیائی کی ترغیب دیتا ہے اور اس راہ پر چلنے کی اس میں طبعی استعداد بھی بھرپور ہوتی ہے۔ ایسے میں اگر کوئی جوان اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے اپنی بھرپور جوانی کو ان سب جسمانی و ذہنی داعیات سے بے نیاز کر دے تو اس کا دل ایسا ملکوتی اور نورانی ہو جاتا ہے کہ ملائکہ بھی اس پر رشک کرتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔

حضور سرکارِ دو عالم ﷺ نے جوانی اور شباب کے انہی ایام میں توبہ کی اہمیت سے متعلق ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنْ شَابٍّ تَائِبٍ.[1]

---

(۱) ابن عدی، الكامل في ضعفاء الرجال، ۵:۱۱۸

اللہ تعالیٰ کو جوان توبہ کرنے والے سے زیادہ کچھ محبوب نہیں۔

جوانی میں رجوع الی اللہ بہت بڑی سعادت ہے۔ یہی انبیاء کرام کے اسوۂ حسنہ کی صحیح پیروی ہے۔ انسان کی آنے والی زندگی کی کامیابی یا ناکامی کا انحصار جوانی کے ایام پر منحصر ہے۔ جن نوجوانوں نے لہو ولعب سے کنارہ کشی کرتے ہوئے اپنی جوانی پاکیزگی میں گزار لی اس سے بڑھ کر اس کی اور کیا خوش قسمتی ہوسکتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہے۔ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری است
وقتِ پیری گرگِ ظالم می شوَد پرہیزگار

(۵) معافی مانگنے کے عمل سے اللہ کی محبت

اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور عنایات کی بارش معافی مانگنے والے گنہگاروں پر کس قدر برستی ہے، اس کا اندازہ ذیل کی حدیثِ قدسی سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ توبہ و استغفار کی فضیلت کے باب میں یہ حدیث مبارکہ عجیب شان کی حامل ہے۔ بندۂ خاکی کو اگر اس کا صحیح ادراک ہو جائے تو مارے شرم کے کبھی سر نہ اٹھائے اور ہمہ وقت مولا کی تسبیح وتحلیل اور شکر گزاری میں مصروف رہے۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَوْ لَا أَنَّكُمْ تُذْنِبُونَ لَخَلَقَ اللهُ خَلْقًا يُذْنِبُونَ يَغْفِرُ لَهُمْ. (۱)

اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایک اور مخلوق پیدا کرتا۔ وہ گناہ کرتے اور اللہ تعالیٰ

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار توبة، ۴:۲۱۰۵، رقم:۲۷۴۸
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵:۴۱۴، رقم:۲۳۵۶۲

←

انہیں بخش دیتا۔

حقیقت یہ ہے کہ جو مزہ اللہ کی رحمت کو گنہگار کے معافی مانگنے کے وقت آتا ہے وہ نیکوکاروں کی عبادت و ریاضت میں نہیں آتا۔ یہ معافی طلب کرنے والے گنہگار بندوں پر اللہ رب العزت کی وسیع رحمت کا بیان ہے۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی کچھ مختلف الفاظ کے ساتھ اسی حدیث مبارکہ کے مضمون کو یوں روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوا لَذَهَبَ اللهُ بِكُمْ وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ فَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللهَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ.(۱)

اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تم کو لے جاتا اور تمہارے بدلے میں ایک ایسی قوم لاتا جو گناہ کرتی اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتی اور اللہ تعالیٰ مغفرت فرماتا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کو عملِ عفو و درگزر سے بڑی محبت ہے۔ عفو و درگزر متقاضی ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں پر معافی کا طلب گار ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی درج ذیل حدیثِ مقدسہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی اس صفتِ عفو کا اظہار ہوتا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِنْ عَلِمْتُ أَيُّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا أَقُولُ فِيهَا؟ قَالَ: قُولِي: اللّٰهُمَّ إِنَّکَ عُفُوٌّ كَرِيمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي.(۲)

.... ۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الدعوات، باب في فضل التوبة والاستغفار وما ذكر من رحمة الله لعباده، ۵: ۵۴۸، رقم: ۳۵۳۹

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار توبة، ۴: ۲۱۰۶، رقم: ۲۷۴۹

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۰۹، رقم: ۸۰۶۸

(۲) ترمذی، السنن، كتاب الدعوات، ۵: ۵۳۴، رقم: ۳۵۱۳

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! بتائیے اگر مجھے شب قدر معلوم ہوجائے تو میں اس میں کیا دعا مانگوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہو: اللَّهُمَّ إِنَّکَ عُفُوٌّ كَرِيمٌ تُحِبُّ الْعَفُوَ فَاعْفُ عَنِّي. 'یا اللہ! تو بہت معاف کرنے والا ہے، عفو و درگزر کو پسند کرتا ہے پس مجھے معاف فرما دے'۔

(۶) توبہ ـــ عذابِ الٰہی کے عدمِ نزول کا سبب

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں اپنے بندوں کو اُن وجوہ سے متعارف کرایا ہے جن کے باعث وہ ان پر گناہوں کے باوجود عذاب نازل کرنے سے حیاء فرماتا ہے۔ اب اگر بندے مولیٰ کی عطا کو بھی اپنا حق سمجھیں اور اِسے خاطر میں نہ لاتے ہوئے فسق و فجوراور معاصی میں مصروف رہیں تو اس سے بڑھ کر بے حیائی اور دیدہ دلیری کیا ہوسکتی ہے۔

قرآنِ حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط وَمَا كَانَ اللهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ○[1]

اور (درحقیقت بات یہ ہے کہ) اللہ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ ان پر عذاب فرمائے درآنحالیکہ (اے حبیبِ مکرم ﷺ) آپ بھی ان میں (موجود) ہوں۔ اور نہ ہی اللہ ایسی حالت میں اُن پر عذاب فرمانے والا ہے کہ وہ (اس سے) مغفرت طلب کر رہے ہوں○

اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اس دنیا میں دو چیزیں ایسی ہیں جو میرے عذاب کو روک لیتی ہیں اور میرے جلال کو جمال میں بدل دیتی ہیں: ایک میرے پیارے حبیب ﷺ کی ذاتِ مقدسہ اور دوسری میرے بندے کی توبہ و استغفار۔ یہ اُمتِ مصطفوی پر اللہ رب العزت کی عظیم نعمتوں کا بیان ہے۔

---

(۱) الأنفال، ۸:۳۳

اُمتِ محمدی ﷺ سے قبل جس اُمت نے بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور اپنے گناہوں پر اصرار کیا، اپنے نبی علیہ السلام کی موجودگی میں ہی عذاب کی شکل میں اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق ٹھہری۔ قرآنِ حکیم میں جا بجا ان کی تفصیلات ملتی ہیں۔ لیکن آپ ﷺ کی اُمت پر اپنے فضل و احسان کا ذکر فرماتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ حیاء فرماتا ہے کہ آپ کے ہوتے ہوئے آپ ﷺ کی اُمت پر عذاب نازل کرے۔ یہ اللہ رب العزت کی اپنے محبوبِ مکرّم ﷺ پر شفقت وعنایات کی انتہا ہے۔

عذاب نہ آنے کی دوسری وجہ بندوں کا توبہ و استغفار کرنا ہے۔ یہ توبہ کی اہمیت و فضیلت کے باب میں عظیم ترین خوش خبری ہے۔ اُسے اپنے بندوں کے توبہ و استغفار اور احساسِ گناہ پر ندامت کے آنسو اس قدر پسند ہیں کہ گناہوں اور نافرمانیوں کے باوجود وہ عذاب نازل کرنے سے حیاء فرماتا ہے۔

قرآن حکیم میں توبہ و استغفار کرنے والوں پر عذابِ الٰہی کے واقع نہ ہونے کی مثال سورہ یونس میں بیان کی گئی ہے۔ جب نزولِ عذابِ الٰہی کی نشانیاں دیکھ کر وہ قوم توبہ کرتے ہوئے ایمان لے آئی تو رسوائی کا عذاب اُن پر سے دور کر دیا گیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ط لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ○[1]

پھر قومِ یونس (کی بستی) کے سوا کوئی اور ایسی بستی کیوں نہ ہوئی جو ایمان لائی ہو اور اسے اس کے ایمان لانے نے فائدہ دیا ہو۔ جب (قومِ یونس کے لوگ نزولِ عذاب سے قبل صرف اس کی نشانی دیکھ کر) ایمان لے آئے تو ہم نے ان سے دنیوی زندگی میں (ہی) رسوائی کا عذاب دور کر دیا اور ہم نے انہیں ایک مدت تک منافع سے بہرہ مند رکھا○

---

(۱) یونس، ۹۸:۱۰

مختلف احادیثِ مبارکہ اِس امر پر شاہد ہیں کہ خوفِ الٰہی سے توبہ و استغفار کرتے وقت گنہگاروں کی آنکھوں سے برسنے والے آنسو جہاں اس دنیا میں اللہ رب العزت کے عذاب کو واقع ہونے سے روک لیتے ہیں وہاں حشر میں یہی آنسو دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ کو ٹھنڈا کر دیں گے۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوْعٌ وَإِنْ كَانَ مِثْلَ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ ثُمَّ تُصِيْبُ شَيْئًا مِنْ حُرِّ وَجْهِهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ. (۱)

جس مسلمان کی آنکھ سے مکھی کے سر کے برابر خوفِ خداوندی کی وجہ سے آنسو بہہ کر اس کے چہرے پر آ گریں گے، اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام فرما دے گا۔

حضرت ہیثم بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے لوگوں سے خطاب فرمایا تو خطاب کے دوران آپ ﷺ کے سامنے بیٹھا ہوا ایک شخص رو پڑا۔ اس پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَوْ شَهِدَكُمُ الْيَوْمَ كُلُّ مُؤْمِنٍ عَلَيْهِ مِنَ الذُّنُوْبِ كَأَمْثَالِ الْجِبَالِ الرَّوَاسِي لَغُفِرَ لَهُمْ بِبُكَاءِ هَذَا الرَّجُلِ وَذٰلِكَ أَنَّ الْمَلَائِكَةَ تَبْكِي وَتَدْعُوْ لَهُ وَتَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ شَفِّعِ الْبَكَّائِيْنَ فِيْمَنْ لَمْ يَبْكِ. (۲)

---

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب الحزن والبكاء، ۲:۱۴۰۴، رقم:۴۱۹۷
۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۰:۱۷، رقم:۹۷۹۹
۳۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ۴:۲۶

(۲) ۱۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۱:۴۹۴، رقم:۸۱۰
۲۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۴:۱۱۶، رقم:۵۰۴۳
۳۔ ابن حجر عسقلاني، الإصابة، ۶:۵۸۹

اگر آج تمہارے درمیان وہ تمام مومن موجود ہوتے جن کے گناہ پہاڑوں کے برابر ہیں تو انہیں اس ایک شخص کے رونے کی وجہ سے بخش دیا جاتا اور یہ اس وجہ سے ہے کہ فرشتے بھی اس کے ساتھ رو رہے تھے اور دعا کر رہے تھے: اے اللہ! نہ رونے والوں کے حق میں رونے والوں کی شفاعت قبول فرما۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ

قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، بِمَ أَتَّقِي النَّارَ؟ قَالَ: بِدُمُوْعِ عَيْنَيْكَ فَإِنَّ عَيْنًا بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ لَا تَمَسُّهَا النَّارُ أَبَدًا. (۱)

ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں دوزخ سے کیسے بچ سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی آنکھوں کے آنسوؤں کے ذریعے۔ جو آنکھ اللہ تعالیٰ کے خوف سے رو پڑی اسے کبھی (دوزخ کی) آگ نہیں چھوئے گی۔

(۷) توبہ و استغفار پر بخشش کا وعدہ

اللہ تبارک و تعالیٰ کی بخشش ہر شے پر وسیع ہے یعنی ہر توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرنا اس نے اپنے ذمۂ کرم پر لے رکھا ہے۔ درحقیقت قبولِ توبہ کے لئے یہ بخشش کا اعلانِ عام ہے۔ چنانچہ سورہ نجم میں فرمایا:

اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ. (۲)

بے شک آپ کا رب بخشش کی بڑی گنجائش رکھنے والا ہے۔

اسی طرح سورہ اعراف میں اپنی رحمت کی وسعت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

---

(۱) ۱۔ ابن رجب حنبلي، التخويف من النار: ۴۲

۲۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۴: ۱۱۴، رقم: ۵۰۳۰

(۲) النجم، ۵۳: ۳۲

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ. [(۱)]

اور میری رحمت ہر چیز پر وسعت رکھتی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اتنی شفقت و رحمت کا ذکر اس لئے فرمایا ہے تاکہ اس کے گناہگار بندے اس کی رحمت کے ذکر سے حوصلہ پا کر بخشش و مغفرت کی طلب لے کر اس کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔ درج ذیل آیت مبارکہ میں طلبِ معافی کے عمل کو مزید کھول کر بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد رب العزت ہے:

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۝ [(۲)]

اور جو کوئی برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش طلب کرے وہ اللہ کو بڑا بخشنے والا نہایت مہربان پائے گا۝

یہ آیت اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے گنہگار بندوں کے لئے عظیم بشارت ہے جو زبان حال سے پکار رہی ہے کہ اے بندے! اگرچہ تو گناہوں میں لت پت ہی کیوں نہ ہو جس وقت بھی ندامت اور شرمندگی کے آنسو بہائے گا، تجھے گناہوں سے پاک کر دیا جائے گا۔ معافی مانگنے والا گنہگار بندہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو ہمیشہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا پائے گا۔ حضور سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا أَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ، وَلَوْ فَعَلَهُ فِي الْيَوْمِ سَبْعِيْنَ مَرَّةً. [(۳)]

---

(۱) الأعراف، ۷: ۱۵۶

(۲) النساء، ۴: ۱۱۰

(۳) ترمذی، السنن، کتاب الدعوات، باب في الدعاء النبی، ۵: ۵۵۸، رقم: ۳۵۵۹

جو شخص استغفار کرتا ہے وہ گناہ پر اصرار کرنے والا نہیں ہوتا اگرچہ دن میں ستر بار گناہ کرے۔

یہاں اس سے مراد دل سے بخشش طلب کرنا ہے۔ جو توبہ طلب کرتا ہے وہ بھی جانتا ہے کہ وہ اپنی طلب میں کتنا مخلص ہے اور رب تعالیٰ تو جانتا ہی ہے۔ وہ تو عالم الغیب ہے۔ اتنی رخصت کے باوجود بھی اگر بندہ معافی کا طلب گار نہ ہو تو اسے سوائے بدبختی کے کیا کہا جائے گا۔

(۸) توبہ و استغفار ہر پریشانی اور دکھ کا علاج

توبہ و استغفار کے فوائد کو حشر تک ہی محدود نہیں رکھا گیا یعنی توبہ کا عمل صرف طلب بخشش پر ہی موقوف نہیں، بلکہ یہ اس دنیوی زندگی میں بھی رنج و آلام سے نجات اور عافیت کے نزول کا باعث ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ، جَعَلَ اللهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا، وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا، وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ. (۱)

جو شخص استغفار کو لازم کر لے اللہ تعالیٰ اُسے ہر تنگی سے فراخی عطا فرمائے گا، ہر قسم کے رنج سے خلاصی عطا فرمائے گا اور ایسے ذریعہ سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے اُس کو گمان بھی نہ ہو۔

اس حدیثِ مقدسہ کے ذریعے حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے امتیوں کو عظیم خوش خبری سنائی ہے کہ جو شخص اللہ کے حضور توبہ و استغفار کو لازم کر لے اس کی زندگی میں ایسی کوئی تنگی نہیں آئے گی جس سے اللہ تعالیٰ اسے نکال نہ دے۔ تنگی فراخی میں بدل جائے گی اور کوئی ایسا رنج و الم نہیں رہے گا جس سے اللہ تعالیٰ سے نکال نہ دے۔ توبہ و استغفار رزق میں فراخی کا باعث بھی

(۱) أبوداود، السنن، كتاب الصلاة، باب في الاستغفار، ۲:۸۵، رقم: ۱۵۱۸

ہے۔ وہ پردۂ غیب سے اس کی ایسی مدد فرمائے گا جس کا اسے گمان بھی نہیں ہو گا۔

(۹) توبہ ہر روحانی مقام کی کنجی ہے

صاحبِ قُوت القلوب حضرت شیخ ابو طالب المکی نے اہل یقین کے مقاماتِ یقین بیان کرتے ہوئے توبہ کو سرفہرست رکھا ہے کیونکہ طریقت کی راہ کا یہ پہلا قدم ہے۔ بعض عارفوں نے اسے باب الابواب کا درجہ دیا ہے کیونکہ تمام دروازے اس دروازہ کے کھلنے کے بعد کھلتے ہیں۔ توبہ کے بغیر طریقت جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کی راہ ہے، کا تصور کرنا بھی ممکن نہیں۔ چنانچہ اگر کہا جائے کہ توبہ ہر روحانی مقام کی کنجی ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ تاہم جیسے جیسے راہ طریقت میں سالک کے مراتب بلند ہوتے جاتے ہیں توبہ کی نوعیت بھی اسی اعتبار سے بدلتی جاتی ہے۔ کوئی عارف کتنے ہی بلند مقام کا حامل کیوں نہ ہو جائے توبہ کے عمل سے کبھی بے نیاز نہیں ہوسکتا۔

عالمِ خلق میں بلند ترین مقام جنابِ رسالت مآب ﷺ کا ہے۔ خود محبوبِ رب العالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا أَصْبَحْتُ غَدَاةً قَطُّ إِلَّا اسْتَغْفَرْتُ اللهَ فِيْهَا مِائَةَ مَرَّةٍ. (۱)

کوئی صبح طلوع نہیں ہوتی مگر میں اس میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

جب سرکار دو عالم ﷺ نے خود کو توبہ مانگنے کے عمل سے مستثنیٰ نہیں رکھا تو کوئی امتی خواہ تقویٰ اور پرہیزگاری کے کتنے ہی بلند مقام کا حامل کیوں نہ ہو، کیسے توبہ کے عمل سے بے نیاز رہ سکتا ہے۔

توبہ و استغفار کی اہمیت درج ذیل حدیث مبارکہ سے واضح ہوتی ہے جسے حضرت عبد

---

(۱) ۱۔ نسائي، السنن الكبرى، ۶: ۱۱۵، رقم: ۱۰۲۷۵
۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۱۷۲، رقم: ۳۵۰۷۵
۳۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۱۹۶، رقم: ۵۵۸

اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے اس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ، كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ.(۱)

گناہ سے (سچی) توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔

تاریخِ اسلام کے اوراق اللہ تعالیٰ کے ایسے محبوب بندوں سے معمور ہیں جن کی سابقہ زندگیاں گناہوں اور فسق و فجور کے باعث کسی ذکر کے قابل نہ تھیں لیکن سچی توبہ نے انہیں ایسے مقام پر فائز کر دیا کہ وہ نہ صرف مذکورہ بالا حدیث کے مصداق ہو گئے بلکہ محبوبیت کے ایسے مقام پر فائز کر دیئے گئے کہ مخلوقِ خدا ان کے قدموں کا بوسہ اپنے لئے سعادت کا باعث خیال کرتی ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض، حضرت مالک بن دینار، حضرت بشر حافی اور حضرت حبیب عجمی وغیرہ وہ پاک ہستیاں ہیں جو تائب ہو کر اللہ کی محبوب قرار پائیں اور توبہ سے قبل ان سے منسوب گناہ کے لفظ تک کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی اپنے گنہگار بندوں پر نوازشات کے احوال سے اگر ذہن میں کوئی سوال آئے تو یاد رہے کہ سرکار دو عالم پہلے ہی اس حقیقت سے پردہ اٹھا چکے ہیں جب آپ ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ ابْنِ آدَمَ خَطَّاءٌ، وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ.(۲)

---

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، ۲:۱۴۱۹، رقم: ۴۲۵۰

۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۰:۱۵۰، رقم: ۱۰۲۸۱

۳۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۱۰:۱۵۴

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۹۸، رقم: ۱۳۰۷۲

۲۔ ترمذي، السنن، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع، ۴:۶۵۹، رقم: ۲۴۹۹

۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزہد، باب ذكر التوبة، ۲:۱۴۲۰، رقم: ۴۲۵۱

←

ہر انسان خطا کار ہے اور بہترین خطا کار، توبہ کرنے والے ہیں۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اصلاً کوئی شخص بھی گناہوں سے پاک نہیں ہے اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اُسے نیک اعمال کے باعث دوزخ سے مامون کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ جب تمام بنی آدم اپنی جبلّی اور بشری کمزوریوں کے باعث خطا کار ٹھہرے تو اب جو جس قدر اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں صمیمِ قلب سے تائب ہوا وہ اُسی قدر اللہ رب العزت کی نوازشات و عنایات کا مستحق ٹھہرا۔

(۱۰) اصل گناہ توبہ نہ کرنا ہے

اس قدر رحیم و کریم رب سے بندہ اگر اپنے گناہوں کی بخشش طلب نہ کرے تو یہ یقیناً اس کی بدبختی اور شقاوت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اس رویے کو ظلم سے تعبیر فرمایا ہے۔ ارشاد رب العزت ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ○[1]

اور جس نے توبہ نہیں کی سو وہی لوگ ظالم ہیں○

توبہ کی اہمیت و فضیلت کے باب میں اس آیت مبارکہ کا مضمون عجیب شان کا حامل ہے۔ بظاہر تو گناہ کا ارتکاب کرنے والا ہی گنہگار کہلاتا ہے کیونکہ وہی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہوتا ہے لیکن رب ذو الجلال گناہ کرنے والے بندے کو یہ موقعہ بہم پہنچاتا ہے کہ وہ اپنے کئے ہوئے گناہ سے توبہ کر لے۔ گویا مالک فرد جرم عائد کرنے سے پہلے منتظر رہتا ہے کہ کب بندہ اس کے حضور توبہ کے لئے رجوع کرتا ہے۔ جب باوجود اِس مہلت کے اس بندے نے اللہ رب العزت کے حضور رجوع نہیں کیا تب وہ اسے گنہگار قرار دیتا ہے۔ چنانچہ گناہ کا ارتکاب کرنے کے بعد توبہ نہ کرنا ہی اصل اور قابلِ گرفت گناہ ہے۔

ایک دوسرے پہلو سے غور کیا جائے تو ارتکابِ گناہ پر توبہ نہ کرنا دراصل گناہ پر اصرار

.... ۴۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷:۶۲، رقم:۳۴۲۱۶

(۱) الحجرات، ۴۹:۱۱

کا معنیٰ دیتا ہے۔ توبہ کا معنیٰ اپنے گناہ پر ندامت محسوس کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا ہے۔ جب بندہ گناہ سرزد ہو جانے کے بعد بھی اپنے دل میں کوئی احساس ندامت یا شرمندگی کا بوجھ محسوس نہیں کرتا تو وہ اپنے فعلِ بد کو ناقابلِ گرفت سمجھتے ہوئے اس پر اصرار کا مرتکب ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کا توبہ نہ کرنا ہی دراصل اس کے گنہگار قرار دیئے جانے کا سبب ہے۔

حضرت شیخ ابو طالب مکی قُوت القلوب میں توبہ کے باب میں کسی بزرگ کا قول نقل کرتے ہیں:

أَنَا مِنْ أَنْ أُحْرَمَ التَّوْبَةَ أَخْوَفُ مِنِّي مِنْ أَنْ أُحْرَمَ الْمَغْفِرَةَ. (۱)

میں توبہ سے محروم ہونے کو مغفرت سے محروم ہونے کے مقابلہ میں زیادہ خطرناک سمجھتا ہوں۔

بلاشبہ توبہ سے محرومی بدبختی کی علامت ہے کہ انسان سے اس کے برے اعمال کے باعث احساسِ ندامت و شرمندگی ہی کو سلب کر لیا جائے جو توبہ کا بنیادی سبب ہے۔ جب احساسِ ندامت ختم ہو جاتا ہے تو پھر توبہ کی توفیق بھی نہیں رہتی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (۲)

(ایسا نہ ہو) کہ تمہارے سارے اعمال ہی (ایمان سمیت) غارت ہو جائیں اور تمہیں (ایمان اور اعمال کے برباد ہو جانے کا) شعور تک بھی نہ ہو۔

قرآن مجید کی مذکورہ آیات اور احادیث مبارکہ سے توبہ کی اہمیت وفضیلت واضح ہوتی ہے، توبہ کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور ہر حال میں اللہ رب العزت کے سامنے اپنے گناہوں پر نادم ہونے اور معافی کے خواستگار بنے رہنے کی تلقین کرتی ہیں۔

---

(۱) أبو طالب مکی، قوت القلوب، ۱: ۳۶۹

(۲) الحجرات، ۴۹: ۲

باب سوم

توبہ کے آداب

ا۔ توبہ کے آداب

آداب سے مراد نیک طور طریقوں اور حقوق کا بجالانا ہے۔ جب ہم توبہ کے آداب کا نام لیتے ہیں تو اس سے مراد وہ اعمال اور حقوق ہیں جن کو بجالانے سے حق تعالیٰ کی جانب سے توبہ کی توفیق کے میسر آنے کے مواقع بڑھ جاتے ہیں۔ حضرت علی بن عثمان ہجویری فرماتے ہیں کہ توبہ تائید ربانی کے بغیر ممکن ہی نہیں کیونکہ انسان کا وجود ہی جب حق تعالیٰ کے حضور گناہ کا درجہ رکھتا ہے تو پھر اس کے ذاتی وصف کی کیا قدر ہوسکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر راضی ہونے کا سلیقہ بھی خود ہی بتا دیا ہے کہ اگر وہ توبہ کے لئے رجوع کریں تو اُسے معاف کر دینے والا پائیں گے۔ حضرت علی بن عثمان ہجویری **کشف المحجوب** میں اس ضمن میں ایک حکایت بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے گناہ سے توبہ کی پھر اُسی گناہ کا مرتکب ہوا۔ پھر نادم ہوا۔ ایک روز اس نے اپنے جی میں کہا کہ اگر میں پھر توبہ کر کے جاؤں تو میرا کیا حال ہوگا؟ تو اس کے کان میں ہاتف غیبی کی آواز آئی:

أَطَعْتَنَا، فَشَكَرْنَاكَ، ثُمَّ تَرَكْتَنَا، فَأَمْهَلْنَاكَ، فَإِنْ عُدْتَ إِلَيْنَا قَبِلْنَاكَ. (۱)

تو نے ہماری اطاعت کی ہم نے تجھے پسند کیا۔ پھر تو نے بے وفائی کی اور ہمیں چھوڑ دیا۔ ہم نے تجھے مہلت دی اگر پھر توبہ کرے تو ہم تجھے قبول کریں گے۔

انسان کو آدابِ توبہ سے صرفِ نظر نہیں کرنا چاہیے۔ نفسِ انسانی میں خیر و شر دونوں کی استعداد رکھی گئی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا:

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ

---

(۱) ہجویری، کشف المحجوب، ۴۳۳

خَابَ مَنۡ دَسّٰهَا۝[1]

اور انسانی جان کی قَسم اور اسے ہمہ پہلو توازن و درستگی دینے والے کی قَسم۝ پھر اس نے اسے اس کی بدکاری اور پرہیزگاری (کی تمیز) سمجھا دی۝ بے شک وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اس (نفس) کو (رذائل سے) پاک کر لیا (اور اس میں نیکی کی نشوونما کی)۝ اور بے شک وہ شخص نامراد ہوگیا جس نے اسے (گناہوں میں) ملوث کر لیا (اور نیکی کو دبا دیا)۝

اس آیت کریمہ میں اس حقیقت کو واضح کر دیا گیا ہے کہ انسان کے اندر اصلاح اور برائی کا داعیہ برابر برابر ہے تاہم جس نے نفس کی اصلاح کی طرف توجہ دی وہ فضل خداوندی سے بہرہ یاب کر دیا گیا۔ نفس کی اصلاح کا پہلا قدم توبہ ہے، اسے سیدھے راستے میں داخل ہونے کا دروازہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس میں داخلے کے لئے عارفوں نے چند آداب بیان کئے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(۱) ذکرِ الٰہی

پہلا ادب جس کے بجا لانے سے بندہ توبہ جیسی عظیم نعمت کا مستحق ٹھہرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی برکات بے حدوحساب ہیں، ذکر الٰہی ایسی عبادت ہے جو بندے کو فکر سے ہم کنار کرتا ہے۔ اسی فکر سے بندے کے قلب میں خوف و امید پیدا ہوتے ہیں جس کے باعث وہ برے اعمال سے تائب ہو کر پرہیزگاری اختیار کر لیتا ہے۔

۱۔ سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا:

وَاذۡكُرُوۡا مَا فِيۡهِ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ۝[2]

جو کچھ اس (کتاب تورات) میں (لکھا) ہے اسے یاد رکھو تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۝

---

(۱) الشمس، ۹۱:۷-۱۰

(۲) البقرہ، ۲:۶۳

۲۔ آل عمران میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ قف وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ.(۱)

اور (یہ) ایسے لوگ ہیں کہ جب کوئی برائی کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کا ذکر کرتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہوں کی بخشش کون کرتا ہے۔

یہاں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے کہ جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں اور برائی کرتے ہوئے گناہ کے مرتکب ہو جاتے ہیں انہیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔ یہ اس لئے کہ گناہ کا ارتکاب ہمیشہ اللہ کی یاد کو بھولنے کا باعث ہوتا ہے چنانچہ توبہ سب سے پہلے جس ادب کا تقاضا کرتی ہے وہ ہے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔ خدا کی یاد کی طرف دل کو راغب کر لینا اس بات کی علامت ہے کہ بندے کا دل اپنے کئے گئے گناہ پر نادم اور شرمندہ ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں ارشاد ہوا کہ بندہ اپنے اللہ کو یاد کرے۔ اس کے نتیجے میں شرمندگی اور ندامت کا احساس پیدا ہوگا جو اسے معافی مانگنے کی طرف مائل کرے گا۔ جونہی معافی طلب کرنے کا ارادہ اس کے دل میں جنم لیتا ہے تو اللہ ﷻ جو معافی مانگنے والے بندے کا خود منتظر ہوتا ہے، اس کو توبہ کی توفیق بھی دے دیتا ہے اور معاف بھی کر دیتا ہے، کیونکہ اس کے سوا گناہوں کو معاف کرنے والا کوئی نہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَا اللّٰهُ.(۲)

اور اللہ کے سوا گناہوں کی بخشش کون کرتا ہے۔

---

(۱) آل عمران، ۳:۱۳۵

(۲) آل عمران، ۳:۱۳۵

بندے! میری طرف لوٹ کر آنے اور مایوس ہونے سے مت گھبرا کیونکہ تیرے رب کی بارگاہ کے سوا کون ہے جو تیرے گناہ معاف کر سکے؟ اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت اس کی باقی ہر صفت پر غالب ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:

۴۔ **رَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ.**(۱)

میری رحمت ہر چیز پر وسعت رکھتی ہے۔

یہ آیت کریمہ بندوں کے لئے عام معافی کا عظیم اعلان ہے کہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے بندو! میری رحمت سے مایوس نہ ہو جانا۔ میری رحمت و مغفرت کی امید رکھتے ہوئے میری طرف بڑھو۔ میری مغفرت تمہاری برسنے والی آنکھوں اور دعا کے لئے اٹھنے والوں ہاتھوں کی ہمیشہ منتظر رہتی ہے۔

۵۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○(۲)

آپ فرما دیجئے: اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر لی ہے، تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بے شک اللہ سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے، وہ یقیناً بڑا بخشنے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں جبار اور قہار بھی ہے اور روزِ جزا و سزا کا مالک بھی۔ اوراق قرآنی پہلی ظالم قوموں پر اُس کے قہر و غضب کے شاہد ہیں۔ چنانچہ وہ گنہگار جو اس کی اطاعت و بندگی کو پس پشت ڈال چکے، اپنے خالق و مالک کے ہر حکم کو نظر انداز کرتے رہے اور نافرمانی کرتے ہوئے اسے یکسر بھلا بیٹھے اب اپنے گناہوں کے باعث دل شکستہ اور مایوس ہو کر اس

---

(۱) الأعراف، ۷:۱۵٦

(۲) الزمر، ۳۹:۵۳

کے حضور حاضر ہونے کا حوصلہ نہیں کر پائیں گے۔ ایسے مقام پر حق تعالیٰ گنہگاروں سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہوئے انہیں ''میرے بندو'' کہہ کر خطاب فرماتا ہے تاکہ ذرا سا خوف بھی انہیں مالک حقیقی کے حضور حاضر ہونے میں رکاوٹ نہ بن سکے اور بندے بلا جھجک اپنے گناہوں پر نادم ہو کر اپنے رحمٰن و رحیم مالک کے حضور معافی مانگنے کے لئے حاضر ہو جائیں جس نے انہیں بخشنے کے لئے خود پر اپنی رحمت کو لازم کر رکھا ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

۶۔ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ.[1]

اُس نے اپنی ذات (کے ذِمّہ کرم) پر رحمت لازم فرما لی ہے۔

بلاشبہ اللہ کا ذکر اور اس کی یاد بندے کو توبہ کی طرف رجوع کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ اور سب سے بڑا سبب ہے۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے بندوں کو صبح و شام درد و سوز کے ساتھ اپنے ذکر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

۷۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝[2]

اور اپنے رب کا اپنے دل میں ذکر کیا کرو عاجزی و زاری اور خوف و خستگی سے اور میانہ آواز سے پکار کر بھی، صبح و شام (یادِ حق جاری رکھو) اور غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ ۝

چنانچہ بڑے بڑے مقام و مرتبہ کے حامل اولیاء و کاملین جن کی زندگی توبہ سے قبل اللہ تعالیٰ سے دوری میں بسر ہوتی تھیں، درد و سوز سے ادا کئے ہوئے اللہ کے ذکر کے کلمات نے ان کو یوں انقلاب آشنا کیا کہ اپنے اپنے وقت میں امام کے درجے پر فائز ہوئے۔ اُن میں سے حضرت فضیل بن عیاض جو راہِ طریقت میں اہلِ تقویٰ و ورع کے امام و پیشوا ہو گزرے ہیں ان کی توبہ کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے تاکہ قارئین اس سے تحریک پا کر اپنی زندگیوں کو سنوارنے کا

(۱) الأنعام، ۶: ۱۲

(۲) الأعراف، ۷: ۲۰۵

اہتمام کرسکیں۔

حضرت فضیل بن عیاض کی توبہ

آپ ابتدائی زندگی میں ایک ڈاکو کے طور پر مشہور تھے۔ روایت ہے کہ آپ بامروّت اور باہمت بھی تھے۔ ڈاکہ زنی کے ساتھ ساتھ صوم و صلوٰۃ بھی جاری رکھتے۔ ڈاکوؤں کا ایک گروہ آپ کی سرکردگی میں قافلوں کو لوٹتا تھا۔ ایک رات حسبِ معمول لوٹ مار کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اپنے گروہ کے ہمراہ ایک قافلے پر حملہ آور ہوئے۔ رات کے اندھیرے میں صحرا میں مقیم قافلے کے ایک خیمے سے آپ کو قرآن حکیم کی تلاوت کی آواز سنائی دی۔ پڑھنے والا قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ تلاوت کر رہا تھا:

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللهِ.[1]

کیا ایمان والوں کے لیے (ابھی) وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ کی یاد کے لیے رِقّت کے ساتھ جھک جائیں۔

آیت کریمہ کی یہ آواز کان میں گونجی تو اس کا اثر تیر بن کر دل کے آر پار ہو گیا۔ دل کی گہرائیوں سے یہ آواز آئی: اے رب ذوالجلال! ہاں تیرے فضیل کے لئے وہ گھڑی آن پہنچی۔ میں لوٹ مار سے توبہ کرتا ہوں۔ اپنی زندگی تیرے حضور پیش کرتا ہوں۔ وہیں کانوں نے سنا کہ مسافر آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ یہاں سے جلدی کوچ کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ فضیل بن عیاض ڈاکو تمہیں لوٹ کر تباہ و برباد کر دے۔ یہ سن کر فضیل کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ تڑپ اٹھے اور پکارنے لگے: اے اہل قافلہ! اب قطعاً بے خوف ہو جاؤ۔ فضیل نے رہزنی سے توبہ کر لی ہے۔ اس توبہ کے بعد فضیل بن عیاض کی پوری زندگی کا رخ بدل گیا۔ ان کے شب و روز اللہ کے حضور آہ و بکا اور گریہ زاری میں بسر ہونے لگے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی توبہ ایسی قبول ہوئی کہ مشائخ کے پیشوا زہد و ورع کے امام، ولایت و ہدایت کے مہرِ منیر اور

---

(۱) الحدید، ۵۷:۱۶

ریاضت و کرامت کے اعتبار سے اپنے دور کے شیخِ کامل قرار پائے۔[(۱)]

حضرت سید علی بن عثمان ہجویری **کشف المحجوب** میں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید حج کرنے گیا۔ قیام مکہ کے دوران فضل برمکی سے کہا کہ کسی اللہ والے کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ وہ انہیں حضرت عبد الرزاق صنعائی کے پاس لے گئے۔ تھوڑی دیر اُن سے باتیں ہوتی رہیں۔ جب رخصت ہونے لگے تو ہارون الرشید نے دریافت کیا کہ اگر آپ پر کچھ قرض ہے تو فرمائیں تاکہ ادا کر دیا جائے۔ آپ نے فرمایا: ہاں، کچھ مقروض ہوں۔ چنانچہ خلیفہ ہارون الرشید کے حکم سے وہ قرض ادا کر دیا گیا۔

جب باہر آئے تو خلیفہ نے کہا: فضل! ابھی میرا دل ان سے زیادہ کسی مقرب بارگاہ الٰہی کی زیارت کا خواہاں ہے۔ وہ انہیں حضرت سفیان بن عینیہ کے پاس لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد جب وہاں سے رخصت ہونے لگے تو خلیفہ نے حسبِ سابق قرض کی ادائیگی کے بارے میں پوچھا۔ حضرت سفیان نے بھی اپنا مقروض ہونا ظاہر کیا اور وہ بھی حکمِ شاہی کے مطابق ادا کر دیا گیا۔

باہر آ کر خلیفہ نے پھر کہا کہ ابھی میرے دل کا مقصد حل نہیں ہوا، کسی اور کے پاس لے چلو تو فضل برمکی انہیں حضرت فضیل بن عیاض کے پاس لے گیا۔ آپ مکان کے اندر تلاوتِ قرآن میں مصروف تھے۔ فضل برمکی نے دروازے پر دستک دی تو اندر سے آواز آئی: کون ہے؟ فضل نے کہا: امیر المؤمنین ملنے آئے ہیں۔ آپ نے اندر سے جواب دیا: مجھ سے امیر المؤمنین کا کیا تعلق اور میرا امیر المؤمنین سے کیا سروکار؟ فضل نے کہا: دروازہ تو کھولیے۔ آپ بالاخانے سے نیچے تشریف لائے، دروازہ کھول کر چراغ بجھا دیا اور ایک گوشے میں تشریف فرما ہو گئے۔ ہارون الرشید اندھیرے میں آپ کو ڈھونڈنے لگا۔ اسی دوران خلیفہ کا ہاتھ حضرت فضیل کے ہاتھ سے جا لگا۔ حضرت فضیل نے فرمایا: اس سے زیادہ نرم ہاتھ میں نے نہیں دیکھا۔ اگر عذابِ الٰہی سے نجات پا جائے تو بہت اچھا ہے۔ خلیفہ یہ سن کر رو پڑا اور روتے روتے بے

---

(۱) علی بن عثمان ہجویری، کشف المحجوب:۱۳۳

ہوش ہو گیا۔ جب ہوش آیا تو کہنے لگا: مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: اے خلیفہ! تمہارے باپ حضور ﷺ کے چچا تھے۔ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے درخواست کی: یارسول اللہ! مجھے اپنی قوم کا امیر مقرر فرما دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: چچا، میں تجھے تمہاری جان (نفس) پر امیر مقرر کرتا ہوں۔ ایک سانس جو اطاعت الٰہی میں گزرے وہ مخلوقات کی امارت سے بہتر ہے کیونکہ امارت سے قیامت کے روز ندامت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو گا۔

ہارون نے کہا: کچھ اور فرمائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے خوف ہے کہ کہیں آپ کا حسین چہرہ دوزخ کی آگ میں نہ جھلسے، لہٰذا ہمیشہ خوفِ الٰہی میں رہیں اور اس کے احکام کے حقوق کو ادا کریں۔ اس کے بعد خلیفہ نے عرض کیا: آپ پر کچھ لوگوں کا قرض تو نہیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں، مجھ پر اللہ کے احکام اور اس کی پیروی کا قرض ہے۔ اگر اس قرضہ میں پکڑا گیا تو مجھ پر افسوس ہی افسوس ہے۔ خلیفہ نے کہا: میں لوگوں کے قرض کی بات کر رہا ہوں تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ مجھے ہرگز اپنے رزاقِ حقیقی کا شکوہ نہیں کہ بندوں سے مانگتا پھروں۔ ہارون الرشید نے پھر بھی ایک ہزار دینار پیش کئے کہ قبول فرمائیں۔ حضرت فضیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری کوئی نصیحت تم پر کارگر نہیں ہوئی، میں نے تجھے نجات کی طرف بلانا چاہا تو مجھے تو نے دنیا کی بلا میں پھانسنے کا ارادہ کیا۔ تب دونوں روتے ہوئے رخصت ہوئے۔ باہر آ کر خلیفہ نے کہا: اگر کوئی دنیا میں صوفی ہے تو یہ ہیں، یہ شانِ بے نیازی اور رعب و دبدبہ کی ادائیں ان کے کمال کی دلیل ہیں۔ زینتِ دنیا سے نفرت اور اہلِ دنیا سے اعراض اور بے نیازی جو میں نے ان میں پائی اس کی مثال بھی وہ خود ہی ہیں۔[1]

(۲) استغفار

پہلے ادب میں اللہ کی یاد معافی کا ذریعہ بنی۔ اب دوسرے مقام پر با قاعدہ استغفار کی غرض سے اللہ کے حضور رجوع کرنا ضروری قرار پایا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے خود بندوں کو التجا کرنے کے آداب اور سلیقہ ان الفاظ میں سکھایا:

(۱) ہجویری، کشف المحجوب: ۱۳۶

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ○[۱]

تم اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ (دونوں طریقوں سے) دعا کیا کرو، بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا○

۲۔ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی طلب مغفرت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ○[۲]

جب تم (افراتفری کی حالت میں) بھاگے جا رہے تھے اور کسی کو مڑ کر نہیں دیکھتے تھے اور رسول (ﷺ) اس جماعت میں (کھڑے) جو تمہارے پیچھے (ثابت قدم) رہی تھی تمہیں پکار رہے تھے پھر اس نے تمہیں غم پر غم دیا (یہ نصیحت و تربیت تھی) تاکہ تم اس پر جو تمہارے ہاتھ سے جاتا رہا اور اس مصیبت پر جو تم پر آن پڑی، رنج نہ کرو، اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے○

سابقہ انبیائے اکرام اور ان پر ایمان لانے والے اہل ایمان نے اللہ کی راہ میں مختلف مصائب و آلام کو استقامت کے ساتھ برداشت کرتے ہوئے بس ایک ہی التجا کی کہ ان کے گناہوں سے درگزر فرماتے ہوئے انہیں معاف کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ان کی التجا کا ذکر یوں فرمایا ہے:

۳۔ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْۤ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ○[۳]

---

(۱) الأعراف، ۷:۵۵

(۲) آل عمران، ۳:۱۵۳

(۳) آل عمران، ۳:۱۴۷

اور ان کا کہنا کچھ نہ تھا سوائے اس التجا کے کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے کام میں ہم سے ہونے والی زیادتیوں سے درگزر فرما اور ہمیں (اپنی راہ میں) ثابت قدم رکھ اور ہمیں کافروں پر غلبہ عطا فرماo

قرآن مجید کے علاوہ احادیث مبارکہ میں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور بخشش و استغفار طلب کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

۱۔ فرمانِ رسالت مآب ﷺ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ! تُوبُوْا إِلَى اللهِ فَإِنِّي أَتُوْبُ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ. (۱)

اے لوگو! تم اللہ کی بارگاہ میں توبہ کیا کرو اور بخشش چاہو میں ہر روز ایک دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔

۲۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

خَيْرُ الدُّعَاءِ الْإِسْتِغْفَارُ. (۲)

اللہ کی بارگاہ میں استغفار سے بہتر کوئی دعا نہیں۔

۳۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ اگر مجھے خوش قسمتی سے لیلۃ القدر کی ساعتیں نصیب ہو جائیں تو میں اپنے ربّ سے کیا مانگوں؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ تجھے لیلۃ القدر نصیب فرمادے تو پھر اللہ تعالیٰ کے حضور یہ عرض کرنا:

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب: الذكر، والدعاء والتوبة الاستغفار، باب: إستحباب الاستغفار والإستكثار منه، ۴:۲۰۷۵، ۲۰۷۶، رقم: ۲۷۰۲
۲۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۵:۳۸۰، رقم:۷۰۲۲

(۲) ديلمي، مسند الفردوس، ۲:۱۷۹، رقم:۲۸۹۷

اَللّٰھُمَّ إِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي.(۱)

اے اللہ! تو معاف فرمانے والا ہے اور معافی کو پسند فرماتا ہے پس تو مجھے معاف فرما۔

۴۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال مبارک کا وقت آیا تو آپ ﷺ رو رو کر اللہ تعالیٰ سے کثرت کے ساتھ معافی مانگتے۔ یہ آپ ﷺ کا اللہ کے حضور اظہار بندگی تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے دن قریب آ گئے تو کثرت سے یہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔

سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ.(۲)

اللہ (کی ذات) پاک ہے اور ساری تعریفیں اُسی کے لئے ہیں میں اللہ کے حضور گناہوں کی معافی مانگتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

۵۔ توبہ کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا تَابَ الْعَبْدُ مِنْ ذُنُوْبِهٖ أَنْسَى اللهُ ﷻ الْحَفِظَةَ ذُنُوْبَهٗ، وَأَنْسَى ذَالِکَ جَوَارِحَهٗ، وَمَعَالِمَهٗ مِنَ الْأَرْضِ، حَتّٰى يَلْقَى اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَيْسَ عَلَيْهِ شَاهِدٌ مِنَ اللهِ بِذَنْبٍ.(۳)

---

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الدعاء، باب الدعاء باالعفو والعافية، ۱۲۶۵:۲، رقم: ۳۸۵۰

۲۔ حاكم، المستدرك، ۷۱۲:۱، رقم: ۱۹۴۲

۳۔ نسائى، السنن الكبرىٰ، ۲۱۸:۶، رقم:۱۰۷۰۸

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳۵:۶، رقم: ۲۴۱۱۱

۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۳۲۳:۱۴، رقم:۲۴۱۱

(۳) ۱۔ ابن عساكر، تاريخ دمشق، ۱۷:۱۴

۲۔ منذرى، الترغيب والترهيب، ۴۸:۴، رقم:۴۷۵۶

جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ محافظ فرشتوں کو اس کے سابقہ گناہ بھلا دیتا ہے۔ اس کے (اپنے) اعضائے جسمانی کو اس کی خطائیں بھلا دیتا ہے۔ زمین کا وہ ٹکڑا جس پر اُس نے گناہ کیا ہے اور آسمان کا وہ حصہ جس کے نیچے اس نے گناہ کیا وہ اس کے گناہوں کو بھول جاتے ہیں۔ جب قیامت آئے گی تو اس کے گناہوں پر گواہی دینے والا کوئی نہیں ہوگا۔

توبہ کے آداب میں اللہ کے حضور استغفار کا مقام بہت اعلیٰ و ارفع ہے۔ اظہارِ بندگی میں بندے کا یہ شب و روز وظیفہ ہونا چاہیے۔ لیکن یاد رہے کہ توبہ کا اصل مقام بندے کا دل ہے، زبان تو اس توبہ کا ظاہری اظہار ہے۔

(۳) توسّل بالمصطفیٰ ﷺ

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معافی طلب کرنے کے سلسلے میں حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کا توسّل اختیار کرنا تیسرا ادب ہے۔

اس میں شک نہیں کہ حق تعالیٰ ہر کسی کی التجا ہر وقت اور ہر جگہ سے سنتا ہے۔ وہ بے نیاز بھی ہے۔ اگر رد کر دے تو کوئی پوچھ نہیں سکتا۔ وہ خالق و مالک چاہے تو کرم کر دے اور چاہے تو رد کر دے اور گناہوں پر سزا دے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ دنیا میں یہ عام قاعدہ ہے کہ جب کوئی کسی بڑے حاکم کے پاس اپنے کسی کام کی غرض سے جاتا ہے تو اس حاکم کے کسی انتہائی قریبی تعلق والے کی سفارش ڈھونڈتا ہے کہ اگر اس کے کسی غلط رویے کی وجہ سے اُسے سخت سزا دینے کا فیصلہ بھی کر لیا گیا ہو تو وہ حاکم اپنے قریبی دوست کی سفارش کا لحاظ کرتے ہوئے معاف کردے گا۔ چنانچہ قبولیت توبہ کا تیسرا ادب حضور نبی اکرم ﷺ کا وسیلہ ہے۔

۱۔ قرآن مجید میں ارشاد رب العزت ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ

.... ۳۔ ہندی، کنز العمال، ۴:۸۷

الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا○[۱]

اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اوراللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔

یہاں سرکارِ دو عالم ﷺ کا توسّل اختیار کرنا نص قرآنی سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنے طور پر بندے کی توبہ قبول ہوتی یا نہ ہوتی لیکن جب بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ سے اس کی سفارش ہوگئی تو اب معاملہ ظنی نہ رہا۔ اب گناہگار اللہ تعالیٰ کو معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا پائے گا۔

توسّل رسالت مآب ﷺ کے اہمیت کے حوالے سے سورہ محمد میں اس سے بھی عجیب تر مضمون بیان ہوا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے خود حضور نبی اکرم ﷺ کو بلاتفریق مرد و زن اپنے گنہگار امتیوں کے لئے معافی مانگتے رہنے کی تلقین فرمائی۔ ارشاد ہوا:

۲۔ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰكُمْ○[۲]

پس جان لیجیے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ (اظہارِ عبودیت اور تعلیمِ امت کی خاطر اللہ سے) معافی مانگتے رہا کریں کہ کہیں آپ سے خلافِ اولیٰ (یعنی آپ کے مرتبہ عالیہ سے کم درجہ کا) فعل صادر نہ ہو جائے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی طلبِ مغفرت (یعنی ان کی شفاعت) فرماتے رہا کریں (یہی ان کا سامان بخشش ہے)، اور (اے لوگو!) اللہ (دنیا میں) تمہارے چلنے پھرنے کے ٹھکانے اور (آخرت میں) تمہارے ٹھہرنے کی منزلیں (سب) جانتا ہے○

---

(۱) النساء، ۴:۶۴

(۲) محمد، ۴۷:۱۹

اس سے بڑھ کر توسّل من الرسول کی اہمیت و فضیلت کا اور کیا بیان ہوسکتا ہے جب اللہ تبارک وتعالیٰ خود حضور نبی اکرم ﷺ کو امت مصطفوی کی بخشش کا ذریعہ بتا دیتے ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے وسیلے سے معافی طلب کرنا مقبول ترین عمل تو ہے ہی لیکن اس سے بندے کا اپنے آقا و مولیٰ سے محبت کا اظہار بھی ہوتا ہے چنانچہ حضور نبی اکرم ﷺ کی سفارش سے صَرفِ نظر کرنا منافقانہ طرزِ عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ منافقین کے اس طرزِ عمل کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

۳۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا○[1]

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ (قرآن) کی طرف اور رسول (ﷺ) کی طرف آجاؤ تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے کہ وہ آپ (کی طرف رجوع کرنے) سے گریزاں رہتے ہیں○

یعنی جو ظاہراً مسلمان ہو کر بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونا اپنی ہتک سمجھتے ہیں اور آپ ﷺ کے توسّل کو ضروری خیال نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس سوچ پر اپنے غضب کا اظہار فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ یہ وہ غضب یافتہ لوگ ہیں کہ اگر آپ ﷺ نے خود (اپنی صفت رحمت العالمین کے باعث) ستر بار بھی ان کو معاف کرنے کے لئے کہا تو انہیں ہرگز معاف نہیں کروں گا کیونکہ یہ تو آپ کی شفاعت اور توسّل کے ہی منکر ہیں اور رب العزت کے حکم کے باوجود تیری سفارش سے اعراض کرتے رہے۔

۴۔ ارشاد ربانی ہے:

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ط اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ

---

(۱) النساء، ۴: ۶۱

الْفٰسِقِيْنَo[1]

آپ خواہ ان (بدبخت، گستاخ اور آپ کی شان میں طعنہ زنی کرنے والے منافقوں) کے لیے بخشش طلب کریں یا ان کے لیے بخشش طلب نہ کریں، اگر آپ (اپنی طبعی شفقت اور عفو و درگزر کی عادتِ کریمانہ کے پیشِ نظر) ان کے لیے ستر مرتبہ بھی بخشش طلب کریں تو بھی اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے ساتھ کفر کیا ہے، اور اللہ نافرمان قوم کو ہدایت نہیں فرماتاo

حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی رحمت و بخشش اور مغفرت کے دروازے ہر اس شخص کے لئے بند کر دیئے ہیں جو اس کے حبیب ﷺ کے وسیلے کا انکار کرے۔ یہ دراصل خارجیت کا فتنہ ہے جو امت محمدی کے بدن سے روحِ محمد ﷺ نکالنے کی سازش ہے۔ علامہ اقبال نے اپنے شعر میں اسی طرف اشارہ کیا ہے:

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان دین کی اصل روح کو سمجھتے ہوئے اسلام کی نظریاتی سرحدوں پر کیے جانے والے حملوں سے کبھی بے خبر نہ ہوں۔ اگر ایک بار خدانخواستہ امت کا رشتہ سرکارِ دو عالم ﷺ سے کٹ گیا تو غضب الٰہی سے ہمیں کوئی نہیں بچا سکتا۔ ہماری بقا کا واحد آسرا حضور نبی اکرم ﷺ کا وسیلہ ہے۔

وصالِ نبوی کے بعد وسیلے کا تصور

ذہن میں خیال آ سکتا ہے کہ یہ توسّل تو آپ ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ میں صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو میسر تھا، اب آپ ﷺ کے وصال مبارک کے بعد یہ کیوں کر ممکن ہے؟

---

(۱) التوبہ، ۹:۸۰

حقیقت یہ ہے کہ آقا ﷺ قبر انور میں زندہ ہیں۔ یہ جمیع مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ ظاہری حیات مبارکہ میں تو ہر کسی کو نظر آتے تھے لیکن اب آپ ﷺ کا چہرہ مقدس صرف ان کے لئے بے نقاب ہے جو دلِ بینا رکھتے ہیں۔ اور جن کے نفوس تزکیہ کے باعث راضیہ و مرضیہ کے مقام کے حامل ہیں۔ بقول شاعر:

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
کہ آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

ایسی بصارت حضور نبی اکرم ﷺ کے بے شمار عاشقوں کو حاصل رہی ہے۔ حضرت ابو العباس مرسی فرماتے ہیں:

لَوْ حُجِبَ عَنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ طَرْفَةَ عَيْنٍ مَا عَدَدْتُّ نَفْسِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ. (۱)

اگر پلک جھپکنے کی مدت کے لیے بھی میں رسول اللہ ﷺ کی نظروں سے اوجھل ہو جاؤں تو میں خود کو مسلمان تصور نہیں کرتا۔

شیخ ابو العباس مرسی کا یہ قول ان الفاظ کے ساتھ بھی منقول ہے:

لِيْ أَرْبَعَةُ سَنَةٍ مَا حُجِبْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَلَوْ حُجِبْتُ طَرْفَةَ عَيْنٍ مَا عَدَدْتُّ نَفْسِيْ مِنْ زُمْرَةِ الْمُسْلِمِيْنَ. (۲)

چالیس سال سے میں حضور نبی اکرم ﷺ کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوا، اگر پلک جھپکنے کی مدت کے لیے بھی میں اللہ کے محبوب رسول ﷺ کی نظروں سے اوجھل ہو جاؤں تو میں خود کو مسلمان تصور نہیں کرتا۔

---

(۱) ۱۔ سیوطی، الحاوی للفتاوی، ۲:۴۴۴
۲۔ آلوسی، روح المعانی، ۲۲:۳۶
(۲) شعرانی، الطبقات الکبری، ۲:۱۳

امام جلال الدین سیوطی نے ۷۵ مرتبہ حالتِ بیداری میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت فرمائی ہے۔ بے شمار ائمہ مجتہدین اور اولیائے کاملین ایسے گزرے ہیں جنہیں حضوری کا درجہ حاصل تھا ہر ایک کی روح سرکارِ دو عالم ﷺ کی روحانی بارگاہ میں حاضر ہوتی اور جس چیز کے بارے میں انہیں کچھ تردد ہوتا آپ ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں سوال کرتے کہ یارسول اللہ ! کیا یہ آپ کا ارشاد ہے یا نہیں؟ پھر بسا اوقات یہ بھی عرض کرتے کہ یارسول اللہ! ہمیں فلاں آیت سے یہ مسئلہ سمجھ میں آیا ہے اور فلاں حدیث مبارک سے ہمیں یہ مسئلہ معلوم ہوا ہے آپ اُسے پسند فرماتے ہیں یا نہیں؟ پھر سرکار ﷺ کے ارشاد یا اشارہ کے مطابق عمل کرتے۔ طبقات کبریٰ میں امام شعرانی نے بعض ایسی نابغہ روزگار شخصیات کے نام درج کئے ہیں جن پر آقا ﷺ اس سلسلے میں شفقت فرماتے تھے اور یہ آقا ﷺ کی نعمت و شفقت قیامت تک جاری و ساری رہے گی۔

حافظ ابن کثیر سے منقول ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں سفارش کی غرض سے روانہ ہوا۔ جب فاصلہ طے کر کے مدینہ منورہ پہنچا تو وہاں اسے معلوم ہوا کہ سرکارِ دوعالم ﷺ تو وصال فرما چکے ہیں۔ وہ شخص حضور ﷺ کے روضہ اقدس کے سامنے کھڑا ہوا اور زار و قطار رویا۔ عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ: میں تو آپ کے حضور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی دلوانے کی غرض سے حاضر خدمت ہوا تھا۔ اب یہ بدنصیب کہاں جائے کہ آپ ﷺ تو وصال فرما گئے ہیں اور میری سفارش نہ ہوسکی۔ اس طرح وہ آہ و زاری کرتا روتا ہوا گھر کو واپس چل دیا۔ پھر (راوی حضرت عتبی بیان کرتے ہیں کہ) انہیں اونگھ آئی تو خواب میں سرکارِ دوعالم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا:

يَا عُتْبِيُّ! إِلْحَقِ الْأَعْرَابِي فَبَشِّرْهُ أَنَّ اللهَ قَدْ غَفَرَلَهُ.(۱)

---

(۱) ۱۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۵۲۱
۲۔ ثعالبی، الکشف والبیان، ۱: ۳۸۷،
۳۔ ابن قدامہ، المغنی، ۳: ۲۹۸

اے عتبی! اٹھو(اور فلاں شخص کو جو بخشش کے لئے حاضر ہوا تھا اور مایوس واپس جا رہا ہے) اسے یہ مژدہ جاں فزا سنا دو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی شفاعت اور سفارش آج بھی حیاتِ ظاہری کی طرح اپنے امّتیوں کے لئے عام ہے۔ جو امّتی ظاہری طور پر مدینہ منورہ سے دور بیٹھ کر بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کو وسیلہ بنا کر معافی کا طلب گار ہوتا ہے اسے بلاشبہ سرکار دو عالم ﷺ کی شفاعت اپنی آغوشِ کرم میں لے لیتی ہے۔ اب اگر اُمت ہی غفلت کا شکار ہو جائے تو پھر دوسری بات ہے:

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے راہروِ منزل ہی نہیں

حضرت امام شعرانی نے وسیلہ سرکار دو عالم ﷺ پر کیا عمدہ کلام کیا ہے، فرماتے ہیں:

وَمِمَّا أَنْعَمَ اللهُ ﷻ بِهِ عَلَيَّ: جَعْلِيْ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَاسِطَةً بَيْنِيْ وَبَيْنَ اللهِ ﷻ فِيْ كُلِّ حَاجَةٍ طَلَبْتُهَا، لِأَنَّهٗ ﷺ كَبِيْرُ الْحَضْرَةِ الْإِلٰهِيَّةِ. فَسُؤَالُنَا رَبُّنَا ﷻ بِلَا وَاسِطَتِهٖ سُوْءُ أَدَبٍ مَعَهٗ ﷺ، وَلِأَنَّا لَا نَعْرِفُ الْأَدَبَ مَعَ اللهِ ﷻ لِعَدَمِ إِحَاطَتِنَا بِهٖ ﷻ بِخِلَافِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ. (۱)

اور مجھ پر اللہ تعالیٰ کا یہ بھی انعام ہے کہ جو حاجت بھی طلب کرتا ہوں اس میں اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان رسول اللہ ﷺ کو واسطہ بناتا ہوں۔ سرکار ﷺ دربارِ الٰہیہ کے منتظم اعلیٰ ہیں۔ پس آپ ﷺ کے واسطہ کے بغیر رب العزت سے مانگنا حضور ﷺ کی بے ادبی ہے۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ ہم اللہ سبحان و تعالیٰ کا احاطہ نہیں کر سکتے چنانچہ ہمیں اس کی بارگاہ کے ادب کا عرفان نہیں جب کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ عرفان حاصل ہے۔

(۱) شعرانی، لطائف المنن، ۱:۱۰۶

شیخ عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں:

إِيَّاكَ أَنْ تَحْذَفَ وَاسِطَةَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وتَكَلَّمَ اللهَ ﷻ بِلَا وَاسِطَتِهٖ، فَإِنَّكَ تَكُوْنُ إِذً ذَاكَ مُبْتَدِعًا لَا مُتَّبِعًا، وَالْكَامِلُ لَا يَطَأُ مَكَانًا لَا يَرٰى فِيْهِ قَدَمَ الْإِتِّبَاعِ لِنَبِيِّهٖ ﷺ فِيْهِ أَبَدًا.[1]

اس سے پرہیز کر کہ تو حضور ﷺ کا وسیلہ حذف کر کے اللہ ﷻ سے بلاواسطہ کلام کرے کیونکہ اس وقت تو بدعتی ہوگا اور بندۂ کامل اس جگہ قدم نہیں رکھتا جہاں اسے اپنے نبی پاک ﷺ کی اتباع کا قدم نظر نہیں آتا۔

بلاشبہ حضور نبی اکرم ﷺ واسطہ عظمٰی ہیں۔ سعادت مند ہیں وہ لوگ جنہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی رسالت کو رحمۃ اللعالمین کے عنوان سے پہچانا اور ساری کائنات سے ممتاز سمجھا اور نجات والوں میں سے ہوگئے۔

(۴) رحمت کی اُمید

توبہ کے آداب میں سے اہم ترین ادب یقین محکم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت و بخشش کا امیدوار ہونا ہے جبکہ خود رب العزت کا فرمان ہے:

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ ؕ اِنَّ اللهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۝[2]

تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ بے شک اللہ سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے ۝

اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ رحمت اور بخشش کی امید رکھنے سے انسان کے اندر مناجات کا داعیہ پیدا ہوتا ہے اور وہ اس کے حضور مانگنے میں لذت محسوس کرنے لگتا ہے۔ اس کی یہ رغبت اس میں عمل کرنے کی تحریک پیدا کرتی ہے۔ بندوں کو اللہ تعالیٰ سے امید اور حسنِ ظن کی بڑی

---

(۱) شعرانی، لطائف المنن، ۱:۱۰۶

(۲) الزمر، ۳۹:۵۳

ترغیب دی گئی ہے۔

۱۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ اِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ بِاللهِ تَعَالٰى الظَّنَّ. (۱)

تم میں سے کسی کو ہرگز موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا گمان رکھتا ہو۔

۲۔ آپ ﷺ نے اس ضمن میں مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي فَلْيَظُنَّ بِي مَا شَاءَ. (۲)

بندہ مجھے اپنے گمان کے مطابق پاتا ہے تو میرے بارے میں جو چاہے گمان کرے (یعنی اچھا گمان کرے)۔

۳۔ حضرت انس ﷺ سے مروی ہے کہ ایک شخص موت کی حالت میں مبتلا تھا۔ آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے اور پوچھا: اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ اس شخص نے عرض کیا: میں اپنے آپ کو یوں پاتا ہوں کہ مجھے اپنے گناہوں کا خوف ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید بھی رکھتا ہوں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب الامر بحسن الظن بالله تعالىٰ عند الموت، ۴:۲۲۰۵، رقم: ۲۸۷۷
۲۔ أبوداود، السنن، باب ما يستحب من حسن الظن باالله عند الموت، ۳:۱۸۹، رقم: ۳۱۱۳
۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۲:۴۰۳، رقم:۶۳۶

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴:۱۰۶، رقم:۱۷۰۲۰
۲۔ دارمی، السنن، ۲:۳۹۵، رقم: ۲۷۳۱
۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۲:۴۰۱، رقم:۶۳۳

لَا يَجْتَمِعَانِ فِي قَلْبِ عَبْدٍ فِي مِثْلِ هَذَا الْمَوْطِنِ إِلَّا أَعْطَاهُ اللهُ مَا يَرْجُو وَآمَنَهُ مِمَّا يَخَافُ.[۱]

اس وقت (یعنی مرنے کے وقت) کسی بندے کے دل میں یہ دو باتیں (امید اور خوف) جمع نہیں ہوتیں مگر اللہ تعالیٰ اسے اس کی امید کے مطابق عطا فرماتا ہے اور جس سے اس کو خوف ہوتا ہے اس سے محفوظ رکھتا ہے۔

بندہ اپنے احوال پر غور کرے تو اس پر یہ حقیقت کھلتی ہے کہ اس کے بیشتر شب و روز تو معصیت میں بسر ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قلب سلیم عطا فرمائے تو بندہ معافی مانگنے کی طرف راغب ہوتا ہے اور عزم کرتا ہے کہ آئندہ وہ ان گناہوں سے باز رہے گا لیکن بتقضائے بشریت پھر انہی غلط کاموں میں ملوث ہو جاتا ہے اور توبہ پر قائم رہ سکنے کو محال جانتے ہوئے دوبارہ توبہ کی طرف رجوع نہیں کرتا۔ وہ اس بات سے بے خبر ہے کہ اس کا رب اس کے توبہ پر قائم نہ رہ سکنے کے باوجود اس کا منتظر رہتا ہے کہ کب بندہ دوبارہ معافی کے لئے اس کے حضور رجوع کرتا ہے۔

پس چاہئے کہ بندہ اپنے گناہوں کی کثرت کی طرف نہ دیکھے بلکہ قادرِ مطلق کی رحمت کاملہ کو ہمیشہ اپنی نگاہوں کے سامنے رکھے اور ہر گناہ پر صدقِ دل سے معافی کا طلبگار رہے۔ درج ذیل دو احادیث مبارکہ اللہ تعالیٰ کی اسی رحمتِ کاملہ کو بیان کر رہی ہیں:

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنْبًا فَقَالَ: اللّٰهُمَّ، اغْفِرْ لِي ذَنْبِي. فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنْبًا فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ، ثُمَّ عَادَ

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی التشدید عند الموت، ۳:۳۱۱، رقم:۹۸۳

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الزهد، باب ذکر الموت والاستعداد له، ۲:۱۴۲۳، رقم:۴۲۶۱

فَأَذْنَبَ فَقَالَ: أَيْ رَبِّ، اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، فَقَالَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی: عَبْدِي، أَذْنَبَ ذَنْبًا فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَأَذْنَبَ فَقَالَ: أَيْ رَبِّ، اغْفِرْ لِي ذَنْبِي. فَقَالَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی: أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنْبًا فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ. اعْمَلْ مَا شِئْتَ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکَ. قَالَ عَبْدُ الْأَعْلٰی: لَا أَدْرِي أَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ: اعْمَلْ مَا شِئْتَ.(۱)

ایک بندے نے گناہ کیا اور کہا: اے اللہ! میرے گناہ بخش دے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے گناہ کیا ہے اور اس کو یقین ہے کہ اس کا رب گناہ معاف بھی کرتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے۔ پھر دوبارہ وہ بندہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے رب! میرا گناہ معاف کر دے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے گناہ کیا ہے اور اس کو یقین ہے کہ اس کا رب گناہ معاف بھی کرتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے۔ وہ بندہ پھر گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے رب! میرے گناہ کو معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے گناہ کیا ہے اور اس کو یقین ہے کہ اس کا رب گناہ معاف بھی کرتا ہے اور گناہ پر مواخذہ بھی کرتا ہے۔تم جو چاہو عمل کرو، میں نے تمہاری مغفرت کر دی۔ (راویِ حدیث) عبد الاعلیٰ نے کہا: مجھے یاد نہیں کہ آپ ﷺ نے تیسری یا چوتھی بار یہ فرمایا تھا: تم جو چاہو کرو۔

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ سے

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب وان تکررت الذنوب والتوبة، ۴، ۲۱۱۲:۲۷۵۸
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۴۹۲، رقم:۱۰۳۸۴
۳۔ أبو یعلی، المسند، ۱۱:۴۰۹، رقم:۶۵۳۴
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۲:۳۹۲، رقم:۶۲۵

روایت کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ اللهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ، ثُمَّ بَيَّنَ ذٰلِكَ، فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللهُ لَهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ، وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللهُ لَهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً. (۱)

اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور بدیاں لکھ دیں اور انہیں واضح فرما دیا ہے۔ پس جس نے نیک کام کا ارادہ کیا اور اسے کر نہ سکے تب بھی اللہ تعالیٰ اُس کے لیے پوری نیکی کا ثواب لکھ دیتا ہے اور اگر اس نے ارادہ کیا اور پھر اسے کر بھی لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس نیکیوں سے سات سو تک یعنی کئی گنا کر کے لکھ دیتا ہے اور جس نے برائی کا ارادہ کیا اور پھر اسے نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک کامل نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر ارادہ کیا اور اسے کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک برائی لکھتا ہے۔

حضرت ابان بن ابی عیاش رضی اللہ عنہ امید کا ذکر زیادہ فرماتے تھے کسی نے ان کو بعد وفات خواب میں دیکھا تو انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھا:

مَا الَّذِيْ حَمَلَكَ عَلٰى ذٰلِكَ؟ فَقُلْتُ: أَرَدْتُّ أَنْ أُحَبِّبَكَ إِلٰى خَلْقِكَ، فَقَالَ: قَدْ غَفَرْتُ لَكَ. (۲)

تم ایسا کیوں کرتے تھے؟ انہوں نے عرض کیا: یا اللہ! میں چاہتا تھا کہ تیری مخلوق کے دل میں تیری محبت ڈالوں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تجھے بخش دیا۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اگر بندہ کوئی خطا کر بیٹھے اور اس پر

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الرقاق، باب من هم بحسنة أو بسيئة، ۵:۲۳۸۰، رقم:۶۱۲۶

(۲) غزالی، احیاء علوم الدین، ۴:۱۴۵

وہ نادم بھی ہوتو اسے چاہیے کہ فوراً اپنے رب کی رحمت کی طرف رجوع کرے اور اس سے معافی طلب کرے۔ بار بار گناہ سرزد ہونے پر بار بار توبہ کرے کیوں کہ اللہ کی رحمت بہت وسیع اور اس کی ذات بڑی بے نیاز ہے۔

(ل) حضرت یحیٰ بن اکثم ؒ کی وفات کے بعد امت کے لیے بشارت

امام غزالی احیاء علوم الدین میں فضیلت رجا کے باب کے تحت نقل کرتے ہیں کہ ایک نہایت ہی عظیم بشارت حضرت یحیٰ بن اکثم ؒ سے ان کی وفات کے بعد امت تک پہنچی۔ حضرت یحیٰ بن اکثم ؒ کو وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا: اے بوڑھے! تو نے فلاں فلاں کام کئے؟ کہنے لگے کہ یہ سن کر مجھ پر اس قدر رعب طاری ہو گیا کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ پھر میں نے عرض کیا: اے میرے رب! حدیث شریف کے ذریعے مجھے تیرا یہ حال نہیں بتایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیرے سامنے میرے بارے میں کیا بیان کیا گیا؟ میں نے عرض کیا: مجھ سے حضرت عبدالرزاق نے بیان کیا وہ حضرت معمر سے وہ حضرت زہری سے وہ حضرت انس ؓ سے اور وہ تیرے نبی ﷺ سے روایت کرتے اور آپ ﷺ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ تو نے فرمایا کہ بندہ میرے بارے میں جو گمان کرتا ہے مجھے اسی طرح پاتا ہے۔ پس وہ جو چاہے گمان کرے۔ اور میرا گمان یہ تھا کہ تو مجھے عذاب نہیں دے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت جبرئیل نے سچ کہا، میرے نبی نے بھی سچ کہا، انس، زہری، معمر اور عبد الرزاق نے بھی سچ کہا ہے۔ حضرت یحیٰ ؒ بیان کرتے ہیں: پھر مجھے لباس پہنایا گیا اور جنت تک میرے آگے آگے غلام چلے۔[1] ہمارے لیے یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کا سوال کرتے ہیں۔

(۱) غزالی، احیاء علوم الدین، ۴:۱۴۵

(ب) یقینِ محکم کی اہمیت

ایک آدمی حضرت معاذ بن جبل ﷛ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے دو اشخاص کے بارے میں آپ کی رائے درکار ہے؛ ایک آدمی خوب سرگرمی اور محنت سے عبادت کرتا ہے، کثرت سے اعمال صالحہ بجا لاتا ہے، گناہ بھی کم کرتا ہے مگر اُس کا یقین کمزور ہے اور وہ اپنے معاملات میں کبھی کبھی شبہ کا شکار ہو جاتا ہے۔ حضرت معاذ ﷛ نے فرمایا: اس کا شک اس کے اعمال کو برباد کردے گا۔ اس نے پھر عرض کیا کہ اس آدمی کے بارے میں بتایئے جس کا عمل کم ہے مگر اس کا یقین قوی ہے اور اس کے گناہ بھی زیادہ ہیں (یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے بخشش کی قوی امید رکھتا ہے)۔ راوی بتاتے ہیں کہ حضرت معاذ ﷛ خاموش رہے۔ وہ آدمی کہنے لگا: اللہ کی قسم! اگر پہلے آدمی کے شک نے اُس کے نیک اعمال برباد کر دیے تو دوسرے آدمی کا یقین اس کے تمام گناہوں کو مٹا دے گا۔ راوی بتاتے ہیں کہ حضرت معاذ ﷛ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اٹھ کھڑے ہوئے، پھر فرمایا:

مَا رَأَيْتُ الَّذِیْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْ هَذَا.(۱)

میں نے اس سے زیادہ صاحب فقاہت کوئی نہیں دیکھا۔

(ج) عفو و درگزر کی حقیقت

حجۃ الاسلام امام غزالی نے مکاشفۃ القلوب میں امانت اور توبہ کے باب میں یہ واقعہ نقل کیا ہے:

حضرت موسیٰ ؑ کے زمانہ میں ایک شخص توبہ کرتا لیکن ثابت قدم نہ رہتا یہاں تک کہ بیس سال گزر گئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ ؑ کی طرف وحی فرمائی کہ میرے اس بندے کو کہہ دو کہ میں تجھ سے سخت ناراض ہوں۔ جب موسیٰ ؑ نے اس شخص کو اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا تو وہ بہت پریشان ہو گیا۔ جنگل بیابان کا رخ کیا، وہاں جا کر رب العزت کے حضور عرض کیا: اے

(۱) أبو طالب مکی، قوت القلوب، ۱:۲۷۶

رب ذوالجلال! تیری رحمت جاتی رہی یا میرے گناہ نے تجھے دکھ دیا۔ تیری بخشش کے خزانے ختم ہو گئے یا بندوں پر تیری نگاہ کرم نہیں رہی؟ تو کریم ہے میں بخیل ہوں۔ کیا میرا بخل تیرے کرم پر غالب آ گیا ہے؟ اگر تو نے اپنے بندوں کو اپنی رحمت سے محروم کر دیا تو وہ کس کے دروازے پر جائیں گے۔ اگر تو نے انہیں راندہ درگاہ کر دیا تو وہ کہاں جائیں گے؟ اے رب قادر و قہار! اگر تیری بخشش جاتی رہی اور میرے لئے عذاب ہی رہ گیا ہے تو تمام گناہ گاروں کا عذاب مجھے دے دے۔ میں ان پر اپنی جان قربان کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: 'میرے بندے سے کہہ دو کہ تم نے میری کمالِ قدرت اور عفو و درگزر کی حقیقت کو سمجھ لیا ہے۔ اگر تیرے گناہ زمین کے برابر ہوں تب بھی میں بخشش دوں گا'۔ (۱)

یہ ادبِ توبہ بندے کو ہمیشہ اللہ رب العزت کی عفو و درگزر کی عظیم صفت کا امیدوار رکھتا ہے، اور وہ کبھی مایوسی کا شکار ہو کر اللہ کی رحمت سے نا امید نہیں ہوتا۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

وَاللهِ، لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْـلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا، وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشِ، وَلَخَرَجْتُمْ إِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْأَرُوْنَ إِلَى اللهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ. (۲)

اللہ کی قسم! جو کچھ مجھے معلوم ہے اگر تم جان لیتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے اور بستروں پر عورتوں سے لذت نہ حاصل کرتے، جنگلوں کی طرف نکل جاتے اور اللہ

---

(۱) غزالی، مکاشفة القلوب:۵۶

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الزهد، باب فی قول النبی ﷺ لو تعلمون ما أعلم لضحکتم قليلا، ۴:۵۵۶، رقم:۲۳۱۲

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الزهد، باب الحزن والبکاء، ۲:۱۴۰۲، رقم:۴۱۹۰

۳۔ حاکم، المستدرک، ۲:۵۵۴، رقم:۳۸۸۳

تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے۔ مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں ایک درخت ہوتا جو کبھی کٹ جاتا۔

جب آپ نے یہ حقیقت حال صحابہ کرام ﷺ کو بتائی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا کہ آپ ﷺ کا ربّ فرماتا ہے کہ آپ میرے بندوں کو کیوں ناامید کرتے ہیں۔ چنانچہ حضور نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے اور صحابہ کرام ﷺ کو امید اور شوق دلایا۔(۱)

اس حدیث مبارکہ کے فوائد میں سے ایک اہم ترین بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور احسانات کا ذکر مقابلتاً زیادہ کیا جائے۔ گویا ایسا لگے کہ بندے مولیٰ کریم کو احسان فرمانے کی صفت سے ہی جانتے ہیں۔

(۵) درود وسلام کی کثرت

اہلِ محبت کے نزدیک حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں شب و روز ہدیہ درود و سلام پیش کرنا آدابِ توبہ میں سے اہم ترین ادب ہے۔ درود وسلام کی کثرت حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت کی علامت ہے۔ اس محبت کے طفیل انسان توبہ جیسی عظیم نعمت کا سزاوار ٹھہرتا ہے۔

یہ وہ مبارک فعل ہے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے خود کرتے ہیں اور ہمیں بھی ایسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝(۲)

بے شک اللہ اور اس کے (سب) فرشتے نبیِّ (مکرم ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو ۝

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۳: ۹۱، رقم: ۲۵۸۳
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰، ۳۸۷
(۲) الأحزاب، ۳۳: ۵۶

یہاں درود و سلام کے معانی و مطالب اور معارف بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ توبہ کے ادب کے عنوان کے تحت اس پاک اور بابرکت عمل کی افادیت بیان کی جارہی ہے۔

(ا) محبت دوطرفہ ہوتی ہے

درود و سلام ایسا مبارک فعل ہے کہ اس سے امتی کے دل میں حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت کا سمندر موجزن ہو جاتا ہے۔ یہ محبت یک طرفہ نہیں رہتی بلکہ اس کے نتیجے میں امتی پر سرکارِ دو عالم ﷺ کی عنایات و نوازشات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور گناہگار امتی حق تعالیٰ کی طرف سے ایسے ایسے لطف و انعامات کا حامل ہو جاتا ہے جس کا وہ اپنے اعمال کے باعث مستحق نہیں ہوتا۔ سیرتِ مطہرہ پر لکھی گئی کتب میں تواتر کے ساتھ نوازشاتِ الٰہیہ کے ایسے واقعات بکثرت موجود ہیں کہ بظاہر اعمالِ بد کے باعث جہنم ان کا ٹھکانا تھا لیکن حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں مداومت کے ساتھ ہدیۂ درود و سلام بھیجنے کے عمل نے انہیں بدبختی سے بچالیا۔

قبل اس بیان کے کہ اعمال کی کمی کے باوجود گناہ گار کیسے بخشے گئے ہم روزمرّہ کی ایک سادہ مثال سے اس امر کو واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ محض سلام عرض کرنے سے دو طرفہ محبت کیسے جنم لیتی ہے!

(ب) دوطرفہ محبت کی مثال

کسی صاحبِ ثروت کا گزر ایک ایسی جگہ سے ہوتا تھا جہاں ایک غریب پھلوں کی ایک معمولی سے ریڑھی لئے کھڑا ہوتا۔ جیسے ہی اس امیر آدمی کی گاڑی وہاں سے گزری اس غریب آدمی نے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر سلام کیا۔ امیر آدمی کو ایسے سلام نہ جانے کتنے لوگ کرتے تھے، اس نے اس کی طرف دیکھا تک بھی نہیں۔ وہ امیر آدمی اگرچہ اس پر کوئی توجہ نہ دیتا لیکن غریب ریڑھی بان نے پہلے دن کی طرح بڑے ادب سے سلام کرنے کا انداز جاری رکھا۔ دو تین ماہ بعد اتنا فرق پڑ گیا کہ جب وہ سلام کرتا تو وہ امیر شخص گاڑی کے شیشے سے اُدھر

دیکھ لیتا کہ کوئی اُسے سلام کرتا ہے۔ رفتہ رفتہ اب امیر شخص نے سر ہلا کر پھر ہاتھ ہلا کر جواب دینا شروع کر دیا۔ جب چھ ماہ گزر گئے تو محض سلام کرنے کے مسلسل عمل سے اب امیر شخص گاڑی کے اُس جگہ پہنچنے سے پہلے ہی ادھر دیکھنا شروع کر دیتا بلکہ شیشے نیچے کر کے اس کو مسکرا کر دیکھتا اور ہاتھ ہلا کر شکریہ بھی ادا کرتا۔ ایک دن جب وہ نظر نہ آیا تو اس امیر شخص نے اس کی کمی کو محسوس کیا۔ جب مسلسل تیسرے دن موجود نہ پایا تو گاڑی رکوائی اور کسی سے پوچھا کہ وہ ریڑھی والا کدھر گیا۔ پتہ چلا کہ بیمار ہے، وہ مزاج پرسی کے لئے اس نادار غریب کے گھر پہنچ گیا۔ ایک امیر آدمی کا نادار مستحق کے گھر تیمار داری کے لئے پہنچ جانا اُس نادار شخص کی سب پریشانیوں کا مداوا بن گیا، کس طرح ممکن ہوا؟ یہ اولاً یک طرفہ سلام سے شروع ہوا تھا۔ یہ مثال محض سمجھانے کی غرض سے بیان کی گئی ، وگرنہ کہاں آقا ﷺ کہ جو دونوں جہانوں کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے اور کہاں ایک بندۂ خطا کار!

کِتھے مہر علی، کِتھے تیری ثناء
گستاخ اَکھیاں کِتھے جا اڑیاں

(ج) درود شریف کا ثمر

امام سفیان ثوری نے طواف کعبہ کرتے ہوئے ایک ایسے جوان کو دیکھا جو قدم قدم پر درود شریف پڑھ رہا تھا۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: اے نوجوان! تم تسبیح وتہلیل چھوڑ کر صرف درود شریف ہی پڑھ رہے ہو، کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟ جوان نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ میں نے کہا: سفیان ثوری، تو اس نے کہا: اگر آپ کا شمار اللہ کے خاص بندوں میں نہ ہوتا تو کبھی بھی یہ راز آپ کو نہ بتاتا۔ ہوا یوں کہ میں اپنے بھائی کے ہمراہ حج کے ارادے سے نکلا۔ راستہ میں ایک جگہ میرا بھائی سخت بیمار ہو گیا۔ میں نے بہت علاج کیا لیکن اُس کی موت واقعہ ہوگئی۔ موت کے بعد اس کا چہرہ سخت سیاہ ہوگیا۔ اِس غم سے میری آنکھیں بوجھل ہو گئیں۔ اسی اثناء میں ایک شخص میرے بھائی کے پاس آیا جس کا چہرہ چراغ کی طرح روشن تھا، اس نے میرے بھائی کے چہرہ سے کپڑا ہٹا کر چہرے پر ہاتھ پھیرا، تو میرے بھائی کا چہرہ سفید

ہو گیا۔ جب وہ واپس تشریف لے جانے لگا تو میں نے دامن تھام کے عرض کیا: اس غریب الوطنی میں میرے بھائی کی آبرو رکھنے والے آپ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا:

أَنَا مَلَکٌ مُوَكَّلٌ بِمَنْ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، أَفْعَلُ بِهِ هٰكَذَا، وَقَدْ كَانَ أَخُوْكَ يُكْثِرُ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِ ﷺ وَكَانَ قَدْ حَصَلَتْ لَهٗ مِحْنَةٌ، فَعُوْقِبَ بِسَوَادِ الْوَجْهِ، ثُمَّ أَدْرَكَهُ اللهُ ﷻ بِبَرَكَةِ صَلَاتِهٖ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَأَزَالَ عَنْهُ ذٰلِكَ السَّوَادَ، وَكَسَاهُ هٰذَا الضِّيَاءَ. (۱)

میں وہ فرشتہ ہوں جس کو اسی کام پر مقرر کیا گیا ہے کہ جو کوئی حضور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے اس کے اِسی طرح کام آؤں۔ تمہار بھائی حضور نبی اکرم ﷺ پر کثرت سے درود بھیجا کرتا تھا۔ اب اس کو سیاہ رو ہونے کی سزا دی گئی، پھر اللہ تعالیٰ نے درود سلام کے تصدق سے اس کی دستگیری فرمائی، پس اس کے چہرے کی سیاہی ختم فرما دی اور اسے روشن و منور کر دیا۔

امام نبہانی نے عبد الواحد بن زید سے ایک روایت بیان کی ہے جس میں ہے کہ جب اس نوجوان کا والد مر گیا، اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا تو اس پر ہیبت طاری ہو گئی۔ اور وہ کہتا ہے کہ میں اسی رنج و الم میں مبتلا تھا کہ مجھ پر نیند طاری ہو گئی۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے باپ کے پاس چار حبشی کھڑے ہیں، ان کے ہاتھوں میں لوہے کے ستون ہیں، ایک سرہانے کی طرف، ایک پاؤں کی طرف، ایک دائیں اور ایک بائیں طرف۔ اچانک ایک حسین و جمیل بزرگ سبز کپڑوں میں ملبوس اس طرف آ نکلے۔ ان لوگوں سے فرمایا:

تَنَحَّوْا ، فَرَفَعَ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهٖ، فَمَسَحَ وَجْهَهٗ بِيَدَيْهِ، ثُمَّ أَتَانِي فَقَالَ: قُمْ، فَقَدْ بَيَّضَ اللهُ وَجْهَهٗ أَبِيْكَ، فَقُلْتُ مَنْ أَنْتَ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي؟ قَالَ: أَنَا مُحَمَّدُ رَسُوْلُ اللهِ. فَكَشَفْتُ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِ أَبِي فَإِذَا هُوَ أَبْيَضُ

---

(۱) نبهاني، سعادة الدارين:۱۳۸

الْوَجْهِ، فَأَصْلَحْتُ مِنْ شَأْنِهِ وَدَفَنْتُهُ.[1]

ہٹ جاؤ! میرے باپ کے چہرے سے کپڑا سرکایا، اس پر دونوں ہاتھ پھیرے، پھر میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اٹھو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کا چہرہ سفید کر دیا۔ میں نے عرض کیا: آپ پر میرے ماں باپ قربان! آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں محمد رسول اللہ (ﷺ) ہوں۔ میں نے اپنے باپ کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو چہرہ نور سے چمک رہا تھا، ان کی حالت مکمل طور پر درست ہو چکی تھی، میں نے ان کو دفن کر دیا۔

اس کے بعد امام نبہانی فرماتے ہیں:

فِي مِصْبَاحُ الظَّلَامِ: وَكَانَ هٰذَا الرَّجُلُ يَكْثُرُ الصَّلَاةَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ.[2]

کتاب مصباح الظلام میں ہے کہ یہ (مرنے والا) شخص نبی اکرم ﷺ پر بکثرت درود وسلام پڑھا کرتا تھا۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ درود وسلام کی کثرت نے مرنے کے بعد لوگوں کو تکلیف سے نجات دلائی۔

(د) درود وسلام قبر میں نجات کا ذریعہ

امام شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن نے القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع میں ایک حکایت درج فرمائی ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص انتہائی گناہگار تھا۔ جب وہ مر گیا تو لوگوں نے بغیر کفن دفن کے باہر پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اُسے غسل دو، نمازِ جنازہ پڑھو، میں نے اسے بخش دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: یا ربّ! تو نے اُسے کس عمل کی وجہ سے بخش دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

(۱) نبهانی، سعادة الدارين:۱۲۶

(۲) نبهانی، سعادة الدارين:۱۲۶

إِنَّهُ فَتَحَ التَّوْرَاةَ يَوْمًا فَوَجَدَ فِيهَا اسْمَ مُحَمَّدٍ ﷺ، فَصَلَّى عَلَيْهِ فَقَدْ غَفَرْتُ لَهُ بِذَلِكَ. (۱)

اس نے ایک دن تورات کو کھولا اور اس میں اسم محمد ﷺ لکھا ہوا پایا۔ تو اس نے آپ ﷺ پر درود پڑھا اس لئے میں نے اس کو معاف فرما دیا ہے۔

ایک صوفی نے بیان کیا کہ میں نے مسطح نامی ایک شخص کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا جو اپنی زندگی میں مزاحیہ طبیعت کے لئے بڑے مشہور تھے۔ میں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے معاف فرما دیا ہے۔ میں نے پوچھا کس عمل کے سبب؟ اس نے بتایا:

اسْتَمْلَيْتُ عَلَى بَعْضِ الْمُحَدِّثِيْنَ حَدِيْثًا مُسْنِدًا، فَصَلَّى الشَّيْخُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَصَلَّيْتُ أَنَا مَعَهُ، وَرَفَعْتُ صَوْتِي بِالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ. فَسَمِعَ أَهْلُ الْمَجْلِسِ، فَصَلُّوا عَلَيْهِ، فَغُفِرَ لَنَا فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ. (۲)

میں نے کسی محدث سے ایک مسند حدیث لکھوائی۔ میرے شیخ نے حضور نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھا تو میں نے بھی اُن کے ساتھ درود پڑھا اور میں نے بآوازِ بلند پڑھا تاکہ اہل مجلس بھی سن لیں۔ پھر انہوں نے بھی آپ ﷺ پر درود و سلام پڑھا۔ پس اُسی دن سے ہم سب کو بخش دیا گیا ہے۔

(ہ) درود پاک پر مداومت، توبہ کا سبب

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی 'سعادۃ الدارین' کے حصہ اوّل میں ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جسے عبدالواحد بن زید نے روایت کیا ہے کہ ہمارا پڑوسی جو بادشاہ کا خدمت گار تھا،

(۱) ۱۔ سخاوی، القول البديع فی الصلاة علی الحبيب الشفيع: ۱۲۴
۲۔ نبہانی، سعادة الدارين: ۸۷

(۲) نبہانی، سعادة الدارين، ۱: ۱۱۹

اللہ کی یاد سے نہایت ہی غافل اور فتنہ و فساد پھیلانے میں مشہور تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ اس کا ہاتھ حضور نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ میں ہے۔ میں نے عرض کیا: حضور! یہ برا شخص تو ان لوگوں میں سے ہے جو اللہ سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا دستِ اقدس اُس کے ہاتھ میں کیوں دے رکھا ہے؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے اس کا علم ہے اور سنو کہ میں اللہ کی بارگاہ میں اس کی سفارش کرنے جا رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ اس مقام پر کس وسیلے سے پہنچا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بِكَثْرَةِ صَلَاتِهٖ عَلَيَّ، فَإِنَّهٗ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ حِيْنَ يَأْوِيْ إِلٰى فِرَاشِهٖ يُصَلِّيْ عَلَيَّ أَلْفَ مَرَّةً، وَإِنِّيْ لَأَرْجُوْ أَنَّ اللهَ تَعَالٰى يَقْبَلُ شَفَاعَتِيْ فِيْهِ. (۱)

مجھ پر کثرت سے درود و سلام پڑھنے کی وجہ سے، یہ شخص ہر رات سونے سے پہلے مجھ پر ہزار مرتبہ درود و سلام بھیجا کرتا ہے اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرمائے گا۔

عبد الواحد کا بیان ہے کہ جب صبح کے وقت مسجد میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی نوجوان روتا ہوا مسجد میں داخل ہو رہا ہے۔ اس وقت میں اپنے دوستوں کے سامنے وہ سب کچھ بیان کر رہا تھا جو میں نے خواب میں اس کے متعلق دیکھا تھا۔ مسجد میں آ کر اُس نے مجھے سلام کیا، میرے سامنے بیٹھ گیا اور بولا: اے عبدالواحد! اپنا ہاتھ بڑھاؤ تاکہ میں تمہارے ہاتھ پر تائب ہو جاؤں۔ اس مقصد کے لئے حضور اقدس ﷺ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے اور آپ نے مجھ سے اس مذاکرے کا ذکر فرمایا ہے جو گزشتہ رات تمہارے اور حضور انور ﷺ کے درمیان میرے متعلق ہوا ہے۔ جب اس نے توبہ کر لی تو خواب کے بارے میں میرے استفسار پر بتایا کہ 'میرے پاس آقا علیہ السلام تشریف لائے تھے۔ آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ جو درود و سلام تم مجھ پر بھیجتے ہو اس کی وجہ سے میں اپنے ربّ کے ہاں ضرور تمہاری سفارش کروں گا۔ چنانچہ حضور نبی اکرم ﷺ نے میری شفاعت فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ صبح سویرے عبد الواحد کے

(۱) نبهاني، سعادة الدارين: ۱۳۵

پاس جانا اور اس کے ہاتھ پر توبہ کرنا اور مضبوطی سے قائم رہنا۔[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں استقامت کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں ہدیہ درود و سلام پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ یہ مبارک عمل قبر میں ہمارے لئے شفاعت کا وسیلہ بن سکے۔ (آمین) دعا کی قبولیت کے لیے درود و سلام کلیدی حیثیت کا حامل ہے۔ اس لیے استغفار کے آداب میں سے درود و سلام کی کثرت بھی شامل ہے۔

توبہ و استغفار کے آداب پر ہم نے اجمالی گفتگو کی ہے۔ توبہ کی قبولیت کے لیے ضروری ہے کہ ان آداب کا لحاظ رکھا جائے۔ ہمیں چاہیے کہ ذکر الٰہی کو اپنا معمول بناتے ہوئے کثرت سے استغفار کریں، حضور نبی اکرم ﷺ کے وسیلہ اور آپ ﷺ پر درود و سلام کے توسل سے اللہ رب العزت کی رحمت کی امید رکھیں۔ ان آداب سے مزین توبہ اللہ کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت حاصل کرتی ہے۔

---

(۱) نبهاني، سعادة الدارين:۱۳۵

باب چہارُم

اَقسامِ توبہ اور متعلقات

۱۔ گناہوں کے درجات

گناہوں کے دو درجات ہیں:

۱۔ الصغائر - یعنی چھوٹے گناہ

۲۔ الکبائر - یعنی بڑے گناہ

(۱) الصغائر (چھوٹے گناہ)

ان سے مراد وہ چھوٹے گناہ ہیں جو بے احتیاطی کی وجہ سے سرزد ہوتے ہیں مثلاً کسی کی بے ادبی، کسی کی معمولی حق تلفی، بری خواہشات یا برے خیالات کا دل میں کروٹ لینا وغیرہ۔ یہ ایسے کم درجہ کے گناہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے عذاب کی وعید نہیں فرمائی البتہ وہ عتاب فرماتا ہے، سرزنش کرتا ہے، تھوڑی سی سزا دیتا ہے تاکہ اُس کا بندہ اِسی مقام پر سنبھل جائے اور اُن پر اصرار کر کے اتنا بے حجاب نہ ہو جائے کہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے۔

امام ابو طالب مکی 'قوت القلوب (۱:۳۸۳)' میں فرماتے ہیں: یہ خیالات ہی ہیں جن سے وسوسہ کو قوت حاصل ہوتی ہے۔ جب وسوسے کثرت سے آنے لگیں تو شیطان کے لئے بندے کو مائل کرنے اور گناہ کو مزیّن کر کے اُس پر آمادہ کرنے کی راہ کھل جاتی ہے۔ اس طرح ایک تائب کے لئے یہ بڑی نقصان دہ اور خطرناک بات ہے کہ اس مقام پر اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سرزنش نہ آئے تو وہ اسے معمولی خطا سمجھے اور ہلاکت کے گہرے گڑھے میں جا گرے۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کی یہ توصیف فرمائی ہے کہ وہ پے در پے گناہ نہیں کرتے اور اگر گناہ ہو جائے تو نادم ہو کر فوراً نیکی کے کام سرانجام دیتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ.[1]

اور وہ برائی کو بھلائی کے ذریعے دفع کرتے ہیں۔

(۲) الکبائر (بڑے گناہ)

اس سے مراد وہ سب امور ہیں جن کے کرنے کی اللہ اور اس کے رسول کریم ﷺ نے سختی سے ممانعت فرمائی ہے۔ ان کے کرنے والوں کے لئے سخت عذاب کی وعید سنائی ہے اور لعنت کی ہے۔ ان میں سے چند یہ ہیں: ناحق قتل، زنا کاری، شراب نوشی، چوری، ڈاکہ زنی، دھوکا دہی، غیبت، بددیانتی، ملاوٹ، والدین کے ساتھ زیادتی وغیرہ۔ یہ سب بڑے گناہ ہیں۔

۲۔ توبہ کا محرک

سب گناہوں سے توبہ کرنا خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے طریقت کی راہ میں پہلا قدم ہے۔ گناہوں کو ترک کرنا خوفِ الٰہی کے سبب ہوتا ہے اس لیے توبہ کا محرک عذاب وعتاب ٹھہرا، یعنی بندے کے دل میں یہ بات گھر کر جائے کہ اگر اس نے توبہ نہ کی تو اسے عذاب اور غیض و غضب کا مستحق ٹھہرایا جائے گا۔

سچی توبہ کی ابتداء برے دوستوں کی مجلس سے الگ رہنے سے ہوتی ہے کیونکہ وہی اُسے اِس ارادہ سے باز رہنے پر اکساتے ہیں اور ارادہ کے درست ہونے میں شکوک پیدا کرتے ہیں۔ چنانچہ توبہ کے ارادے کی تکمیل اُسی وقت ممکن ہے جب انسان برے لوگوں کی سنگت یعنی صحبتِ بد سے کنارہ کشی اختیار کر لے۔ توبہ کے محرک یعنی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے خوف کو ہمیشہ پیش نظر رکھے۔ اسی سے طالب کے دل پر بُرے اعمال کی حقیقت منکشف ہوتی ہے اور وہ ممنوعہ افعال سے رک جاتا ہے۔ یوں تمام نفسانی اور شہوانی خواہشات توفیقِ ایزدی سے اس کے دل سے دور ہو جاتی ہیں۔

---

(۱) القصص، ۲۸:۵۴

توبہ کا ایک ایمان افروز واقعہ

سچی توبہ کے باب میں یہ امر پیش نظر رہے کہ توبہ کے سلسلے میں مختلف شرائط، آداب، مراحل اور محرکات جن کا گزشتہ صفحات میں ذکر کیا گیا، گناہگاروں کے لئے تو ضروری ہیں لیکن اللہ قادر مطلق ہے اور معافی دینے میں ان سے بے نیاز ہے۔ وہ چاہے تو سچے دل سے اس کی طرف رجوع کرنے والے کے پہلے ہی قدم پر اُس کی ساری زندگی کے گناہ معاف کر دے اور شفقت فرماتے ہوئے غیر معمولی کرم نوازی فرمائے۔ اِس ضمن میں حضرت مولانا روم نے اپنی مثنوی میں ایک واقعہ بیان کیا ہے جو بڑا ایمان افروز ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک سارنگی بجانے والے نے اپنی جوانی میں جب اس کی آواز سریلی تھی اور انگلیاں خوب ساز بجاتی تھیں، خوب شہرت اور دولت کمائی۔ ہر پیر و جوان اس کے ساز اور آواز کا دل دادہ تھا۔ لیکن جب بڑھاپے کا زمانہ آیا تو جسمانی اعضاء اور آواز میں جوانی جیسی تاثیر اور کشش نہ رہی۔ اب نہ انگلیاں ساز بجا سکتی تھیں نہ آواز باقی رہی۔ اب اس کی مکروہ آواز کو کون سنتا؟ جب فاقہ کشی کی نوبت آ پہنچی تو وہ خود سے کہنے لگا: اب جب میری سارنگی کوئی نہیں سنتا، میں اُسے صرف اللہ کے لئے بجاؤں گا اور اپنے راگ صرف مولا کو ہی سناؤں گا۔ وہ مدینہ پاک سے باہر قبرستان میں پہنچ گیا اور اپنا راگ اور ساز اللہ تعالیٰ کو سنانے لگا۔ اُس نے کہا: اے خدا! تو نے مجھے بہت مہلت دی لیکن میں نے ستر سال مسلسل گناہ ہی کئے۔ اے خدا! تو نے ایک دن بھی عطا واپس نہیں لی۔ روتے روتے غش کھا کر ایک قبر پر گر پڑا۔ اُدھر دوپہر کا وقت تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شدید نیند محسوس ہوئی۔ خیال آیا کہ یہ کوئی اللہ تعالیٰ کا امر معلوم ہوتا ہے۔ جونہی نیند کے لئے لیٹے، خواب میں حکم دیا گیا کہ ہمارا ایک دوست قبرستان میں پڑا ہے۔ اُسے سات سو درہم پہنچاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نیند سے بیدار ہوئے۔ بیت المال سے سات سو درہم لئے اور اللہ کے دوست کی تلاش میں چل پڑے۔ قبرستان کے مسلسل تین چکر لگائے۔ سوائے ایک بوڑھے سارنگی بجانے والے کے کوئی نظر نہ آیا۔ پہلے سوچا یہ تو اللہ کا دوست نہیں ہوسکتا لیکن جب کوئی دوسرا نہ ملا تو بڑے ادب سے اس

کے قریب بیٹھ گئے۔ اچانک آپ ﷺ کو چھینک آئی تو وہ اُٹھ بیٹھا۔ حضرت عمر ﷺ کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ دل میں کہنے لگا: 'اے اللہ! تو نے تو مجھے محتسب کے حوالے کر دیا'۔ حضرت عمر ﷺ اس کی کیفیت کو سمجھ گئے۔ فرمانے لگے: 'ڈرو مت، مجھے اللہ تعالیٰ نے تیری خدمت کے لئے بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ نے تیری خصلت کی تعریف کی ہے اور تجھے سلام کہا ہے'۔ اور سات سو درہم اس کے حوالے کئے۔ اس پر سارنگی بجانے والا بوڑھا بے اختیار روتے ہوئے کہنے لگا: 'اے بے مثال خدا! یہ سارنگی ہی میرا پردہ تھی جس نے ستر سال میرا خون پیا'۔ سارنگی کو زمین پر دے مارا اور ریزہ ریزہ کر دیا۔ حضرت عمر ﷺ نے فرمایا: 'تیرا یہ رونا خوش بختی کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف تیری ایک توبہ نے تیری کایا پلٹ دی'۔[1]

اس واقعہ کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ توبہ کے سلسلے میں ہمیں اپنا جائزہ لیتے ہوئے اندازہ کرنا چاہیے کہ ہم کس مقام پر کھڑے ہیں؟ یہ توبہ کا پہلا زینہ ہے اور ہماری یہ حالت ہے کہ ہم اس تک رسائی سے بھی بہت دور ہیں۔ یہ سوال ہمیں چونکا دینے کے لئے کافی ہے کہ کیا ہمارا شمار اللہ تعالیٰ کے اُن عام بندوں میں بھی ہوتا ہے جو عذابِ جہنم کے خوف سے بارگاہِ الٰہی میں رجوع کر لیتے ہیں؟ یا ابھی تک ہم اس توفیق سے بھی محروم ہیں۔

۳۔ محرکاتِ توبہ

ہر فعل کو کرنے اور ہر کام کو انجام دینے کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہوتا ہے۔ ہر فعل کے پیچھے جو جذبہ اور سبب فاعل کو اس کی تحریک دیتا ہے اُسے محرِّک کہتے ہیں۔ محرِّکات کی تعداد چار ہے:

۱۔ پہلی توبہ کا محرِّک ...... خوفِ عذاب ہے

۲۔ دوسری توبہ کا محرِّک ...... طلب اجر و ثواب ہے

۳۔ تیسری توبہ کا محرِّک ...... احساسِ قرب الٰہی ہے

---

(۱) جلال الدین رومی، مثنوی:۲۵-۲۶

۴۔ چوتھی توبہ کا محرّک ...... احساسِ شرم و حیا ہے

۴۔ توبہ کی اقسام

بنیادی طور پر توبہ اپنے گناہوں سے نادم اور شرمندہ ہو کر آئندہ زندگی میں ان سے باز رہنے کے مصمم عزم کے ساتھ بارگاہِ صمدیت میں متوجہ ہونے کا نام ہے۔ تاہم محرکات و مراتب کے حوالے سے توبہ کی مختلف اقسام ہیں۔

توبہ کی اقسام کے ضمن میں عرفاء کے ہاں مختلف اقوال ہیں۔ تاہم تمام اقوال و آراء کو سامنے رکھیں تو مجموعی طور پر اس کی چار قسمیں ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ توبۂ نصوح

۲۔ توبۂ انابت

۳۔ توبۂ استجابت

۴۔ توبۂ استحیاء

ذیل میں توبہ کی اِن اَقسام کی ترتیب وار تفصیل بیان کی جاتی ہے تاکہ دل میں اِس سفر کا شوق پیدا ہو اور جب سفر اللہ کی توفیق سے شروع ہو جائے تو پھر مختلف منازل کا شوق اُسے تکمیلِ سفر تک آمادۂ عمل رکھے۔

(۱) توبۂ نصوح

نصوح در اصل نصح سے مشتق ہے جس کے معنٰی ہیں؛ 'خالص اللہ کے لئے'۔ توبۂ نصوح کا مطلب یہ ہے کہ محض اللہ تعالیٰ کی خاطر گناہوں اور بداعمالیوں سے توبہ کرنا۔ انسان پہلے خواہشِ نفس کی خاطر گناہوں کا ارتکاب کر رہا تھا، اب جب خواہشِ نفس سے ہٹ کر قلبِ سلیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا تو اس کا یہ رجوع کرنا توبۃ النصوح کہلایا۔ یہ عام مومنین کی توبہ ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوا:

۱۔ يَـٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا تُوۡبُوۡٓا اِلَى اللّٰهِ تَوۡبَةً نَّصُوۡحًا.[۱]

اے ایمان والو! تم اللہ کے حضور رجوعِ کامل سے خالص توبہ کرلو۔

۲۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَتُوۡبُوۡٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيۡعًا اَيُّهَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ○[۲]

اورتم سب کے سب اللہ کے حضورتوبہ کرو اے مومنو! تا کہ تم (ان احکام پر عمل پیرا ہو کر) فلاح پا جاؤ○

حضرت ذو النون مصری کے نزدیک یہ توبہ عام آدمی کے گناہوں سے تائب ہونے سے عبارت ہے۔[۳] امام ابو القاسم قشیری فرماتے ہیں: یہ مومنین کی ایسی صفت ہے جس کے تحت انسان تمام شہوات سے نادم ہوکر اللہ رب العزت کی طرف یوں لوٹ آتا ہے کہ کبھی دوبارہ اُس گناہ کی طرف رخ بھی نہیں کرتا جس کے باعث ندامت اٹھانی پڑے۔[۴] اِس توبہ کا محرّک رضائے الٰہی کا حصول اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف ہوتا ہے جس کے زیرِ اثر بندہ گناہوں سے بچنے کے لئے تائب ہوتا ہے۔

(۲) توبۂ انابت

یہ توبۂ نصوح سے اگلے درجہ کی توبہ ہے۔ اس توبہ کا محرک طلبِ اجر و ثواب ہے۔ بندہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو۔ اس مقام پر بندہ صغائر اور کبائر گناہوں سے تو اللہ کی توفیق سے پہلے ہی پاک ہو چکا ہوتا ہے، اس لئے عذاب کا خطرہ تو محسوس نہیں کرتا، اب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مزید عنایات اور بخششوں کا طالب ہوتا ہے۔ حضرت سید علی بن عثمان

---

(۱) التحریم، ۸:۶۶

(۲) النور، ۳۱:۲۴

(۳) قشیری، الرسالۃ، ۲۱۲:۱

(۴) قشیری، الرسالۃ، ۲۰۸:۱

ہجویری کے قول کے مطابق انابت اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور مقربانِ خاص کا مقام ہے۔[۱] جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍo[۲]

جو (خدائے) رحمان سے بِن دیکھے ڈرتا رہا اور (اللہ کی بارگاہ میں) رجوع و اِنابت والا دِل لے کر حاضر ہواo

یہ خواص کی توبہ ہے جو توبۃ النصوح کے بعد کا درجہ ہے۔ یہ وہ خاص بندے ہیں جو عبادت و ریاضت اور مجاہدہ و مشاہدہ کے بعد اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ بندگانِ خاص مولیٰ کی بندگی کی لذتوں اور حلاوتوں سے سرشار ہوتے ہیں۔ یہ معافی اور گناہوں سے تو پہلے ہی پاک ہو چکے ہوتے ہیں تاہم جب کبھی یادِ الٰہی سے غافل ہوتے ہیں تو یہی غفلت اُن کا گناہ قرار پاتی ہے۔ لہٰذا اُن کی توبہ اس غفلت سے ہوتی ہے۔

شیخ ذوالنون مصری فرماتے ہیں:

تَوْبَةُ الْعَوَامِ مِنَ الذُّنُوْبِ وَتَوْبَةُ الْخَوَاصِ مِنَ الْغَفْلَةِ.[۳]

عام لوگوں کی توبہ گناہوں سے ہوتی ہے اور خواص کی توبہ غفلت سے ہوتی ہے۔

(۳) توبۂ استجابت

یہ توبۂ انابت سے بھی اونچے درجہ کی توبہ ہے۔ اس مقام پر بندے کی توبہ کا محرک نہ تو خوف عذاب ہوتا ہے اور نہ طلبِ ثواب بلکہ توبہ استجابت میں یہ خیال محرک ہوتا ہے کہ میں بندہ ہو کر گناہ اور ظلم کا مرتکب ہو رہا ہوں حالانکہ وہ تو میری شہ رگ سے بھی قریب تر ہے۔ جیسے وہ خود فرماتا ہے:

(۱) علی بن عثمان ہجویری، کشف المحجوب:۴۲۹
(۲) ق، ۵۰: ۳۳
(۳) قشیری، الرسالۃ، ۱:۲۱۲

۱۔ وَ نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَيۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِيۡدِ۝[1]

اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے احساسِ قرب کے بالمقابل بندہ جب اپنی کوتاہیوں پر غور کرتا ہے تو ندامت کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔ اس احساس سے اُسے مالک حقیقی کی طرف رجوع کرنے کی توفیق ملتی ہے۔

۲۔ درج ذیل آیت مبارکہ اس مقام کو بیان کر رہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِيۡبٌ ط اُجِيۡبُ دَعۡوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلۡيَسۡتَجِيۡبُوۡا لِیۡ وَلۡيُؤۡمِنُوۡا بِیۡ لَعَلَّهُمۡ يَرۡشُدُوۡنَ۝[2]

اور (اے حبیب!) جب میرے بندے آپ سے میری نسبت سوال کریں تو (بتا دیا کریں کہ) میں نزدیک ہوں، میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے، پس انہیں چاہئے کہ میری فرمانبرداری اختیار کریں اور مجھ پر پختہ یقین رکھیں تاکہ وہ راہِ (مراد) پا جائیں۝

بلاشبہ اللہ رب العزت ہر پکارنے والے کی التجا کو سماعت فرما کر دستگیری فرماتا ہے۔ قرآن حکیم میں سورۃ الانبیاء میں علو مرتبت انبیائے کرام علیہم السلام کی نداؤں، التجاؤں اور پھر ان پر اپنی پیار بھری عنایات اور کرم نوازیوں کا ذکر محبت بھرے انداز میں یوں کیا گیا ہے کہ حوصلہ پا کر گنہگار کا دستِ سوال اللہ تعالیٰ کے حضور اٹھ جاتا ہے۔

۳۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے حوالے سے ارشاد ربانی ہے:

وَاَيُّوۡبَ اِذۡ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیۡ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِيۡنَ۝ فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ فَکَشَفۡنَا مَا بِهٖ مِنۡ ضُرٍّ وَّاٰتَيۡنٰهُ اَهۡلَهٗ وَمِثۡلَهُمۡ مَّعَهُمۡ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا

(۱) ق، ۵۰: ۱۶

(۲) البقرۃ، ۲: ۱۸۶

وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ○[1]

اور ایوب (علیہ السلام کا قصّہ یاد کریں) جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف چھو رہی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر مہربان ہے○ تو ہم نے ان کی دعا قبول فرما لی اور انہیں جو تکلیف (پہنچ رہی) تھی سو ہم نے اسے دور کر دیا اور ہم نے انہیں ان کے اہل و عیال (بھی) عطا فرمائے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور (عطا فرما دیے) یہ ہماری طرف سے خاص رحمت اور عبادت گزاروں کے لیے نصیحت ہے (کہ اللہ صبر و شکر کا اجر کیسے دیتا ہے)○

۴۔ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ○ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ○[2]

اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل (علیہم السلام کو بھی یاد فرمائیں)، یہ سب صابر لوگ تھے○ اور ہم نے انہیں اپنے (دامنِ) رحمت میں داخل فرمایا۔ بے شک وہ نیکو کاروں میں سے تھے○

۵۔ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ○ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ○[3]

اور ذوالنون (مچھلی کے پیٹ والے نبی علیہ السلام کو بھی یاد فرمایئے) جب وہ (اپنی قوم پر) غضب ناک ہو کر چل دیے پس انہوں نے یہ خیال کر لیا کہ ہم ان پر (اس سفر میں) کوئی تنگی نہیں کریں گے پھر انہوں نے (دریا، رات اور مچھلی کے پیٹ کی تہہ در تہہ)

---

(۱) الأنبیاء، ۲۱:۸۳-۸۴

(۲) الأنبیاء، ۲۱:۸۵-۸۶

(۳) الأنبیاء، ۲۱:۸۷-۸۸

تاریکیوں میں (پھنس کر) پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تیری ذات پاک ہے، بے شک میں ہی (اپنی جان پر) زیادتی کرنے والوں میں سے تھاo پس ہم نے ان کی دعا قبول فرما لی اور ہم نے انہیں غم سے نجات بخشی، اور اسی طرح ہم مومنوں کو نجات دیا کرتے ہیںo

۶۔ **وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ o فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ط اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ط وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَo**[1]

اور زکریا (علیہ السلام کو بھی یاد کریں) جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا: اے میرے رب! مجھے اکیلا مت چھوڑ اور تو سب وارثوں سے بہتر ہےo تو ہم نے ان کی دعا قبول فرما لی اور ہم نے انہیں یحیٰی (علیہ السلام) عطا فرمایا اور ان کی خاطر ان کی زوجہ کو (بھی) درست (قابلِ اولاد) بنا دیا۔ بے شک یہ (سب) نیکی کے کاموں (کی انجام دہی) میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں شوق و رغبت اور خوف و خشیّت (کی کیفیتوں) کے ساتھ پکارا کرتے تھے، اور ہمارے حضور بڑے عجز و نیاز کے ساتھ گڑگڑاتے تھےo

(۴) توبۂ استحیاء

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بندہ جب قرب کے مقام پر متمکن ہو جاتا ہے تو اس کے قلب و روح میں یہ خیال غالب آ جاتا ہے کہ میں گناہ کرتا ہوں مگر میرا رب میرے گناہ کے باوجود لطف و احسان فرماتا ہے۔ اس لطف و احسان سے اسے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے، اس حیا کے نتیجے میں توبہ کرنا توبۂ استحیاء ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے مقبول ترین بندوں کی توبہ ہے۔

بعض عارفوں نے توبہ استجابت اور توبہ استحیاء کو توبہ انابت کے درجہ میں رکھا ہے۔ اس توبہ کا حامل اوّاب کہلاتا ہے۔ سید علی بن عثمان ہجویری **کشف المحجوب** میں توبہ و متعلقات

(۱) الأنبیاء، ۲۱: ۸۹-۹۰

کے باب میں بیان کرتے ہیں کہ یہ انبیاء و مرسلین کا مقام ہے، جیسا کہ فرمایا گیا:

نِعۡمَ الۡعَبۡدُ ؕ اِنَّـهٗۤ اَوَّابٌ ○[1]

وہ کیا خوب بندہ تھا، بے شک وہ بڑی کثرت سے توبہ کرنے والا ہے○

حاصل کلام

پہلے درجہ کے توبہ کرنے والے کو تائب کہتے ہیں۔ اس کی شان یہ ہے کہ وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔ جب پہلے درجہ کی توبہ کی برکات کا یہ حال ہے تو توبۂ انابت کے حامل عبدِ منیب پر اللہ تعالیٰ کی نوازشات کا کیا حال ہوگا! تیسرے اور چوتھے درجہ کی توبہ کے حاملین کو اوّاب کہتے ہیں۔ جب تائب کا یہ حال ہے کہ کوئی گناہ اس کے نامۂ اعمال میں نہیں رہتے۔ جب وہ منیب ہوا تو اللہ تعالیٰ کی نوازشات اور عنایات کا مستحق ٹھہرا۔ اب اوّاب ان سب سے بلند درجہ کا مستحق ہے جو ہر دم رب العزت کے قرب کی جنتوں میں مولیٰ کی حضوری کا شرف پاتا ہے۔ بلاشبہ یہ مرتبہ انبیاء و رسل علیہم السلام کا ہے۔

اس درجہ کے حامل وہ بندگانِ خدا ہیں جن کے دلوں میں ماسوا اللہ کا خیال تک نہیں آتا۔ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی محبت کے چراغ ان کے دل میں جگمگاتے رہتے ہیں۔ مولیٰ کی طلب اور آرزو کے سوا وہ کسی طلب کے روادار نہیں ہوتے۔ اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی درج ذیل حدیث مبارکہ سالک کو کبھی نہیں بھولنی چاہئے:

كَمْ مِنْ تَائِبٍ يَرِدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَظُنُّ أَنَّهُ تَائِبٌ وَلَيْسَ بِتَائِبٍ لِأَنَّهُ لَمْ يُحْكِمْ أَبْوَابَ التَّوْبَةِ.[2]

قیامت کے دن بہت سے لوگ ایسے ہوں گے جو خود کو تائب سمجھ کر آئیں گے مگر ان کی توبہ قبول نہیں ہوئی ہوگی اس لئے کہ انہوں نے توبہ کے دروازے کو (شرمندگی)

---

(۱) ص، ۳۸:۳۰

(۲) بیہقی، شعب الإیمان، ۵:۴۳۶، رقم: ۷۱۷۹

سے مستحکم نہیں کیا ہوگا۔

اس حدیث مبارکہ میں توبہ کے دروازے کو مستحکم کرنے سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے توبہ کے بعد گناہ نہ کرنے کا عزم نہیں کیا ہوگا۔ اپنی طاقت کی حد تک مظالم کو دفع نہیں کیا ہوگا۔ بعض امور کے لئے انہوں نے معافی مانگنے کو ضروری نہیں سمجھا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کو وہ آسان بات سمجھتے ہوں گے۔

چنانچہ گناہوں کو بھول جانا اور معمولی گناہوں کے لئے توبہ کو ضروری نہ سمجھنا انتہائی خطرناک اَمر ہے۔ تائب کو چاہیے کہ کبھی بھی نفس کے محاسبے سے غفلت نہ کرے اور موت سے پہلے ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھے۔

۵۔ درجاتِ بندگی کے اعتبار سے توبہ کی اقسام

عوام کی توبہ خواص اور عرفاء کی توبہ سے مختلف نوعیت کی ہوتی ہے۔ اس لئے عرفاء نے بندوں کے درجات کو سامنے رکھتے ہوئے توبہ کی تقسیم کی ہے۔ بعض عرفاء نے جن میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بھی شامل ہیں، اپنے حال کے مطابق توبہ کی تین اقسام یوں بیان کی ہیں:

۱۔ عوام کی توبہ

۲۔ خواص کی توبہ

۳۔ اخص الخواص کی توبہ

(۱) عوام کی توبہ

عام بندے گناہ سے نادم ہوکر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں۔ اس توبہ کے نتیجے میں بندے کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت علی ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خِيَارُكُمْ كُلُّ مُفْتَنٍ تَوَّابٍ.[1]

تم میں سے بہترین آدمی وہ ہے جو گناہ میں مبتلا ہونے کی صورت میں توبہ کرے۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنْبًا فَقَالَ: اللّٰهُمَّ، اغْفِرْ لِي ذَنْبِي. فَقَالَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰى: أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنْبًا فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ، ثُمَّ عَادَ فَأَذْنَبَ فَقَالَ: أَيْ رَبِّ، اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، فَقَالَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰى: عَبْدِي، أَذْنَبَ ذَنْبًا فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَأَذْنَبَ فَقَالَ: أَيْ رَبِّ، اغْفِرْ لِي ذَنْبِي. فَقَالَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰى: أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنْبًا فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ. اعْمَلْ مَا شِئْتَ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکَ.[2]

ایک بندے نے گناہ کیا اور کہا: اے اللہ! میرے گناہ بخش دے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے گناہ کیا ہے اور اس کو یقین ہے کہ اس کا رب گناہ معاف بھی کرتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے۔ پھر دوبارہ وہ بندہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے رب! میرا گناہ معاف کر دے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے گناہ کیا ہے اور اس کو یقین ہے کہ اس کا رب گناہ معاف بھی کرتا

(۱) ۱۔ بزار، المسند، ۲:۲۸۰، رقم:۷۰۰
۲۔ دیلمی، مسند الفردوس، ۲:۱۷۳، رقم:۲۸۶۲
۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵:۴۱۸، رقم:۱۶۰

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب وان تکررت الذنوب والتوبة، ۴:۲۱۱۲، ۲۷۵۸
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۴۹۲، رقم:۱۰۳۸۴
۳۔ أبو یعلی، المسند، ۱۱:۴۰۹، رقم:۶۵۳۴
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۲:۳۹۲، رقم:۶۲۵

ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے۔ وہ بندہ پھر گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے رب! میرے گناہ کو معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے گناہ کیا ہے اور اس کو یقین ہے کہ اس کا رب گناہ معاف بھی کرتا ہے اور گناہ پر مواخذہ بھی کرتا ہے۔تم جو چاہو عمل کرو، میں نے تمہاری مغفرت کر دی۔

عوام کی توبہ گناہوں سے ہوتی ہے۔ بندے شیطان اور نفس کے بہکاوے میں آ کر اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں اور ان سے گناہ سرزد ہو جاتے ہیں۔ ان گناہوں سے توبہ کر کے بندہ ان گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ گناہوں سے توبہ کرنا عوام کی توبہ کہلاتی ہے۔

(۲) خواص کی توبہ

اللہ تعالیٰ کے خواص ایسے صالح بندے ہوتے ہیں کہ گناہوں سے تو وہ پہلے ہی پاک ہوتے ہیں لیکن جو لمحہ مولیٰ کی یاد سے غفلت میں گزر جائے اس لمحے کو گناہ تصور کر کے توبہ کے خواستگار ہوتے ہیں۔ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو اپنے پنجابی شعر میں کیا خوب بیان کرتے ہیں:

جو دَم غافل سو دَم کافر، سانوں مرشد ایہہ پڑھایا ھو
سنیا سخن گیاں کھلا اَکھیں، اَساں چِت مولا ول لایا ھو

چنانچہ وہ اللہ رب العزت کی یاد اور ذکر سے غفلت میں گزری ہر ساعت کو لمحۂ کفر گردانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور معافی کے طلبگار رہتے ہیں۔

(۳) اخص الخواص کی توبہ

وہ طالبانِ مولیٰ جو ماسوائے اللہ ہر کسی کے خیال کو گناہ تصور کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں، اخص الخواص کی توبہ کے زمرے میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی توبہ کا محرک نہ تو گناہ کا خوف ہوتا ہے اور نہ ہی غفلت کا احساس بلکہ اللہ کے سوا ہر غیر کے خیال سے

بھی توبہ کرتے ہیں۔ یہ اللہ کے ایسے بندے ہیں کہ دنیا اور مافیہا کی ہر محبت سے تائب ہو چکے ہوتے ہیں۔ نفس کی غفلتیں ان پر غالب نہیں آتیں۔ محبوبِ حقیقی کی محبت کے سوا ہر محبت کو کفر گردانتے ہیں۔ اُن کی اس توبہ کے باعث انہیں محبوبین کے مقام پر بٹھا دیا جاتا ہے۔ ذیل میں اللہ کے دو محبوب بندوں کے احوال بیان کئے جاتے ہیں تاکہ اخص الخواص کی توبہ کی حقیقت سمجھ میں آ سکے۔

(ا) حضرت ابراہیم بن ادہم کا ایک عجیب واقعہ

حضرت ابراہیم بن ادہم نے جب اللہ تعالیٰ کی محبت میں بلخ کی سلطنت کو خیر باد کہا تو اس وقت آپ کا بیٹا بہت کم عمر تھا۔ وہ جب جوان ہوا تو حج کے لئے مکہ معظّمہ پہنچا۔ حضرت ابراہیم بن ادھم بھی اتفاق سے ان دنوں حج کے لئے پہنچے ہوئے تھے۔ دورانِ طواف آپ کی نظر اپنے لڑکے پر پڑی تو محبتِ پدری نے جوش مارا اور بے ساختہ نگاہیں بیٹے کے چہرے پر جم گئیں۔ اس کی کم سنی کا زمانہ یاد آ گیا۔ اتنی لمبی جدائی کے بعد اچانک ملاقات نے بے قابو کر دیا۔ محبت سے بے تاب ہو کر بیٹے سے لپٹ گئے اور روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو روانگی کے لئے اٹھے۔ بیٹے نے روک لیا۔ آپ نے آسمان کی طرف چہرہ اٹھایا اور عرض کیا: أَغِثْنِي (اے اللہ! میری مدد فرما)۔ یہ کہنا تھا کہ آپ کا صاحبزادہ زمین پر گر پڑا اور وفات پا گیا۔ ارادت مندوں نے عرض کیا: حضرت! یہ سب کیا ہے؟ فرمانے لگے: جب بچے کو پدری شفقت کے غلبہ میں شوق و محبت میں گلے سے لگایا تو ندا آئی: ہم سے دوستی کے بعد دوسرے کو دوست رکھتا ہے؟ یہ سن کر میں نے مولیٰ کے حضور عرض کیا: مولیٰ! توبہ کرتا ہوں، اب یا تو اس بیٹے کی جان لے لے یا پھر مجھے موت دے دے۔ چنانچہ یہ دعا بیٹے کے حق میں قبول ہو گئی۔ [۱]

اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اہلِ قرب محبت کے کس مقام پر فائز ہوتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی غیرت گوارہ نہیں کرتی کہ اس کے قرب والے کسی غیر کی محبت کا خیال بھی دل

(۱) فريد الدين عطار، تذكرة الاولياء:۵۸

میں لائیں، چاہے وہ اس کا خونی رشتہ ہی کیوں نہ ہو۔

(ب) حضرت رابعہ بصری کی بیماری

پردہ نشینوں کی مخدومہ، سوختۂ عشقِ الٰہی حضرت رابعہ بصری ریاضت و معرفت میں ممتاز زمانہ تھیں۔ یہ قربِ الٰہی کی مکین تھیں۔ ایک دفعہ سخت بخار میں مبتلا ہو گئیں۔ طویل عرصہ تک صاحبِ فراش رہیں۔ عقیدت مندوں نے عرض کیا: مائی صاحبہ! علاج کیوں نہیں کرواتیں؟ آپ خاموش رہیں۔ ایک بار اللہ کے مقرب ولی کے استفسار پر فرمایا: یہ بخار بطور سزا نازل ہوا ہے کیونکہ ایک بار دل میں جنت کی خواہش کر بیٹھی تو مولیٰ نے فرمایا: محبت کا دعویٰ ہم سے اور طلب جنت کی! مولیٰ نے عتاب فرمایا، تب سے بیمار پڑی ہوں۔[1] اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اخص الخواص کا معاملہ حق تعالیٰ کے حضور بالکل مختلف ہوتا ہے حتیٰ کہ جنت کو بھی اللہ تعالیٰ کا غیر سمجھا جاتا ہے۔

۶۔ روحانی ثقاہت و پختگی کے اعتبار سے توبہ کی تقسیم

بعض عرفاء نے سفر توبہ کی ایک تقسیم روحانی ثقاہت و پختگی کے اعتبار سے بھی کی ہے۔ اس کی تین اقسام ہیں:

۱۔ خطا سے ثواب تک

۲۔ درستگی سے پختگی تک

۳۔ خودی سے خدا تک

(ا) خطا سے ثواب تک

یہ عام گناہ گار بندے کی توبہ کا سفر ہے۔ بندے نے گناہ کیا خواہ وہ صغیرہ تھا یا کبیرہ، پھر اپنے کیے پر پشیمان ہوا، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور تائب ہوا۔ اُس کا یہ سفر خطا سے

(۱) فرید الدین عطار، تذکرۃ الأولیاء:۴۶

ثواب کی طرف ہوا۔

تصوف کی کتب میں تحریر تائبین کے بے شمار واقعات قاری کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔کبھی تو بندہ اللہ کی توفیق سے خود ہی اپنے گناہوں سے پریشان ہوکر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معافی کا طلب گار ہوتا ہے لیکن بسا اوقات اہل اللہ نے اللہ کی توفیق سے توبہ کی راہ میں بعض بندوں کی ایسی رہنمائی فرمائی کہ وہ اپنے وقت کے صاحبانِ ولایت قرار پائے۔ ایسے واقعات بیان کرنے کا واحد مقصد یہ ہوتا ہے کہ قارئین کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر اللہ تعالیٰ کی معاف کر دینے والی عظیم صفت سے بہرہ مند ہوکر توشہ آخرت جمع کرنے کی سعادت حاصل کرسکیں۔ اس ضمن میں ایک بادشاہ کا حضرت مالک بن دینار کے ہاتھوں تائب ہونے کا واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مالک بن دینار کے ہاتھوں تائب ہونے کا واقعہ

حضرت مالک بن دینار ایک روز فقیرانہ لباس پہنے ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ اچانک دیکھا ایک کنیز بڑی سج دھج اور جاہ وحشمت سے اپنی خادماؤں کے ہمراہ چلی جا رہی ہے۔ آپ نے اُس کنیز کو آواز دی اور پوچھا: کیا تیرا مالک تجھے بیچتا ہے۔ وہ تمسخرانہ لہجے میں ہنسی اور کہنے لگی کہ اگر وہ بیچ بھی دے تو تجھ جیسا مفلس فقیر کیسے خریدے گا؟ حضرت مالک بن دینار نے فرمایا: بہتر طریقے سے خرید سکتا ہوں۔ وہ ہنس پڑی اور دل لگی کرتے ہوئے ایک خادمہ سے کہا: اسے بھی بادشاہ کے پاس لے چلو۔ وہ دراصل بادشاہِ وقت کی خاص لونڈی تھی۔ سارا ماجرہ بادشاہ کے گوش گزار کیا۔ بادشاہ نے کہا: فقیر کو میرے سامنے پیش کرو۔ پوچھا: اے فقیر! اگر میں بیچنے کا ارادہ کرلوں تو اس کی کتنی قیمت دے سکتے ہو؟ حضرت مالک بن دینار فرمانے لگے: یہی کھجور کی سڑی ہوئی گٹھلی ہی تو اس کی قیمت ہے۔ میں تو اس سے کہیں اعلیٰ کنیز خرید سکتا ہوں۔ بادشاہ ہنس پڑا۔ دل لگی کرتے ہوئے کہنے لگا: اتنی کم قیمت لگانے کی وجہ پوچھ سکتا ہوں! آپ نے فرمایا: کیوں نہیں، اس سودے میں تو عیب ہی عیب ہیں۔ بادشاہ نے کہا: وہ کیا عیب ہیں؟ ذرا میں بھی تو سنوں۔ حضرت مالک بن دینار فرمانے لگے کہ یہ روزانہ منہ نہ دھوئے تو چہرہ پراگندہ ہو جاتا ہے۔ تیل نہ لگائے، کنگھی چوٹی نہ کرے تو بال غبار آلودہ اور بدنما

لگتے ہیں۔ خوشبو نہ لگائے تو بدبو آنے لگتی ہے۔ اس کی عمر زیادہ ہو جائے تو تیرے جیسے عاشق اسے چھوڑ جاتے ہیں۔ اس میں غلاظتیں بھی ہیں اور نجاستیں بھی۔ رنج و الم کا شکار بھی ہوتی ہے۔ یہ تو چند ظاہری عیب بیان کئے ہیں۔ ذرا باطنی حال بھی سن لو۔ بے وفا بھی بہت ہے۔ آج اگر تیری وفادار ہے، کل اگر تو نہ ہوا تو کسی دوسرے کی وفادار ہوگی۔ اسی طرح اُس سے بھی اظہارِ محبت کرے گی جس طرح آج تجھ سے ملتی ہے۔ اس کا اعتبار بھی نہیں۔ میرے پاس اس سے کم قیمت پر کہیں بہترین کنیزیں ہیں۔ اس لئے اس کی کم قیمت لگائی۔ بادشاہ نے کہا: اچھا، تم مجھے اپنی کنیزوں کی خوبیاں سناؤ۔ آپ فرمانے لگے: میرے پاس ایسی کنیزیں ہیں جو کافور اور کستوری کی آمیزش سے بنی ہوئی ہیں۔ مشک اور زعفران کے پانیوں میں پلی ہیں۔ تسنیم کے پانیوں میں نہاتی ہیں۔ اگر وہ اپنا لعابِ دہن کھارے کنوؤں میں ڈال دیں تو ان کا پانی شہد کی طرح شیریں اور خوش ذائقہ ہو جائے۔ اگر اپنی کلائی سورج کے سامنے کھول دیں تو وہ شرمندہ ہو جائے۔ اگر دنیا کی تاریکی پر اُن کا حسن ظاہر ہو جائے تو ساری دنیا شرق تا غرب روشن ہو جائے۔ پھر یہ دوستی نبھانے والی ہیں۔ بے وفا بھی نہیں۔ اب بتاؤ تمہاری کنیز اچھی ہے یا میری کنیزیں! اس نے کہا: کنیزیں تو پھر تمہاری ہی اچھی ہیں لیکن ذرا اُن کی قیمت تو بتاؤ؟ آپ نے کہا: وہ بہت سستی ہیں۔ بس رات کے اندھیرے میں دو رکعت نماز اور مولیٰ کی یاد میں کچھ لمحات کی آہ و زاری۔ یہ سن کر بادشاہ کی حالت غیر ہوگئی۔ اپنا شاہانہ لباس پھاڑ ڈالا اور حضرت مالک بن دینارؒ کے گلے لگ کر رونے لگا۔ کہنے لگا: اے فقیر! میری بخشش کی کوئی سبیل ہے؟ آپ نے فرمایا: جس مغالطے اور گھمنڈ میں گرفتار ہے اس سے باہر نکل آ۔ اُس نے تمام غلام اور کنیزیں آزاد کر دیں۔ جائیداد اللہ کی راہ میں تقسیم کر دی۔ تخت چھوڑا، ٹاٹ کا لباس پہن لیا، کنیز نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگی: اگر امیری میں تیری ساتھی تھی تو اب غریبی میں بھی تیری ساتھی بنتی ہوں۔ بادشاہ عارف کامل ہوا اور کنیز بھی عارفہ کاملہ ہوئی۔ اپنی باقی زندگی اللہ تعالیٰ کی یاد، آہ و بکا اور گریہ و زاری میں بسر کی۔ ان کے کامل رجوع نے انہیں وہ مقام عطا فرمایا جس کا رجوع سے پہلے کی زندگی کے حوالے سے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) درستگی سے پختگی تک

یہ توبہ کے سفر کا اگلا مرحلہ ہے۔ اس میں بندہ اپنے ارادے، اختیار اور طلب سے بھی تائب ہو جاتا ہے۔ یہ اہل ہمت اور خاص بندگانِ خدا کا مقام ہے۔ اس کا ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے ملتا ہے، جب کوہ طور پر آپ علیہ السلام نے عرض کیا:

قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ. (۱)

اے رب! مجھے (اپنا جلوہ) دکھا کہ میں تیرا دیدار کرلوں۔

جواب آیا:

لَنْ تَرٰنِیْ وَلٰـکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰنِیْ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًاج فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَکَ تُبْتُ اِلَیْکَ. (۲)

تم مجھے (براہِ راست) ہرگز دیکھ نہ سکو گے مگر پہاڑ کی طرف نگاہ کرو۔ پس اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو عنقریب تم میرا جلوہ کر لو گے۔ پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر (اپنے حسن کا) جلوہ فرمایا تو (شدّتِ انوار سے) اسے ریزہ ریزہ کردیا اور موسیٰ (علیہ السلام) بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ پھر جب اسے افاقہ ہوا تو عرض کیا: تیری ذات پاک ہے میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

جب حق تعالیٰ کے جلوۂ حسن کی تجلی منعکس ہوکر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر پڑی تو آپ علیہ السلام تاب نہ لاتے ہوئے بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آنے کے بعد جو کہا: تُبْتُ إِلَيْکَ (میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں) تو یہ توبہ نہ گناہ سے تھی نہ غفلت سے بلکہ یہ توبہ دراصل اپنی ذات کی ہر طلب اور خواہش و اختیار سے دستبردار ہونے کا اقرار تھا۔ اس مقام پر بندہ اپنی ذات کے

---

(۱) الأعراف، ۷:۱۴۳

(۲) الأعراف، ۷:۱۴۳

حوالے سے یوں تائب ہوتا ہے کہ مولیٰ اُسے جس حال میں رکھے وہ خوش رہتا ہے۔ یہ رضائے تام کا مقام ہے جہاں بندہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہو جاتا ہے۔

(٣) خودی سے خدا تک

توبہ کا یہ سفر عبدِ کامل کا مقام ہے۔ اس مقام پر بندے کا چلنا پھرنا اور کلام و سکوت سب کچھ اللہ کے لئے ہوتا ہے۔ کامل بندگی کا حامل شخص جب توبہ کرتا ہے تو یہ توبہ خودی سے خدا تک ہوتی ہے۔

١۔ ارشاد رب العزت ہوتا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى○(١)

اور وہ (اپنی) خواہش سے کلام نہیں کرتے○ اُن کا ارشاد سَراسَر وحی ہوتا ہے جو انہیں کی جاتی ہے○

٢۔ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى.(٢)

اور (اے حبیبِ محتشم!) جب آپ نے (ان پر سنگریزے) مارے تھے (وہ) آپ نے نہیں مارے تھے بلکہ (وہ تو) اللہ نے مارے تھے۔

٣۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ط يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ.(٣)

(اے حبیب!) بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت

---

(١) النجم، ٥٣: ٣-٤

(٢) الأنفال، ٨: ١٧

(٣) الفتح، ٤٨: ١٠

کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر (آپ کے ہاتھ کی صورت میں) اللہ کا ہاتھ ہے۔

یہ اس عبدِ کامل، حضور نبی اکرم ﷺ کی شان ہے جو اپنے ارادے اور اختیار سے پہلے ہی تائب ہو چکے ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے ظاہر و باطن کو اپنے ربّ کے ایسے سپرد کیا کہ آپ ﷺ کے ظاہر میں بھی اللہ تعالیٰ کا ہی رنگ ہے اور باطن میں بھی اللہ تعالیٰ ہی کا رنگ۔ اس کمال پر پہنچ کر یہ بندۂ کامل جب دن میں ایک سو مرتبہ توبہ طلب کرتا ہے تو ان کی یہ توبہ انہیں کس مقام تک لے جائے گی۔ یہ مقامِ مصطفیٰ ﷺ ہے جس کی حقیقت صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّهُ لَيُغَانُّ عَلٰى قَلْبِي وَإِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ.(۱)

میرے دل پر کبھی پردہ آ جاتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے ایک دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

گناہ سے ثواب، درستگی سے پختگی اور پھر خودی سے خدا تک رجوع کو اس تقسیم میں شامل کیا گیا ہے۔ گناہ گار اپنے گناہ کی بخشش اور مغفرت کے لیے توبہ کرتا ہے، عرفاء جو پہلے ہی درست ہی ہوتے ہیں لیکن اپنے مقام پر پختگی کے لیے توبہ کرتے ہیں اور سب سے اہم درجہ اپنی ذات کی نفی کر کے خدا کے حضور تک رسائی ہے۔ اس مقام پر بندہ اپنی ذات ختم کر لیتا ہے اور خدا کی رضا میں ہی راضی رہتا ہے۔ دوسری طرف خدا بھی اس مقام کے حامل اپنے بندے پر اپنی نوازشات اور عنایات کی بارش کر دیتا ہے۔

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب استحباب الاستغفار والاستكثار منه، ۴: ۲۰۷۵، رقم: ۲۷۰۲

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۱۱، رقم: ۱۷۸۸۲

۳۔ أبو داود، السنن، كتاب، باب الاستغفار، ۲: ۸۴، رقم: ۱۵۱۵

۴۔ بخاري، التاريخ الكبير، ۲: ۴۳، رقم: ۱۶۲۹

۵۔ نسائي، السنن الكبرى، ۶: ۱۱۶، رقم: ۱۰۲۷۶

۷۔ گناہوں کی اقسام کے حوالے سے توبہ کے درجات

یوں تو توبہ کہنے کو ایک لفظ ہے لیکن درحقیقت یہ اتنا بڑا عمل ہے کہ صدقِ دل سے کی گئی توبہ انسان کو ہر قسم کی ظاہری اور باطنی طہارت و پاکیزگی عطا کرتی ہے جس کے نتیجے میں تائب کے ہر عمل سے خاص نور پیدا ہوتا ہے اور یہی بندگی کا کمال ہے۔

علمائے راسخین نے گناہوں کے حوالے سے توبہ کے تین درجے بیان کیے ہیں تا کہ ہر شخص اپنا اپنا تعین کر سکے کہ وہ کس مقام پر کھڑا ہے۔ نفس اور شیطان جو ہمہ وقت انسان کو گمراہ کرنے کے در پے ہیں، ان کے حملے اس قدر پیچ در پیچ اور غیر محسوس ہوتے ہیں کہ علمائے حق اور عرفاء کی مدد کے بغیر ایک عام مسلمان نہ تو اپنے گناہوں سے کما حقہ آگاہ ہوسکتا ہے اور نہ ہی وہ ان کے تدارک کے لیے کوئی کوشش بروئے کار لا سکتا ہے۔ توبہ کے درج ذیل تینوں درجات کی مزید چودہ اقسام ہیں جو ہر درجہ کی توبہ کے ذیل میں بیان کی گئی ہیں۔

(۱) توبہ کا پہلا درجہ: جسمانی گناہوں سے توبہ

یہ درجہ ایسے کبائر گناہوں کی توبہ سے متعلق ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اور جن کے ارتکاب پر عذاب کی سخت وعید آئی ہے۔ کبائر سے توبہ کی پہلی قسم جسمانی اعضاء سے سرزد ہونے والے گناہوں سے توبہ ہے۔

توبہ کی پہلی قسم ان گناہوں سے متعلق ہے جن کا ارتکاب انسان کے جسمانی اعضاء کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ چنانچہ توبہ کی ابتداء جسمانی اعضاء سے سرزد ہونے والے گناہوں کے ترک کر دینے سے ہوتی ہے۔ انسانی جسم کے سات اعضاء انسان کے لئے کبائر یا پھر کبیرہ گناہوں کا سبب بنتے ہیں۔ ان اعضاء میں آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، پیٹ اور شرم گاہ شامل ہیں۔ ہر عضو کی ایک حد ہے۔ چنانچہ ان تمام اعضاء کو اپنی حدود سے تجاوز کرنے سے روکنا دین کی حفاظت کا اولین تقاضا ہے۔ انسان کے اعضائے باطنی کی اصلاح بھی انہیں اعضائے ظاہری کی حفاظت پر موقوف ہے۔ اب ان اعضاء جسمانی کے حوالے سے کچھ تفصیل ملاحظہ

کریں۔

(۱) گناہ ظلم ہے

اسلامی تعلیمات میں گناہ کو ظلم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ قف وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللهُ قف وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۝[1]

اور (یہ) ایسے لوگ ہیں کہ جب کوئی برائی کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کا ذکر کرتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، اور اللہ کے سوا گناہوں کی بخشش کون کرتا ہے، اور پھر جو گناہ وہ کر بیٹھے تھے ان پر جان بوجھ کر اصرار بھی نہیں کرتے۝

ظلم انسان اپنے آپ پر خود بھی کر سکتا ہے اور دوسروں پر بھی۔ دوسروں کی حق تلفی ظلم کے زمرے میں آتی ہے۔ سورۃ البقرۃ میں ارشاد فرمایا:

وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۝[2]

سو انہوں نے (نافرمانی اور ناشکری کر کے) ہمارا کچھ نہیں بگاڑا مگر اپنی ہی جانوں پر ظلم کرتے رہے۝

اللہ تعالیٰ کی متعین کردہ حدود سے تجاوز گناہ ہے اور اسی کو ظلم بھی کہا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

(۱) آل عمران، ۳:۱۳۵

(۲) البقرۃ، ۲:۵۷

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ.[1]

اور جو شخص اللہ کی حدود سے تجاوز کرے تو بے شک اُس نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے۔

قرآن مجید میں جہاں ظلم کی نشاندہی کی گئی ہے وہاں اس کا علاج بھی تجویز کر دیا ہے۔ اس کا علاج توبہ اور نیکی ہے جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًاۢ بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○[2]

مگر جس نے ظلم کیا پھر برائی کے بعد (اسے) نیکی سے بدل دیا تو بے شک میں بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہوں○

ظلم کی ممانعت قرآن حکیم کی روشنی میں

قرآن حکیم میں جا بجا ظلم و ناانصافی کی ممانعت پر آیات کا نزول اس اَمر کی شہادت ہے کہ یہ غضبِ الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہو کر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ ظالم کے ظلم پر سزا کو اس نے عموماً حشر تک اٹھا رکھا ہے لیکن کبھی کبھی خالق و مالک ہونے کے حوالے سے اپنی قدرت کی نشانیوں کا ظہور بھی فرماتا ہے۔ قرآن حکیم میں فرعون و قارون اور دیگر ظالم قوموں کی تباہی کے واقعات کا بیان پڑھ کر بھی اگر انسان ظلم سے باز نہ آئے تو یہ اس کی ازلی بدبختی ہے۔ ہم اللہ رب العزت کے حضور معافی کے خواستگار ہیں۔

۱۔ ارشادِ رب العزت ہے:

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ.[3]

اور گناہ اور ظلم (کے کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

---

(۱) الطلاق، ۶۵: ۱

(۲) النمل، ۲۷: ۱۱

(۳) المائدۃ، ۵: ۲

۲۔ دوسرے مقام پر فرمایا:

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ط اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ○ (۱)

بس (ملامت وگرفت کی) راہ صرف اُن کے خلاف ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی و فساد پھیلاتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے○

قرآن حکیم میں تہدید کے لئے جو آیات مقدسہ وارد ہوئی ہیں ان کے مخاطب دیگر غلط کاروں کے علاوہ ناحق امور انجام دینے والے لوگ بھی شامل ہیں، فرمایا گیا:

۳۔ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ط يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ○ (۲)

اے میرے بندو! بس مجھ سے ڈرتے رہو○

۴۔ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ○ (۳)

بے شک ہم مُجرموں سے بدلہ لینے والے ہیں○

۵۔ ایک دوسری جگہ ارشاد ہوا:

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى○ (۴)

کیا اِنسان یہ خیال کرتا ہے کہ اُسے بے کار (بغیر حساب و کتاب کے) چھوڑ دیا جائے گا○

ان آیات مقدسہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ انسان کے ہاتھوں سرزد ہونے والے تمام

---

(۱) الشوریٰ، ۴۲:۴۲

(۲) الزمر، ۳۹:۱۶

(۳) السجدة، ۳۲:۲۲

(۴) القيامة، ۷۵:۳۶

امور کے بارے میں مکمل پوچھ گچھ کی جائے گی اور نتیجتاً اچھے یا برے انجام سے سابقہ پڑے گا۔ ایک جگہ اس سے بھی زیادہ واضح اور سخت حکم دیا گیا:

۶۔ وَيُحَذِّرُكُمُ اللهُ نَفْسَهُ.[1]

اور اللہ تمہیں اپنی ذات (کے غضب) سے ڈراتا ہے۔

یہ ترہیب اور خوف اس لئے ہے کہ انسان دوسروں پر ظلم اور جبر کے ہاتھ کھولنے سے قبل یہ سوچ لے کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہو کر اس پر کہیں بڑھ کر گرفت فرمانے والا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن حکیم میں بے شمار مقامات پر بار بار انسان کو آنے والے دن کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے تاہم نفسِ مضمون کے حوالے سے اس قدر بیان ہی کافی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کو درد دل کے واسطے پیدا کیا گیا۔ اگر محض عبادت و اطاعت ہی مقصود ہوتی تو اس کے لئے اس کے حضور سربسجود ہونے کے لئے بے حد و حساب فرشتے اور آسمانی مخلوق موجود ہے۔ بقول میر درد:

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

دین اسلام سراسر امن و آشتی اور پیار و محبت کا پیغام ہے۔ انسان چاہے تو اس پر عمل پیرا ہو کر دنیا میں ہی جنت کا سماں پیدا کر سکتا ہے لیکن بدقسمتی ملاحظہ ہو کہ دین کے فہم سے عاری نام نہاد علماء فرقہ واریت اور دہشت گردی کو جہاد کا نام دے کر بے گناہ مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ رہے ہیں اور پھر اپنے اس قبیح، مکروہ اور گھناؤنے افعالِ حرام کے بدلے جنت کے بھی امیدوار ہیں، ایسے ہی بدبخت لوگوں کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا:

۷۔ وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا.[2]

---

(۱) آل عمران، ۳:۳۰

(۲) الکہف، ۱۸:۱۰۴

اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم بڑے اچھے کام انجام دے رہے ہیں۔

اسلام کیا ہے اور مسلمان کون ہیں؟ احادیث مبارکہ میں اس پر تفصیلی تعلیمات موجود ہیں۔ چند احادیث مبارکہ یہاں بیان کی جا رہی ہیں۔

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ. (۱)

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ، أَيُّ الْمُسْلِمِيْن خَيْرٌ؟ قَالَ: مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ. (۲)

ایک آدمی نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کون سا مسلمان افضل ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔

اس موضوع پر دیگر کئی احادیث مبارکہ موجود ہیں لیکن مضمون کی طوالت کے پیش نظر انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اگر ہم دین پر صحیح معنوں میں عمل پیرا ہو جائیں تو یہ خطہ ارضی جنت نظیر ہو جائے۔ بلاشبہ دین اسلام سراسر امن و سلامتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کی روح کو سمجھ کر اس پر عمل کیا جائے۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الإیمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده، ۱: ۱۳، رقم: ۱۰

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب باب: بیان تفاضل الاسلام، ۱: ۶۵، رقم: ۴۰

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب: الایمان، باب: تفاضل الاسلام وأی أموره أفضل، ۱:۶۵، رقم:۴۰

۲۔ ابن حبان، الصحیح، کتاب البر والاحسان، ۲:۱۲۵، رقم:۴۰۰

(۲) آنکھ کے گناہ

آنکھ تمام فتنوں کی جڑ ہے۔ بیشتر حرام اُمور کی ابتداء اسی کے ذریعے ہوتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آنکھ کے افعال سے انسان غافل نہ ہو۔ عرفاء نے نزدیک آنکھ جن گناہوں کا ارتکاب کرتی ہے اُن سے بچنے کے لئے اِسے تین امور سے بچانا ہوگا۔ اس طرح آنکھ کی حد تک توبہ کا دائرہ مکمل ہو جائے گا۔ ایک یہ کہ غیر محرم کو شہوت کی نظر سے نہ دیکھے۔ دوسرے یہ کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اور تیسرے یہ کہ دوسرے مسلمان کا عیب نہ دیکھے۔

اَب قدرے تفصیل سے ان تینوں اُمور پر علیحدہ علیحدہ روشنی ڈالتے ہیں۔ اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ کس طرح آنکھ بالواسطہ یا بلا واسطہ ان گناہوں کے ارتکاب کا باعث بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ.(۱)

آپ مومن مردوں سے فرما دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔

اس آیت کریمہ میں آدابِ بصارت کا بیان ہے۔ مومنوں سے کہا گیا ہے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں کہ اِسی میں پاکیزگی، طہارت اور تقویٰ مضمر ہے۔ نگاہوں کے غیر محرم کی طرف اٹھنے سے گناہ کی راہ کا دروازہ کھلتا ہے۔ اگر ان کے آزادانہ استعمال پر بر وقت پابندی نہ لگائی جائے تو یہ حرام چیزوں کی طرف متوجہ ہوتی ہیں۔ نفس اور شیطان اس کے اس قبیح فعل کو ایسا خوش نما اور مرغوب بنا کر دکھاتے ہیں کہ بندہ کے لئے پھر اس سے واپسی محال بلکہ ناممکن ہو جاتی ہے اور دل لذتِ گناہ کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ گناہ کی خوش نمائی آنکھ سے دل میں

---

(۱) النور، ۲۴:۳۰

داخل ہوتی ہے، پھر خیال پر چھا جاتی ہے اور ان تینوں کی موافقت سے ارادے تک رسائی حاصل کر لیتی ہے۔ ہمارے ارد گرد سینکڑوں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ نگاہوں کے سحر میں خرمن ایمان برباد ہو گیا اور انسان اخلاقی بدحالی کا شکار ہو کر ذلیل و رسوا اور برباد ہو گیا۔

حضرت امام غزالی اپنی تصنیف 'منہاج العابدین' میں اس ضمن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک قول لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

إِيَّاكُمْ وَالنَّظْرَةَ فَإِنَّهَا تَزْرَعُ فِي الْقَلْبِ الشَّهْوَةَ كَفٰى بِهَا لِصَاحِبِهَا فِتْنَةٌ. (۱)

نظرِ حرام سے اپنے آپ کو بچائے رکھو کیونکہ وہ دل میں ایسی شہوت پیدا کرتی ہے کہ انسان کے لئے فتنہ اور آزمائش کا باعث بنتی ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بصارت کی حفاظت کے ضمن میں ارشاد فرمایا:

النَّظْرَةُ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ إِبْلِيسَ مَسْمُوْمَةٌ، فَمَنْ تَرَكَهَا مِنْ خَوْفِ اللهِ أَثَابَهُ جَلَّ وَعَزَّ إِيْمَانًا يَجِدُ حَلَاوَتَهُ فِي قَلْبِهِ. (۲)

(غیر محرم کی طرف) نظر ڈالنا شیطان کے زہر آلود تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ جو اس تیرِ نظر کے استعمال کو اللہ کے خوف سے ترک کر دے گا اللہ تعالیٰ اُسے ایسا ایمان عطا فرمائے گا جس کی حلاوت و چاشنی وہ اپنے دل میں پائے گا۔

عبادت میں حلاوت و سرور اللہ تعالیٰ کی توفیقِ خاص کے بغیر ممکن نہیں۔ جدید دور میں الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا، انٹرنیٹ، شو بزنس اور کیبل نیٹ ورک کے ذریعے عریانی اور فحاشی دیکھنا جسے انٹرٹینمنٹ کا نام دیا جاتا ہے، غارت گرِ ایمان بن کر ہمارے گھروں میں داخل ہو چکی

---

(۱) غزالی، منہاج العابدین: ۷۰

(۲) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۴:۳۴۹، رقم: ۷۸۷۵

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰:۱۷۳، رقم: ۱۰۳۶۲

ہے۔ اس کے باعث اب نظرِ حرام اور دیدار بازی کو چنداں معیوب تصور نہیں کیا جاتا، بلکہ اس معاملے میں احکامِ الٰہی اور فرامینِ رسول ﷺ کی طرف متوجہ کرنے والوں کی تضحیک کی جاتی ہے، انہیں جدید دور کے تقاضوں سے بے خبر اور بے بہرہ ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے اور ان کی باقاعدہ مزاحمت کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرے میں گناہوں اور جرائم کا گراف خوفناک حد تک بلند ہو چکا ہے۔ اِن حالات میں ایک اہل ایمان کا خود کو اُن اَفعالِ بد سے بچا لینا جن کی ابتداء آنکھ کی بے باکی سے ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کو اِس قدر محبوب ہے کہ اس کی جزاء میں اُسے اپنی محبت و سرور جیسی عظیم نعمت کی خوش خبری دی ہے جو زاہدین کا مقام ہے۔

علمائے راسخین نے غیر محرم عورت کی تصویر دیکھنا بھی نظر بازی کے زمرے میں رکھا ہے۔ دیدار بازی اور نظرِ حرام کے مصائب لا تعداد ہیں۔ اگر شروع میں ہی اس کا تدارک نہ کیا جائے تو پھر اس کے فساد و آزار کے باعث انجامِ بد سے بچنا ممکن نہیں رہتا۔ ’نظارے‘ کی یہ دلدل ایک خطرناک دلدل ہے۔ جو اِس میں ایک بار پھسل گیا، اُس کے لئے اِس سے باہر نکلنے کے امکانات معدوم ہو جاتے ہیں۔ اِسی لئے ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں کیونکہ نظرِ حرام ہی دل میں شہوت و وساوس پیدا کر کے فتنہ اور آزمائش کا باعث بنتی ہے۔ حفاظتِ نظر کے حوالے سے حکم دیا گیا ہے کہ اچانک نظر پڑنے پر نظر کو پھیر لیا جائے۔ حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

يَا عَلِيُّ، لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَإِنَّ لَکَ الْأُوْلٰى وَلَيْسَتْ لَکَ الْآخِرَةُ. (۱)

اے علی! ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالو کیونکہ تمہارے لیے پہلی نظر ہے، دوسری

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۵۷، رقم: ۲۳۰۷۱

۲۔ أبوداود، السنن، کتاب النکاح، باب ما يؤمر به من غض البصر، ۲: ۲۴۶، رقم: ۲۱۴۹

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب الأدب، باب ما جاء في نظرة المفاجأة، ۵: ۱۰۱، رقم: ۲۷۷۷

نظر نہیں۔

اسی ضمن میں حضرت اسامہ بن زید اور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِي النَّاسِ فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ. (1)

میں نے اپنے بعد کے لوگوں میں مردوں کے لیے عورتوں سے بڑھ کر نقصان دہ فتنہ اور کوئی نہیں چھوڑا۔

بلاشبہ امت مسلمہ کی بدحالی اور ذلت و رسوائی کے جملہ اسباب میں سے ایک اہم سبب یہی عورت کا فتنہ ہے جو اولاً نظر حرام سے جنم لیتا ہے۔

اگر وہ شے جس پر نظر پڑی حرام نہ ہو بلکہ مباح اور حلال ہو تو بھی باعثِ آزار ہے کہ نفس بندے کو فضول چیزوں میں الجھا کر رکھ دے گا۔ انسان چونکہ طبعًا حریص واقع ہوا ہے اِس لئے دنیا میں غرق اہلِ ثروت کی شان و شوکت اور رہن سہن سے متاثر ہو کر اس کا تقویٰ کی راہ سے بھٹک کر ہوسِ دنیا میں مبتلا ہونے کا بڑا احتمال ہوتا ہے۔ دنیاوی مال و متاع اور زیب و زینت کی طرف نگاہیں نہ اٹھانے کا حکم قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيۡنَيۡكَ اِلٰى مَا مَتَّعۡنَا بِهٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡهُمۡ زَهۡرَةَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا. (2)

اور آپ دنیوی زندگی میں زیب و آرائش کی ان چیزوں کی طرف حیرت و تعجب کی نگاہ نہ فرمائیں جو ہم نے (کافر دنیاداروں کے) بعض طبقات کو (عارضی) لطف

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب أکثر أهل الجنة الفقراء وأکثر أهل النار النساء وبیان الفتنة بالنساء، ۴:۲۰۹۸، رقم:۲۷۴۱

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الأدب، باب ما جاء في تحذيرِ فتنة النّساء، ۵:۱۰۳، رقم:۲۷۸۰

(۲) طه، ۲۰:۱۳۱

اندوزی کے لیے دے رکھی ہیں۔

خواہشِ نفس کس قدر بڑا فتنہ ہے، اِس کا ذکر خود اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے:

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰهُ. (۱)

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔

دوسری چیز جس سے بچنا از حد ضروری ہے وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقارت کی نظر سے دیکھنا ہے۔ دوسرے کو حقیر دیکھنا، اُس کو خود سے کم تر جاننا ہے۔ اِسی سے تکبر جنم لیتا ہے جو سخت ترین گناہ ہے۔ اِس سے انسان عجز و انکساری جیسی عظیم نعمت سے محروم ہو جاتا ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ. (۲)

جس کے دل میں ذرہ بھر بھی غرور وتکبر ہے وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔

یہ تکبر ہی تھا جس نے ابلیس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ذلیل و رسوا کر کے نکلوا دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَحَاسَدُوْا، وَلَا تَنَاجَشُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ

---

(۱) الفرقان، ۲۵:۴۳

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱:۴۵۱، رقم:۴۳۱۰

۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الباس، باب ما جاء في الكبر، ۴:۵۹، رقم:۴۰۹۱

۳۔ ترمذی، السنن، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في الكبر، ۴:۳٦۰، رقم:۱۹۹۸

۴۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب في الايمان، ۱:۲۲، رقم:۵۹

عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا، الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ، التَّقْوَى هَاهُنَا، وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ.[1]

ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، تناجش نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو، کسی کی بیع پر بیع نہ کرو، اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ، مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، اس پر ظلم نہ کرے نہ اس کو رسوا کرے، نہ حقیر جانے، حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے تین بار فرمایا: تقویٰ یہاں ہے، کسی شخص کی بُرائی کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو برا جانے، ایک مسلمان کے خون، اس کے مال اور اس کی عزت کی حرمت مکمل طور پر واجب ہے۔

خودی پسندی اتنا بڑا امتحان ہے کہ خود پسند اور متکبر کو حضور نبی اکرم ﷺ نے قتل کرنے کا حکم خود ارشاد فرمایا تھا۔ حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک میں ایک شخص تھا جس کی عبادت گزاری اور مجاہدہ نے ہمیں حیرانگی میں مبتلا کیا ہوا تھا۔ (اور ایک روایت میں یہاں تک ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام میں سے بعض اسے خود سے بھی افضل گرداننے لگے تھے) ہم نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس کا نام اور اس کی صفات بیان کر کے اس کا تعارف کرایا۔ ایک دفعہ ہم اس کا ذکر کر رہے تھے کہ وہ شخص آ گیا۔ ہم نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) وہ شخص یہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بیشک تم جس شخص کی خبریں دیتے تھے یقیناً اس کے چہرے پر شیطانی رنگ ہے سو وہ شخص قریب آیا یہاں

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر و الصله و الآداب، باب تحريمِ ظلمِ المسلمِ وخذله واحتقارِه ودمه وعرضه وماله، ۴:۱۹۸۶، رقم:۲۵۶۴
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۷۷، رقم:۷۷۱۳

تک کہ ان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے سلام بھی نہیں کیا۔ تو حضور نبی اکرم ﷺ نے اسے فرمایا: میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں (کہ سچ بتانا) جب تو مجلس کے پاس کھڑا تھا تو نے اپنے دل میں یہ نہیں کہا تھا کہ ان لوگوں میں مجھ سے افضل یا مجھ سے زیادہ برگزیدہ شخص کوئی نہیں؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! ہاں (میں نے کہا تھا)۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ شیطان کا پہلا سینگ ہے جو میری امت میں ظاہر ہوگا، اگر تم اسے قتل کر دیتے تو تم میں سے دو آدمیوں میں کبھی اختلاف نہ ہوتا۔[1]

تیسری چیز جس سے آنکھ کو بچانا از حد ضروری ہے وہ یہ ہے کہ بندہ دوسروں کے عیب دیکھنے میں کوشاں نہ ہو۔ دوسروں میں عیب تلاش کرنا بڑا گناہ ہے۔ یہ بھی ہمارا بہت بڑا معاشرتی المیہ ہے کہ ہمیں اپنے سوا دیگر سب میں عیب ہی عیب نظر آتے ہیں۔ ہمارے ایک دوسرے کے درمیان لڑائی جھگڑے کا سب سے بڑا سبب یہی ہے۔ بعض لوگ اِسے تنقید کا نام دیتے ہیں اور تنقید کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔ اِسی سے اختلافات جنم لیتے ہیں جو بڑھتے بڑھتے فتنہ و فساد کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ عیب جوئی کا سب سے پہلا شکار خود عیب جُو ہوتا ہے کہ دوسروں کے عیب تلاش کرتے کرتے اس کی آنکھیں اپنے عیب دیکھنے سے اندھی ہو جاتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ وَلَا تَجَسَّسُوْا[2] کے تحت مفسرین کرام نے لکھا ہے:

لَا يَبْحَثُ أَحَدُكُمْ عَنْ عَيْبِ أَخِيْهِ.[3]

---

(۱) ۱۔ أبو يعلى، المسند، ۱: ۹۰، رقم: ۹۰
۲۔ أيضاً، ۷: ۱٦۸، رقم: ۴۱۴۳
۳۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۱۵۵، رقم: ۱۸٦۷۴
۴۔ دارقطني، السنن، ۲: ۵۴، رقم: ۷
۵۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ۳: ۵۲

(۲) الحجرات، ۴۹: ۱۲

(۳) ۱۔ ابن جوزی، زاد المسير، ۷: ۱۷٦
۲۔ قرطبی، الجامع لأحكام القرآن، ۱٦: ۳۳۳

کسی مسلمان بھائی میں عیب نہ دیکھو۔

عیب جوئی کس قدر برا فعل ہے کہ ولید بن مغیرہ نے جب حضور نبی اکرم ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کی تو اس پر غضبِ الٰہی بھڑک اٹھا، جواباً اللہ تعالیٰ نے اس کے دس رذائل بیان کیے جن میں سے ایک عیب یوں بیان فرمایا:

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيمٍ ۝[1]

(جو) طعنہ زَن، عیب جُو (ہے اور) لوگوں میں فساد انگیزی کے لیے چغل خوری کرتا پھرتا ہے ۝

اہلِ طریقت اس کے برعکس سالک کو اپنے عیب دیکھنے کی تلقین کرتے ہیں جو اصلاحِ احوال کی طرف پہلا قدم ہے۔ اپنے عیوب پر نظر رکھنے سے بندہ ایک طرف جہاں تکبر سے بچ جاتا ہے تو دوسری طرف دوسروں کی عیب جوئی کے گناہ سے بھی محفوظ رہتا ہے۔

اگر ہم اپنے گریبانوں میں جھانکیں تو ہماری آنکھیں مجموعی طور پر ان تینوں امور میں ہمہ وقت مصروف نظر آتی ہیں لیکن اِس وقت سب سے بڑا شیطانی حملہ جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے وقوع پذیر ہو رہا ہے۔ مرد و زن کے مخلوط بے حیائی کے ماحول سے بچ بھی جائیں تو ٹیلی ویژن چینل اس سے بڑھ کر شیطنت کے مظاہرے عریانی و فحاشی کی صورت میں گھر گھر مہیا کرتے نظر آتے ہیں جس سے خصوصی طور پر نئی نسل بڑی سرعت سے اسلامی اخلاقی قدروں سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ امت کا درد رکھنے والے خواہ وہ حکمران ہوں، علماء و دانشور ہوں یا والدین و اساتذہ، اِس فتنے کے مضر اثرات کو سمجھیں جس نے ہمارے معاشرتی اخلاقی رویوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اس ضمن میں اسلام کے عظیم فکری سرمایہ کی اشاعت، پرچار اور اسے نظامِ تعلیم و تربیت کا حصہ بنانے سے ہی نیچی نظروں کا حیا آمیز معاشرہ بحال کیا جاسکتا ہے۔

---

(۱) القلم، ۶۸:۱۱

(۳) کان کے گناہ

جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے فحش باتیں گانوں اور مکالمات کی شکل میں کانوں کے ذریعے نوجوان نسل کی اخلاقی بدحالی کا باعث بن رہی ہیں۔ کان کو لغو اور فضول باتوں سے بچانا از حد ضروری ہے۔ اس کا ایک سبب یہ ہے کہ خواہشِ نفس سے سننے والا بھی کلام کرنے کے ساتھ شریک ہوتا ہے یعنی کلام کے گناہ و ثواب میں سماعت کرنے والا بھی برابر کا حصہ دار ہوتا ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ بری، غلط اور جھوٹی باتیں سننے سے دل یکسو نہیں رہتا۔ اس سے مختلف وساوس دل میں جنم لیتے ہیں اور نتیجے کے طور پر دوسروں کے بارے میں بے جا بدگمانی پیدا ہو جاتی ہے، یا گناہ کی رغبت سر اٹھاتی ہے، اطاعت نفس وجود میں آتی ہے اور پریشان خیالی کے پیدا ہونے سے باطنی طہارت پراگندگی کا شکار ہوتی ہے اور عبادت میں رکاوٹ پڑتی ہے۔

عرفاء بیان کرتے ہیں کہ جس طرح اچھا اور پاکیزہ کلام ایمان کی تازگی کا باعث بنتا ہے اسی طرح برے کلام کی سماعت ایمان کے زوال کا باعث بنتی ہے جس کے نتیجے میں دل پراگندہ خیالی اور وساوس کا محل بن جاتا ہے۔ اس لیے قلب کو برے خیالات سے پاک رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اپنے کان کو بری باتوں کے سننے سے روکا جائے۔ قرآن حکیم میں تو بیہودہ اور جھوٹ بات سے اجتناب کا واضح حکم موجود ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِo [۱]

اور جھوٹی بات سے پرہیز کیا کروo

کئی مقامات پر اہلِ ایمان کی یہ خوبی بیان کی گئی ہے کہ وہ بے مقصد بات کرنے سے گریز کرتے ہیں جبکہ جنت کی زندگی کے حوالے سے کلامِ الٰہی میں فرمایا گیا ہے کہ وہاں بیہودہ بات سننے کو نہیں ملے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَo [۲]

(۱) الحج، ۲۲:۳۰

(۲) المومنون، ۲۳:۳

اور جو بیہودہ باتوں سے (ہر وقت) کنارہ کش رہتے ہیں۔

وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ.[1]

اور جب وہ کوئی بیہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا○[2]

وہاں یہ (لوگ) نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ (ایک دوسرے کو) جھٹلانا (ہوگا)○

فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ○ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً○[3]

عالی شان جنت میں (قیام پذیر) ہوں گے○اس میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے (جیسے اہلِ باطل ان سے دنیا میں کیا کرتے تھے)○

یہ ہے اہلِ ایمان کی شان کہ ان کے حواس ہر قسم کی بیہودگی سے محفوظ رہتے ہیں اور رہیں گے۔ دنیا ہو یا آخرت کا گھر، ان کے کان کچھ لغو نہ سنتے ہیں اور نہ سنیں گے۔ ان کی سماعتیں اور بصارتیں صرف نورِ ایمان سے منور ہوتی ہیں۔ مگر طاغوتی دور میں دیکھنے اور سننے کے اعمال پر شیطان غالب ہے۔ کانوں میں پڑنے والی آوازوں میں اخلاق سوزی کا زہر رچا ہوتا ہے۔ عشقیہ ڈراموں کے ڈائیلاگ اور فلموں کے فحش گانے اس دور کا سب سے بڑا شیطانی فتنہ ہے۔ اس میں سوچ بچار کرنے والوں کے لئے فکر کرنے کا بڑا سامان ہے۔ آج کل تو موبائل فون کا ناجائز استعمال سماعت کے ذریعے بے راہ روی کی وہ آگ بھڑکاتا ہے جس سے انسانی شخصیت کی اخلاقیات کی عمارت جل کر خاکستر ہو جاتی ہے۔ اس آگ نے اب تک لاکھوں گھرانوں کی عزت و آبرو کو جلا کر راکھ کر دیا ہے اور یہ ایسی تند و تیز ہوا ہے جو جنگل کی اس آگ

---

(۱) القصص، ۵۵:۲۸

(۲) النبا، ۳۵:۷۸

(۳) الغاشیة، ۸۸:۱۰-۱۱

کو بھڑکاتے چلے جا رہی ہے۔ شہوانی گفتگو ہوتی ہے، جذبات کو ہوا ملتی ہے اور بات ملاقات اور بے حیائی کے اعمال تک پہنچ جاتی ہے۔ والدین کو خبر ہی نہیں ہوتی اور اگر ہوتی ہے تو اس وقت جب بچے لٹیا ڈبو چکے ہوتے ہیں۔

بلاتحقیق بات سن کر آگے پھیلانا اور کانوں کو دوسرے کے خلاف سننے کے لئے چوری چھپے مصروف رکھنا بھی کان کے گناہ کے زمرہ میں آتا ہے۔ اس حوالے سے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ۝[۱]

اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق (شخص) کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کرلیا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تم کسی قوم کو لاعلمی میں (ناحق) تکلیف پہنچا بیٹھو، پھر تم اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاؤ۝

انسان بسا اوقات سیاق و سباق کے بغیر ادھوری اور غیر واضح بات کسی سے سن کر بدگمانی کا شکار ہو جاتا ہے۔ پھر یہ سلسلہ ایک کان سے دوسرے کان کے ذریعے پھیلتا پھیلتا اچھی خاصی ہنگامہ آرائی کا باعث بن جاتا ہے۔ بدگمانی کے اس ماحول سے محفوظ رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ خبردار کرتے ہوئے فرماتا ہے:

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۝[۲]

بے شک کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے باز پرس ہوگی۝

کسی شخص نے کوئی غیر واضح مشتبہ اڑتی اڑتی بات سنی، پھر بلاتحقیق خبر کے طور پر آگے پھیلا دی تو ایسا شخص خواہش نفس کا شکار ہو کر گناہ کا مرتکب ٹھہرا۔ وہ یقیناً گناہ گار ہوا جیسا

---

(۱) الحجرات، ۴۹:۶

(۲) بنی اسرائیل، ۱۷:۳۶

کہ حدیث مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ. (۱)

انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا (ہی) کافی ہے کہ جو کچھ اس نے سنا (بغیر تحقیق کے) اسے آگے بیان کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی پوشیدہ باتوں کو پھیلانا اور مسلمانوں کی پردہ کشائی کرنا سخت ناپسندیدہ فعل اور گناہ ہے۔ سنی سنائی بلاتحقیق خبروں کی اشاعت اس دور کا بہت بڑا المیہ ہے جس سے بڑی معاشرتی بربادیاں جنم لیتی ہیں۔ مسلمانوں کو ایسی باتوں کی ترویج سے منع کیا گیا ہے۔ انسان کو اپنی یہ عادت بنا لینی چاہئے کہ بلاتحقیق بات کرنے والے شخص کی خبر باقاعدہ سننے سے اجتناب کرے اور اگر نہ چاہتے ہوئے کوئی خبر کان میں پڑ جائے تو اسے آگے پھیلانے میں حصہ دار نہ بنے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے کانوں کے اس گناہ پر معافی کے خواستگار ہیں۔

(۴) زبان کے گناہ

زبان کے گناہوں میں جھوٹ بولنا، بدکلامی کرنا، جھگڑنا، وعدہ خلافی، غیبت کرنا اور بے ہودہ گوئی وغیرہ شامل ہیں۔ جھوٹ سب گناہوں کی جڑ ہے۔ اگر کوئی انسان محض جھوٹ نہ بولنے کا عہد کر لے تو اس کے باقی گناہ خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ ایفائے عہد کے بارے میں بار بار تاکید کی گئی ہے۔ اگر وعدہ پورا کرنا ممکن نظر نہ آتا ہو تو بہتر ہے کہ وعدہ ہی نہ کیا جائے تاکہ بعد میں رسوائی اور شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے اور اگر وعدہ کر لیا ہے تو پھر اُسے ہر حال میں پورا کیا جائے۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

---

(۱) ۱۔مسلم، الصحیح، مقدمہ، باب النهی عن الحديث بكل ما سمع، ۱:۱۰، رقم:۵

۲۔ حاکم، المستدرک، کتاب البیوع، ۲:۲۵، رقم:۲۱۹۶

۳۔ ابن أبی شیبہ، المصنف، ۵:۲۳۷، رقم:۲۵۶۱۷

وَاَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ ۚ اِنَّ الۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡـُٔوۡلاً ○ (۱)

اور وعدہ پورا کیا کرو، بے شک وعدہ کی ضرور پوچھ گچھ ہوگی○

زبان کا دوسرا بڑا گناہ غیبت کرنا ہے۔ غیبت سے مراد کسی شخص کے ایسے عیب کو اس کی عدم موجودگی میں بیان کرنا جو اس شخص میں موجود تو ہو لیکن خدشہ ہو کہ اگر اُس کے سامنے اس کا اظہار کیا گیا تو وہ اسے نا پسند کرے گا۔ غیبت کرنا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَا يَغۡتَبۡ بَّعۡضُكُمۡ بَعۡضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمۡ اَنۡ يَّاۡكُلَ لَحۡمَ اَخِيۡهِ مَيۡتًا فَكَرِهۡتُمُوۡهُ ○ (۲)

اور نہ پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کی برائی کیا کرو، کیا تم میں سے کوئی شخص پسند کرے گا کہ وہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے، سو تم اس سے نفرت کرتے ہو○

غیبت کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے تنبیہہ فرمائی ہے کہ:

اَلۡغِيۡبَةُ أَشَدُّ مِنَ الزِّنٰى. (۳)

غیبت، بدکاری سے بھی زیادہ شدید گناہ ہے۔

بدقسمتی سے ہم محض مزہ لینے کی خاطر دوسروں کے عیب بیان کرتے ہیں۔ مجموعی طور پر ہماری معاشرتی زندگی خطرناک حد تک اس گناہ کبیرہ کی مرتکب ہو رہی ہے۔ افسوس! زبان کی

---

(۱) بنی اسرائیل، ۱۷:۳۴

(۲) الحجرات، ۴۹:۱۲

(۳) ۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۶:۳۴۸، رقم: ۶۵۹۰
۲۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۵:۳۰۶، رقم: ۶۷۴۱
۳۔ دیلمی، مسند الفردوس، ۳:۱۱۶، رقم: ۴۳۲۰
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۹۱

معمولی سے لذت کی خاطر انسان جہنم کا ایندھن بننا گوارہ کر لیتا ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے: رب ذوالجلال کی قسم! غیبت پیٹ میں لقمہ پہنچنے سے بھی تیز تر مومن کے دین میں رخنہ ڈال دیتی ہے۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَكَلَ لَحمَ أَخِيهِ فِي الدُّنيَا، قُرِّبَ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُقَالُ لَهُ: كُلْهُ حَيًّا كَمَا أَكَلْتَهُ مَيِّتًا، فَيَأْكُلُهُ، وَيَكْلَحُ وَيَصِيحُ.[2]

جو دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھاتا ہے قیامت کے دن اس کے سامنے مردہ بھائی کا گوشت رکھا جائے گا اور کہا جائے گا جسے تو زندہ کھاتا تھا اب اُسے مردہ بھی کھا اور وہ کھائے گا، تیوری چڑھائے گا اور چیخیں مارے گا۔

امام غزالی حضور نبی اکرم ﷺ کی احادیث مقدسہ سے اخذ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الْغِيْبَةُ أَشَدُّ مِنْ ثَلاثِيْنَ زَنْيَةً فِي الْإِسْلَامِ.[3]

غیبت کرنا تیس مرتبہ بدکاری سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔

مروی ہے کہ قیامت کے دن بندے کا اعمال نامہ جب لایا جائے گا تو وہ اس میں اپنی کوئی نیکی نہیں دیکھے گا۔ وہ کہے گا میری نماز، میرا روزہ اور عبادت کہاں گئی۔ جواب ملے گا، لوگوں کی غیبت کرنے کی وجہ سے تمہارے اعمال رائیگاں ہو گئے۔ اسی طرح بیان کیا گیا ہے کہ ایک دوسرے شخص کو اس کا اعمال نامہ دیا جائے گا اور وہ اس میں ایسی نیکیاں دیکھے گا جو اس نے کبھی نہ کی تھیں، تو بتایا جائے گا کہ یہ ان غیبتوں کے عوض میں ملی ہیں جو دوسروں نے تیرے

---

(۱) غزالی، إحياء علوم الدين، ۳:۱۴۳

(۲) ۱۔طبرانی، المعجم لأوسط، ۳: ۱۸۲، رقم:۱۶۵۲

۲۔ہیثمی، مجمع الزوائد، ۲:۱۸۲، رقم:۱۶۵۶

(۳) غزالی، بداية الهداية:۱۱۱

بارے میں کیں اور تجھے معلوم بھی نہ تھا۔[1]

زبان کے جملہ گناہوں میں ایک بڑا گناہ انسان کا دوغلہ پن ہے جس پر سخت وعید آئی ہے۔ دوغلے انسان کی گویا دو زبانیں ہوتی ہیں جسے وہ فسادِ خلق کے لیے استعمال کرتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ شَرَّ النَّاسِ ذُو الْوَجْهَيْنِ الَّذِى يَأْتِى هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ.[2]

دوغلہ آدمی برے لوگوں میں سے ہے جو ایک کے منہ پر کچھ کہتا ہے اور دوسرے کے منہ پر کچھ۔

یہ ہمارا عمومی معاشرتی رویہ ہے کہ ہم بیک وقت ظالم ومظلوم دونوں سے اپنا تعلق اور نباہ برقرار رکھتے ہیں تا کہ ہمارے اپنے ذاتی مفادات کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ گویا:

باغباں بھی خوش رہے، راضی رہے صیاد بھی

ہمارے اسی دوغلے پن کے باعث حق و باطل گڈ مڈ ہو کر رہ گیا ہے۔ یہ حدیث مبارکہ ہمارے اسی دوغلے پن پر واضح وعید کی حیثیت رکھتی ہے۔

زبان بظاہر گوشت کا ایک ٹکڑا ہے لیکن درحقیقت اس کا تصرّف موجودات کی دنیا میں بے حد وحساب ہے۔ کسی کی مخالفت پر اتر آئے تو اسے ذلیل و رسوا کر کے رکھ دے اور اگر کسی کی حمایت ومحبت کے لئے بول پڑے تو اس کی برائیوں کو بھی نیکیاں بنا کر پیش کر دے۔ اس کے رنج و آزار کی کوئی حد نہیں جبکہ قلب اور دیگر اعضاء کی جسمانی درستگی کا انحصار بھی زیادہ تر

---

(۱) ۱۔ دیلمی، مسند الفردوس، ۱: ۱۹۷، رقم: ۷۴۴
۲۔ ہندی، کنز العمال، ۳: ۲۳۶، رقم: ۸۰۴۷

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الاحکام، باب ما یکرہ من ثناء السلطان وإذا خرج قال غیر ذلك، ۶: ۲۶۲۶، رقم: ۶۷۵۷
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب البر والصلة والآداب، باب ذم ذی الوجهین وتحریم فعله، ۴: ۲۰۱۱، رقم: ۲۵۲۶

زبان کی درستگی پر ہے۔ حضرت ابو سعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ فَإِنَّ الْأَعْضَاءَ كُلَّهَا تُكَفِّرُ اللِّسَانَ فَتَقُوْلُ: اتَّقِ اللهَ فِيْنَا، فَإِنَّمَا نَحْنُ بِکَ، فَإِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا وَإِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا. (۱)

جب انسان صبح کرتا ہے تو اس کے تمام اعضاء جھک کر زبان سے کہتے ہیں: (اے زبان!) ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر کیوں کہ ہم تجھ سے متعلق ہیں (یعنی ہماری سلامتی کا انحصار تجھ پر ہے)۔ اگر تو سیدھی رہے گی (یعنی بولنے میں احتیاط کرے گی) تو ہم بھی سیدھے (یعنی محفوظ) رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوگی (یعنی بولنے میں احتیاط نہیں برتے گی) تو ہم بھی ٹیڑھے (یعنی غیر محفوظ) ہوجائیں گے۔

کیا زبان کی جملہ آفتوں سے بچنا ممکن ہے؟ عرفاء نے اس سلسلے میں ایک ہی علاج تجویز کیا ہے کہ بلا ضرورت بات نہ کی جائے اور زیادہ تر خاموشی کو اختیار کیا جائے کیونکہ اگر اس پر اعتماد اور بھروسہ کر لیا تو پھر یہ رکنے کا نام نہیں لیتی۔ یہ علاج بھی درحقیقت احادیث رسول ﷺ سے ہی اخذ کیا گیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللهِ فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللهِ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ وَإِنَّ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللهِ الْقَلْبُ الْقَاسِي. (۲)

اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا زیادہ گفتگو نہ کرو کیونکہ ذکر الٰہی کے بغیر کثرت کلام دل کی

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳:۹۵، رقم:۱۱۹۲۷

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الزهد، باب ما جاء فی حفظ اللسان، ۴:۶۰۵، رقم:۲۴۰۷

۳۔ أبو یعلی، المسند، ۲:۴۰۳، رقم: ۱۱۸۵

(۲) ترمذی، السنن، کتاب الزهد، باب ۶۱، ۴:۶۰۷، رقم:۲۴۱۱

سختی (کا باعث ہے) اور سخت دل انسان اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہے۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوا جو حضرت سفیان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللهِ، حَدِّثْنِی بِأَمْرٍ أَعْتَصِمُ بِهِ، قَالَ: قُلْ رَبِّیَ اللهُ ثُمَّ اسْتَقِمْ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا أَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ؟ فَأَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِهِ، ثُمَّ قَالَ: هٰذَا.(1)

یا رسول اللہ! مجھے ایسا کام بتائیں جسے میں مضبوطی سے پکڑے رکھوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہو میرا رب اللہ ہے پھر اس پر ثابت قدم رہو۔ میں نے پھر عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے لئے خطرناک چیز کیا ہے؟ آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا: یہ ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: کیا میں تمہیں تمام امور کا سردار، ستون اور کوہان کی بلندی نہ بتا دوں؟ میں نے عرض کیا: ہاں، یارسول اللہ! ضرور بتایئے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمام اعمال کا سردار اسلام ہے۔ ستون نماز ہے اور کوہان کی بلندی جہاد ہے۔ پھر فرمایا:

أَلَا أُخْبِرُکَ بِمَلَاکِ ذَلِکَ کُلِّهِ؟ قُلْتُ: بَلَی يَا نَبِيَّ اللهِ! فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ، قَالَ: کُفَّ عَلَيْکَ هَذَا، فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ! وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُونَ بِمَا نَتَکَلَّمُ بِهِ، فَقَالَ: ثَکِلَتْکَ أُمُّکَ يَا مُعَاذُ! وَهَلْ يَکُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَی

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الزهد، باب ما جاء فی حفظ اللسان، ۴: ۶۰۷، رقم: ۲۴۱۰

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الفتن، باب کف اللسان فی الفتنة، ۲: ۱۳۱۴، رقم: ۳۹۷۲

۳۔ دارمی، السنن، باب حفظ اللسان، ۲: ۳۸۶، رقم: ۲۷۱۱

وُجُوهِهِمْ أَوْ عَلَى مَنَاخِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِم.[۱]

کیا تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جس سے ان سب کا استحکام (وابستہ) ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں، کیوں نہیں، ضرور بتایئے یا رسول اللہ! راوی فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ نے زبانِ مبارک کو پکڑ کر فرمایا: اسے روک رکھو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا گفتگو کے بارے میں بھی ہمارا مواخذہ ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! تجھے تیری ماں روئے، لوگوں کو جہنم میں منہ کے بل گھٹنوں کے بل گرانے والی زبان کی کاٹی ہوئی کھیتی (گفتگو) کے سوا اور کیا ہے؟

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

أَنَّ عُمَرَ اطَّلَعَ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَهُوَ يَمُدُّ لِسَانَهُ، فَقَالَ: مَا تَصْنَعُ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللهِ! فَقَالَ: إِنَّ هَذَا أَوْرَدَنِي الْمَوَارِدَ. إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَيْسَ شَيْءٌ مِنَ الْجَسَدِ إِلَّا وَهُوَ يَشْكُوْ ذَرِبَ اللِّسَانِ.[۲]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو وہ اپنے زبان پکڑ کر کھینچ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے خلیفۂ رسول آپ کیا کر رہے ہیں؟ کہنے لگے: اس نے بہت سے (غلط) کام کروائے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جسم کا ہر عضو زبان کی تیزی کی شکایت کرتا ہے۔

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الایمان، باب ما جاء فی حرمة الصلاة، ۵:۱۱، رقم:۲۶۱۶
۲۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۱:۱۹۴، رقم:۲۰۳۰۳
۳۔ طبرانی، مسند الشامیین، ۴:۱۳۸، رقم:۳۸۲۹

(۲) ۱۔ بزار، المسند، ۱:۱۶۳، رقم:۸۴
۲۔ أبو یعلی، المسند، ۱:۱۷، رقم:۵
۳۔ ابن أبی شیبه، المصنف، ۷: ۴۳۲، رقم:۳۷۰۴۷

زبان کے گناہوں میں سے فحش گوئی، دروغ گوئی، جھوٹا وعدہ، خوشامد، غیبت اور چغلی وغیرہ شامل ہیں۔ ان تمام گناہوں کا واحد حل توبہ و استغفار ہے۔

(۵) ہاتھ کے گناہ

گناہوں کے حوالے سے قرآن مجید میں ہاتھوں کا خصوصی طور پر تذکرہ کیا گیا ہے۔ کفار کو یہ کہتے ہوئے کہ اگر تم سچے ہو تو موت کی آرزو کرو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ وَاللهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ○ (۱)

وہ ہرگز کبھی بھی اس کی آرزو نہیں کریں گے ان گناہوں (اور مظالم) کے باعث جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں○

اور پھر فرمایا:

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ. (۲)

اور اپنے ہی ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُم. (۳)

یہ ان اعمال کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھ خود آگے بھیج چکے ہیں۔

ایسے کئی مقامات پر قرآن مجید میں ہاتھوں کا تذکرہ ہے تاکہ انسان کو سمجھایا جائے کہ اپنے ہاتھوں کو گناہ آلود نہ کرے۔ کیونکہ اس کے یہی ہاتھ اور پاؤں یومِ حساب اس کے خلاف گواہی دے رہے ہوں گے:

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ○ (۴)

---

(۱) البقرة، ۹۵:۲

(۲) البقرہ، ۱۹۵:۲

(۳) آل عمران، ۱۸۲:۳

(۴) النور، ۲۴:۲۴

جس دن (خود) ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں انہی کے خلاف گواہی دیں گے کہ جو کچھ وہ کرتے رہے تھےo

انسان اپنے جملہ امور انجام دینے میں ہاتھوں کو استعمال کرتا ہے۔ انہی سے جسمانی اذیت دیتا ہے، قتل و غارت گری کرتا ہے خواہ وہ خود کرے یا کسی کو ایسا کرنے کا اشارہ کرے۔ اسی طرح قلم کے ذریعے ہاتھ ہی ظلم و ناانصافی پر مبنی غیر منصفانہ فیصلے کرتا ہے یا انتظامی اختیار استعمال کرتے ہوئے مخالفین کے جانی و مالی نقصانات کے احکام جاری کرتا ہے۔ مخالف کی عزت و ناموس کو مجروح کرنے کے لئے الزام تراشی اور تہمت پر مبنی لٹریچر شائع کرنے کا مکروہ دھندا بھی ہاتھ ہی سرانجام دیتے ہیں۔ ہاتھ کی اہمیت کا اندازہ ایک اپاہج سے لگایا جا سکتا ہے جو ہاتھوں سے معذور ہو۔

(٦) پاؤں کے گناہ

قیامت کے روز ہر انسانی عضو بندے کے خلاف اس کے برے فعل کی شہادت دے گا، جس پر اس کی بخشش کا دار و مدار ہوگا۔ پاؤں سے بھی سوال کیا جائے گا۔ بہتر ہے غلط مجلس میں جانے یا غلط کام سرانجام دینے سے ابھی اجتناب کر لیا جائے تا کہ کل یومِ حساب شرمندگی اور پشیمانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ انسان کے قدم کبھی بھی اس طرف نہ اٹھنے پائیں جس کی طرف باز رہنے سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًاo [1]

بے شک کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے باز پرس ہوگیo

نفسِ انسانی انسان کو اپنی خواہشات کے جال میں پھنسا کر گمراہی کے راستے پر ڈالتا ہے۔ یہی آنکھ، کان اور دل ہی تو ہیں جن کے ذریعے لذت انگیز نظارے اور مسحور کن آوازیں انسان کے دل میں اتر کر جذبۂ و خیال کو اپنا قیدی بنا لیتے ہیں اور پھر انسان اپنے ہوش کھو بیٹھتا

---

(۱) بنی اسرائیل، ۳۶:۱۷

ہے۔ اسی لئے اللہ رب العزت نے کھل کر وارننگ دی ہے کہ اگر تم نفس کی پیروی سے باز نہ آئے تو انہی حواس سے پوچھا جائے گا۔ جب یہ سچی گواہی دے دیں گے پھر انسان کے لئے بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہ ہوگا اور جہنم کی آگ اس کا مقدر ہوگا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے عمومی طور پر ہر عضو بدن سے پوچھ گچھ کرنے کا بیان کیا ہے۔ پھر سورۂ یٰسین میں ہاتھ اور پاؤں کا باقاعدہ نام لے کر ذکر فرمایا کہ قیامت کے دن وہ اُن اعمال کی گواہی دیں گے جو وہ کمایا کرتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلۡیَوۡمَ نَخۡتِمُ عَلٰۤی اَفۡوَاهِهِمۡ وَتُکَلِّمُنَاۤ اَیۡدِیۡهِمۡ وَتَشۡهَدُ اَرۡجُلُهُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ○[1]

آج ہم اُن کے مونہوں پر مُہر لگادیں گے اور اُن کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور اُن کے پاؤں اُن اعمال کی گواہی دیں گے جو وہ کمایا کرتے تھے○

شیخ فرید الدین عطار ’تذکرۃ الاولیاءٗ میں امام سفیان ثوری کے نام کے ساتھ ثوری لکھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مسجد میں داخل ہوتے وقت بایاں پاؤں پہلے مسجد میں رکھ دیا تو ندا آئی، اے ثور! مسجد میں یہ گستاخی کیوں کی۔ آپ غلبۂ خوف سے غش کھا کر گر پڑے۔ اُسی دن سے آپ کا نام ثوری مشہور ہوگیا۔[2]

ثور عربی لفظ ہے جس کا معنیٰ ہے بیل، یعنی جانور جیسا کام کیوں کیا؟ حقیقت یہ ہے کہ قیامت کے دن انسان کے ہر عضو سے اس کے کئے گئے فعل کی بابت پوچھ گچھ ہوگی۔ جب ہونٹوں پر مہر لگا کر زبان بند کر دی جائے گی اور ہمارا ہر عضو خود ہمارے خلاف گواہ ہوگا تو بہتر ہے کہ بندہ ہر قدم پھونک کر رکھے کیونکہ بقول میر تقی:

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہِ شیشہ گری کا

(۱) یٰس، ۶۵:۳۶

(۲) فرید الدین عطار، تذکرۃ الأولیاء:۲۰

(۷) پیٹ کے گناہ

انسان پیٹ کی آگ بجھانے کی خاطر جائز و ناجائز کی تمیز بھول چکا ہے۔ وہ بددیانتی، دھوکا دہی، رشوت، لوٹ مار اور نا انصافی کے ذریعے دوزخ پیٹ کی آگ سے بھر رہا ہے۔ تاجر، ڈاکٹر، دُکان دار، ملازم پیشہ، مزدور غرضیکہ معاشرے کا کوئی ایسا طبقہ نہیں (الا ما شاء اللہ) جہاں سب ایک دوسرے کو نہ لوٹ رہے ہوں۔ یہی ہماری معاشی و معاشرتی بے سکونی کی بڑی وجہ ہے۔

پیٹ جملہ جسمانی قوتوں کا مرکز ہے۔ اس لیے کمزوری و طاقت، عفت و پاکدامنی، سرکشی و نافرمانی کے ظہور میں پیٹ کا عمل دخل سب سے زیادہ ہے۔ آدابِ بندگی بجا لانے کے ضمن میں حلال غذا کے استعمال اور حرام و مشتبہ غذا سے بچنے کا انحصار زیادہ تر پیٹ پر ہے۔ قرآن حکیم میں حرام مال کھانے پر سخت وعید آئی ہے۔

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًاؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا. (۱)

بے شک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں نری آگ بھرتے ہیں، اور وہ جلد ہی دہکتی ہوئی آگ میں جا گریں گے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی حرام مال کھانے والے کو سخت وعید سنائی ہے۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ النَّارُ أَوْلٰى بِهٖ. (۲)

---

(۱) النساء، ۴:۱۰

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، ۳:۳۲۱، رقم:۱۴۴۸۴

۲۔ترمذی، السنن، کتاب أبواب الصلاۃ، باب ما ذکر فی فضل الصلاۃ، ۲:۵۱۳، رقم:۶۱۴

۳۔حاکم، المستدرک، کتاب الأطعمۃ، ۴:۱۴۱، رقم:۷۱۶۳

حرام مال اور حرام غذا سے پرورش پانے والا گوشت جنت میں داخل نہیں ہوگا بلکہ نارِ جہنم کا زیادہ مستحق ہے۔

حرام کھانے والا شخص حق تعالیٰ کی بارگاہ میں مردود ہونے کے باعث سخت ترین عذاب کا مستحق ہوگا۔ اس لئے اس کی کسی بھی عبادت کو قبول نہیں کیا جاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے شخص سے عبادت و اطاعت کی توفیق ہی سلب کر لی جاتی ہے۔ اس لیے عوام کی توبہ یہ ہے کہ وہ حرام کھانے سے بچیں۔

حرام سے مراد وہ چیز ہے جس کا کسی دوسرے کی ملکیت ہونا یقینی طور پر معلوم اور ثابت ہو تو شرعاً اس کا استعمال جائز نہیں ہوگا۔ اگر ایسی چیز کا کسی غیر سے منسوب ہونا یقینی نہ ہو لیکن غالب گمان یہ ہو کہ یہ کسی دوسرے کی ہے تو وہ مشتبہ ہے۔ جہاں تک تحفہ قبول کرنے کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں تحقیق ضروری ہے۔ اگر اس میں کوئی شک ہو تو ایسا تحفہ قبول نہیں کرنا چاہئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ معاملاتِ زندگی میں حرام و حلال یوں گڈمڈ ہوکر رہ گیا ہے کہ اس کی تمیز ختم ہوکر رہ گئی ہے حالانکہ دنیا کا مال فی نفسہٖ آزمائش کا گھر ہے جس سے غرور و تکبر جنم لیتا ہے۔ اس کا ضرورت سے زیادہ استعمال ناپسندیدہ فعل ہے۔ قرآن حکیم میں اس بارے میں بڑا واضح ارشاد ہے:

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ (۱)

جان لو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا ہے اور ظاہری آرائش ہے اور آپس میں فخر اور خودستائی ہے اور ایک دوسرے پر مال و اولاد میں زیادتی کی طلب ہے، اسکی مثال بارش کی سی ہے کہ جس کی پیداوار کسانوں کو بھلی لگتی ہے پھر وہ خشک ہو جاتی

(۱) الحدید، ۵۷:۲۰

ہے پھر تم اسے پک کر زرد ہوتا دیکھتے ہو پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے، اور آخرت میں (نافرمانوں کے لیے) سخت عذاب ہے اور (فرمانبرداروں کے لیے) اللہ کی جانب سے مغفرت اور عظیم خوشنودی ہے، اور دنیا کی زندگی دھوکے کی پونجی کے سوا کچھ نہیں ہے○

اہل تصوف تو حلال ذرائع سے پیٹ بھرنے کو بھی گناہ خیال کرتے ہیں۔ امام ابو القاسم قشیری نے 'الرسالۃ (ص:۱۴۱)' کے نزدیک پیٹ کو بھوکا رکھ کر صبر کرنے کا ذکر قرآن حکیم میں یوں بیان کیا گیا ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَىْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ.[۱]

اور ہم ضرور بالضرور تمہیں آزمائیں گے کچھ خوف اور بھوک سے۔

اس آیت کے آخر میں صبر کرنے والوں کو بشارت دی گئی ہے:

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ○[۲]

اور (اے حبیب!) آپ (ان) صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیں○

جو آزمائش میں پورا اترا یعنی خوف کے ساتھ پیٹ کی خواہش کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے بھوک برداشت کی اور صبر سے کام لیا تو ایسے لوگوں کے لئے اچھے اجر کی بشارت دی۔ اسی طرح رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ.[۳]

اور اپنی جانوں پر انہیں ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود اِنہیں شدید حاجت ہی ہو۔

یہاں بھی پیٹ کو بھوک میں مبتلا کر کے کھانے کے سلسلے میں دوسروں کی مدد کرنے کا

(۱) البقرۃ، ۲:۱۵۵

(۲) البقرۃ، ۲:۱۵۵

(۳) الحشر، ۵۹:۹

بیان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اربابِ طریقت نے پیٹ کو بھرنے سے ہمیشہ اجتناب کیا ہے۔ ان کے نزدیک یہ ارکانِ مجاہدہ میں سے ایک ہے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں:

لَوْ أَنَّ الْجُوْعَ يُبَاعُ فِي السُّوْقِ لَمَا كَانَ يَنْبَغِيْ لِطُلَّابِ الْآخِرَةِ إِذَا دَخَلُوْا السُّوْقَ أَنْ يَشْتَرُوْا غَيْرَهُ. (۱)

اگر بھوک کوئی ایسی چیز ہوتی جو بازار سے خریدی جاسکتی تو آخرت کے طالبین جب بھی بازار میں داخل ہوتے تو یہ مناسب نہ سمجھتے کہ اس کے سوا کسی اور چیز کو خریدتے۔

حضرت سہل بن عبد اللہ نے فرمایا:

لَمَّا خَلَقَ اللهُ تَعَالَى الدُّنْيَا جَعَلَ فِي الشِّبْعِ: الْمَعْصِيَةَ وَالْجَهْلَ، وَجَعَلَ فِي الْجُوْعِ: الْعِلْمَ وَالْحِكْمَةَ. (۲)

جب اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا تو پیٹ بھر کر کھانے میں معصیت اور جہالت کو رکھ دیا اور بھوک میں علم اور حکمت کو۔

خواص نے پیٹ کو بھرنے سے ہمیشہ اجتناب کیا ہے۔ جب انہوں نے بھوک کی عادت ڈالی تو انہیں اس کے باعث حکمت کے چشمے نصیب ہوئے۔ چنانچہ عوام کی توبہ پیٹ کو رزقِ حرام سے بچانے کا نام ہے اور بلاشبہ اس دور میں یہ ایک انتہائی مشکل عمل ہے جبکہ خواص کے لئے رزقِ حلال سے بھی بھوک رکھ کر کھانے میں توبہ کا عمل پوشیدہ ہے کیونکہ وہ اہل تقویٰ ہیں۔ ان کا زہد ان سے ایسے ہی عمل کا متقاضی ہے۔

---

(۱) قشیری، الرسالة: ۱۴۱

(۲) ۱۔ قشیری، الرسالة: ۱۴۱

۲۔ابن الحاج، المدخل، ۳: ۱۱۳

(۸) شرم گاہ کے گناہ

مغربی اور یورپی اقوام کے نزدیک بدکاری ایک نا قابل گرفت ذاتی فعل ہے۔ اس فعل کو جرم ثابت کرنے والی واحد چیز 'جبر' ہے۔ اگر فریقین باہم راضی ہوں تو پھر یہ قابلِ گرفت جرم نہیں۔ ان کے اس مجرمانہ رویے نے وہاں فحاشی کا ایک بازار گرم کر دیا ہے اور اب اپنے اس نقطہ نظر کو ساری دنیا میں عملاً رائج کرنے کے شیطانی عزم کی تکمیل کی خاطر سوچے سمجھے منصوبے کے تحت الیکٹرانک میڈیا کو بھرپور طریقے سے استعمال کیا جا رہا ہے۔ انہیں اس پر مکمل کنٹرول حاصل ہے۔ بدقسمتی سے مسلمان حکمرانوں کا ذاتی کردار بھی الا ما شا اللہ زیادہ حوصلہ افزاء نہیں، حالانکہ احکامِ قرآنی اس جرم کے بارے میں بڑے واضح ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّهٗ کَانَ فَاحِشَةًؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا۝[1]

اور تم زنا (بدکاری) کے قریب بھی مت جانا بے شک یہ بے حیائی کا کام ہے، اور بہت ہی بری راہ ہے۝

اس قبیح فعل پر حدود جیسی کڑی سزا کے نفاذ سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ جرم شرعاً اور اخلاقاً کس قدر مذموم، گھناؤنا اور برا ہے۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ اس کے علم میں تھا کہ ایک وقت آنے والا ہے جب یہ جرم عام ہو جائے گا اور شیطان کے پیروکار اس کے بارے میں نرم گوشہ اختیار کریں گے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آج سے چودہ سو سال قبل نزول قرآن کے وقت ہی حکم دے دیا تھا کہ خبردار! ایسے جرم کا ارتکاب کرنے والے کے لئے سزا کے حوالے سے تمہارے دل میں کوئی نرم گوشہ پیدا نہ ہو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍﺻ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِﺟ وَلْيَشْهَدْ

(۱) الإسراء، ۱۷:۳۲

عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ○[1]

بدکار عورت اور بدکار مرد (اگر غیر شادی شدہ ہوں) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو (شرائطِ حد کے ساتھ جرمِ زنا کے ثابت ہو جانے پر) سو (سو) کوڑے مارو (جب کہ شادی شدہ مرد و عورت کی بدکاری پر سزا رجم ہے اور یہ سزائے موت ہے) اور تمہیں ان دونوں پر اللہ کے دین (کے حکم کے اِجراء) میں ذرا ترس نہیں آنا چاہیے اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، اور چاہیے کہ ان دونوں کی سزا (کے موقع) پر مسلمانوں کی (ایک اچھی خاصی) جماعت موجود ہو○

خود حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ ظاہری میں اُن مسلمان مرد و زن پر باقاعدہ حدود نافذ کی گئیں جن سے یہ فعل سرزد ہو گیا تھا۔ حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ يَضْمَنَ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنَ لَهُ الْجَنَّةَ.[2]

جو مجھے اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان (یعنی اپنی زبان) اور دونوں ٹانگوں کے درمیان (یعنی اپنی شرم گاہ کی حفاظت) کی ضمانت دے تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

فحاشی و عریانی کا طوفان عالمی سطح پر غارت گرِ کردار بن کر کیبل اور انٹرنیٹ وغیرہ کی شکل میں ہر گھر میں دعوت گناہ دے رہا ہے۔ اس کے نتیجے میں بدکاری و بے حیائی کس قدر

---

(۱) النور، ۲۴:۲

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، ۵:۲۳۷۶، رقم: ۶۱۰۹

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الزهد، باب ما جاء فی حفظ اللسان، ۴:۶۰۶، رقم: ۲۴۰۸

۳۔ مالك، الموطأ، ۲:۹۸۷، رقم: ۱۷۸۷

تیزی سے معاشرے کو اخلاقی تباہی کے گڑھے میں لے جا رہی ہے اس کا اندازہ روز مرہ کے اخبارات میں شائع خبروں سے لگایا جا سکتا ہے۔ مقدس رشتوں کی پامالی سے ہمارا معاشرتی اخلاقی رویہ بری طرح متاثر ہو رہا ہے۔ انفرادی سطح پر جہاں والدین کو اپنی جوان نسل کی اخلاقی تربیت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی ضرورت ہے وہاں حکومتی اداروں کو شرم و حیا کے اسلامی تصورات کی اشاعت کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس بارے میں واضح طور پر خبردار کیا ہے، فرمانِ الٰہی ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ○[1]

اور جو (دائماً) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے رہتے ہیں○

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فواحش کو، خواہ کوئی چھپ کے کی گئی ہوں یا کھلے عام، حرام قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّىَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ.[2]

میرے ربّ نے (تو) صرف بے حیائی کی باتوں کو حرام کیا ہے جو ان میں سے ظاہر ہوں اور جو پوشیدہ ہوں (سب کو)۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا أَحَدَ أَغْيَرُ مِنَ اللهِ وَلِذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ.[3]

---

(۱) المومنون، ۲۳:۵

(۲) الأعراف، ۷:۳۳

(۳) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب التفسير، باب ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾، ۴:۱۶۹۶، رقم:۴۳۵۸

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب التوبة، باب غيرة الله تعالى وتحريم الفواحش، ۴:۲۱۱۴، رقم:۲۷۶۰

اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں اِسی لیے اُس نے ظاہری اور باطنی فواحش (بے حیائی کے کاموں) کو حرام فرما دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللهَ يَغَارُ وَغَيْرَةُ اللهِ أَنْ يَأْتِيَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ اللهُ.

اللہ تعالیٰ غیرت فرماتا ہے؛ اور اللہ تعالیٰ اس پر غیرت فرماتا ہے کہ کوئی مومن اُس فعل کا مرتکب ہو جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا۔

إِنَّ اللهَ يَغَارُ وَإِنَّ الْمُؤْمِنَ يَغَارُ وغَيْرَةُ اللهِ أَنْ يَأْتِيَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ عَلَيْهِ. (۱)

اللہ کو غیرت آتی ہے اور مومن کو بھی غیرت آتی ہے۔ اللہ کو غیرت اس وقت آتی ہے جب مومن ایسے کام کرتا ہے جنہیں اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔

بدکاری جیسے قبیح اور حرام فعل پر سخت ترین سزا کے اجراء کا باعث یہی غیرت الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شرم گاہوں کی حفاظت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ط ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ط اِنَّ اللهَ خَبِيْرٌ م بِمَا يَصْنَعُوْنَ۝ (۲)

آپ مومن مردوں سے فرما دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں، یہ ان کے لیے بڑی پاکیزہ بات ہے۔ بے شک اللہ ان

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب النكاح، باب الغيرة، ۵:۲۰۰۲، رقم:۴۹۲۴

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب التوبة، باب غيرة الله وتحريم الفواحش، ۴:۲۱۱۴، رقم:۲۷۶۱

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الرضاع، باب ما جاء في الغيرة، ۳:۴۷۱، رقم:۱۱۶۸

(۲) النور، ۲۴:۳۰

کاموں سے خوب آگاہ ہے جو یہ انجام دے رہے ہیں○

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو پاکیزہ زندگی اختیار کرنے کا طریقہ بھی بتایا ہے اور حکم بھی دیا ہے۔ اہل طریقت نے عارفوں کے بارے کہا ہے کہ ان کے قلوب میں کسی فحش خیال کا گزرنا ایسا ہے جیسے عوام سے اِس برے فعل کا سرزد ہو جانا۔

(۲) توبہ کا دوسرا درجہ: قلبی گناہوں سے توبہ

التوبة عن ذنوب القلوب یعنی توبہ کی دوسری قسم دل کے گناہوں سے متعلق ہے۔ انسانی دل دیگر چھوٹے چھوٹے گناہوں کے علاوہ چار قسم کے مہلک گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے۔ یعنی حسد، ریا، غرور و تکبر اور حبِ دنیا۔ ان مہلک گناہوں کی علیحدہ علیحدہ کچھ تفصیل بیان کی جاتی ہے تاکہ ان کی ہلاکت انگیزیوں سے آگاہ ہو کر بندہ اُن سے بچنے کی حتی المقدور کوشش کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کے احکام اس ضمن میں بڑے واضح ہیں جن کی اطاعت میں ہماری نجات مضمر ہے۔

(۱) حسد

حسد ایک ایسا گناہ ہے جس کا ارتکاب روز مرہ زندگی میں بہت زیادہ ہوتا ہے۔ حسد سے مراد ایسا جذبہ ہے جس میں انسان کسی دوسرے انسان کو عنایت ہونے والی نعمت کے بارے میں اپنے اندر جلن محسوس کرتا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ اس نعمت کا اُس شخص سے زیادہ وہ خود حقدار تھا، یہ اُس کے حصے میں کیوں چلی گئی۔ جن افرادِ معاشرہ کو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے جاہ و منصب، عزت و شہرت، مال و دولت، طاقت وصحت، آل و اولاد وغیرہ جیسی نعمتیں عطا ہو جاتی ہیں لوگ اُن سے حسد کرنے لگتے ہیں۔ غور طلب بات یہ ہے کہ سب کچھ اُسے کس نے دیا ہے؟ یقیناً اللہ تعالیٰ نے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حسد کرنے والا کس کی عطا پر ناراض ہو رہا ہے؟ واضح بات ہے کہ حاسد اللہ تعالیٰ کے حکم پر اعتراض کر رہا ہے اور یوں وہ اللہ رب العزت کے فیصلوں کا منکر ہو رہا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ حسد کی بنا پر وہ اس شخص کے خلاف بلا وجہ معاندانہ

رویہ اختیار کر لیتا ہے جس کا مقصد اسے پریشان کرنا، نقصان پہنچانا اور ناکام کرنا ہوتا ہے۔ یوں حاسد معاشرے میں عداوت، شرپسندی اور فساد کا موجب بن جاتا ہے۔ حسد کے عمل کی وجہ سے اس کی بدبختی ملاحظہ کیجئے کہ حاسد دنیا میں حسد کی آگ میں جلتا رہتا ہے اور موت کے بعد دوزخ کی آگ میں اس کا ٹھکانا ہوگا۔

(ا) حسد: آیاتِ قرآن کی روشنی میں

قرآن حکیم میں واضح طور پر حسد کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ حسد سے انتہا پسند رویہ جنم لیتا ہے، حاسد کے دل میں حسد کی وجہ بغض، کینہ، غصہ انتقام اور اذیت پسندی کے جذبات کھولتے رہتے ہیں جن کی وجہ سے اس کی طبع میں تحمل، بردباری، میانہ روی، رواداری اور انصاف پسندی کا فقدان ہو جاتا ہے اور اس کے ہر عمل سے تنگدلی اور تنگ نظری کا اظہار ہوتا ہے۔ اسی لئے ہمارے معاشرتی تنازعات کی بڑی وجہ حسد ہی ہے۔ جو دل حسد سے پاک رہا وہ بلاشبہ نجات پا گیا۔

۱۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ. (۱)

اور تم اس چیز کی تمنا نہ کیا کرو جس میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

۲۔ دوسرے مقام پر فرمایا:

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهٖ. (۲)

کیا یہ (یہود) لوگوں (سے ان نعمتوں) پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں۔

---

(۱) النساء، ۴: ۳۲

(۲) النساء، ۴: ۵۴

۳۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے حاسد کے رد میں فرمایا:

نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَيۡنَهُمۡ مَّعِيۡشَتَهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا.(۱)

ہم ان کے درمیان دنیوی زندگی میں ان کے (اسبابِ) معیشت کو تقسیم کرتے ہیں۔

۴۔ حسد کرنے والا اللہ کے فیصلوں اور مخلوق میں نعمتوں کی تقسیم پر اعتراض کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَا يُبَدَّلُ الۡقَوۡلُ لَدَىَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِيۡدِ۝(۲)

میری بارگاہ میں فرمان بدلا نہیں جاتا اور نہ ہی میں بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں۔

حسد سے انسانی ذات پر مرتب ہونے والے نقصانات اور اس سے معاشرے میں پیدا ہونے والے اَن گنت مسائل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس سے اپنی پناہ حاصل کرنے کی ہدایت فرمائی جو قرآنِ حکیم کی سورۃ الفلق میں بیان فرمائی گئی ہے۔

۵۔ سورہ الفلق کی آخری آیت ہے جس میں پناہ مانگی جا رہی ہے:

وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ۝(۳)

اور ہر حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۝

(ب) حسد: احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں

احادیث رسول ﷺ میں حسد کے نقصانات کا ذکر بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس کے باعث پہلی متعدد قومیں ہلاک کر دی گئیں۔ انسان کو حسد سے کبھی بے خبر نہیں ہونا چاہئے۔ جونہی محسوس کرے کہ اس کے دل میں دوسروں کے خلاف حسد جنم لے رہا

(۱) الزخرف، ۴۳:۳۲

(۲) ق، ۵۰:۲۹

(۳) الفلق، ۱۱۳:۵

ہے تو اس سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتے ہوئے اس سے بچنے کی کوشش کرے۔

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ. (۱)

حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

حاسد جو حرکتیں کرتا ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے جیسے اُسے ناراض رہنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ دوسروں پر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر جلتا ہے۔

۲۔ حدیث قدسی میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلْحَاسِدُ عَدُوٌّ لِنِعْمَتِيْ. (۲)

حاسد میری (عطا کردہ) نعمت کا دشمن ہے۔

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا وَلَا يَحِلُّ

---

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب الحسد، ۲:۱۴۰۸، رقم:۴۲۱۰
۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۵:۳۳۰، رقم:۲۶۵۹۴
۳۔ أبو يعلى، المسند، ۶: ۳۳۰، رقم:۳۶۵۶
۴۔ قضاعي، مسند الشهاب، ۲:۱۳۶، رقم:۱۰۴۸

(۲) ۱۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ۱۰، ۲۲۲
۲۔ ابن عساكر، تاريخ مدينه و دمشق، ۲۱، ۱۳۱
۳۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۵: ۲۷۴، رقم:۶۶۳۷
۴۔ سيوطي، الدر المنثور، ۳:۵۵۱
۵۔ عجلوني، كشف الخفاء، ۱:۴۳۱

لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَـلَاثَةِ أَيَّامٍ.[۱]

نہ قطع تعلق کرو، نہ ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو، نہ ایک دوسرے سے بغض و عداوت رکھو اور نہ آپس میں حسد کرو۔ اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ۔ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے۔

حسد میں ایک شخص دوسرے کے لئے زوالِ نعمت کا طالب ہوتا ہے کہ یہ اس سے چھن کر اُسے مل جائے جبکہ اس کے برعکس رشک بھی ایک جذبہ ہے کہ کسی کے نیک کام کو دیکھ کر خواہش کرے کہ میں بھی ایسے نیک اعمال بجا لاؤں۔ یہ محمود فعل ہے۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ عَلَّمَهُ اللهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَتْلُوهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَ آنَاءَ النَّهَارِ فَسَمِعَهُ جَارٌ لَهُ فَقَالَ: لَيْتَنِي أُوتِيتُ مِثْلَ مَا أُوتِيَ فُـلَانٌ فَعَمِلْتُ مِثْلَ مَا يَعْمَلُ. وَ رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ مَالًا فَهُوَ يُهْلِكُهُ فِي الْحَقِّ، فَقَالَ رَجُلٌ: لَيْتَنِي أُوتِيتُ مِثْلَ مَا أُوتِيَ فُـلَانٌ فَعَمِلْتُ مِثْلَ مَا يَعْمَلُ.[۲]

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن التحاسد والتدابر، ۵:۲۲۵۳، رقم:۵۷۱۸

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم التحاسد والتباغض والتدابر، ۴:۱۹۸۳، رقم:۲۵۵۹

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب فضائل القرآن، باب اغتباط صاحب القرآن، ۴:۱۹۱۹، رقم: ۴۷۳۸

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل من يقوم بالقرآن، ۱:۵۵۸، رقم: ۸۱۵

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۴۷۹، رقم: ۱۰۲۱۸

حسد (رشک) تو بس دو آدمیوں سے ہی کرنا جائز ہے۔ پہلا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن (پڑھنا و سمجھنا) سکھایا تو وہ رات اور دن کے اوقات میں اس کی تلاوت کرتا ہے اس کا پڑوسی اسے قرآن پڑھتے ہوئے سنتا ہے تو کہہ اٹھتا ہے کہ کاش مجھے بھی اس کی مثل قرآن عطا کیا جاتا تو میں بھی اسی طرح عمل کرتا جس طرح یہ کرتا ہے اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال بخشا ہے اور وہ اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرتا ہے۔ دوسرا شخص اسے دیکھ کر کہتا ہے کاش مجھے بھی اتنا مال ملتا جتنا اسے ملا ہے تو میں بھی اسی طرح عمل کرتا جس طرح یہ کرتا ہے۔

(۲) ریا

ریا کا جذبہ انسانی دل میں خود پسندی کے باعث جنم لیتا ہے۔ ایک انسان عبادت کرتا ہے، صدقہ خیرات کرتا ہے، لوگوں کی بھلائی کے کام کرتا ہے اور اس کی غرض فقط یہ ہوتی ہے کہ خالق و مالک اس سے راضی ہو جائے۔ وہ اپنے مالک کی رضا کے لئے اس کے احکامات پر عمل کرتا ہے۔ اسے اس بات سے کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ لوگ اس کے بارے میں کیا خیال رکھتے ہیں، بلکہ وہ اسے لوگوں سے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے۔ ایسے اعمال کا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، لیکن اگر یہ سب کچھ لوگوں کو دکھانے اور ان کی نظروں میں نیک، پارسا اور معتبر نظر آنے کی غرض سے کرے تو یہ ریا ہے۔

(ا) ریا: آیاتِ قرآن کی روشنی میں

جو شخص معاشرے میں قابلِ عزت، نیک و پارسا، معزز و معتبر نظر آنے کے لئے نیک اعمال کرتا ہے وہ دراصل ریاکاری کا ارتکاب کر رہا ہوتا ہے۔ ایسے اعمال اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے نہیں بلکہ لوگوں کی زبان پر اپنی تعریف سننے کے لیے کئے جاتے ہیں۔ ریاکاری کے لئے کیا گیا ہر بڑے سے بڑا عمل حتیٰ کہ شہادت جیسا عظیم الشان عمل بھی ضائع ہو جاتا ہے۔

۱۔ قرآن حکیم میں ان نمازیوں پر افسوس کا اظہار کیا گیا ہے جو اپنی عبادت محض

دکھلاوے کے لئے کرتے ہیں، چنانچہ ارشاد ہوا:

اَلَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُ وْنَ○[۱]

وہ لوگ (عبادت میں) دکھلاوا کرتے ہیں (کیوں کہ وہ خالق کی رسمی بندگی بجا لاتے ہیں اور پسی ہوئی مخلوق سے بے پرواہی برت رہے ہیں)○

۲۔ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ط وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ○[۲]

وہ اپنے منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں، اور اللہ (اُن باتوں) کو خوب جانتا ہے جو وہ چھپا رہے ہیں○

۳۔ ایک اور مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى لا يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلاَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيلاً○ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ قصلے لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ.[۳]

اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی کے ساتھ (محض) لوگوں کو دکھانے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ کو یاد (بھی) نہیں کرتے مگر تھوڑا○ اس (کفر اور ایمان) کے درمیان تذبذب میں ہیں نہ ان (کافروں) کی طرف ہیں اور نہ ان (مومنوں) کی طرف ہیں۔

۴۔ ایک مقام پر ارشاد فرمایا گیا:

وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ط اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ○[۴]

---

(۱) الماعون، ۱۰۷:۶

(۲) آل عمران، ۳:۱۶۷

(۳) النساء، ۴:۱۴۲

(۴) ملك، ۶۷:۱۳

اور تم لوگ اپنی بات چھپا کر کہو یا اُسے بلند آواز میں کہو، یقیناً وہ سینوں کی (چھپی) باتوں کو (بھی) خوب جانتا ہےo

مذکورہ بالا آیات قرآنی میں ریاکاری کی مختلف جہتوں کو بیان کیا گیا ہے جو ایک انسان دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے اختیار کرتا ہے۔ یہ آیات مبارکہ قول و فعل کے تضادات کو بھی بیان کر رہی ہیں جو انفرادی سطح سے لے کر اجتماعی سطح تک سارے معاشرے کو گھن کی طرح کھا جاتی ہیں اور فی الواقع قومی سطح پر ہمارے اخلاقی انحطاط کی یہی بڑی وجہ ہے۔ ریاکاری کی ایک انتہائی بُری شکل یہ بھی ہے کہ دوسروں کو نیکی اور صالحیت کے وعظ و تلقین دیتا نہ تھکے حالانکہ ذاتی حوالے سے اُس کا اِن امور سے دور کا واسطہ ہی نہ ہو۔ اسی دوہری شخصیت کے ہاتھوں مسلمان امت نے انفرادی سطح سے لے کر اجتماعی سطح تک بے پناہ نقصان اٹھایا ہے۔ ایسی دوغلی شخصیت کے حامل فرد سے جہاں ایک عام مسلمان اپنی جمع پونجی سے محروم ہوا وہاں ایسے مکار اور جھوٹے حکمرانوں کے ہاتھوں عوام آزادی جیسی نعمت سے محروم ہوئے۔

۵۔ اس دوہرے پن پر اللہ تعالیٰ نے سخت بیزاری کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَo(۱)

اے ایمان والو! تم وہ باتیں کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہوo

۶۔ قرآن حکیم کی درج ذیل آیہ کریمہ میں بھی اس عمل کو شرک سے تعبیر کیا گیا ہے:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًاo(۲)

پس جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرےo

---

(۱) الصف، ۶۱:۲

(۲) الکہف، ۱۸:۱۱۰

(ب) ریا: احادیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں

حقیقت یہ ہے ہر وہ کام جو دوسروں کی نگاہ میں معزز و پرہیز گار بننے کے لئے کیا جائے، ریا اور دکھلاوہ ہیں۔ معاشرے میں سخی کہلانے اور عزت پانے کے لئے جو بھی عمل ہو خواہ وہ صدقہ ہو، خیرات ہو، حج ہو یا جہاد سب دکھلاوہ ہوگا۔ ریا سے پاک صرف وہ عمل ہوگا جو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے سرانجام دیا جائے۔ جب بھی کسی عمل میں ریا کا عمل دخل ہو گیا وہ عمل شرک کہلائے گا۔

۱۔ حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ. قَالُوْا: وَمَا الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ، يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: الرِّيَاءُ. يَقُوْلُ اللهُ عزوجل لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِذَا جُزِيَ النَّاسُ بِأَعْمَالِهِمْ، اذْهَبُوْا إِلَى الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُرَاءُوْنَ فِي الدُّنْيَا، فَانْظُرُوْا هَلْ تَجِدُوْنَ عِنْدَهُمْ جَزَاءً. (۱)

مجھے سب سے زیادہ جس چیز کا تمہارے بارے میں خطرہ ہے وہ شرک اصغر ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! شرکِ اصغر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ریاکاری (شرکِ اَصغر ہے)۔ جب قیامت کے دن لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جا رہا ہوگا تو اللہ تعالیٰ ان (ریاکار بندوں) سے فرمائے گا: جاؤ اُن لوگوں کے پاس، جن کے لیے تم دنیا میں دکھلاوا کیا کرتے تھے۔ پھر دیکھو کیا اُن سے (اپنے عملوں کی) کوئی جزاء پاتے ہو!

۲۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن دجال کا تذکرہ کر رہے تھے کہ

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵:۴۲۹، رقم: ۲۳۶۸۶
۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۴:۲۵۳، رقم: ۴۳۰۱
۳۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۵:۳۳۳، رقم: ۶۸۳۱

حضور نبی اکرم ﷺ گھر میں تشریف لائے اور فرمایا:

أَلَا أُخْبِرُکُمْ بِمَا هُوَ أَخْوَفُ عَلَيْکُمْ عِنْدِي مِنَ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، قَالَ: قُلْنَا: بَلَی، فَقَالَ: الشِّرْکُ الْخَفِيُّ، أَنْ يَقُومَ الرَّجُلُ يُصَلِّي، فَيُزَيِّنُ صَلَاتَهُ لِمَا يَرَی مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ. (۱)

کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جس کا مجھے تم پر دجال سے زیادہ ڈر ہے ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ شرکِ خفی ہے۔ آدمی کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے اور بہت ہی عمدہ طریقہ سے تاکہ لوگ اس کی نماز کو دیکھیں۔

عملِ عبادت صرف ذات باری تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے اور یہ ذاتِ الوہیت کا حق ہے۔ جب کسی بندے نے عبادت کے عمل میں ریا کاری کی تو وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو پس پشت ڈال کر اپنی کسی ذاتی غرض کی تکمیل کے لئے اُس کی مخلوق کی رضا کو اپنا مقصود و مطلوب بنا کر شرک کا مرتکب ہوگیا۔ شرک صرف چاند، سورج اور دیگر مظاہرِ فطرت کو پوجنے کا نام نہیں بلکہ اپنی خواہشات کے پیشِ نظر لوگوں کی نظروں میں خود کو اچھا ظاہر کرنا بھی شرک ہے۔ اس حقیقت کی مزید وضاحت حدیث مبارکہ میں بھی ملتی ہے۔

۳۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَتَخَوَّفُ عَلٰی أُمَّتِي الإِشْرَاکُ بِاللهِ، أَمَا إِنِّي لَسْتُ أَقُوْلُ يَعْبُدُوْنَ شَمْسًا، وَلَا قَمَرًا، وَلَا وَثَنًا، وَلٰکِنْ أَعْمَالًا لِغَيْرِ اللهِ وَشَهْوَةً خَفِيَّةً. (۲)

---

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الزهد، باب الرياء والسمعة، ۲:۱۴۰۶، رقم:۴۲۰۴
۲۔ ديلمی، مسند الفردوس، ۲: ۳۷۶، رقم: ۳۶۷۵

(۲) ۱۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الزهد، باب الرياء والسمعة، ۲:۱۴۰۶، رقم:۴۲۰۵

مجھے اپنی اُمت پر سب سے زیادہ خوف شرک کا ہے۔ (آپ ﷺ نے فرمایا:) میں یہ نہیں کہتا کہ وہ سورج، چاند اور بتوں کی عبادت کرنے لگیں گے، بلکہ وہ غیر اللہ کے لیے عمل (یعنی ریاکاری) کریں گے اور خفیہ طور پر خواہشاتِ نفس کی پیروی کریں گے۔

۴۔ ریاکاری سے ہر عمل حتیٰ کہ شہادت جیسا عظیم الشان عمل بھی ضائع ہو جاتا ہے۔ حضرت شفی اصبحی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ جب وہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک آدمی کے گرد کچھ لوگ جمع ہیں۔ انہوں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا: ابو ہریرہ ؓ ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں بھی ان کے قریب ہو گیا یہاں تک کہ ان کے بالکل سامنے بیٹھ گیا۔ آپ ؓ لوگوں سے حدیث بیان کر رہے تھے۔ جب خاموش ہوئے اور تنہا رہ گئے تو میں نے عرض کیا: میں آپ سے بحق فلاں و فلاں عرض کرتا ہوں کہ مجھے کوئی حدیث سنائیں جسے آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، سمجھا اور جان لیا۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ نے فرمایا: اچھا، میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں جسے میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا۔ سمجھا اور جانا۔ پھر آپ ؓ سسکیاں لینے لگے حتی کہ بیہوش ہوگئے۔ ہم نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔ پھر آپ ؓ کو افاقہ ہوا تو فرمایا: میں تمہیں ایک حدیث بیان کرتا ہوں جسے حضور نبی اکرم ﷺ نے اس مقام پر مجھے بیان فرمایا تھا جہاں ہم دونوں کے سوا کوئی تیسرا آدمی نہ تھا۔ پھر آپ ؓ سسکیاں لینے لگے حتی کہ بیہوش ہوگئے۔ جب ہوش آیا تو منہ پونچھا اور فرمایا: میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں جسے حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھے اس مقام پر بیان فرمایا جہاں ہم دونوں کے سوا کوئی نہیں تھا۔ پھر حضرت ابو ہریرہ ؓ سسکیاں لینے لگے حتی کہ بیہوش ہو کر منہ کے بل جھک گئے۔ میں نے کافی دیر تک آپ ؓ کو سہارا دیا۔ پھر جب ہوش آیا تو آپ ؓ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَنْزِلُ إِلَى الْعِبَادِ لِيَقْضِيَ بَيْنَهُمْ وَكُلُّ أُمَّةٍ جَاثِيَةٌ فَأَوَّلُ مَنْ يَدْعُو بِهِ رَجُلٌ جَمَعَ الْقُرْآنَ وَرَجُلٌ قُتِلَ

۲۔ ديلمي، مسند الفردوس، ۱: ۲۱۵، رقم: ۸۲۴

فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ كَثِيْرُ الْمَالِ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لِلْقَارِئِ: أَلَمْ أُعَلِّمْکَ مَا أَنْزَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِي؟ قَالَ: بَلٰى، يَا رَبِّ. قَالَ: فَمَاذَا عَمِلْتَ فِيْمَا عُلِّمْتَ؟ قَالَ: كُنْتُ أَقُوْمُ بِهٖ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ. فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهٗ: كَذَبْتَ. وَتَقُوْلُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ: كَذَبْتَ. وَيَقُوْلُ اللّٰهُ: بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ إِنَّ فُلَانًا قَارِئٌ، فَقَدْ قِيْلَ ذَاکَ. وَيُؤْتَى بِصَاحِبِ الْمَالِ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهٗ: أَلَمْ أُوَسِّعْ عَلَيْکَ حَتّٰى لَمْ أَدَعْکَ تَحْتَاجُ إِلٰى أَحَدٍ؟ قَالَ: بَلٰى، يَا رَبِّ. قَالَ: فَمَاذَا عَمِلْتَ فِيْمَا آتَيْتُکَ؟ قَالَ: كُنْتُ أَصِلُ الرَّحِمَ، وَأَتَصَدَّقُ. فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهٗ: كَذَبْتَ. وَتَقُوْلُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ: كَذَبْتَ. وَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ فُلَانٌ جَوَادٌ، فَقَدْ قِيْلَ ذَاکَ. وَيُؤْتَى بِالَّذِي قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهٗ: فِي مَاذَا قُتِلْتَ؟ فَيَقُوْلُ: أُمِرْتُ بِالْجِهَادِ فِي سَبِيْلِکَ فَقَاتَلْتُ حَتّٰى قُتِلْتُ. فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهٗ: كَذَبْتَ. وَتَقُوْلُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ: كَذَبْتَ. وَيَقُوْلُ اللّٰهُ: بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ فُلَانٌ جَرِيْءٌ، فَقَدْ قِيْلَ ذَاکَ. ثُمَّ ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى رُكْبَتِي. فَقَالَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، أُولٰئِکَ الثَّلَاثَةُ أَوَّلُ خَلْقِ اللّٰهِ تُسَعَّرُ بِهِمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.(۱)

جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ بندوں کی طرف متوجہ ہوگا تاکہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے۔ تمام امتیں گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوں گی۔ سب سے پہلے تین آدمیوں کو بلایا جائے گا: (۱) جس نے قرآن یاد کیا ہوگا، (۲) جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا

---

(۱) ۱۔ترمذی، السنن، کتاب الزھد، ما جاء فی الریاء والسمعة، ۴:۵۹۲، رقم:۲۳۸۱

۲۔ حاکم، المستدرک، کتاب الزکاة، ۵۷۹، رقم:۱۵۲۷

۳۔ ابن خزیمه، الصحیح، ۴:۱۱۵-۱۱۶، رقم:۲۴۸۲

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۲:۱۳۵-۱۳۶، رقم:۴۰۸

گیا ہوگا اور (۳) زیادہ مال دار شخص۔ اللہ تعالیٰ اس قاری سے فرمائے گا: کیا میں نے تمہیں وہ کلام نہیں سکھایا جسے میں نے اپنے رسول ﷺ پر اتارا؟ وہ عرض کرے گا: ہاں، میرے پروردگار۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں رات دن اس کی تلاوت کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا۔ فرشتے بھی کہیں گے: تو جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو چاہتا تھا کہ کہا جائے فلاں شخص قاری ہے، تو تجھے کہا گیا۔ دولت مند کو لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے میں نے (مال میں اتنی) وسعت نہ دی کہ تجھے کسی کا محتاج نہ رکھا؟ وہ عرض کرے گا: ہاں، میرے پروردگار۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میری دی ہوئی دولت سے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں قربت داروں سے صلہ رحمی کرتا اور خیرات کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹا ہے۔ فرشتے بھی کہیں گے: تو جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ (مزید) فرمائے گا: تو چاہتا تھا کہ کہا جائے فلاں شخص بڑا سخی ہے، سو ایسا کہا جا چکا۔ (پھر) شہید کو لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو کس لئے قتل ہوا؟ وہ کہے گا: تو نے مجھے اپنے راستے میں جہاد کا حکم دیا پس میں نے لڑائی کی حتی کہ شہید ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا۔ فرشتے بھی کہیں گے: تو جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تیری نیت یہ تھی کہ لوگ کہیں فلاں شخص بڑا بہادر ہے، پس یہ بات کہی گئی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنا دستِ مبارک میرے زانو پر مارتے ہوئے فرمایا: اے ابوہریرہ! اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے پہلے ان ہی تین آدمیوں سے جہنم کو بھڑکایا جائے گا۔

۵۔ حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ دعا مانگا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِي مِنَ النِّفَاقِ، وَعَمَلِي مِنَ الرِّيَاءِ، وَلِسَانِي مِنَ الْكَذِبِ، وَعَيْنِي مِنَ الْخِيَانَةِ؛ فَإِنَّکَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ.[1]

(۱) ا۔ دیلمی، مسند الفردوس، ۱: ۴۷۸، رقم: ۱۹۵۳

←

یا اللہ! میرے دل کو منافقت سے، عمل کو ریا کاری سے، زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھ کو خیانت سے پاک رکھ۔ بے شک تو آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے رازوں کو جانتا ہے۔

توبہ کے باب میں یہ واضح ہو چکا ہے کہ عوام، خواص اور اخص الخواص کی توبہ میں فرق ہوتا ہے۔ عوام کی توبہ گناہ سے، خواص کی غفلت سے اور خاص الخواص کی توبہ اللہ کے سوا کسی دوسری طرف میلان سے ہوتی ہے۔ اسی طرح گناہوں میں سے بعض کبائر اور بعض صغائر میں شمار ہوتے ہیں۔ بعض گناہوں کا تعلق انسانی اعضا سے ہوتا ہے اور بعض کا تعلق قلبی کیفیات سے ہوتا ہے۔ ہر طرح کے گناہ کی گرفت ہوگی اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہر وقت اللہ رب العزت سے توبہ کی درخواست کرتے رہیں۔

۲۔ بیہقی، الدعوات الکبیر، ۱: ۱۶۸، رقم:۲۲۷

۳۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۱: ۲۱۹

۴۔ سیوطی، الدر المنثور، ۷: ۲۸۳

باب پنجم

توبہ اور خشیتِ الٰہی

۱۔ خشیتِ الٰہی کا مفہوم

اصلاً کوئی بھی انسان گناہوں سے پاک نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کئے بغیر کوئی راہِ نجات نہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ توبہ کیا ہے؟ پچھلے صفحات میں تفصیل سے اس امر پر روشنی ڈالی جاچکی ہے کہ توبہ دراصل اپنے کسی برے فعل پر شرمندگی اور ندامت محسوس کرتے ہوئے، دلِ شکستہ لے کر، اللہ تعالیٰ کے حضور رجوع کرنے کا نام ہے۔ اگرچہ ندامت کا اصل مقام دل ہے لیکن اِس کے اَثر سے انسانی اعضاء و جوارح متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ جیسے ہی بندہ اپنے کئے گئے کسی فعل پر نادم ہوتا ہے تو اُس کے اعضائے بدن نرم پڑ جاتے ہیں اور یہی ندامت اپنے ظاہری اظہار میں آنسوؤں اور آہوں کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔ ہر آنسو یا آہ ضروری نہیں کہ ندامت کے سبب ہی سے ظاہر ہو۔ اس کی کئی دوسری وجوہ بھی ہوسکتی ہیں لیکن ندامت کا اظہار بہرحال آہ و زاری اور آنسوؤں ہی کی صورت میں ہوتا ہے۔

خشیتِ الٰہی میں آہ و بکا اور گریہ و زاری کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود بنی نوع انسان کی تاریخ۔ خشیت سب سے پہلے تب وجود میں آئی جب بھول میں خطا ہو جانے کے باعث حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام جنت سے زمین پر اتار دیے گئے۔ تب آپ اللہ تعالیٰ کے حضور مسلسل گریہ کناں رہے اور بالآخر پکار اٹھے:

رَبَّنَا ظَلَمۡنَآ اَنۡفُسَنَا وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡلَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ○[1]

اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی۔ اور اگر تو نے ہم کو نہ بخشا اور ہم پر رحم (نہ) فرمایا تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے○

یہی اظہارِ ندامت و بندگی حضرت آدم علیہ السلام کی سنت اولین ٹھہری۔ بعد میں آنے

(۱) الأعراف، ۷:۲۳

والے ہر پاکیزہ نفس نے آپ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اسی عمل کو حرزِ جان بنائے رکھا۔ جملہ انبیاء کرام، اولیائے عظام اور صلحاء کی زندگیاں خشیتِ الٰہی میں آہ و بکا اور گریہ و زاری کرتے اور محبوبِ حقیقی کے فراق میں غم و الم کے نغمات آلاپتے نظر آتی ہیں۔

خشیتِ الٰہی کے حوالے سے یہاں انبیاء کرام، اولیائے عظام اور صالحینِ امت کے ارشادات و معمولات کا ایک اجمالی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے تاکہ وادیٔ درد وسوز کے ان مکینوں کے احوال پڑھ کر ہم اپنی حالت پر بھی غور کرسکیں، نیز ہمیں معلوم ہوسکے کہ اللہ کے حضور ہم کس مقام پر کھڑے ہیں۔

خوف اور خشیت مترادف الفاظ ہیں جن میں ڈرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ رسالہ قشیریہ کے مصنف امام ابو القاسم القشیری استاد ابوعلی دقاق کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خشیت خوف کا اگلا مقام ہے[1] جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُاؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ○[2]

بس اللہ کے بندوں میں سے اُس سے وہی ڈرتے ہیں جو (ان حقائق کا بصیرت کے ساتھ) علم رکھنے والے ہیں یقیناً اللہ غالب ہے بڑا بخشنے والا ہے○

یعنی علم والے ہی اہلِ خشیت ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خشیتِ الٰہی دل کا سوز ہے جس کے ذریعے خیر اور شر بندے کے سامنے واضح ہو جاتا ہے اور وہ ظاہری و باطنی گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ دل سے خشیت کا نکل جانا روحانی طور پر برباد ہونے کے مترادف ہے۔ ہمارے معاشرہ کی جملہ برائیوں کی سب سے بڑی وجہ اللہ تعالیٰ کی خشیت کا دلوں سے نکل جانا ہے۔ اگرچہ خشیت دل کی ایک خاص کیفیت کا نام ہے لیکن جیسے ہر چیز اپنی علامت سے پہچانی جاتی ہے اسی طرح خشیتِ الٰہی کی ظاہری علامت آنسوؤں کا آنکھوں سے رواں ہوجانا اور چھلک جانا ہے، کیونکہ جب تک انسان کو معرفت حق کا کچھ نہ کچھ حصہ نصیب نہ ہو خواہ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ

---

(۱) قشیری، الرسالۃ: ۱۲۵

(۲) فاطر، ۳۵: ۲۸

کی بخشش و عطا اور جود و کرم سے ہو یا احوالِ قیامت اور اس کے نتیجے میں جزاء و سزا کے مراحل سے، ذات و صفاتِ الوہیت سے ہو یا اپنے نفس کی تباہ کاریوں سے، آنسو آنکھوں سے جاری نہیں ہوتے۔ احکامِ الٰہی کو پس پشت ڈال کر برے اعمال پر اصرار اور دلیری کی سب سے بڑی وجہ اللہ تعالیٰ کے خوف و خشیت کا دل میں نہ ہونا ہے۔ چنانچہ خوف و خشیت الٰہی کی ترغیب وقت کی اہم ضرورت ہے۔

۲۔ قرآن حکیم میں خشیتِ الٰہی کا بیان

اگرچہ گزشتہ صفحات میں قرآن حکیم ہی سے استنباط کرتے ہوئے ہم نے خوف و خشیتِ الٰہی کی اہمیت کو واضح کیا ہے تاہم زیرِنظر سطور میں قرآن حکیم کی مختلف آیات کے حوالے سے اس امر پر مزید روشنی ڈالتے ہیں کہ کس طرح نصوص قرآنی سے نہ صرف خوف و خشیت کی اہمیت وفضیلت واضح ہوتی ہے۔ گریہ و زاری اور آہ و بکا کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ خود رب العزت نے قرآن حکیم میں اپنے ان بندوں کا ذکر کیا ہے جن کی آنکھیں آیات قرآنی کی سماعت سے اشک ریز ہو جاتی ہیں اور قلوب نرم ہو کر لرز لرز جاتے ہیں۔

۱۔ لوگوں کے دلوں کی نرمی اور سختی کو واضح کرنے کے لیے اللہ رب العزت نے پتھروں سے ان کی مثال بیان کی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ط وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ط وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ط وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○(۱)

پھر اس کے بعد (بھی) تمہارے دل سخت ہو گئے چنانچہ وہ (سختی میں) پتھروں جیسے (ہو گئے) ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت (ہو چکے ہیں، اس لیے کہ) بے شک

---

(۱) البقرة، ۲: ۷۴

پتھروں میں (تو) بعض ایسے بھی ہیں جن سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں، اور یقیناً ان میں سے بعض وہ (پتھر) بھی ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی ابل پڑتا ہے، اور بے شک ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں، (افسوس! تمہارے دلوں میں اس قدر نرمی، خستگی اور شکستگی بھی نہیں رہی) اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں○

۲۔ اللہ تعالیٰ نے خوف کو مومن کے لئے واجب قرار دیا ہے۔ خوف شرط ایمان ہے۔ یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی مومن بھی ہو اور بے خوف بھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ○(۱)

اور مجھ ہی سے ڈرا کرو اگر تم مومن ہو○

۳۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر اپنے ان وفا شعار بندوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے جن کی آنکھیں خشیت الٰہی کے باعث اشک ریز رہتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ○(۲)

اور (یہی وجہ ہے کہ ان میں سے بعض سچے عیسائی) جب اس (قرآن) کو سنتے ہیں جو رسول (ﷺ) کی طرف اتارا گیا ہے تو آپ ان کی آنکھوں کو اشک ریز دیکھتے ہیں۔ (یہ آنسوؤں کا چھلکنا) اس حق کے باعث (ہے) جس کی انہیں معرفت (نصیب) ہوگئی ہے۔ (ساتھ یہ) عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم (تیرے بھیجے ہوئے حق پر) ایمان لے آئے ہیں سو تو ہمیں (بھی حق کی) گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے○

---

(۱) آل عمران، ۳:۱۷۵

(۲) المائدة، ۵:۸۳

آنسوؤں کا چھلکنا ہر کسی کے حال اور قلبی کیفیت کے مطابق ہوتا ہے۔ یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ باری تعالیٰ نے خود ان اہلِ خشیت کا ذکر قرآن حکیم کا موضوع بنایا ہے۔ مذکورہ بالا آیتِ قرآنی نے خشیت کی اہمیت و افادیت کو اس قدر واضح کردیا ہے کہ کوئی خدا کو نہ ماننے والا ہی اِس کا انکار کرسکتا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ہماری آنکھیں خشیتِ الٰہی کے آنسوؤں سے، الا ماشاء اللہ، خشک ہوچکی ہیں۔ کاش ہماری آنکھوں کی یہ خشکی تری میں بدل جائے اور ہماری آنکھیں خوف وخشیت الٰہی میں پھر سے برسنا سیکھ جائیں۔

۴۔ مومنوں کی علامت ہی یہی بیان کی گئی ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل خشیتِ الٰہی سے کانپ اٹھتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۝[1]

ایمان والے (تو) صرف وہی لوگ ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے (تو) ان کے دل (اس کی عظمت و جلال کے تصور سے) خوفزدہ ہو جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ (کلامِ محبوب کی لذت انگیز اور حلاوت آفریں باتیں) ان کے ایمان میں زیادتی کر دیتی ہیں اور وہ (ہر حال میں) اپنے رب پر توکل (قائم) رکھتے ہیں (اور کسی غیر کی طرف نہیں تکتے)۝

۵۔ سورہ توبہ میں کثرت سے رونے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّ لْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝[2]

پس انہیں چاہیے کہ تھوڑا ہنسیں اور زیادہ روئیں (کیوں کہ آخرت میں انہیں زیادہ رونا ہے) یہ اس کا بدلہ ہے جو وہ کماتے تھے۝

---

(۱) الأنفال، ۸:۲

(۲) التوبۃ، ۹:۸۲

۶۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ مِنۡ قَبۡلِہٖۤ اِذَا یُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ یَخِرُّوۡنَ لِلۡاَذۡقَانِ سُجَّدًا۝ وَّیَقُوۡلُوۡنَ سُبۡحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنۡ کَانَ وَعۡدُ رَبِّنَا لَمَفۡعُوۡلًا وَیَخِرُّوۡنَ لِلۡاَذۡقَانِ یَبۡکُوۡنَ وَیَزِیۡدُہُمۡ خُشُوۡعًا۝(۱)

بے شک جن لوگوں کو اس سے قبل علمِ (کتاب) عطا کیا گیا تھا جب یہ (قرآن) انہیں پڑھ کر سنایا جاتا ہے وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۝ اور کہتے ہیں: ہمارا رب پاک ہے، بے شک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہو کر ہی رہنا تھا۝ اور ٹھوڑیوں کے بل گریہ و زاری کرتے ہوئے گر جاتے ہیں، اور یہ (قرآن) ان کے خشوع و خضوع میں مزید اضافہ کرتا چلا جاتا ہے۝

۷۔ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُ الرَّحۡمٰنِ خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّ بُکِیًّا۝(۲)

جب ان پر (خدائے) رحمٰن کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے وہ سجدہ کرتے ہوئے اور (زار و قطار) روتے ہوئے گر پڑتے ہیں۝

۸۔ کامیابی سے ہم کنار ہونے والے بندوں کی پہلی نشانی ان کے اپنے مولیٰ کی خشیت میں لرزاں ہونا ہے، چنانچہ ارشاد ہوا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ ہُمۡ مِّنۡ خَشۡیَۃِ رَبِّہِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ ۝ وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ بِاٰیٰتِ رَبِّہِمۡ یُؤۡمِنُوۡنَ ۝ وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ بِرَبِّہِمۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ ۝ وَالَّذِیۡنَ یُؤۡتُوۡنَ مَاۤ اٰتَوۡا وَّقُلُوۡبُہُمۡ وَجِلَۃٌ اَنَّہُمۡ اِلٰی رَبِّہِمۡ رٰجِعُوۡنَ ۝ اُولٰٓئِکَ یُسٰرِعُوۡنَ فِی الۡخَیۡرٰتِ وَہُمۡ لَہَا سٰبِقُوۡنَ۝(۳)

---

(۱) بنی اسرائیل، ۱۷:۱۰۷-۱۰۹
(۲) مریم، ۱۹:۵۸
(۳) المؤمنون، ۲۳:۵۷-۶۱

بے شک جو لوگ اپنے رب کی خشیّت سے مضطرب اور لرزاں رہتے ہیںo اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیںoاور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ (کسی کو) شریک نہیں ٹھہراتےoاور جو لوگ (اللہ کی راہ میں اتنا کچھ) دیتے ہیں جتنا وہ دے سکتے ہیں اور (اس کے باوجود) ان کے دل خائف رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں (کہیں یہ نا مقبول نہ ہو جائے)o یہی لوگ بھلائیوں (کے سمیٹنے میں) جلدی کر رہے ہیں اور وہی اس میں آگے نکل جانے والے ہیںo

۹۔ پھر سورۃ الزمر میں ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ۚ ثُمَّ تَلِيۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَقُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهۡدِىۡ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍo[1]

اللہ ہی نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے، جو ایک کتاب ہے جس کی باتیں (نظم اور معانی میں) ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں (جس کی آیتیں) باربار دہرائی گئی ہیں، جس سے اُن لوگوں کے جسموں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر اُن کی جلدیں اور دل نرم ہوجاتے ہیں (اور رِقّت کے ساتھ) اللہ کے ذکر کی طرف (محو ہو جاتے ہیں)۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے وہ جسے چاہتا ہے اس کے ذریعے رہنمائی فرماتا ہے۔ اور اللہ جسے گمراہ کردیتا (یعنی گمراہ چھوڑ دیتا) ہے تو اُس کے لیے کوئی ھادی نہیں ہوتاo

۱۰۔ درج ذیل آیاتِ کریمہ خشیتِ الٰہی کے باب میں بڑی واضح ہیں:

مَنۡ خَشِىَ الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَيۡبِ وَجَآءَ بِقَلۡبٍ مُّنِيۡبِo نِادۡخُلُوۡهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ

---

(۱) الزمر، ۲۳:۳۹

يَوْمُ الْخُلُوْدِ○ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ○[1]

جو (خدائے) رحمان سے بِن دیکھے ڈرتا رہا اور (اللہ کی بارگاہ میں) رجوع واِنابت والا دِل لے کر حاضر ہوا○ اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہ ہمیشگی کا دن ہے○ اس (جنت) میں ان کے لیے وہ تمام نعمتیں (موجود) ہوں گی جن کی وہ خواہش کریں گے اور ہمارے حضور میں ایک نعمت مزید بھی ہے (یا اور بھی بہت کچھ ہے، سو عاشق مست ہوجائیں گے)○

۱۱۔ **اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ○ وَتَضْحَكُوْنَ وَ لَاتَبْكُوْنَ○**[2]

پس کیا تم اس کلام سے تعجب کرتے ہو○ اور تم ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو○

۱۲۔ خشیتِ الٰہی کا انعام جنت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ○[3]

اور جو شخص اپنے رب کے حضور (پیشی کے لیے) کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اُس کے لیے دو جنتیں ہیں○

۱۳۔ **وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى○ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى○**[4]

اور جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور اُس نے (اپنے) نفس کو (بری) خواہشات وشہوات سے باز رکھا○ تو بے شک جنت ہی (اُس کا) ٹھکانا ہوگا○

---

(۱) ق، ۵۰:۳۳-۳۵

(۲) النجم، ۵۳:۵۹-۶۰

(۳) الرحمن، ۵۵:۴٦

(۴) النزعٰت، ۷۹:۴۰-۴۱

۱۴۔ دوسرے مقام پر خوف کو احکامِ الٰہی کے بجالانے کی شرطِ اوّل قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ○[1]

البتہ وہی نصیحت قبول کرے گا جو اللہ سے ڈرتا ہوگا○

جس شخص کو اللہ رب العزت نے ذوقِ سلیم سے نوازا ہے وہ مذکورہ بالا آیات قرآنی میں بیان کیے گئے اُلوہی پیغام کے بے مثال آہنگ، ربط و نظم سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مخصوص آیات کا تکرار اپنے اسلوبِ بیان کے حسن کے باعث انسان کو نصیحت پر عمل پیرا ہونے کے لئے آمادہ کرتا ہے۔ جن نفوس کو معرفتِ حق کا کچھ حصہ نصیب ہوتا ہے وہ خوف و خشیتِ الٰہی کے باعث حضورِ حق میں سجدہ ریز ہو جاتے ہیں، آہ و بکا کرتے ہیں اور ان کے قلوب اور اجساد دونوں نرم پڑ جاتے ہیں یعنی ان کے ظاہر و باطن اللہ کے ذکر میں لگ جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کی خشیت میں رونے والوں کے لئے خصوصی نور ہدایت ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے اس کے ذریعے رہنمائی فرماتا ہے، اور جو اعمالِ بد کے باعث اس کی رحمت سے محروم کر دیے جاتے ہیں انہیں ان کے اپنے کرتوتوں کے باعث بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ پھر ان کے لئے نہ کوئی ہدایت ہے اور نہ ہدایت دینے والا۔

اللہ تعالیٰ ان بندوں کو جو اس فانی دنیا کو ہی حقیقت سمجھ کر آخرت کی زندگی اور اس میں درپیش حساب و کتاب کو بھلا بیٹھے ہیں، یاد دلاتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ تمہاری یہ بغاوت تمہیں دائمی حسرت میں مبتلا کر دے گی۔ تمہیں تو چاہیے کہ اپنی ان نافرمانیوں اور بد اعمالیوں سے جو تمہیں جہنم کے گڑھے میں گرانے کا باعث بن رہی ہیں باز آ کر اللہ کے حضور آہ و بکا کرتے ہوئے معافی کے خواست گار ہوتے۔ تم پر حیف ہے کہ رونے کی بجائے الٹا ہنستے ہو۔

قابل غور امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حق اور ہدایت کو گریہ و زاری اور آہ و بکا کے ساتھ جوڑ کر بیان کیا ہے گویا یہ ممکن ہی نہیں کہ دل خوف و خشیت الٰہی سے شکستہ ہو اور انسانی

---

(۱) الأعلی، ۸۷:۱۰

اعضاء و جوارح اس سے متاثر نہ ہوں، آنکھیں اشک بار نہ ہوں اور انسان کو معرفت حق بھی نصیب ہو۔

بدقسمتی سے جہاں ردعمل نے زندگی کے دیگر شعبوں میں ہمیں غیر متوازن کر رکھا ہے وہیں بعض جدید اذہان ریا کار اور نام نہاد حاملین تصوف کے ردعمل میں آہ و بکا کو سرے سے ہی غیر ضروری تصور کرنے لگے ہیں حالانکہ مذکورہ بالا آیات قرآنی کے علاوہ بھی متعدد آیاتِ بینات اس کے حق ہونے پر شاہد و عادل ہیں۔

۳۔ احادیث مبارکہ میں خشیتِ الٰہی کا بیان

خوف کی بنیاد وہ علم ہے جس کے نتیجے میں ورع اور تقویٰ جنم لیتا ہے۔ فسادِ قلب کی سب سے بڑی وجہ خوف سے محروم ہونا ہے۔ جب تک خوفِ الٰہی نہ ہو نصیحت کبھی نفع نہیں دے سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ خوفِ الٰہی حصولِ معرفت کی بنیادی شرط ہے۔ یہ دل کا چراغ ہے جس کی روشنی میں ہی خیر و شر واضح نظر آ سکتا ہے۔ قلوب کی تاریکی اور جہالت کی وجہ خوف کا نہ ہونا ہے۔ قرآن حکیم میں خشیتِ الٰہی کے بیان کے بعد اب ہم اس کی مزید وضاحت احادیث نبوی کے حوالے سے کرتے ہیں۔ متعدد احادیث مبارکہ میں خشیتِ الٰہی کے باعث آنکھوں سے برسنے والے آنسوؤں کی اہمیت اور قدر و قیمت کا ذکر ایسی مختلف جہتوں سے کیا گیا ہے جو اُمتیوں کے لئے بخشش و مغفرت کی عظیم نوید کا درجہ رکھتی ہیں۔

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فَوَاللهِ، إِنِّي، لَأَعْلَمُهُمْ بِاللهِ وَأَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْيَةً. (۱)

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الأدب، باب من لم يواجه الناس بالعتاب، ۵:۲۲۶۳، الرقم:۵۷۵۰

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفضائل، باب علمه ﷺ بالله تعالى وشدة خشية، ۴:۱۸۲۹، رقم:۲۳۵۶

←

خدا کی قسم، مجھے اللہ تعالیٰ کا لوگوں کی نسبت زیادہ علم ہے اور میں خدا سے ان کی نسبت زیادہ ڈرتا ہوں۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ وہ شخص اللہ رب العزت کو جتنا زیادہ جانتا ہے وہ اس سے اسی قدر زیادہ ڈرتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ جانتے ہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کو حضور نبی اکرم ﷺ کے بتانے پر ہی مانتی ہے، اس لیے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرتے ہیں۔

۲۔ ایک روایت میں حضرت ابو موسیٰ ؓ بیان کرتے ہیں:

خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَزِعًا يَخْشٰى أَنْ تَكُوْنَ السَّاعَةُ، فَأَتَى الْمَسْجِدَ يُصَلِّي بِأَطْوَلِ قِيَامٍ وَرُكُوْعٍ وَسُجُوْدٍ مَا رَأَيْتُهُ قَطُّ يَفْعَلُهُ، وَقَالَ: هٰذِهِ الْآيَاتُ الَّتِي يُرْسِلُ اللهُ لَا تَكُوْنُ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلِحَيَاتِهِ، وَلٰكِنَّ اللهَ يُرْسِلُهَا يُخَوِّفُ بِهَا عِبَادَهُ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَافْزَعُوْا إِلٰى ذِكْرِهِ وَدُعَائِهِ وَاسْتِغْفَارِهِ. (۱)

حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں سورج کو گرہن لگا، آپ حالتِ اضطراب میں خشیتِ

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶:۴۵، رقم: ۲۴۲۲۶

۴۔ نسائي، السنن الكبرى، ۶:۶۷، رقم: ۱۰۰۶۳

۵۔ أبو يعلى، المسند، ۸:۳۱۰، رقم: ۴۹۱۰

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الكسوف، باب الذكر في الكسوف، ۱:۳۶۰، رقم: ۱۰۱۰

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الكسوف، باب ذكر النداء بصلاة الكسوف الصلاة جامعة، ۲:۶۲۸، رقم: ۹۱۲

۳۔ نسائي، السنن، كتاب الكسوف، باب الأمر بالاستغفار في الكسوف، ۳:۱۵۳، رقم: ۱۵۰۳

الٰہی سے اس طرح کھڑے ہوئے کہ جیسے قیامت آ گئی ہو۔ آپ ﷺ مسجد میں آئے اور طویل قیام، طویل رکوع اور طویل سجدہ کے ساتھ نماز ادا کی۔ میں نے اس سے پہلے کبھی آپ کو اس طرح نماز پڑھتے نہیں دیکھا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: یہ (سورج و چاند گرہن) اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے۔ یہ کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے نہیں ہوتیں بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈرانے کے لیے یہ نشانیاں بھیجتا ہے۔ جب تم اس قسم کی کوئی شے دیکھو تو اللہ تعالیٰ کے ذکر، اس سے دعا اور اس سے استغفار کی پناہ میں آؤ۔

بلاشبہ حضور نبی اکرم ﷺ مطلع الغیب ہیں اور مخلوق میں آپ ﷺ سے بڑھ کر کون صاحب علم ہوسکتا ہے۔ لیکن سورج گرہن سے آپ ﷺ کا اس قدر خوف زدہ ہو جانا دراصل اللہ تعالیٰ کے حضور اس امر کا اظہار ہے کہ بندہ کبھی بھی خود کو اللہ تعالیٰ کی مشیّت سے بے نیاز نہیں رکھ سکتا۔ پھر حقیقی عالم الغیب صرف اسی کی ذات ہے۔ حق تعالیٰ نے کسی امر کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے یہ علم بھی بس اسی کو زیبا ہے۔ بندہ جس قدر صاحبِ علم ہے اسی قدر خوف و خشیت کا پیکر ہے۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

كَانَ رَجُلٌ يُسْرِفُ عَلٰى نَفْسِهٖ، فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ قَالَ لِبَنِيْهِ: إِذَا أَنَا مُتُّ فَأَحْرِقُوْنِي، ثُمَّ اطْحَنُوْنِي، ثُمَّ ذَرُوْنِي فِي الرِّيْحِ، فَوَاللهِ، لَئِنْ قَدَرَ عَلَيَّ رَبِّي لَيُعَذِّبَنِي عَذَابًا مَا عَذَّبَهٗ أَحَدًا، فَلَمَّا مَاتَ فُعِلَ بِهٖ ذٰلِكَ، فَأَمَرَ اللهُ الْأَرْضَ فَقَالَ: اجْمَعِي مَا فِيْكِ مِنْهُ، فَفَعَلَتْ، فَإِذَا هُوَ قَائِمٌ، فَقَالَ: مَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا صَنَعْتَ؟ قَالَ: يَا رَبِّ، خَشْيَتُكَ، أَوْ قَالَ: مَخَافَتُكَ يَا رَبِّ، فَغَفَرَ لَهٗ. [1]

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الأنبياء، باب أم حسبت أن أصحاب الكهف والرقيم، ۳: ۱۲۸۳، رقم: ۳۲۹۴

←

ایک آدمی اپنے اوپر (کثرتِ گناہ کی صورت میں) ظلم و زیادتی کرتا رہا، جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا: جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے اچھی طرح جلا دینا، پھر (میرے جلے ہوئے جسم کو) پیس دینا، میری راکھ ہوا میں اُڑا دینا، اللہ کی قسم! اگر میرے ربّ نے مجھے پکڑ لیا تو وہ مجھے ایسا عذاب دے گا کہ اس جیسا عذاب کبھی کسی کو نہ دیا ہوگا۔ جب وہ فوت ہوگیا تو اس کے ساتھ اُسی طرح کیا گیا (جس طرح اُس نے وصیت کی تھی)۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اپنے اندر موجود اس کے (بکھرے ہوئے) ذرّات جمع کر دے۔ اس نے ذرّات جمع کر دیے تو وہ (پورے جسم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے) کھڑا ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہیں ایسا کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا تھا؟ اس نے عرض کیا: اے میرے رب! تیری خشیت نے۔ یا کہا: اے میرے رب! تیرے خوف نے۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے اسے (اس قلبی خوف و خشیت کی وجہ سے) بخش دیا۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور جو بندہ اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتا ہے وہ یقیناً اس بات کو بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ قادرِ مطلق ہے۔ اس کے باوجود اس جوان نے اپنی میت کو راکھ بنا کر اڑا دینے کی وصیت کی۔ اس کے دل میں موجود خشیت الٰہی نے اس کی بخشش کا سامان کر دیا۔

۴۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَلَا قَوْلَ اللهِ عزوجل فِي إِبْرَاهِيمَ: ﴿رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالی، وأنها سبقت غضبه، ۴: ۲۱۱۰، رقم: ۲۷۵۶

۳۔ نسائي، السنن، کتاب الجنائز، باب أرواح المؤمنین، ۴: ۱۱۲، رقم/۲۰۷۹-۲۰۸۰

۴۔ أیضًا، السنن الکبری، ۱: ۶۶۶، رقم: ۲۲۰۶

النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّيْ﴾[1]، وَقَالَ عِيْسَى : ﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّکَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَکِيْمُo﴾[2] فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ: اَللَّهُمَّ، أُمَّتِي أُمَّتِي وَبَکَى، فَقَالَ اللهُ ﷻ: يَا جِبْرِيْلُ، اذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ، وَرَبُّکَ أَعْلَمُ، فَسَلْهُ مَا يُبْکِيْکَ؟ فَأَتَاهُ جِبْرِيْلُ ؑ فَسَأَلَهُ، فَأَخْبَرَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِمَا قَالَ، وَهُوَ أَعْلَمُ، فَقَالَ اللهُ: يَا جِبْرِيْلُ، اذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ، فَقُلْ: إِنَّا سَنُرْضِيْکَ فِي أُمَّتِکَ وَلَا نَسُوْءُکَ.[3]

حضور نبی اکرم ﷺ نے قرآن کریم میں سے حضرت ابراہیم ؑ کے اس قول کی تلاوت فرمائی: ’اے میرے رب! ان بتوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے جو شخص میرا پیروکار ہوگا وہ میرے راستہ پر ہے‘۔ اور وہ آیت پڑھی جس میں حضرت عیسیٰ ؑ کا یہ قول ہے: ’اے اللہ! اگر تو اُن کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تُو غالب اور حکمت والا ہے‘۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک بلند کیے اور فرمایا: اے اللہ! میری امت، میری امت، پھر آپ ﷺ پر گریہ طاری ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبرائیل! محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور ان سے معلوم کرو حالانکہ اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے، کہ ان پر اس قدر گریہ کیوں طاری ہے؟ حضرت جبرائیل ؑ رسول اللہ ؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے معلوم کر کے

---

(۱) إبراهيم، ۱۴: ۳۶

(۲) المائدة، ۵:۱۱۸

(۳) ۱- مسلم، الصحيح، کتاب: الإيمان، باب: دعاء النبي ﷺ لأمته وبکائه شفقة عليهم، ۱:۱۹۱، رقم:۲۰۲

۲- نسائي، السنن الکبرى، ۶:۳۷۳، رقم:۱۱۲۶۹

۳- أبو عوانة، المسند، ۱:۱۳۷، رقم:۴۱۵

۴- طبراني، المعجم الأوسط، ۸:۳۶۷، رقم:۸۸۹۴

۵- بيهقي، شعب الإيمان، ۱:۲۸۳، رقم:۳۰۳

اللہ تعالیٰ کو خبر دی، حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا: اے جبرائیل! محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ آپ کی امت کی بخشش کے معاملہ میں ہم آپ کو راضی کر دیں گے اور آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے۔

اس حدیث مبارکہ سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو اپنی امت کی بخشش کا غم کس قدر ہے۔ جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی امتوں کے بارے میں طلبِ عفو سے ذاتِ رسالتمآب ﷺ اس درجہ بے قرار ہوگئی کہ آپ پر گریہ و زاری کی کیفیت طاری ہوگئی یہاں تک کہ خود ذاتِ حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دل گیر ہونے پر حضرت جبریل علیہ السلام کو عرش سے فرش پر بھیجا کہ جا کر محبوب ﷺ کو اس کی امت کی بخشش کی عظیم بشارت دے دو اور یہ پیغام بھی پہنچا دو کہ امت کی بخشش کے معاملہ میں ہم آپ کو راضی کر دیں گے۔

کاش اس امت کو بھی اپنے کریم نبی ﷺ کے اس رنج و الم کا احساس ہوتا تو اسے دنیا میں ذلت و رسوائی کا یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ بقول الطاف حسین حالی:

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

۵۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ، فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ، وَلَو تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا. (۱)

میرے اوپر جنت اور دوزخ پیش کی گئی۔ میں نے آج کی طرح خیر اور شر کو پہلے کبھی

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفضائل، باب توقيره وترك إكثار سؤاله عما لا ضرورة إليه أولا يتعلق تكليف وما لا يقع، ۴:۱۸۳۲، رقم:۲۳۵۹
۲۔ نسائی، السنن الكبرى، ۶:۳۳۸، رقم:۱۱۱۵۴

نہیں دیکھا۔ اگر تم ان چیزوں کو جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسا کرو اور زیادہ رویا کرو۔

اس حدیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے جنت اور دوزخ کے اس مشاہدے کی خبر دی ہے جس میں آپ ﷺ نے لوگوں کے اعمال کے حوالے سے انجام کو خیر اور شر پر منتج ہوتے ہوئے اس قدر تفصیل کے ساتھ ملاحظہ فرمایا جو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ آپ ﷺ نے خوش بخت لوگوں کو جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے بھی دیکھا اور بدبخت نافرمانوں کو دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ میں غوطہ زن بھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مخلوق کے خیر اور شر کے سارے انجام مجھے دکھائے گئے۔ اس موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا: اے آخرت سے بے خبر لوگو! قیامت کے دن جو جو ہولناکیاں وقوع پذیر ہونے والی ہیں اور جو جگر پاش واقعات و حادثات میں نے ملاحظہ کئے ہیں اگر یہ سب کچھ تم بھی دیکھ لو تو یہ دنیا اپنی تمام تر رنگینوں کے باوجود تمہاری نگاہوں سے غائب ہوجائے۔ مسکراہٹ تمہارے چہروں سے روٹھ جائے اور تم ختم نہ ہونے والے رنج و الم کا شکار ہوکر روتے نظر آؤ۔

۶۔ قیامت کے دن کی مزید تفصیل اس حدیث مبارکہ سے ملتی ہے جسے حضرت ابن مسعود ﷺ نے روایت کیا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَزُوْلُ قَدَمُ ابنِ آدَم يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ حَتّٰى يُسَأَلَ عَنْ خَمْسٍ؛ عَنْ عُمُرِهِ فِيْمَ أَفْنَاهُ؟ وَعَنْ شَبَابِهِ فِيْمَا أَبْلَاهُ؟ وَمَالِهِ مِنْ أَيْنَ اِكْتَسَبَهُ؟ وَفِيْمَ أَنْفَقَهُ؟ وَمَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ؟[1]

انسان قیامت کے دن اُس وقت تک اپنے رب کے پاس کھڑا رہے گا جب تک اس سے پانچ باتوں کے بارے میں سوال نہ کیا جائے (اور وہ جواب نہ دے دے):

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب فقه القیامة والرقائق والورع، باب ماجاء في شأن الحساب والقصاص، ۴:۶۱۲، رقم:۲۴۱۶

۲۔ منذری، الترغیب والترهیب، ۱:۷۳، رقم:۲۱۱

(۱) اپنی زندگی کس کام میں گزاری؟ (۲) اپنی جوانی کو کہاں گنوایا؟ (۳) مال کہاں سے کمایا؟ (۴) اور کہاں خرچ کیا؟ (۵) اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟

دیکھا جائے تو یہ پانچوں سوالات دراصل انسانی زندگی کے ہر لمحے کو محیط ہیں۔ زندگی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور مالک نے ہمیں اپنی بندگی بجالانے کے لئے عنایت فرمائی ہے۔ کون ہے جو حقِ بندگی بجا لانے کی بات کر سکے؟ اگر پوچھ لیا جائے کہ اے بندے! اتنے سالوں پر محیط زندگی تجھے عطا کی، کیا کر کے میرے پاس آیا ہے؟ قابلِ رشک جوانی عطا کی، ہمت دی، شہرت اور ناموری دی، اس کے باوجود کس مغالطے نے تجھے اپنے مالک سے بے خبر رکھا؟ تیری قسمت اور مقدر میں اتنا مال میں نے لکھ دیا تھا، پھر تو نے ناجائز ذرائع اور ظلم و ناانصافی کے ذریعے اسے حاصل کرنا کیوں ضروری سمجھا؟ میں نے تیرے مال میں تیرے ذمہ رشتہ داروں، غرباء و مساکین اور ضرورت مندوں کی کفالت رکھی تھی، تو نے کبھی بھولے سے بھی ان کو یاد نہیں رکھا بلکہ الٹا ان کے حقوق پر کیوں ڈاکہ زنی کرتا رہا؟ جو علم میں نے تجھے عطا کیا اس پر خود عمل پیرا کیوں نہیں ہوا؟

یہ سوالات زندگی کے ہر لمحے کا حساب ہیں۔ اگر بندہ قیامت کے روز اس مرحلے کی سنگینی پر صمیمِ قلب سے غور کرے کہ حساب دیے بغیر وہاں سے ہل بھی نہیں سکے گا تو حقیقتِ حال اس پر منکشف ہونا شروع ہو جائے گی، اور اگر اللہ تعالیٰ اس کو مشاہدہ سے گزار دے تو پھر جنگلوں میں بھاگ کر آہ و بکا کے سوا سب کچھ بھول جائے۔

۷۔ اسی امر کی طرف سرکار دوعالم ﷺ نے مشاہدہ کے مقام پر فرمایا:

وَلَخَرَجْتُمْ إِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْأَرُوْنَ إِلَى اللهِ.(۱)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الزهد، باب فی قول النبی ﷺ: لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلا، ۴:۵۵۶، رقم:۲۳۱۲

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الزهد، باب الحزن والبكاء، ۲:۱۴۰۲، رقم:۴۱۹۰

اور تم یقیناً گھاٹیوں کی طرف نکل جاتے، تم اپنے رب کے سامنے گڑگڑاتے۔

۸۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا اپنا عمل مبارک ہمارے لئے عظیم مشعل راہ ہے۔ مطرف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُصَلِّي وَفِي صَدْرِهِ أَزِيزٌ كَأَزِيزِ الرَّحٰى مِنَ الْبُكَاءِ. [(۱)]

میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو نماز میں دیکھا کہ آپ کے سینہ مبارک سے رونے کی آواز اس طرح نکل رہی تھی جیسے چکی کی آواز۔

حدیث مبارکہ کا مضمون بڑا واضح ہے اللہ تعالیٰ کے خوف اور میں سرکار دو عالم ﷺ کا یہ عالم تھا کہ دوران نماز آپ ﷺ کے سینۂ اقدس سے آہ و بکا کے زیر اثر یوں آواز آ رہی تھی جیسے چکی کے چلنے کی آواز ہو۔

۹۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللهِ حَتَّى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ. وَلَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِي سَبِيْلِ اللهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ. [(۲)]

اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے والا انسان دوزخ میں داخل نہیں ہو گا جب تک کہ

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴:۲۵، رقم:۱۶۳۵۵
۲۔ أبوداود، السنن، كتاب الصلاة، باب البكاء فى الصلاة، ۱:۲۳۸، رقم:۹۰۴
۳۔ حاكم، المستدرك، ۱:۳۹۶، رقم:۹۷۱
۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۳:۳۰، رقم:۷۵۳
۵۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۲:۱۵۱، رقم:۳۱۷۳

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۵۰۵، رقم:۱۰۵۶۷
۲۔ ترمذي، السنن، كتاب فضائل الجهاد، باب الغبار في سبيل الله، ۴:۱۷۱، رقم:۱۶۳۳

←

دودھ، تھن میں واپس نہ چلا جائے۔ اور اللہ کی راہ میں پہنچنے والی گرد وغبار اور جہنم کا دھواں یکجا نہیں ہوسکتے۔

خود کو اقامتِ دین میں وقف کرنا اور خوفِ الٰہی میں آنسوؤں کا بہنا، دو ایسے عمل ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت مقبول ہیں۔ طلب علم اور فروغ دین متین کے سلسلے میں بندہ جو سفر اختیار کرتا ہے اس دوران اس پر پڑنے والا گرد وغبار بھی اس شان کا حامل ہے کہ روز قیامت جہنم کی آگ کا دھواں اس کے قریب نہیں جاسکے گا اور جس شخص کی آنکھ سے اللہ کے خوف میں آنسو چھلک پڑے اور اس کے ظاہر و باطن کی کیفیت میں نرمی آ گئی تو وہ دوزخ سے محفوظ کردیا گیا۔

۱۰۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس ﷺ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

عَيْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ: عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ، وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِي سَبِيْلِ اللهِ. (۱)

دو آنکھیں ایسی ہیں جنہیں دوزخ کی آگ مس نہیں کرتی۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کی میں اشک ریز ہوئی اور دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ کی راہ میں رات پہرہ دیتے جاگتے گزار دی۔

عرفاء نے بیان کیا ہے کہ رات کو اللہ کی راہ میں پہرہ دینے کا ایک تو معروف معنیٰ

.... ۳۔ نسائي، السنن، كتاب الجهاد، باب فضل من عمل في سبيل الله على قدمه، ۱۲:۶، رقم:۳۱۰۸

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، كتاب باب ماجاء في فضل الحرس في سبيل الله، ۱۷۵:۴، رقم: ۱۶۳۹

۲۔ بیهقی، شعب الإيمان، ۴۸۸:۱، رقم: ۷۹۶

۳۔ منذری، الترغيب والترهيب، ۱۵۸:۲، رقم: ۱۹۱۸

ہے یعنی دشمن کے حملے کے پیش نظر ملک و قوم کی حفاظت کی خاطر مجاہدین و غازیان اسلام کی رات بھر جاگنے والی آنکھیں۔ دوسرا اس سے مراد وہ مردِ صالح ہے جو رات اپنے پہلو بستر سے الگ کر کے یادِ الٰہی اور خشیت الٰہی میں آہ و بکا کرتے ہوئے اپنے نفس کا پہرہ دینے میں جاگ کر گزار دیتا ہے۔

۱۱۔ امام ترمذی نے حضرت ابو امامہ ﷛ سے ایک حدیث مبارک روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَى اللهِ مِنْ قَطْرَتَيْنِ وَأَثَرَيْنِ: قَطْرَةُ دُمُوْعٍ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ، وَقَطْرَةُ دَمٍ تُهْرَقُ فِي سَبِيْلِ اللهِ. وَأَمَّا الْأَثَرَانِ: فَأَثَرٌ فِي سَبِيْلِ اللهِ، وَأَثَرُ فَرِيْضَةٍ مِنْ فَرَائِضِ اللهِ.(۱)

اللہ تعالیٰ کو دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں: اللہ تعالیٰ کے خوف سے (بہنے والے) آنسوؤں کا قطرہ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہائے جانے والے خون کا قطرہ۔ رہے دو نشان تو ایک (ہے:) اللہ تعالیٰ کی راہ (میں چلنے) کا نشان اور (دوسرا ہے:) اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے کسی فریضہ (کی ادائیگی میں پڑ جانے والا) نشان۔

۱۲۔ حضرت انس ﷛ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

يَقُوْلُ اللهُ ﷻ: أَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَكَرَنِي يَوْمًا أَوْ خَافَنِي فِي مَقَامٍ.(۲)

اللہ ﷻ فرمائے گا: دوزخ میں سے ہر ایسے شخص کو نکال دو جس نے ایک دن بھی مجھے

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل المرابط، ۴:۱۹۰، رقم:۱۶۶۹

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۸:۲۳۵، رقم:۷۹۱۸

۳۔ منذری، الترغیب والترهیب، ۲:۱۹۲، رقم:۲۰۶۸

(۲) ۱۔ ترمذي، السنن، کتاب: صفة جهنم، باب: ما جاء أن للنار نفسين، ۴:۷۱۲، رقم:۲۵۹۴

←

یاد کیا یا میرے خوف سے کہیں بھی مجھ سے ڈرا۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ خوفِ الٰہی سے ڈرنے اور اس کے نتیجے میں آنکھوں سے گرنے والے آنسوؤں کی قدر و قیمت بیان کر رہی ہیں۔ لازم ہے کہ امتِ مسلمہ اس پاکیزہ عمل سے اپنی بخشش کو یقینی بنا لے۔ غور کیا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ہماری ساری بدبختیوں کا واحد سبب خوفِ خدا کا دلوں سے نکل جانا ہے۔ یہ خوفِ خدا ہی ہے جو بندے کو برے اعمال سے نجات دلا کر سیدھی راہ پر گامزن رکھتا ہے۔ حضرت ابوحفص نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا خوف ایسا کوڑا ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے در سے بِدکے ہوؤں کو سیدھا کرتا ہے۔

۱۳۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷛ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوْعٌ، وَإِنْ كَانَ مِثْلَ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ، ثُمَّ تُصِيْبُ شَيْئًا مِنْ حُرِّ وَجْهِهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ.(۱)

اگر مکھی کے سر کے برابر کسی مومن شخص کی آنکھوں سے اللہ کے خوف میں آنسو نکل پڑے اور اس کے چہرے کے کسی حصے پر آ ٹپکے تو اللہ اس پر دوزخ کی آگ کو حرام

.... ۲۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۱۴۱، رقم: ۲۳۴
۳۔ حاکم: صحیح الإسناد، ۵: ۲۴۴، رقم: ۸۰۸۴
۴۔ ابن أبی عاصم، السنۃ، ۲: ۴۰۰، رقم: ۸۳۳
۵۔ بیہقي، کتاب الاعتقاد، ۱: ۲۰۱

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الزہد، باب الحزن والبکاء، ۲: ۱۴۰۴، رقم: ۴۱۹۷
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۱۷، رقم: ۹۷۹۹
۳۔ أبو نعیم، حلیۃ الأولیاء، ۴: ۲۶۶
۴۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۴: ۱۱۵، رقم: ۵۰۳۴
۵۔ کنانی، مصباح الزجاجۃ، ۴: ۲۳۴، رقم: ۱۵۰۰

کر دیتا ہے۔

۱۴۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے روایت کیا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَعِزَّتِي لَا أَجْمَعُ عَلٰی عَبْدِي خَوْفَيْنِ وَأَمْنَيْنِ إِذَا خَافَنِي فِي الدُّنْيَا أَمَّنْتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَإِذَا أَمِنَنِي فِي الدُّنْيَا أَخَفْتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (۱)

مجھے میری عزت کی قسم! میں اپنے بندے میں دو خوف اور دو امن اکٹھے نہیں کروں گا۔ اگر اس نے دنیا میں مجھ سے خوف رکھا تو میں اسے قیامت کے دن امن دوں گا اور اگر وہ دنیا میں مجھ سے بے خوف رہا تو میں اسے قیامت کے دن خوف سے دوچار کر دوں گا۔

بلاشبہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو یہاں بوئے گا اسی کا اجر آخرت میں پائے گا۔ چنانچہ جس نے ساری دنیوی زندگی اللہ کی میں بسر کی اور ہمیشہ مولیٰ کی ناراضگی اور اس کی گرفت کے خوف کو پیش نظر رکھا قیامت کے دن مزید کوئی خوف اسے پریشان نہیں کرے گا اور اس کے برعکس جس نے ساری زندگی اللہ کی ناراضگی، فسق و فجور، لہو و لعب، دنیا طلبی اور عیش و عشرت میں بسر کی اور مولیٰ کے خوف کو نظر انداز کرتا رہا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے اپنے خوف میں مبتلا کرے گا یعنی یہ کبھی نہیں ہوگا کہ جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے خوف میں زندگی بسر کرے آخرت میں بھی اس پر خوف مسلط ہو اور جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کو بھول کر نافرمانی اختیار کرتے ہوئے عیش و عشرت کی زندگی گزارے آخرت میں بھی راحت و سکون اس کا مقدر ہو۔

۱۵۔ حضرت عباس بن عبد المطلب ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، کتاب الرقائق، ۲:۴۰۶، رقم:۶۴۰

۲۔ بیہقي، شعب الإیمان، ۱:۴۸۳، رقم:۷۷۷

۳۔ ابن عساکر، تاریخ مدینة دمشق، ۵۴:۲۶۷

۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰، رقم:۳۰۸

إِذَا اقْشَعَرَّ جِلْدُ الْعَبْدِ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ تَحَاتَّتْ عَنْهُ ذُنُوْبُهُ كَمَا يَتَحَاتُّ عَنِ الشَّجَرَةِ الْيَابِسَةِ وَرَقُهَا. (١)

جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے کسی بندے کے رونگٹے کھڑے ہوجائیں تو اُس کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے سوکھے درخت کے پتے۔

١٦۔ دوسری روایت میں حضرت عبد اللہ بن عباس ﷠ سے مروی ہے:

كُنَّا جُلُوْسًا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَهَاجَتْ رِيْحٌ فَوَقَعَ مَا كَانَ فِيْهَا مِنْ وَرَقٍ نَخِرٍ، وَبَقِيَ فِيْهَا مَا كَانَ مِنْ وَرَقٍ أَخْضَرَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَا مَثَلُ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ؟ فَقَالَ الْقَوْمُ: اَللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. فَقَالَ: مَثَلُهَا مَثَلُ الْمُؤْمِنِ إِذَا اقْشَعَرَّ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ ﷻ وَقَعَتْ عَنْهُ ذُنُوْبُهُ وَبَقِيَتْ لَهُ حَسَنَاتُهُ. (٢)

ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے کہ اچانک تیز ہوا کا جھونکا آیا جس سے اس درخت کے خشک پتے گر گئے اور سبز پتے باقی رہ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس درخت کی مثال کس کی طرح ہے؟ صحابہ کرام ﷡ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ﷺ سب سے بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی مثال اُس

(١) ١۔ بزار، المسند، ٤:١٤٨، رقم: ١٣٢٢
٢۔ بيهقي، شعب الإيمان، ١:٤٩١ رقم:٨٠٣
٣۔ منذري، الترغيب والترهيب، ٤:١١٧، رقم:٥٠٤٦
٤۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ١٠:٣١٠
(٢) ١۔ أبو يعلى، المسند، ١٢:٦٠، رقم:٦٧٠٣
٢۔ بيهقي، شعب الإيمان، ١:٤٩٢، رقم:٨٠٤
٣۔ منذري، الترغيب والترهيب، ٤:١١٧، رقم:٥٠٤٧
٤۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ١٠:٣١٠

مومن کی مانند ہے جس کے خشیتِ الٰہی کے باعث رونگٹے کھڑے ہو گئے تو اس کے گناہ اس سے جھڑ گئے اور اُس کی نیکیاں باقی رہ گئیں۔

اللہ تعالیٰ کی خشیت میں بندے کا مبتلائے خوف ہو جانا کس طرح اس کا اپنے گناہوں سے پاک ہو جانے کا باعث بنتا ہے یہ حدیث مبارکہ اس ضمن میں عظیم بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کس طرح بندے کے گناہ معاف کرنے کے بہانے ڈھونڈتی ہے کاش یہ امر اس کے بندوں کی سمجھ میں آ جائے۔

۱۷۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ ربّ العزت نے اپنے نبی مکرم ﷺ پر یہ آیت - ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾[1] 'اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں' - نازل فرمائی تو حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک دن صحابہ میں اس کی تلاوت فرمائی۔

فَخَرَّ فَتًى مَغْشِيًّا عَلَيْهِ، فَوَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهُ عَلٰى فُؤَادِهِ فَإِذَا هُوَ يَتَحَرَّكُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: يَا فَتٰى، قُلْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، فَقَالَهَا فَبَشَّرَهُ بِالْجَنَّةِ. فَقَالَ أَصْحَابُهُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَمِنْ بَيْنِنَا؟ قَالَ: أَوَ مَا سَمِعْتُمْ قَوْلَهُ تَعَالٰى: ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ﴾[2].[3]

ایک نوجوان یہ آیت سن کر تڑپا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنا

---

(۱) التحريم، ۶۶:۶

(۲) إبراهيم، ۱۴:۱۴

(۳) ۱۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۲:۳۸۲، رقم:۳۳۳۸

۲۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۱:۴۶۸، رقم:۷۳۴

۳۔ حكيم الترمذي، نوادر الأصول، ۱:۱۸۴

۴۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۴:۱۱۶، ۱۳۴، رقم:۵۰۴۴، ۵۱۲۲

دست مبارک اس کے دل پر رکھا تو وہ دھڑک رہا تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے نوجوان! کہو: لا إله إلا الله۔ اس نے یہ کلمہ پڑھا تو آپ ﷺ نے اسے جنت کی بشارت دی۔ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا وہ ہمارے درمیان یہ مقام پا گیا (یعنی کیا اُسے جنت مل گئی)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا: ﴿ذٰلِکَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِیْدِo﴾ 'یہ (وعدہ) ہر اُس شخص کے لیے ہے جو میرے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا اور میرے وعدۂ (عذاب) سے خائف ہواo'۔

حضرت محمد بن ہاشم کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جب نوجوان مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ کی سماعت پر خوف آخرت سے بے ہوش ہوگیا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے شفقت و رحمت کے ساتھ (اس کا سر) اپنی گود میں لے لیا اتنا عرصہ جتنا اللہ رب العزت نے چاہا پھر اس نے آنکھیں کھولیں تو اپنے سر کو سرکارِ دو عالم ﷺ کی گود مبارک میں پایا۔ اس پر اس نے عرض کیا:

بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، مِثْلَ أَيِّ شَيْءٍ الْحَجَرُ؟ قَالَ: أَمَا يَكْفِيكَ مَا أَصَابَكَ، عَلٰى أَنَّ الْحَجَرَ الْوَاحِدَ مِنْهَا لَوْ وُضِعَ عَنْ جِبَالِ الدُّنْيَا كُلِّهَا لَذَابَتْ مِنْهُ، وَإِنَّ مَعَ كُلِّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ حَجَرًا وَشَيْطَانًا.[1]

(یارسول اللہ!) میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! وہ پتھر جو جہنم کا ایندھن بنیں گے وہ کس چیز کی مثل ہوں گے؟ آپ ﷺ نے (اس کے سوال کے جواب میں) فرمایا: جو کچھ تمہیں پہنچا ہے وہ کافی نہیں؟ (پھر فرمایا:) ان پتھروں میں سے کوئی پتھر اگر دنیا کے پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو وہ اس کے وزن کے باعث ریزہ ریزہ ہو جائیں اور بے شک ہر انسان کے ساتھ پتھر بھی ہیں اور شیطان بھی۔

---

(۱) ۱۔ ابن قدامه، الرقة والبكاء:۱۳۷–۱۳۸
۲۔ منذری، الترغيب والترهيب، ۴:۲۵۷، رقم:۵۵۷٦
۳۔ سيوطی، الدر المنثور، ۸:۲۲٦

مذکورہ بالا آیت قرآنی میں پنہاں خشیتِ الٰہی کا حال جب خوش بخت جوان صحابی ﷺ کے قلب پر وارد ہوا تو خوفِ الٰہی کے غلبہ نے اسے بے خود کر دیا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس کے قلب کی باطنی حالت کو ملاحظہ فرماتے ہوئے جلال الٰہی سے ہیبت زدہ دل کو قرار و سکون پہنچانے کی خاطر اس کے سر کو اپنی گود مبارک میں پناہ عطا فرمائی۔ جس نے نوجوان صحابی کو سرمدی نیند سے معمور کر دیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے جمال کی برکت سے اس کے قلب کو طاقت بخشی۔ جوان صحابی کی اس خوش بختی پر ہزاروں جنتیں نثار! جب اس کی آنکھ کھلی اور اپنے سر کو سرورِ دو جہاں ﷺ کی گود مبارک میں پایا تو شوق کی فروانی سے دوبارہ وجد میں آ گیا۔ اور وارفتگی کے عالم میں انسانوں کے ساتھ ساتھ جہنم کا ایندھن بننے والے پتھروں کے بارے میں پوچھنے لگا۔ جذبات و کیفیات کی باردگر فراوانی پر نبی رحمت ﷺ نے روحانی علاج فرماتے ہوئے اسے حالت سنبھالنے کی تلقین فرمائی۔ چنانچہ حال سے مغلوب طالب و سالک پر توجہ فرما کر مرشدِ کامل کی اس کے ہوش کو بحال کرنے کی اصل نبی اکرم ﷺ کا یہی اسوۂ مبارکہ ہے۔ روحانی کیفیات کے نتیجے میں قلب کا لرز جانا اور بے خود و بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑنا حقیقت میں نزول انوار الٰہی کے باعث ہے وگرنہ حضور نبی اکرم ﷺ خود فرما دیتے کہ یہ کیا نیا کام ہے جسے تم دین میں شامل کر رہے ہو۔

حقیقتِ حال آپ ﷺ کے سامنے عیاں تھی۔ تبھی آپ ﷺ نے اس کے قلب کو اپنے دستِ مبارک کی برکت سے سکون بہم پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ کے خوف و خشیت میں لذت پا کر رونا روحانی مدارج کی ترقی کا باعث بنتا ہے اور یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کے ثمر کا اعلان جنت کی بشارت کی شکل میں حضور ﷺ نے دنیا میں ہی فرما دیا اور اس پر قول باری تعالیٰ سے تصدیق بھی کر دی، جس میں حق تعالیٰ نے فرمایا:

ذٰلِکَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِیْدِo [1]

یہ (وعدہ) ہر اس شخص کے لیے ہے جو میرے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا اور میرے

(۱) ابراہیم، ۱۴:۱۴

وعدۂ (عذاب) سے خائف ہوا۔

۱۸۔ حضرت سہل بن سعد ﷛ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ فَتًى مِنَ الْأَنْصَارِ دَخَلَتْهُ خَشْيَةٌ مِنَ النَّارِ، فَكَانَ يَبْكِي عِنْدَ ذِكْرِ النَّارِ حَتّٰى حَبَسَهُ ذٰلِكَ فِي الْبَيْتِ، وَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَجَاءَهُ فِي الْبَيْتِ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ اعْتَنَقَهُ الْفَتٰى وَخَرَّ مَيِّتًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: جَهِّزُوْا صَاحِبَكُمْ، فَإِنَّ الْفَرَقَ فَلَذَ كَبِدَهُ. (۱)

انصار کے ایک نوجوان پر دوزخ کا خوف طاری ہوگیا۔ وہ دوزخ کے ذکر پر زار و قطار رویا کرتا تھا، حتیٰ کہ اس نے اپنے آپ کو گھر میں محصور کر لیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ اس کے گھر تشریف لائے۔ جب آپ ﷺ اندر داخل ہوئے تو اس نوجوان نے آپ ﷺ کو گلے لگا لیا اور (اسی حالت میں) فوت ہوکر گر پڑا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے ساتھی کی تجہیز و تکفین کرو کیونکہ دوزخ کے خوف نے اس کے جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ہے۔

حافظ ابن رجب حنبلی اور ابن قدامہ نے حضرت حذیفہ ﷛ کی بیان کردہ روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ذکر کیا ہے کہ حضور نبی اکرم آپ ﷺ نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَقَدْ أَعَاذَهُ اللهُ مِنْهَا، فَمَنْ رَجَا شَيْئًا طَلَبَهُ وَمَنْ خَافَ شَيْئًا هَرَبَ مِنْهُ. (۲)

---

(۱) ۱۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۲:۵۳۶، رقم:۳۸۲۸
۲۔ أحمد بن حنبل، الزهد: ۳۹۷
۳۔ ابن مبارك، الزهد، ۲:۹۲، رقم:۳۲۰
۴۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۱:۵۳۰، رقم:۹۳۶

(۲) ۱۔ ابن رجب حنبلي، التخويف من النار: ۳۱

اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! یقیناً اللہ تعالیٰ نے اسے دوزخ سے پناہ دے دی ہے، پس جو جس چیز کا طالب ہوتا ہے وہ اُسے ہی طلب کرتا ہے اور جو جس چیز سے خوف زدہ ہوتا ہے وہ اُس سے نجات چاہتا ہے۔

۱۹۔ حضرت انس بن مالک ﷜ سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ ذَكَرَ اللهَ، فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ، حَتّٰى يُصِيْبَ الْأَرْضَ مِنْ دُمُوْعِهٖ، لَمْ يُعَذِّبْهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (۱)

جس شخص نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور پھر خشیتِ اِلٰہی کی بناء پر اُس کی آنکھوں سے اس قدر اشک رواں ہوئے کہ وہ زمین پر جا گرے تو اللہ تعالیٰ اسے روزِ قیامت عذاب نہیں دے گا۔

اس حدیث مبارکہ کے مضمون نے خشیت الٰہی میں اشک بار آنکھوں کی قدر و قیمت بیان کرتے ہوئے مزید وضاحت فرما دی کہ بعض مقربانِ بارگاہ الٰہی ایسے بھی ہوں گے جن کی آنکھوں کے آنسو دامن کو تر کرنے کے بعد زمین کو بھی سیراب کریں گے۔

۲۰۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷜ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رَأْسُ الْحِكْمَةِ مَخَافَةُ اللهِ. (۲)

.... ۲۔ ابن قدامة، الرقة والبكاء:۱۳۸، رقم:۱۳۷

۳۔ ہندي، كنز العمال، ۳:۲۸۲، رقم:۸۵۲۶

(۱) ۱۔ حاكم، المستدرك، ۴:۲۸۹، رقم:۷۶۶۸

۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۲:۱۷۸، رقم:۱۶۴۱

۳۔ ہيثمي، مجمع الزوائد، ۱:۱۶۳

(۲) ۱۔ ابن ابي شيبة، المصنف، ۷:۱۰۶، رقم:۳۴۵۵۲

۲۔ بيہقي، شعب الايمان، ۱:۴۷۰، رقم:۷۴۳

۳۔ ابن عساكر، تاريخ مدينه دمشق، ۳۳:۱۷۹

←

حکمت کی اصل اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔

۲۱۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ خَافَ اللهَ خَوَّفَ اللهُ مِنْهُ كُلَّ شَيْءٍ، وَمَنْ لَمْ يَخَفِ اللهَ خَوَّفَهُ اللهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ. (۱)

جو اللہ تعالیٰ سے خوف رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ ہر چیز کے دل میں اس کا خوف (رعب) ڈال دیتا ہے؛ اور جو اللہ تعالیٰ سے خوف نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ اُسے ہر شے کے خوف میں مبتلا کر دیتا ہے۔

۲۲۔ اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَخْطُبُ وَهُوَ يَقُوْلُ: لَا تَنْسَوْا الْعَظِيْمَتَيْنِ. قُلْنَا: وَمَا الْعَظِيْمَتَانِ؟ قَالَ: الْجَنَّةُ وَالنَّارُ، فَذَكَرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَا ذَكَرَ، حَتَّى بَكَى إِلَى أَنْ جَرَى الدَّمْعُ أَوْ بَلَّ الدَّمْعُ جَانِبَيْ لِحْيَتِهٖ، ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، لَوْ تَعْلَمُوْنَ مِنَ الْأَمرِ مَا أَعْلَمُ، لَمَشَيْتُمْ إِلَى الصَّعِيْدِ، فَحَثَيْتُمْ عَلَى رُؤُوْسِكُمُ التُّرَابَ. (۲)

میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو خطاب میں فرماتے ہوئے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: دو عظیم چیزوں کو نہ بھولو، ہم نے عرض کیا: وہ دو عظیم چیزیں کون سی ہیں؟ آپ ﷺ نے

۴۔ ابن حجر عسقلانی، المطالب العالیۃ، ۱۳:۸۹، رقم:۳۱۲۵

(۱) ۱۔ قضاعي، مسند الشهاب، ۱:۲۶۵، رقم:۴۲۹

۲۔ ديلمي، مسند الفردوس، ۳:۴۹۶، رقم:۵۵۳۹

۳۔ ہندی، کنز العمال، ۳:۶۳، رقم:۵۹۱۵

(۲) ۱۔ ابن حجر عسقلانی، المطالب العالیۃ، ۱۳:۷۴۶، رقم:۳۳۱۸۔

۲۔ ابن أبی الدنیا، الرقة والبكاء، ۳:۱۹۰، رقم:۱۰۲

۳۔ منذری، الترغیب والترهیب، ۴:۲۴۸، رقم:۵۵۳۷

فرمایا: جنت اور دوزخ۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے ذکر فرمایا جو بھی فرمایا۔ پھر آپ ﷺ آبدیدہ ہو گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے آنسو داڑھی مبارک کی دونوں جانب گرنے لگے، پھر فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے، اگر تم آخرت کے علم میں سے وہ کچھ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم یقیناً (ویران) زمین کی طرف چل پڑو اور یقیناً تم اپنے سروں پر خاک ڈالو۔

یہ گریہ وبکا اس رسول معظم ﷺ کا عمل ہے جو معصوم بھی ہیں اور مامون بھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خوف اور گریہ و زاری کو کبھی ترک نہیں فرماتے۔

۲۳۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ ایک صحابی رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

بِمَ أَتَّقِي النَّارَ؟ قَالَ: بِدَمُوْعِ عَيْنَيْکَ، فَإِنَّ عَيْنًا بَکَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ لاَ تَمَسُّهَا النَّارُ أَبَدًا. (۱)

(یا رسول اللہ!) میں خود کو دوزخ کی آگ سے کیسے بچاؤں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی آنکھوں کے آنسوؤں کے ذریعے بچا۔ یہ اس لئے کہ جو آنکھ اللہ تعالیٰ کے خوف میں آنسو برساتی ہے اللہ تعالیٰ ہرگز اسے دوزخ کی آگ میں نہیں بھیجے گا۔

۲۴۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میرے خلیل حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی:

أَنْ أَخْشَى اللهَ كَأَنِّي أَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ أَكُنْ أَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَانِي. (۲)

---

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۸: ۳۶۲، رقم: ۴۴۶۰
۲۔ منذری، الترغیب والترهیب، ۴: ۱۱۴، رقم: ۵۰۳۰
۳۔ ابن جوزی، العلل المتناهية، ۲: ۸۱۹، رقم: ۱۳۷۱

(۲) ۱۔ أبو نعیم، کتاب الأربعین: ۳۹، رقم: ۱۲
۲۔ ابن رجب الحنبلي، جامع العلوم والحکم، ۱: ۳۵-۳۶

میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے ایسے ڈروں گویا میں اُسے دیکھ رہا ہوں، پس اگر میں اُسے نہیں دیکھ سکتا تو (کم از کم یہ تصور تو پختہ ہونا چاہیے کہ) وہ یقیناً مجھے دیکھ رہا ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں خود سرکار دو عالم ﷺ نے خشیت الٰہی کو درجہ احسان پر فائز ہونے کا وسیلہ قرار دیا ہے۔ اگرچہ حدیث احسان میں بھی یہی مضمون وارد ہوا ہے لیکن یہاں اپنے صحابی حضرت ابو ذر غفاری کے وسیلہ سے تمام اہل ایمان کو حق تعالیٰ کے دربار میں حاضری کے آداب بجا لانے کا سلیقہ بتایا گیا ہے۔

۲۵۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَوْ خِفْتُمُ اللهَ حَقَّ خِيفَتِهِ لَعَلِمْتُمُ الْعِلْمَ الَّذِي لَا جَهْلَ مَعَهُ، وَلَوْ عَرَفْتُمُ اللهَ حَقَّ مَعْرِفَتِهِ لَزَالَتْ بِدُعَائِكُمُ الْجِبَالُ. [1]

اگر تم اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے، تو تم ایسا علم جان لو گے جس کے ساتھ جہالت نام کی کوئی شے نہیں ہے، اور اگر تم اللہ تعالیٰ کو کما حقہ پہچان لو تو تمہاری دعاؤں سے پہاڑ ہل جائیں گے۔

اس حدیث مبارکہ میں اہلِ ایمان پر یہ حقیقت منکشف کی گئی ہے کہ خوف و خشیتِ الٰہی ہی معرفتِ حق کا سب سے بڑا وسیلہ ہے۔ جو شخص اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز کر دیا گیا ہے اس کی دعا سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جاتے ہیں۔ یہ امر درحقیقت اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بندہ رب العزت کی بارگاہ میں مقبول ہوگیا ہے۔

---

(۱) ۱۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ۸:۱۵۳
۲۔ بيهقي، الزهد الكبير، ۲:۳۵۷، رقم:۹۷۶
۳۔ مروزي، تعظيم قدر الصلاة، ۲:۸۰۸، رقم:۸۰۲
۴۔ حكيم ترمذي، نوادر الأصول، ۳:۱۰۶
۵۔ حسام الدين هندي، كنز العمال، ۳:۱۴۲، رقم:۵۸۸۱

۲۶۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ○ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ○﴾ (۱) بَكٰى أَصْحَابُ الصُّفَّةِ حَتّٰى جَرَتْ دُمُوْعُهُمْ عَلٰى خُدُوْدِهِمْ، فَلَمَّا سَمِعَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ حَنِيْنَهُمْ بَكٰى مَعَهُمْ، فَبَكَيْنَا بِبُكَائِهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لَا يَلِجُ النَّارَ مَنْ بَكٰى مِنْ خَشْيَةِ اللهِ، وَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مُصِرٌّ عَلٰى مَعْصِيَةٍ وَلَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَجَاءَ اللهُ بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ. (۲)

جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ○ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ○﴾ 'پس کیا تم اس کلام سے تعجب کرتے ہو○ اور تم ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو○' تو اہلِ صُفہ اس قدر روئے کہ اُن کے آنسو اُن کے رخساروں پر بہہ نکلے۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے اُن کے رونے کی آواز سنی تو آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ رونے لگے اور آپ ﷺ کے رونے کی وجہ سے ہم بھی رونے لگے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف سے رویا وہ دوزخ میں داخل نہیں ہو گا اور نہ گناہ پر اصرار کرنے والا جنت میں داخل ہو گا۔ اگر تم لوگ گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگ لے آئے گا جو گناہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں بخشے گا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے فیضانِ صحبت سے اہلِ صفہ بہت رقیق القلب ہو گئے تھے چنانچہ فرمودۂ حق سن کر اصحابِ صفہ رونے لگے۔ ان کی خوفِ الٰہی میں اس کیفیت کو دیکھ کر خود

(۱) النجم، ۵۳: ۵۹-۶۰

(۲) ۱۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۱: ۴۸۹، رقم: ۷۹۸
۲۔ ديلمی، مسند الفردوس، ۳: ۴۴۷، رقم: ۵۳۷۳
۳۔ ابن أبی عاصم، الزهد، ۱: ۱۷۸
۴۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۴: ۱۱۴، رقم: ۵۰۲۸

سرکار دو عالم ﷺ بھی ان کے ساتھ شاملِ گریہ ہوگئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے انبیائے کرام علیہم السلام تو وقوع پذیر ہونے والے واقعات کا سب سے زیادہ مشاہدہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ نے بشارت دی کہ خوف خدا میں رونے والے شخص کو کبھی دوزخ کی آگ مَس نہیں کرے گی اور ساتھ ہی انتباہ کرتے ہوئے فرمایا کہ گناہ پر اصرار کرنے والا کبھی جنت میں نہیں جائے گا۔ آپ ﷺ نے گناہ گاروں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و بخشش کی نوید سناتے ہوئے فرمایا کہ حق تعالیٰ کو معافی مانگنے والے گناہگار، کبھی گناہ نہ کرنے والے نیکوکاروں سے زیادہ عزیز ہیں۔

۲۷۔ حضرت ہیثم بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے لوگوں سے خطاب فرمایا تو خطاب کے دوران آپ ﷺ کے سامنے بیٹھا ہوا ایک شخص رو پڑا۔ اس پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَوْ شَهِدَكُمُ الْيَوْمَ كُلُّ مُؤْمِنٍ عَلَيْهِ مِنَ الذُّنُوْبِ كَأَمْثَالِ الْجِبَالِ الرَّوَاسِي لَغُفِرَ لَهُمْ بِبُكَاءِ هٰذَا الرَّجُلِ وَذٰلِكَ أَنَّ الْمَلَائِكَةَ تَبْكِي وَتَدْعُوْ لَهُ وَتَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ شَفِّعِ الْبَكَّائِيْنَ فِيْمَنْ لَمْ يَبْكِ. (۱)

اگر آج تمہارے درمیان وہ تمام مومن موجود ہوتے جن کے گناہ پہاڑوں کے برابر ہیں تو انہیں اس ایک شخص کے رونے کی وجہ سے بخش دیا جاتا اور یہ اس وجہ سے ہے کہ فرشتے بھی اس کے ساتھ رو رہے تھے اور دعا کر رہے تھے: اے اللہ! نہ رونے والوں کے حق میں رونے والوں کی شفاعت قبول فرما۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان مبارک اس لحاظ سے عجیب شان کا حامل ہے کہ بندے کا اللہ تعالیٰ کے خوف و خشیت میں رونا اسے اس قدر عزیز اور پسند ہے کہ ایک اہل بکا کے گریہ

(۱) ۱۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۱:۴۹۴، رقم:۸۱۰
۲۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۴:۱۱۶، رقم:۵۰۴۳
۳۔ ابن حجر العسقلاني، الأصابة، ۶:۵۸۹

کے صدقے میں اس کے ساتھ مجلس کرنے والے گناہ گار بندے بھی بخش دیے جاتے ہیں۔ اس حدیث مبارکہ سے نیک اور صالح بندوں کی صحبت اختیار کرنے کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے۔

۲۸۔ حضرت ثابت بن سرح ﷺ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی دعوات مبارکہ میں سے ایک دعائے مبارک یہ بھی تھی:

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي عَيْنَيْنِ هَطَّالَتَيْنِ تَبْكِيَانِ بِذُرُوْفِ الدُّمُوْعِ وَتُشْفِقَانِ مِنْ خَشْيَتِكَ قَبْلَ أَنْ يَّكُوْنَ الدُّمُوْعُ دَمًا وَالْأَضْرَاسُ جَمْرًا.(۱)

اے اللہ! مجھے ایسی دو آنکھیں عطا فرما جو زور سے برسنے والی ہوں اور برستے آنسوؤں کے ساتھ روئیں اور تیرے عذاب و عتاب سے خوفزدہ ہوں، اس سے قبل کہ آنسو خون بن جائیں اور داڑھیں انگارے (یعنی عذابِ نار میں مبتلا ہونے سے قبل اس عذاب کا ڈر اور خوف دل میں پیدا ہو جائے تاکہ آنکھیں آنسوؤں کے ذریعے اس آگ کو بجھا لیں اور اس کو ملاحظہ کرنے سے پہلے ہی اس کے بچاؤ کی تدبیر کر لیں)۔

حضور نبی اکرم ﷺ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گریہ و بکا پیش کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ کی دعا حق تعالیٰ کے حضور اظہار بندگی کے علاوہ امت کو عذابِ الٰہی سے بچنے کی راہ اور تدبیر بھی عطا فرما رہی ہے کہ اے بندے! تو اللہ تعالیٰ سے اس کے خوف میں رونے والی آنکھ طلب کرتا کہ کل عذاب جہنم میں مبتلا ہونے سے قبل ہی اس سے محفوظ ہو سکے۔

۲۹۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ ابن المبارك، الزهد: ۱۶۵، رقم:۴۸۰
۲۔ أحمد بن حنبل، الزهد:۱۰
۳۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ۲:۱۹۷
۴۔ ابن رجب حنبلي، التخويف من النار، ۱:۱۴۸
۵۔ ابن جوزي، الوفا بأحوال المصطفى ﷺ: ۵۵۱

كُلُّ عَيْنٍ بَاكِيَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا عَيْنٌ غَضَّتْ عَنْ مَحَارِمِ اللهِ، وَعَيْنٌ سَهِرَتْ فِي سَبِيْلِ اللهِ، وَعَيْنٌ خَرَجَ مِنْهَا مِثْلُ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ. (۱)

اس آنکھ کے علاوہ ہر آنکھ قیامت کے دن رو رہی ہو گی جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں (کو دیکھنے) سے جھکی رہی اور وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں بیدار رہی اور (تیسری) وہ آنکھ جس سے اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے مکھی کے سر کے برابر آنسو بہہ نکلے۔

اس حدیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے ان خوش نصیبوں کو قیامت کے دن سلامتی اور مامون ہونے کی بشارت دی ہے:

۱۔ جن کی آنکھیں حرام چیزوں کو دیکھنے سے باز رہیں۔

۲۔ جن آنکھوں نے آہِ سحر گاہی کی خاطر بیدار رہنے کو معمول بنا لیا۔

۳۔ جو آنکھیں اس کے خوف میں آبدیدہ ہوئیں خواہ اس کے آنسوؤں کی مقدار مکھی کے سر کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔

محدثین کرام کا کثرت سے ایک ہی موضوع پر احادیث مبارکہ کا بیان کرنا دراصل اس حقیقت کا اظہار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی اور اس کی یاد میں آنسوؤں اور آہ و بکا کی کس قدر فضیلت و اہمیت ہے۔ جب ہر چیز کھول کر رسالت مآب ﷺ کی زبانِ حق ترجمان سے امت کو بیان کر دی گئی ہے تو مغفرت و بخشش کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ خوفِ الٰہی کے دامن کو مضبوطی سے تھام لیا جائے جو بخشش کا واحد ذریعہ نظر آتا ہے۔

---

(۱) ۱۔ ابن أبي عاصم، الجهاد، ۲: ۴۱۸، رقم: ۱۴۸

۲۔ ديلمي، مسند الفردوس، ۳: ۲۵۶، رقم: ۴۷۵۹

۳۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ۳: ۶۳

۴۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۳: ۲۳، ۲۹۲۵

۴۔ آثار و اقوال میں خشیتِ الٰہی کا بیان

صحابیت نسل انسانی میں نبوت کے بعد سب سے بڑا شرف ہے۔ صحابہ کرام ﷡ وہ خوش نصیب ہستیاں تھیں جنھوں نے اپنی ظاہری حیات میں ایمان کی حالت میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ اس لحاظ سے ان سے منسوب آثار، احادیثِ مبارکہ کے بعد امت کی ہدایت کا سب بڑا ذریعہ ہے۔

صحابہ کرام ﷡ کے بعد زہد و ورع اور تقویٰ و طہارت کی حامل بعض قدسی صفت ہستیاں ہو گزری ہیں جن کے اقوال و احوال دین کا معیار قرار پائے۔ یہی وہ مبارک ہستیاں ہیں جن کے دم قدم سے دین متین کی آبیاری ہوتی رہی۔ جملہ کمزوریوں اور کوتاہیوں کے باجود لوگوں کے دلوں میں ان پاکباز شخصیات سے محبت کرنے کا جذبہ ہمیشہ موجود رہا ہے۔ یہی جذبۂ محبت ان کے بے مثال آثار و اقوال پر عمل پیرا ہونے کا سب سے بڑا محرک ہے۔ اب ہم انہی برگزیدہ ہستیوں کے آثار و اقوال کے حوالے سے خوف وخشیت الٰہی پر روشنی ڈالتے ہیں۔

(۱) جہنم کی آگ کے ذکر سے جگر کا پھٹ جانا

امام ابن قدامہ نے حضرت حذیفہ سے مروی ایک اور واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ایک نوجوان صحابی پر جہنم کی آگ کے ذکر کے باعث (اکثر) گریہ طاری رہتا۔ اس کا یہ رونا اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ اس نے خود کو گھر کے اندر بند کر لیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کو جب اس کی یہ حالت بتائی گئی تو آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اس جوان صحابی نے جب آپ ﷺ کو دیکھا تو مردہ حالت میں زمین پر آ گرا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے (اپنے اصحاب کو) ارشاد فرمایا کہ اپنے دوست کی تجہیز و تکفین کرو۔ کیونکہ (جہنم کی) آگ کے خوف سے اس کا جگر پھٹ گیا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس آگ سے پناہ دے دی ہے۔ جو کسی چیز کی امید رکھتا ہے تو اس کی طلب کرتا ہے اور جو کسی چیز کی اُمید نہیں رکھتا اُس سے بھاگ

جاتا ہے۔[۱]

خوف و خشیتِ الٰہی کا جب قلب پر نزول ہوتا ہے تو بعض قلوب عظمتِ الٰہی اور جلال کبریائی کی تاب نہ لا کر نہ صرف از خود رفتہ ہو جاتے ہیں بلکہ جان سے بھی گزر جاتے ہیں۔

یہ جوان صحابی بھی کشتۂ خوفِ الٰہی تھا۔ جہنم کی آگ کا خوف درحقیقت جلالِ الٰہی کی ہیبت تھی جس سے اس کا جگر پھٹ گیا تھا۔ اس کی روح حضور نبی اکرم ﷺ کے سینۂ اقدس سے ملنے کو بے تاب تھی جیسے ہی یہ تمنا پوری ہوئی اس کی روح سکون پا کر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئی۔ یہ جوان ان عاشقانِ صادق میں سے تھا جو تسلیم و رضا کی راہ میں نذرانہ جان پیش کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

(تسلیم و رضا کے خنجر سے قتل کئے جانے والوں کو غیب سے ہر وقت ایک کے بعد ایک جان عطا کی جاتی ہے تاکہ رضا کے خنجر سے بار بار ذبح ہوتے رہیں۔)

بعض پاک باز ہستیاں ایسی ہیں جن کی روحیں دیدارِ محبوب میں نذرانۂ جاں پیش کرنے کی ہر لمحہ منتظر رہتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں مولیٰ کریم نے صرف اور صرف اپنی محبت کے لئے پیدا کیا ہوتا ہے۔ یہ شعر ان پر کس قدر صادق آتا ہے۔

ہمہ آہوانِ صحرا سرِ خود نہادہ برکف
بہ امید آنکہ روزے بہ شکار خواہی آمد

(صحرا کے تمام ہرن اپنے سر ہاتھوں میں لئے اس امید کے ساتھ منتظر کھڑے ہیں کہ کب محبوب شکار کے لئے نکلے اور وہ خود کو شکار ہونے کے لئے پیش کر دیں)

---

(۱) ابن قدامہ، الرقة والبكاء:۱۳۸-۱۳۹

(۲) رونے پر جزا

حضرت صالح المری رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر سیدنا داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ! جو شخص تیری خشیت اور خوف میں رو پڑا اور اس کے آنسو اس کے گالوں پر سے رواں ہوگئے، اس کے اس رونے پر تیری بارگاہ میں کیا جزا ہے؟ اللہ رب العزت نے فرمایا: اس کی جزا یہ ہے کہ میں اِس کے چہرے کو دوزخ پر حرام کردیتا ہوں۔ (۱)

حضرت ایوب زیاد العنبر ی حدیثِ قدسی روایت کرتے ہیں:

إِنَّ اللهَ تَعَالٰی قَالَ: وَعِزَّتِي، لَا يَبْكِي عَبْدٌ مِنْ خَشْيَتِي إِلَّا أَجَرْتُهُ مِنْ نِقْمَتِي وَعِزَّتِی، لَايَبْكِي عَبْدٌ مِنْ خَشْيَتِي إِلَّا أَبْدَلْتُهُ ضِحْكًا فِي نُورٍ قُدُسِيٍّ. (۲)

اللہ رب العزت نے فرمایا: مجھے اپنی عزت کی قسم! کوئی بندہ ایسا نہیں جو میرے خوف اور خشیت میں روئے اور میں اسے اپنی رحمت اور بخشش کا حصہ نہ عطا کروں۔ اور مجھے اپنی عزت کی قسم! کوئی شخص ایسا نہیں جو میرے خوف اور خشیت میں روئے تو میں اس کی مسکراہٹ میں نور قدسی نہ رکھ دوں۔

اللہ رب العزت کے خوف اور خشیت میں آنسو بہانا اس قدر اعلیٰ و ارفع اور مبارک فعل ہے کہ جس کے باعث اللہ تعالیٰ کی رحمت کا فیض تنہا اس رونے والے کو ہی نہیں ملتا بلکہ جس مجلس میں وہ روتا ہے ساری مجلس اللہ کی بخشش کے فیض سے مالا مال کردی جاتی ہے۔ حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ دو آنکھیں جو اللہ تعالیٰ کے خوف وخشیت میں روتی ہیں اور ان کے رونے پر دل گواہی دیتا ہے، یعنی جب دل کی رِقّت اور آنکھوں کا رونا مل جاتے ہیں، تو اُس شخص کے اردگرد بیٹھے جملہ حاضرین بھی رحمت الٰہی میں سے اپنا حصہ وصول کرتے

(۱) ابن أبی الدنیا، الرقة والبکاء، ۳: ۱۷۱، رقم: ۷
(۲) ابن أبی الدنیا، الرقة والبکاء، ۳: ۱۷۱، رقم: ۸

ہیں، خواہ ان کی تعداد بیس ہزار تک کیوں نہ پہنچ جائے۔ یہ اخلاص اور حضورِ قلب سے خوف و خشیت الٰہی میں رونے کا مقام ہے۔[1]

(۳) آنسوؤں کا وزن

حضرت عتبہ بن عبد اللہ الاصم روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت فرقد سبقی سے سنا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی:

إِنَّ الْأَعْمَالَ كُلَّهَا تُوْزَنُ إِلَّا الدَّمْعَةَ تَخْرُجُ مِنْ عَيْنِ الْعَبْدِ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ، فَإِنَّهُ لَيْسَ لَهَا وَزْنٌ وَلَا قَدْرٌ، وَإِنَّهُ لَيُطْفِئُ بِالدَّمْعَةِ الْبُحُوْرُ مِنَ النَّارِ.[2]

(قیامت کے روز) تمام اعمال کا وزن کیا جائے گا سوائے ان آنسوؤں کے جو اللہ کے خوف کی وجہ سے آنکھوں سے گر گئے۔ ان کا وزن ہی نہیں اور انہیں تولا ہی نہیں جاسکتا۔ اگر سمندروں کے برابر بھی آگ ہو تو آنسو اسے بجھانے کے لئے کافی ہیں۔

ہارون بن ابی زیاد فرماتے ہیں کہ مجھ تک یہ حدیث پہنچی ہے:

إِنَّ الْبُكَاءَ مَثَاقِيْلُ، لَوْ وُزِنَ بِالْمِثْقَالِ الْوَاحِدِ مِثْلَ الْجِبَالِ لَرَجَحَ بِهِ الْبُكَاءُ.[3]

خوف و خشیت الٰہی میں اگر رونے کے ایک ذرہ کو اس ساری زمین اور اس کے پہاڑوں کے مقابل تولا جائے تو اس کا وزن روئے زمین کے پہاڑوں سے بڑھ جائے گا۔

---

(۱) ابن أبی الدنیا، الرقة والبکاء، ۳: ۱۷۱، رقم: ۹

(۲) ابن ابی الدنیا، الرقة والبکاء، ۳: ۱۷۲، رقم: ۱۱

(۳) ۱۔ ابن أبی الدنیا، الرقة والبکاء، ۳: ۱۷۴، رقم: ۲۸

۲۔ حکیم ترمذی، نوادر الأصول، ۲: ۲۰۲

(۴) اللہ کی یاد سے منور ہونے والا دل

حضرت خالد بن معدان روایت کرتے ہیں:

مَا بَكَى عَبْدٌ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ تَعَالٰى إِلَّا خَشَعَتْ لِذَالِكَ جَوَارِحُهُ، وَكَانَ مَكْتُوْبًا فِي الْمَلَأِ الْأَعْلَى بِاسْمِهٖ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ، مُنَوَّرًا قَلْبُهُ بِذِكْرِ اللهِ تَعَالٰى. (۱)

جو شخص اللہ رب العزت کے خوف اور خشیت میں روئے اور اس کے رونے سے پورے اعضائے بدن بھی نرم ہو جائیں تو اس لمحے ملا الاعلیٰ میں حکم ہوتا ہے کہ اس کا نام اس کے باپ کے نام کے ساتھ ملا کر لکھ لو اور اس کے دل کو میری یاد کے ساتھ منور کر دو۔

حضرت ابن ذر ﷺ بیان کرتے ہیں کہ مجھ تک حدیث مبارکہ کے یہ الفاظ پہنچے:

إِنَّ الْبَاكِي مِنْ خَشْيَتِهٖ يُبَدِّلُ اللهُ مَكَانَ كُلِّ قَطْرَةٍ أَوْ دَمْعَةٍ تَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ أَمْثَالَ الْجِبَالِ مِنَ النُّوْرِ فِي قَلْبِهٖ، وَيُزَادُ مِنْ قُوَّتِهٖ لِلْعَمَلِ، وَيُطْفَأُ بِتِلْكَ الْمَدَامِعِ بُحُوْرٌ مِنَ النَّارِ. (۲)

جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے خوف وخشیت میں روتا ہے تو اس کی آنکھوں سے بہنے والے ہر قطرے یا ہر آنسو کے عوض اللہ تعالیٰ پہاڑوں کی مقدار نور اس کے دل میں رکھ دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اعمال صالحہ کی توفیق اور قوت اس میں بڑھاتا چلا جاتا ہے اور سمندروں کے حساب سے بھی اگر دوزخ کی آگ اس کی منتظر ہو تو اس کو بجھاتا چلا جاتا ہے۔

---

(۱) حکیم ترمذی، نوادر الأصول فی أحادیث الرسول، ۲:۲۲۰

(۲) ابن أبی الدنیا، الرقة والبکاء، ۳:۱۷٦، رقم:۳٦

(۵) گریہ و بکا سے گناہوں کی بخشش

حضرت ابی سعید السراج روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک روز حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی مجلس میں خطاب سن رہے تھے۔ دوران خطاب ایک شخص پر گریہ و بکا طاری ہوگیا اور چیخ نکل گئی۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے اس کے رونے کی آواز سن لی۔ اسے آواز دے کر فرمایا: اے رونے والے! اچھی طرح رو لے۔ فرمایا: ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ عَيْنًا بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ لَا تَمَسُّهَا النَّارُ أَبَدًا. (۱)

جو آنکھ اللہ تعالیٰ کے خوف سے رو پڑی اسے کبھی دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔

اس سے مراد یہ ہے کہ اگر رونا آ گیا ہے تو جی بھر کر رو تا کہ اللہ کی رحمت کا خزانہ کثرت کے ساتھ تجھے عطا کیا جائے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف میں روتا ہے قیامت کے دن اللہ کی رحمت اس کے سر پر سایہ فگن ہوگی۔ اسی طرح حضرت جعفر بن سلیمان روایت کرتے ہیں کہ حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ ایک روز خطاب فرما رہے تھے۔ دورانِ خطاب حضرت حوشب بن مسلم السقفی رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ اتنا روئے کہ ان کے گریہ و بکا کی چیخ بلند ہوگئی۔ حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اے جوشب! جی بھر کے رو اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث مبارک ہم تک پہنچی ہے:

أَنَّ الْعَبْدَ لَا يَزَالُ يَبْكِي حَتّٰى يَرْحَمَهُ سَيِّدُهُ، فَيُعْتِقُهُ مِنَ النَّارِ. (۲)

اللہ کا بندہ جب روتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس پر رحم آ جاتا ہے اس کے رونے کے سبب اسے جہنم سے آزادی کا پروانہ عطا کر دیتا ہے۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ منذری، الترغیب والترهيب، ۴:۱۱۴، رقم:۵۰۳۰

۲۔ ابن رجب حنبلی، التخويف من النار، ۱:۴۲

(۲) ابن أبی الدنيا، الرقة والبكاء، ۳:۱۷۳، رقم:۱۷

مَنْ بَكٰى خَوْفًا مِنْ ذَنْبٍ، غُفِرَ لَهُ.[1]

جو شخص اپنے گناہ کے خوف سے رویا تو اس کا وہ گناہ معاف کر دیا گیا۔

حضرت عطیہ العوفی ﷺ مرسلاً ایک حدیث روایت کرتے ہیں:

أَنَّ مَنْ بَكٰى عَلٰى خَطِيْئَةٍ، مُحِيَتْ عَنْهُ وَكُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةً.[2]

جو شخص اپنی خطا پر روتا ہے تو اس کی خطا کو مٹا دیا جاتا ہے اور اس کے لئے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔

حضرت مالک بن دینار ﷺ نے اس کی وضاحت بڑے ہی عجیب انداز میں کی ہے جسے خالد بن یزید القرنی نے روایت کیا ہے۔ حضرت مالک بن دینار ﷺ فرماتے ہیں:

اَلْبُكَاءُ عَلَى الْخَطِيْئَةِ يَحُطُّ الذُّنُوْبَ كَمَا تَحُطُّ الرِّيْحُ الْوَرَقَ الْيَابِسَ.[3]

اپنی خطا پر رونا گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتا ہے جیسے تیز ہوا سوکھے پتوں کو جھاڑ کر گرا دیتی ہے۔

آہ و بکا اور خشیتِ الٰہی بندے کے گناہوں کو ایسے ختم کر دیتی ہے جیسے کبھی گناہ کئے ہی نہ تھے۔

(۶) گریہ کے ذریعے حصولِ مقصد

رونا ایسا عمل ہے کہ جس خیال اور نیت سے رویا جائے اللہ تعالیٰ اسی نیت کا ثمر اس کو عطا کر دیتا ہے۔ اگر گناہ کی مغفرت و بخشش کے لئے رویا تو اللہ رب العزت اس کے گناہ بخش

---

(۱) ابن أبی الدنیا، الرقة والبکاء، ۳:۱۷۳، رقم:۲۰
(۲) ابن رجب حنبلی، جامع العلوم والحکم، ۱:۱۸۰
(۳) ابن أبی الدنیا، الرقة والبکاء، ۳:۱۷۴، رقم:۲۵

دیتا ہے۔ اگر دوزخ کے خوف سے رویا تو اسے دوزخ سے امان مل جاتی ہے۔ اگر جنت کے شوق میں رویا تو اسے جنت کا ٹھکانہ مل جاتا ہے اور اگر مولیٰ کی محبت اور اس کے شوقِ لقا میں رویا تو اسے مولیٰ کی توجہ اور دیدار نصیب ہو جاتا ہے۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَنْ بَكَى اشْتِيَاقًا إِلَى اللهِ، أَبَاحَهُ النَّظَرَ إِلَيْهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى، يَرَاهُ مَتٰى شَاءَ. (۱)

جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے اشتیاق میں رویا اللہ تعالیٰ اس بندے کی طرف تکنے کو اپنے اوپر مقرر فرما لیتا ہے۔

حضرت ابو عمر زادان سے منقول ہے:

مَنْ بَكَى خَوْفًا مِنَ النَّارِ أَعَاذَهُ اللهُ مِنْهَا، وَمَنْ بَكَى شَوْقًا إِلَى الْجَنَّةِ أَسْكَنَهُ اللهُ إِيَّاهَا. (۲)

جو شخص دوزخ کی آگ کے ڈر سے رویا اسے دوزخ سے نجات کا پروانہ مل گیا اور جو شخص جنت کے شوق میں رویا، اللہ تعالیٰ نے جنت کو اس کا ٹھکانہ بنا دیا۔

(۷) سورۃ التکاثر کی قرأت اور آہ و بکا کی تلقین

حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے سامنے سورہ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ تلاوت کرتا ہوں، تم میں سے جو شخص (یہ سورت سن کر) رو پڑا اس کے لئے جنت کا وعدہ کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے تلاوت فرمائی تو بعض صحابہ رو پڑے اور بعض کو رونا نہ آیا۔ جو لوگ نہ رو سکے انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم نے بڑی کوشش کی

(۱) ابن أبی الدنیا، الرقۃ والبکاء، ۳:۱۷۳، رقم: ۲۰
(۲) ابن ابی الدنیا، الرقۃ والبکاء، ۳:۱۷۳، رقم: ۲۱

کہ روئیں، لیکن ہمیں قدرت نہ تھی اور ہم رو نہ سکے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنِّي قَارِئُهَا عَلَيْكُمُ الثَّانِي. فَمَنْ بَكٰى فَلَهُ الْجَنَّةُ، وَمَنْ لَمْ يَقْدِرْ أَنْ يَبْكِيَ فَلْيَتَبَاكِ.(۱)

میں (سورۃ التَّکَاثُر) دوبارہ قرأت کرتا ہوں جو شخص رو پڑے اس کے لئے جنت کا وعدہ ہے اور جو رونے کی قدرت نہ پا سکے تو اپنی شکل (ہی) رونے والی بنا لے۔

اس روایت کے مطابق حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب کو گریہ و زاری اور آہ و بکا کی خصوصی طور پر ترغیب اور تلقین فرمائی۔ صحابہ کرام ﷺ سچے اور کھرے انسان تھے۔ ان میں سے بعض جب باوجود کوشش کے رو نہ پائے تو عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارا کیا بنے گا؟ ہم آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق رو نہیں سکے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں دوبارہ قرأت کرتا ہوں، تم رونے کی کوشش کرو اور اگر پھر بھی رونا نہ آئے تو رونے والے شخص کی طرح اپنی شکل بنا لو۔ قابل غور بات ہے کہ عموماً بناوٹ کو پسند نہیں کیا گیا لیکن آہ و بکا ایسی عظیم نعمت ہے کہ اس موقع کو مستثنیٰ قرار دیا گیا کہ مایوسی کی کوئی بات نہیں، اگر رو نہیں سکتے تو رونے والی شکل ہی بنا لو، اللہ تعالیٰ رونے والی شکل پر بھی رحمت فرماتا ہے۔

(۸) گریہ و بکا رحمت کی کنجی ہے

اگر کوئی چاہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہو تو اس کی کنجی یہ ہے کہ خشیتِ الٰہی میں گریہ و زاری اور رونا اختیار کرے۔

حضرت ابو حازم ﷺ جو جلیل القدر تابعی ہیں وہ روایت کرتے ہیں:

أَنَّ الْبُكَاءَ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ مِفْتَاحُ لِرَحْمَتِهِ.(۲)

اللہ تعالیٰ کے خوف و خشیت میں رونا اللہ کی رحمت کی چابی ہے۔

(۱) بیہقی، شعب الإيمان، ۲:۳۶۴، رقم:۲۰۵۴

(۲) ابن أبي الدنيا، الرقة والبكاء، ۳:۱۷۵، رقم:۳۴

حضرت عمر بن ذر ﷺ الحمدانی الکوفی جلیل القدر ائمہ حدیث میں سے ہیں۔ وہ اپنے بارے میں تحدیث نعمت کے طور پر بیان فرماتے ہیں کہ

مَا رَأَيْتُ بَاكِيًا قَطُّ إِلَّا خُيِّلَ إِلَيَّ أَنَّ الرَّحْمَةَ قَدْ تَنَزَّلَتْ عَلَيْهِ.(١)

جب کسی کو گریہ و بکا میں مصروف پاتا ہوں تو میرے دل میں خیال ڈال دیا جاتا ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہو رہا ہے۔

(۹) گریہ کرنے والوں کی مجلس اختیار کرنا

حضرت رشدین بن سعد نے پہلے انبیاء ﷺ پر نازل کی گئی کتب اور صحائف کا بھی مطالعہ کیا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ان میں رب العالمین نے اپنے انبیاء کرام ﷺ سے فرمایا ہے:

قُلْ لِلْمُؤَيِّدِيْنَ مِنْ عِبَادِي، فَلْيُجَالِسُوا الْبُكَائِيْنَ مِنْ خَشْيَتِيْ، لَعَلِّي أُصِيْبُهُمْ بِرَحْمَتِي إِذَا أَنَا رَحِمْتُ الْبُكَائِيْنَ.(٢)

میرے بندوں سے کہہ دیں کہ وہ ان لوگوں کی مجالس میں بیٹھیں جو میری خشیت میں کثرت سے رونے والے ہیں۔ اس لئے کہ ان رونے والوں پر میں نے اپنی رحمت کو نازل کرنا اپنے اوپر لازم کرلیا ہے اور جو ان کی صحبت اختیار کریں گے اپنی رحمت بیکراں کا حصہ انہیں بھی عطا کرتا ہوں۔

حضرت ہارون بن رئاب ﷺ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا بَكٰى عَبْدُ اللهِ مُخْلِصاً فِي مَلَأٍ مِنَ الْمَلَأِ إِلَّا غُفِرَ لَهُمْ جَمِيْعًا بِبَرَكَةِ بُكَائِهِ.(٣)

(١) ابن أبی الدنیا، الرقة والبكاء، ٣:١٧٤، رقم:٢٩
(٢) ابن أبی الدنیا، الرقة والبكاء، ٣:١٧٣، رقم:٢٧
(٣) ١۔ ابن أبی الدنیا، الرقة والبكاء، ٣:١٧٤، رقم:٢٤
٢۔ حكيم ترمذی، نوادر الأصول، ٢:٢٠٢

اللہ کا جو بندہ اخلاص کے ساتھ اس کی خشیت میں کسی مجلس میں روتا ہے تو سارے کے سارے اہلِ مجلس اس ایک کے گریہ کی برکت سے بخش دیے جاتے ہیں۔

(۱۰) اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عجیب واقعہ

حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: یا اُم المومنین! آپ ہمیں کوئی عجیب واقعہ سنائیں جو آپ نے رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں خود دیکھا ہو۔ آپ رضی اللہ عنہا کچھ دیر خاموش رہیں، پھر فرمایا: ایک رات حضور نبی اکرم ﷺ کی میرے ہاں قیام کی باری تھی۔ آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: آج حق تو تیرا ہے لیکن کیا تو اجازت دیتی ہے کہ آج کی رات میں اپنے رب کی عبادت کر لوں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جس عمل سے آپ خوش ہوں مجھے اس سے محبت ہے، میری طرف سے اجازت ہے۔ سرورِ دو عالم ﷺ نے وضو فرمایا اور اللہ رب العزت کے حضور قیام فرما ہو گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رب العزت کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نماز ادا فرما رہے ہیں اور دورانِ نماز رو رہے ہیں۔ آنسو آپ ﷺ کی چشمانِ مقدس سے جاری ہیں۔ تشہد کی حالت میں آپ ﷺ اتنا روئے کہ آنسو آپ ﷺ کی ریش مبارک سے گزر کر زمین پر گرنے لگے۔ ساری رات حضور نبی اکرم ﷺ کی آہ و بکا اسی طرح جاری رہی۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جب حضور نبی اکرم ﷺ کو گڑگڑا کر گریہ و زاری کرتے دیکھا تو حیرت و استعجاب میں پوچھنے لگے: یا رسول اللہ! آپ ﷺ طاہر اور مطہر ہیں۔ آپ ﷺ کے صدقے تو ہم عاصیوں نے شفاعت کی خیرات حاصل کرنی ہے لیکن آپ تو خود اتنا گریہ فرما رہے ہیں۔ ابن حبان حدیث کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں:

فَلَمَّا رَآهُ يَبْكِي، قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! لِمَ تَبْكِيْ؟ وَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ وَمَا تَأَخَّرَ.

جب آپ ﷺ کو دیکھا تو عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اتنا کیوں روتے ہیں کہ آپ

کے طفیل آپ کے اگلے اور پچھلوں کے تمام گناہ معاف کر دیے گئے ہیں۔

اس پر حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

أَفَلَا أَكُوْنَ عَبْدًا شُكُوْرًا. (۱)

کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس قدر آہ و بکا اور گریہ و زاری میری زندگی کا عجیب ترین واقعہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا خود بھی خشیت الٰہی میں اکثر فرماتیں: کاش میں انسان نہ ہوتی جس سے حساب لیا جائے گا بلکہ میں درخت کے پتوں میں سے ایک پتہ ہوتی جو گر کر بکھر گیا ہوتا۔ اڑ گیا ہوتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک درخت کے پاس سے گزریں اور فرمایا:

وَدِدْتُّ أَنِّي وَرَقَةُ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ. (۲)

کاش میں اس درخت کا پتہ ہوتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

وَدِدْتُ أَنِّيْ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا. (۳)

کاش میں نسیاً منسیاً (بھولی بسری) ہوتی۔

---

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، ۲:۳۸۶، رقم:۶۲۰

۲۔ منذری، الترغيب والترهيب، ۲:۲۴۳، رقم: ۲۲۵۵

۳۔ ہيثمی، موارد الظمآن، ۱:۱۳۹

(۲) ۱۔ ابن أبی شيبة، المصنف، ۷:۱۳۲، رقم:۳۴۷۴۷

۲۔ أحمد بن حنبل، الزهد:۱۶۵

۳۔ عبد الله بن مبارك، الزهد، ۱:۸۱، رقم:۲۳۹

(۳) أحمد بن حنبل، الزهد: ۲۴۱

(۱۱) حضرت نوح علیہ السلام کی گریہ و بکا

حضرت یزید رقاشی روایت کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کثرت سے گریہ و بکا کرتے۔ آپ کا نام نوح بھی اسی وجہ سے ہے کہ آپ اللہ رب العزت کے حضور کثرت سے نوحہ کرتے تھے یعنی روتے تھے۔ نوحہ سے ہی نواحاً یعنی نواح مشتق ہے۔ امام ابن ابی دنیا اس روایت کے الفاظ یوں درج کرتے ہیں:

إِنَّمَا سُمِّيَ نُوحًا ﷺ لِأَنَّهُ كَانَ نَوَاحًا.(۱)

ان کا نام نوح پڑ گیا کیونکہ آپ علیہ السلام بکثرت رونے والے تھے۔

(۱۲) حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا خوف

'احیاء علوم الدین' میں حضرت امام غزالی روایت لائے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی خطاؤں کو یاد کرتے تو آپ پر غشی طاری ہو جاتی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہو کر عرض کرتے کہ آپ کو آپ کا رب سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے: کیا آپ نے کبھی دیکھا کہ ایک خلیل اپنے خلیل سے ڈرتا ہو؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے جبرائیل! جب میں اپنی خطا کو یاد کرتا ہوں تو اپنا خلیل بھول جاتا ہوں۔(۲)

(۱۳) حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سوز و گداز

حضرت یحییٰ علیہ السلام سراپا سوز و گداز تھے۔ ہر وقت خشیتِ الٰہی میں روتے رہتے۔ حضرت امام غزالی 'احیاء علوم الدین' میں لکھتے ہیں کہ انہیں روتا دیکھ کر والدہ نے اپنے بازوؤں میں لے لیا تو عرض کرنے لگے: یا اللہ! یہ میرے آنسو ہیں اور یہ میری والدہ۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا: اے بیٹے! میں نے اللہ کے حضور عرض کی تھی کہ وہ تجھے میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ اس پر

---

(۱) ابن أبی الدنیا، الرقة والبكاء: ۳۴۹، رقم: ۳۳۰

(۲) غزالی، احیاء علوم الدین، ۴: ۱۸۳

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ابا جان! مجھے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا ہے کہ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک جنگل ہے اسے وہی طے کر سکتا ہے جو بہت رونے والا ہو۔ تو حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا: 'اے بیٹے! پھر روؤ'۔[1]

(۱۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خوف

خشیت دراصل ہیبتِ خداوندی کے غلبہ کے باعث ظہور پذیر ہوتی ہے جس سے دل کامل عجز و انکساری اور پورے ارادے کے ساتھ حق تعالیٰ کے حضور جھک جاتا ہے صاحبِ 'قوت القلوب' امام ابو طالب مکی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خوف کے بیان میں قرآن حکیم کی یہ آیت لائے ہیں:

اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ط تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ط اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ○[2]

اگر میں نے یہ بات کہی ہوتی تو یقیناً تو اسے جانتا، تو ہر اس (بات) کو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں ان (باتوں) کو نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہیں۔ بے شک تو ہی غیب کی سب باتوں کو خوب جاننے والا ہے○

آپ نے یہ اس وقت عرض کیا جب حق تعالیٰ نے فرمایا:

ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللهِ.[3]

کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم مجھ کو اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنا لو؟

چنانچہ قیامت کے دن بھی کہیں گے:

---

(۱) غزالی، احیاء علوم الدین، ۴:۱۸۳

(۲) المائدة، ۵:۱۱۶

(۳) المائدة، ۵:۱۱۶

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ[1]. [2]

اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے (ہی) بندے ہیں۔

(۱۵) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور خشیتِ الٰہی

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

ابْكُوْا فَإِنْ لَمْ تَبْكُوْا فَتَبَاكُوْا.[3]

لوگو! اللہ کی بارگاہ میں خوب رویا کرو۔ اگر رونا نہ آئے تو کم از کم رونے والا حال خود پر طاری کر لیا کرو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قرآن حکیم کی تلاوت کرتے تو ان کے درد و سوز اور گریہ و بکا کا یہ عالم ہوتا کہ جو مشرک عورتیں گھر کے پاس سے بچوں کے ہمراہ گزرتیں وہ وہاں کھڑی ہو جاتیں اور آپ کی درد اور سوز بھری آواز اور آہ و بکا پر تعجب کرتیں۔ آپ رضی اللہ عنہا مزید فرماتی ہیں کہ میرے والد گرامی رقیق القلب اور گریہ و زاری کرنے والے شخص تھے۔ جب تلاوت شروع کرتے تو پھر آنکھیں آنسوؤں کو قابو نہ رکھ سکتیں۔ اتنا زیادہ روتے کہ درد و سوز بڑے بڑے مشرک قریش کے سرداروں کو مضطرب کر دیتا اور یہ حال حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا اپنے بچپن سے ملاحظہ فرماتی رہی ہیں۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَيَقِفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِينَ وَأَبْنَاؤُهُمْ، يَعْجَبُونَ مِنْهُ، وَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً، لَا يَمْلِكُ عَيْنَيْهِ، إِذَا قَرَأَ

---

(۱) المائدة، ۵:۱۱۸

(۲) أبو طالب مکی، قوت القلوب، ۱:۳۶۶–۳۶۷

(۳) ۱۔ ابن أبی شیبه، المصنف، ۷:۲۹۲، رقم:۳۴۴۳۷
۲۔ أحمد بن حنبل، الزهد، ۱:۱۰۸

الْقُرْآنَ فَأَفْزَعَ ذَلِکَ أَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِنُ الْمُشْرِكِينَ. (۱)

آپ ﷺ تلاوت قرآن کرتے تو مشرکوں کی عورتیں اور بیٹے کھڑے ہو جاتے اور اس پر تعجب کرتے اور ان کی طرف دیکھتے رہتے اور حضرت ابوبکر صدیق بہت رونے والے آدمی تھے جنہیں اپنی آنکھوں پر قابو نہ تھا۔ جب قرآن شریف پڑھتے تو یہ چیز قریش کے مشرک سرداروں کو مضطرب کر دیتی۔

حضرت اُم سعد بنت سعد بن الربیع بیان کرتی ہیں کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان کے لیے اپنا کپڑا بچھا دیا اور وہ اس پر بیٹھ گئیں۔ اسی اثناء میں حضرت عمر بن خطاب ﷺ بھی آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور پوچھا: اے خلیفۂ رسول! یہ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اس شخص کی بیٹی ہیں جو مجھ سے اور آپ سے بہتر ہیں۔ حضرت عمر ﷺ نے فرمایا: مجھ سے اور آپ سے سوائے رسول اللہ ﷺ کے اور کون بہتر ہے؟ حضرت ابوبکر ﷺ نے فرمایا:

رَجُلٌ قُبِضَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ تَبَوَّأَ مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَبَقِيْتُ أَنَا وَأَنْتَ. (۲)

جو شخص رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں فوت ہوگیا اس نے اپنا ٹھکانہ جنت میں بنا لیا، لیکن میں اور آپ پیچھے رہ گئے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق ﷺ نے ایک مرتبہ ایک پرندے کو دیکھ کر فرمایا:

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الصلاة، باب المسجد یکون في الطریق من غیر ضرر بالناس، ۱: ۱۸۱، رقم: ۴۶۴

(۲) ۱۔ طبراني، المعجم الکبیر، ۶: ۲۵، رقم: ۵۴۰۱
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۲۰۷، رقم: ۶۵۵۳
۳۔ ابن قدامة، الرقة والبکاء: ۱۲۶، رقم: ۱۲۱
۴۔ حلبي، السیرة النبویة، ۲: ۵۳۳

لَيْتَنِي مِثْلُكَ يَا طَائِرُ! وَلَمْ أُخْلَقْ بَشَرًا.[1]

اے پرندے، کاش! میں تیری طرح ہوتا، انسان نہ ہوتا (تاکہ مجھ سے حساب و کتاب نہ لیا جاتا)۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک دن ایک پرندے کو درخت پر بیٹھا دیکھ کر فرمایا:

طُوبٰى لَكَ يَا طَائِرُ! تَأْكُلُ الثَّمَرَ، وَتَقَعُ عَلَى الشَّجَرِ، لَوَدَدْتُ أَنِّي ثَمَرَةٌ يَنْقُرُهَا الطَّيْرُ.[2]

اے پرندے! تجھے مبارک ہو۔ تو پھل کھاتا ہے اور درختوں پر ادھر ادھر بیٹھتا ہے۔ کاش میں پھل ہوتا جسے پرندے کھاتے۔

امام احمد بن حنبل 'کتاب الزہد' میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ذکر کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَاللهِ، لَوَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ هٰذِهِ الشَّجَرَةَ تُؤْكَلُ وَتُعْضَدُ.[3]

اللہ کی قسم! میں یہ پسند کرتا ہوں کہ کاش میں یہ درخت ہوتا جسے کھایا جاتا اور کاٹا جاتا۔

(۱۶) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور خشیتِ الٰہی

حضرت عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نمازِ فجر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

(۱) غزالی، احیاء علوم الدین، ۴:۱۸۳

(۲) ۱۔ عبد الله بن مبارك، الزهد، ۱:۸۱

۲۔ ابن عساکر، تاریخ مدینه دمشق، ۳۰:۳۳۰

(۳) أحمد بن حنبل، الزہد:۱۶۷

کے پیچھے ادا کر رہا تھا اور آخری صف میں کھڑا تھا۔ آپ سورۂ یوسف تلاوت فرما رہے تھے۔ سورہ مبارکہ تلاوت کرتے کرتے جب اس مقام پر پہنچے ﴿اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ﴾ (۱) 'میں تو اپنی پریشانی اورغم کی فریاد صرف اللہ کے حضور کرتا ہوں۔' تو آیت پڑھتے ہی آپ رضی اللہ عنہ کی چیخ نکل گئی۔ روایت کے الفاظ یوں ہیں:

سَمِعْتُ نَشِيْجَ عُمَرَ وَإِنِّي لَفِي الصَّفِّ خَلْفَهُ فِي صَلَاةٍ. (۲)

میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی چیخ اور ہچکی بندھنے کی آواز سنی حالانکہ میں آپ کے پیچھے آخری صف میں کھڑا تھا۔

آہ و بکا اور گریہ و زاری آپ کی ہر شب کا معمول تھا۔ ایسی ہی دوسری روایت حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے:

كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ يَمُرُّ بِالْآيَةِ فِي وِرْدِهِ، فَتَخْنُقُهُ الْعِبْرَةُ، فَيَبْكِي، حَتّٰى يَسْقُطَ، ثُمَّ يَلْزَمُ بَيْتَهُ، حَتّٰى يُعَادَ، يَحْسَبُوْنَهُ مَرِيْضًا. (۳)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کسی آیت کی تلاوت فرماتے تو آپ کی ہچکی بندھ جاتی اور کئی دن آپ گھر میں پڑے رہتے آپ کی عیادت کی جاتی لوگ آپ کو مریض گمان کرنے لگ جاتے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مرض الموت میں تھے تو ان کا سر میری گود میں تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

---

(۱) يوسف، ۸۶:۱۲

(۲) ۱۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۱۴:۲، رقم: ۲۷۱۶

۲۔ابن أبی شيبه، المصنف، ۳۱۲:۱، رقم: ۳۵۶۵

(۳) ۱۔ ابن أبی شيبه، المصنف، ۹۵:۷، رقم: ۳۴۴۵۷

۲۔ أحمد بن حنبلِ، الزهد: ۱۱۹

۳۔ أبو نعيم اصبهانی، حلية الاولياء، ۵۱:۱

ضَعْ خَدِّيْ عَلَى الْأَرْضِ، فَقُلْتُ: وَمَا عَلَيْکَ كَانَ فِي حِجْرِيْ أَمْ عَلَى الْأَرْضِ؟ فَقَالَ: ضَعْهُ لَا أُمَّ لَکَ. فَوَضَعْتُهُ، وَقَالَ: وَيْلِي، وَوَيْلٌ لِأُمِّي! إِنْ لَمْ يَرْحَمْنِي رَبِّي. (۱)

میرا رخسار (چہرہ) زمین پر رکھ دو۔ میں نے عرض کیا: کیا فرق پڑتا ہے کہ یہ میری گود میں ہو یا زمین پر۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں نہ رہے (یعنی ناراضی کا اظہار فرمایا اور کہا:) اسے نیچے رکھ دو۔ میں نے آپ کا رخسار زمین پر رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میرے رب نے مجھ پر رحم نہ فرمایا تو میرے اور میری والدہ کے لیے ہلاکت ہے۔

حضرت عثمان ﷺ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطاب ﷺ کو زخمی کیا گیا تو میں آپ کے پاس آیا۔ آپ کا سر مبارک مٹی میں تھا۔ میں اسے اٹھانے کے لیے آگے بڑھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

دَعْنِي، وَيْلِي وَوَيْلُ أُمِّي إِنْ لَمْ يَغْفِرْ لِيْ، وَيْلِي وَوَيْلُ أُمِّي إِنْ لَمْ يَغْفِرْ لِيْ. (۲)

مجھے چھوڑ دو، اگر میری مغفرت نہ ہوئی تو میرے اور میری والدہ کے لیے ہلاکت ہے، اگر میری مغفرت نہ ہوئی تو میرے اور میری والدہ کے لیے ہلاکت ہے۔

---

(۱) ۱۔ ابن أبي الدنيا، المحتضرين:۵۵، رقم:۴۲
۲۔ ابن عساكر، تاريخ مدينة دمشق، ۴۴:۴۴۵
۳۔ ابن قدامة، الرقة والبكاء:۱۰۵، رقم:۹۸
۴۔ ذہبي، تاريخ الإسلام، ۳:۲۸۲

(۲) ۱۔ ابن أبي الدنيا، المحتضرين:۵۶، رقم:۴۵
۲۔ ابن عساكر، تاريخ مدينة دمشق، ۴۴:۴۴۳
۳۔ ابن قدامة، الرقة والبكاء:۱۰۵، رقم:۹۹

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو نماز میں گردن کو ضرورت سے زیادہ جھکائے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

يَا صَاحِبَ الرَّقَبَةِ، ارْفَعْ رَقَبَتَکَ، لَيْسَ الْخُشُوْعُ فِي الرِّقَابِ، إِنَّمَا الْخُشُوْعُ فِي الْقُلُوْبِ. (۱)

اے گردن والے! اپنی گردن اٹھاؤ، خشوع گردنوں میں نہیں بلکہ دلوں میں ہوتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عامر بیان کرتے ہیں: میں نے ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے خشیتِ الٰہی کی کیفیت میں زمین سے ایک تنکا اُٹھا کر کہا:

لَيْتَنِي هٰذِهِ التِّبْنَةُ، لَيْتَنِي لَمْ أَکُ شَيْئًا، لَيْتَ أُمِّي لَمْ تَلِدْنِي، لَيْتَنِي کُنْتُ نَسْياً مَنْسِيًّا. (۲)

کاش! میں یہ تنکا ہوتا۔ کاش! میں کچھ نہ ہوتا، کاش! میری ماں مجھے جنم ہی نہ دیتی۔ کاش! میں بھلا دیا گیا ہوتا۔

(۱۷) حضرت عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ اور خشیتِ الٰہی

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ صاحبانِ خشیت میں سے تھے۔ راتیں اللہ کے حضور آہ و زاری اور گریہ و بکا میں بسر کرتے۔ خوفِ الٰہی میں لرزہ براندام ہو جاتے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی خشیت کا یہ عالم تھا کہ جب بھی کسی قبر کے پاس سے گزرتے تو حساب و کتاب کے خوف سے دھاڑیں مار مار کر روتے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے غلام ہانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

کَانَ عُثْمَانُ رضی اللہ عنہ إِذَا وَقَفَ عَلٰی قَبْرٍ بَکٰی، حَتّٰی يَبُلَّ لِحْيَتَه. (۳)

(۱) ۱۔ ابن قيم، مدارج السالکين، ۱:۳۸۹
۲۔ غزالی، احياء علوم الدين، ۳:۲۹۶

(۲) ابن أبي شيبة، المصنف، ۷:۹۸، رقم:۳۴۴۸۰

(۳) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱:۶۳، رقم:۴۵۴

حضرت عثمان ﷛ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو رو پڑتے، یہاں تک آپ ﷛ کی داڑھی مبارک تر ہو جاتی۔

حضرت عثمان غنی ﷛ اکثر فرماتے:

وَدِدْتُّ أَنِّي إِذَا مُتُّ لَمْ أُبْعَثْ. (۱)

کاش! میں مرنے کے بعد نہ اٹھایا جاؤں۔

(۱۸) حضرت علی المرتضٰی ﷛ اور خشیتِ الٰہی

حضرت علی ﷛ خود اہل خشیت میں سے تھے۔ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے اللہ تعالیٰ کا خوف انہیں لرزہ براندام کر دیتا۔ شہادت سے قبل آپ نے مسکرانا تک ترک کر دیا تھا۔

كَانَ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ ﷛ يُصَلِّيْ لَيْلَهُ، وَلَا يَهْجَعُ إِلَّا يَسِيْراً، وَيَقْبِضُ عَلَى لِحْيَتِهِ، وَيَتَمَلْمَلُ تَمَلْمُلَ السَّلِيْمِ، وَيَبْكِي بُكَاءَ الْحَزِيْنِ حَتَّى يُصْبِحَ. (۲)

حضرت علی بن ابی طالب ﷛ رات بھر نماز ادا فرماتے۔ بہت تھوڑا سا ستاتے، اپنی ریش مبارک کو پکڑ لیتے اور بیمار شخص کی طرح لوٹ پوٹ ہوتے اور انتہائی غمگین آدمی کی طرح روتے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی۔

حضرت علی ﷛ سے کہا گیا کہ آپ اپنی قمیض کو پیوند کیوں لگاتے ہیں؟ آپ ﷛ نے

.... ۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الزهد، باب ما جاء فی ذکر الموت، ۴:۵۵۳، رقم:۲۳۰۸

۳۔ بزار، المسند، ۲:۹۰، رقم:۴۴۴

۴۔ حاکم، المستدرك، ۱:۵۲۶، رقم:۱۳۷۳

(۱) غزالی، إحياء علوم الدين، ۴:۱۸۳

(۲) شعراني، الطبقات الكبرى: ۳۴

فرمایا:

يُخْشِعُ الْقَلْبَ وَيَقْتَدِيْ بِهِ الْمُؤْمِنُ.(۱)

یہ دل میں خشوع (عاجزی) پیدا کرتا ہے اور اس کی وجہ سے مومن کو حقیقی پیروی نصیب ہوتی ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ اتِّبَاعُ الْهَوٰى، وَطُوْلُ الْأَمَلِ فَأَمَّا اتِّبَاعُ الْهَوٰى فَيُضِلُّ عَنِ الْحَقِّ، وَأَمَّا طُوْلُ الْأَمَلِ فَيُنْسِي الْآخِرَةَ.(۲)

مجھے تم پر جس چیز کا سب سے زیادہ ڈر ہے وہ خواہشِ (نفسانی) کی پیروی اور لمبی امیدیں باندھنا ہے۔ پس خواہش نفس کی پیروی حق سے (پھیر کر) گمراہ کر دیتی ہے اور لمبی امیدیں باندھنا آخرت کو بھلا دیتا ہے۔

(۱۹) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی نصیحت

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا رَاءُوْنَ بَعْدَ الْمَوْتِ مَا أَكَلْتُمْ طَعَامًا بِشَهْوَةٍ، وَلَا شَرِبْتُمْ شَرَابًا عَلَى شَهْوَةٍ، وَلَا دَخَلْتُمْ بَيْتًا تَسْتَظِلُّوْنَ فِيْهِ، وَلَحَرِصْتُمْ عَلَى الصَّعِيْدِ، تَضْرَبُوْنَ صُدُوْرَكُمْ، وَتَبْكُوْنَ عَلَى أَنْفُسِكُمْ، وَلَوَدِدْتُّ أَنِّي شَجَرَةً تُعْضَدُ ثُمَّ تُؤْكَلُ.(۳)

---

(۱) أحمد بن حنبل، الزهد:۱۹۳

(۲) شعراني، الطبقات الكبرى:۳۳

(۳) ۱۔ أحمد بن حنبل، الزهد:۱۳۸

۲۔ أبو نعيم اصبهانى، حلية الاولياء، ۱:۲۱۶

حضرت ابودرداء ؓ نے فرمایا: اگر تم دیکھ لو جو کچھ تم موت کے بعد دیکھو گے تو تم کبھی بھی شہوت کے ساتھ نہ کھاؤ اور نہ ہی شہوت کے ساتھ پیو اور نہ ہی کسی ایسے گھر میں داخل ہو جس میں تم دھوپ سے بچ سکو۔ اور تم یقیناً مٹی کے لئے حریص ہو جاتے، اپنے سینوں کو مارتے اور اپنے آپ پر روتے۔ کاش میں ایک درخت ہوتا جسے کاٹ دیا جاتا اور پھر کھا لیا جاتا۔

(۲۰) آنسوؤں کی قدر و قیمت

حضرت ابی بن کعب ؓ نے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِالسَّبِيْلِ وَالسُّنَّةِ، فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ عَلَى سَبِيْلٍ وَسُنَّةٍ ذَكَرَ الرَّحْمٰنَ، فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ، فَمَسَّتْهُ النَّارُ أَبَداً. (۱)

تم پر شریعت اور سنت لازم ہے پس اس دنیا میں جو بھی شخص شریعت اور سنت پر رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اسے کبھی بھی عذاب نہیں دے گا۔

(۲۱) رونا نہ آئے تو رونے جیسی شکل بنانا

حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ابْكُوْا، فَإِنْ لَمْ تَبْكُوْا فَتَبَاكَوْا، فَإِنَّ أَهْلَ النَّارِ يَبْكُوْنَ فِي النَّارِ حَتّٰى تَسِيْلَ دُمُوْعُهُمْ فِي وُجُوْهِهِمْ، كَأَنَّهَا جَدَاوِلُ حَتّٰى تَنْقَطِعَ

(۱) ۱۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷:۲۲۴، رقم: ۳۵۵۲۶
۲۔ ابن المبارك، الزهد، ۲:۲۱، رقم:۸۷
۳۔ أبو نعيم اصبهانى، حلية الاولياء، ۱:۲۵۳
۴۔ أبو يوسف فاسى، المعرفة والتاريخ، ۳:۳۷۲

الدُّمُوْعُ، فَتَسِيْلُ يَعْنِي الدِّمَاءُ، فَتَقْرَحُ الْعُيُوْنُ، فَلَوْ أَنَّ سُفُنًا أُرْخِيَتْ فِيْهَا لَجَرَتْ. (۱)

اے لوگو! رویا کرو۔ پس اگر تمہیں رونا نہ آئے تو کم از کم رونے جیسی صورت ہی بنا لو، کیونکہ اہلِ دوزخ دوزخ میں روئیں گے حتی کہ ان کے آنسو ان کے چہروں پر بہنا شروع ہو جائیں گے جیسے ندیاں بہہ رہی ہوں۔ یہاں تک کہ ان کے آنسو ختم ہو جائیں گے، پھر خون کے آنسو روئیں گے۔ پس وہ آنکھیں زخمی ہو جائیں گی یہاں تک اگر ان کے آنسوؤں میں کشتیاں چھوڑ دی جائیں تو وہ چل پڑیں۔

(۲۲) شوقِ ملاقات میں رونے کی اہمیت

حضرت عبد الواحد بن زید رضی اللہ عنہ جن کا شمار جلیل القدر تابعین میں ہوتا ہے۔ انہوں نے ایک روز اَہلِ مجلس کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

يَا إِخْوَتَاهُ، أَلَا تَبْكُوْنَ شَوْقًا إِلَى اللهِ. أَلَا إِنَّهُ مَنْ بَكٰى شَوْقًا إِلَى سَيِّدِهٖ لَمْ يُحَرِّمْهُ النَّظَرَ إِلَيْهِ.

اے میرے بھائیو! تم اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے شوق میں روتے کیوں نہیں؟ سنو! جو کوئی مولیٰ کے شوق میں آنسو بہائے گا اللہ تعالیٰ اُسے اپنی نظر رحمت سے محروم نہیں کرے گا۔

پھر فرمایا:

يَا إِخْوَتَاهُ، أَلَا تَبْكُوْنَ خَوْفًا مِنَ النَّارِ؟ أَلَا إِنَّهُ مَنْ بَكٰى خَوْفًا مِنَ النَّارِ أَعَاذَهُ اللهُ مِنْهَا.

---

(۱) ۱۔ أبو يعلى، المسند، ۷: ۱۶۱، رقم: ۴۱۳۴
۲۔ ابن مبارك، المسند، : ۷۵، رقم: ۱۲۵
۳۔ منذری، الترغيب والترهيب، ۴: ۲۷۰، رقم: ۵۶۱۸

اے میرے بھائیو! تم دوزخ کی آگ سے ڈر کر کیوں نہیں روتے؟ جو کوئی دوزخ کی آگ سے ڈر کر روئے گا اللہ رب العزت اس کو اس عذاب سے محفوظ رکھے گا۔

پھر فرمایا:

يَا إِخْوَتَاهُ، أَلَا تَبْكُوْنَ خَوْفًا مِنَ الْعَطْشِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ أَلَا إِنَّهُ مَنْ بَكٰى خَوْفًا مِنْ ذٰلِكَ، سَقٰى عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (۱)

اے میرے بھائیو! قیامت کے دن کی پیاس کا خوف تمہیں کیوں نہیں رلاتا؟ سنو! جو قیامت کے دن کی سختی اور پیاس کا تصور کر کے خوف و خشیتِ الٰہی میں رویا، قیامت کے دن مولیٰ کریم ساری مخلوق کے سامنے اسے بھر بھر کے جام پلائے گا (جبکہ ساری مخلوق پیاسی اور تمازتِ آفتاب سے جھلستی اپنے ہی پسینے میں ڈوبی ہوئی ہوگی)۔

اس طرح وہ اس عظیم دن میں وقوع پذیر ہونے والی ایک ایک چیز کا نام لے کر اہل مجلس سے کہتے رہے کہ تم روتے کیوں نہیں؟ کس چیز نے تمہیں بے خبر کر دیا ہے؟ آپ خطاب کے دوران خود اتنا روتے کہ خشیتِ الٰہی میں خود بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑتے۔

(۲۳) امام حسن بصری رضی اللہ عنہ اور خشیتِ الٰہی

اہل تقویٰ اور اہل ورع کے امام حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ جنہوں نے شیر خواری کے زمانے میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شفقت پائی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے بچے ہوئے پانی پینے کی سعادت حاصل کی اور سرکار دو عالم ﷺ سے دعا جیسی عظیم نعمت ان کا مقدر ہوا۔ وہ کیونکر خوف و خشیت الٰہی کے حامل نہ ہوتے۔ آپ رضی اللہ عنہ گریہ و زاری اور آہ و بکا کا مجسم پیکر تھے۔ حضرت حمزہ الاعمیٰ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ مجھے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی خدمت

---

(۱) ۱۔ ابن أبی الدنیا، الرقة والبکاء، ۳:۱۷۴، رقم:۲۶
۲۔ أبو نعیم اصبهانی، حلیة الاولیاء، ۶:۱۶۱
۳۔ ابن جوزی، صفة الصفوة، ۳:۳۲۲

میں بغرض تعلیم و تربیت لے کر گئیں اور عرض کیا کہ میں چاہتی ہوں آپ کی سنگت و محبت سے اس کو نفع ملے۔ فرماتے ہیں کہ میں جس وقت بھی تعلیم و تربیت کی غرض سے ان کے حجرے میں جاتا ان کو روتا ہوا ہی پاتا۔ ایک روز میں نے عرض کیا: مجھے کوئی نصیحت فرمائیں تاکہ میری تربیت ہو تو حضرت امام حسن بصری نے فرمایا: بیٹا! حسنِ آخرت یعنی اچھا انجام پانے کے لیے غم زدہ رہا کرو۔ جب بھی خلوت میسر آئے اور تنہائی کی ساعتیں ملیں تو رویا کر۔ شاید تیرے اس طرح رونے سے مولیٰ تیری طرف متوجہ ہو جائے کیونکہ جتنی شفقت بھری توجہ وہ اپنے رونے والے بندے پر فرماتا ہے اتنی کسی اور پر نہیں کرتا۔ اور جب تجھ پر یہ نظرِ کرم ہوگئی تو تیرا شمار ان میں سے ہوجائے گا جسے وہ کامیاب اور فائزین کہتا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد جب بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے خواہ وہ درس دے رہے ہوتے، طلبہ کے ساتھ مجلس میں ہوتے یا نماز پڑھ رہے ہوتے، حضرت امام حسن بصری کو روتے اور گریہ و بکا کرتے ہی پایا۔ ان کے اس مستقل حال کو دیکھ کر ایک روز اس نے عرض کیا: اے امام! خلوت ہو یا جلوت میں نے ہر مقام پر آپ کو روتا ہوا ہی پایا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت حسن بصری ﷺ نے جو جواب دیا وہ دل کی تختیوں پر ثبت کرنے کے قابل ہے، فرمایا:

يَا بُنَيَّ، فَمَا يَصْنَعُ الْمُؤْمِنُ إِذَا لَمْ يَبْكِ؟ يَا بُنَيَّ، إِنَّ الْبُكَاءَ دَاعٍ إِلَى الرَّحْمَةِ.

اے میرے بیٹے! مومن اگر نہ روئے تو اور کیا کرے؟ اے میرے بیٹے! بے شک مومن کے لئے رحمت کو آواز دینے والی شے گریہ و بکا ہی ہے۔

پھر نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَّا تَكُوْنَ عُمْرَكَ إِلَّا بَاكِيًا فَافْعَلْ. (۱)

---

(۱) ۱۔ ابن أبی الدنیا، الرقة والبکاء، ۳:۱۷۶، رقم:۳۸

۲۔ مزی، تہذیب الکمال، ۶:۱۱۵

اگر ہو سکے کہ ساری زندگی روسکو تو روتے رہنا۔ رونے سے بڑھ کر کوئی عمل اللہ کی بارگاہ میں محبوب نہیں ہوتا۔

یہ اس لئے کہ جو اس زندگی میں خوب رو لیتے ہیں انہیں قیامت کے دن ہنسایا جائے گا اور جو آنکھیں اس دنیوی حیات میں رونے سے نا آشنا رہیں قیامت کے دن رونا ان کا مقدر ہوگا۔

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ ان تابعین میں سے تھے جن کے ذریعے دین کے ظاہر و باطن ہر دو طریق کی تعلیمات نسلوں تک پہنچیں۔ آپ اہل بکا میں سے تھے خوفِ خدا اور شوقِ لقاء میں ساری ساری رات روتے، آہ و بکا کرتے۔

(۲۴) سابقہ کتب میں خشیت کا بیان

فرقد السنجی کہتے ہیں کہ انہوں نے بعض کتب سابقہ میں پڑھا ہے کہ:

أَنَّ الْعَبْدَ إِذَا بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللهِ تَحَاتَتْ عَنْهُ ذُنُوبُهُ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ.

جو بندہ اللہ کی خشیت میں روتا ہے اس کے سارے گناہ اس طرح مٹا دیے جاتے ہیں جیسے وہ آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔

اور فرمایا:

وَلَوْ أَنَّ عَبْدًا جَاءَ بِجِبَالِ الْأَرْضِ ذُنُوبًا وَآثَامًا، لَوَسِعَتْهُ الرَّحْمَةُ إِذَا بَكَى.

اگر بندہ اللہ کے حضور پہاڑوں جتنے گناہ لے کر بھی حاضر ہو جائے، جب وہ رونے لگ جائے تو اللہ کی رحمت پہاڑوں جیسے گناہوں پر حاوی ہو جاتی ہے۔

مزید فرمایا:

إِنَّ الْبَاكِيَ عَلَى الْجَنَّةِ لَتَشْفَعُ الْجَنَّةُ إِلَى رَبِّهَا فَتَقُوْلُ: يَا رَبِّ، أَدْخِلْهُ

الْجَنَّةَ كَمَا بَكٰى عَلَيَّ.

جو شخص اللہ تعالیٰ کے حضور جنت کی طلب میں روتا ہے (تو روز قیامت) جنت اس کی شفاعت کرتی ہوئی کہے گی: یا رب! یہ میرے لئے روتا تھا اس کو جنت میں داخل فرما۔

پھر فرمایا:

وَإِنَّ النَّارَ لَتَسْتَجِيْرُ لَهٗ مِنْ رَبِّهَا، فَتَقُوْلُ: يَا رَبِّ، أَجِرْهُ مِنَ النَّارِ كَمَا اسْتَجَارَكَ مِنِّي وَبَكٰى خَوْفًا مِنْ دَخُوْلِي.(۱)

جو شخص دوزخ کی آگ کے خوف سے اپنے رب کے حضور ڈرتا رہا اور روتا رہا قیامت کے دن دوزخ اس کی سفارش کرے گی اور کہے گی: یا رب العزت! اس کو مجھ سے اس طرح پناہ دے جس طرح زندگی بھر مجھ میں داخل ہونے کے خوف کی وجہ سے مجھ سے تیری پناہ مانگتا رہا اور مجھ میں داخل ہونے کے ڈر سے روتا رہا ہے۔

(۲۵) خوفِ خدا سے موت واقع ہو جانا

امام ابراہیم بن عیسیٰ الیشکری بیان کرتے ہیں:

دَخَلْتُ عَلٰى رَجُلٍ بِالْبَحْرَيْنِ، قَدِ اعْتَزَلَ النَّاسَ وَتَفَرَّغَ لِنَفْسِهٖ، فَذَاكَرْتُهٗ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ الْآخِرَةِ وَذِكْرِ الْمَوْتِ، قَالَ، فَجَعَلَ وَاللهِ، يَشْهَقُ حَتّٰى خَرَجَتْ نَفْسُهٗ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ، قَالَ، فَدَخَلَ النَّاسُ عَلَيْهِ فَقَالُوْا: يَا عُبَيْدَ اللهِ، مَا أَرَدْتَ إِلٰى هٰذَا لَعَلَّكَ أَنْ تَكُوْنَ ذَاكَرْتَهٗ بِشَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْمَوْتِ. قَالَ، قُلْتُ: أَجَلْ وَاللهِ، لَقَدْ كَانَ ذٰلِكَ؛ قَالَ: فَبَكٰى رَجُلٌ مِنْ جِيْرَانِهٖ،

---

(۱) ۱۔ ابن أبی الدنیا، الرقة والبکاء، ۳:۱۷۷، رقم: ۴۱

۲۔ حکیم ترمذی، نوادر الاصول، ۲:۲۰۰

وَقَالَ: رَحِمَکَ اللهُ، لَقَدْ خِفْتَ أَنْ يَقْتُلَکَ ذِكْرُ الْمَوْتِ حَتّٰى وَاللهِ، لَقَدْ قَتَلَکَ. قَالَ، ثُمَّ جَهَّزْنَاهُ وَدَفَنَّاهُ.(۱)

میں بحرین میں کسی (عبادت گزار) شخص کے پاس گیا جس نے لوگوں سے خلوت و عزلت نشینی اختیار کر رکھی تھی اور اپنے آپ کو (دنیوی مشاغل سے) الگ تھلگ کر لیا تھا۔ میں نے اس کے ساتھ آخرت کے احوال اور موت سے متعلق کچھ گفتگو کی۔ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! وہ دھاڑیں مار کر رونے لگا یہاں تک کہ میری آنکھوں کے سامنے اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ ابراہیم بن عیسیٰ یشکری کہتے ہیں: لوگ میرے پاس آگئے اور انہوں نے کہا: اللہ کے بندے! تو نے اسے کیا کر دیا ہے؟ شاید تو نے اس سے موت کے متعلق کسی شے کا ذکر کیا ہے؟ کہتے ہیں: میں نے کہا: (ہاں،) اللہ کی قسم! اسی طرح کا معاملہ ہے۔ کہتے ہیں: اس کا ایک پڑوسی رو پڑا اور اس نے (اُس عبادت گزار کی میت کو مخاطب کرکے) کہا: اللہ تجھ پر رحم کرے! مجھے اندیشہ تھا کہ موت کا ذکر تجھے مار ڈالے گا (اور ایسا ہی ہوا ہے) حتیٰ کہ بخدا! اس نے تجھے مار دیا۔ کہتے ہیں: پھر ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور اسے سپردِ خاک کر دیا۔

امام عبد الرحمٰن بن مصعب بیان کرتے ہیں کہ کوفہ میں ہمارے پاس اسد بن صلہب نامی شخص ہوا کرتا تھا۔ ایک دن وہ دریائے فرات کے کنارے کھڑا تھا کہ اس نے کسی تلاوت کرنے والے سے یہ آیت سنی: ﴿إِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَo﴾ ’بے شک مُجرِم لوگ دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیںo‘ تو اس پر لرزہ طاری ہوگیا۔ جب قاری نے یہ آیت - ﴿لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَo﴾(۲) ’جو اُن سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور وہ اس میں ناامید ہو کر پڑے رہیں گےo‘ - پڑھی تو وہ (خوفِ اِلٰہی سے غش کھا کر) پانی

(۱) ۱۔ ابن الجوزي، صفة الصفوة، ۴:۷۲، رقم:۶۵۲
۲۔ ابن قدامة، الرقة والبكاء:۲۲۸، رقم:۲۷۳

(۲) الزخرف، ۴۳:۷۴-۷۵

میں گر گیا اور فوت ہوگیا۔[1]

امام محمد بن معاذ العنبری فرماتے ہیں: میں منیٰ کی مسجد میں تھا کہ اچانک (ایک شخص کے گرد) لوگوں کا ہجوم ہوگیا۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: (یہ) ابن سماک ہے۔ میں ان کے قریب ہوا تو وہ مخفی حالت کے حامل ایک بزرگ تھے (یعنی اہلِ دنیا ان کا مقام و مرتبہ نہ جانتے تھے)۔ میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا:

كُنَّا عَايَنَّا أَخْبَارَ السَّمَاءِ بِأَبْصَارِنَا، وَسَمِعْنَا أَصْوَاتَ الْمَلَائِكَةِ بِآذَانِنَا فَقِيْلَ لِلْمُصَفِّيْنَ أَعْمَالَهُمْ: أَبْشِرُوْا بِالْمُقَامِ الْعَجِيْبِ، مِنَ الْحَبِيْبِ الْقَرِيْبِ. وَقَطَعَ قُلُوْبَ الْعَارِفِيْنَ بِاللهِ ذِكْرُ الْخٰلِدِيْنَ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ.[2]

ہم نے اپنی آنکھوں سے آسمانی خبروں کا مشاہدہ کیا اور اپنے کانوں سے فرشتوں کی آوازیں سنی ہیں۔ پاکیزہ اعمال والوں سے کہا گیا ہے: تمہیں حبیب قریب کی بارگاہ میں مقامِ عجیب کی خوش خبری ہو! جب کہ اللہ کی معرفت رکھنے والوں کے دلوں کو جنت اور دوزخ میں ہمیشہ رہنے والوں کے تذکرہ نے پارہ پارہ کر دیا ہے۔

ابن معاذ عنبری نے بیان کیا کہ ابن سماک کی زبان سے یہ کلمات سنتے ہی محفل میں موجود ایک شخص نے زور دار چیخ ماری اور گر کر فوت ہوگیا۔

امام سفیان ثوری بیمار پڑے تو ان کا قارورہ طبیب کو دکھایا گیا۔ طبیب نے کہا:

هٰذَا رَجُلٌ قَطَّعَ الْخَوْفُ كَبِدَهٗ، ثُمَّ جَاءَ وَجَسَّ عِرْقَهٗ، ثُمَّ قَالَ: مَا عَلِمْتُ أَنَّ فِي الْحَنِيْفِيَّةِ مِثْلَهٗ.[3]

خوف نے اس شخص کے جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ اس کے بعد اس نے آ کر

---

(۱) ابن قدامة، الرقة والبكاء: ۲۰۱، رقم: ۲۳۱

(۲) ابن قدامة، الرقة والبكاء: ۲۲۴، رقم: ۲۶۵

(۳) قشيري، الرسالة: ۱۳۱

آپ کی نبض دیکھی تو کہا: میں نہیں جانتا کہ مسلمانوں میں اس جیسا کوئی اور شخص موجود ہوگا۔

(۲۶) حضرت فضیل بن عیاض اور خشیتِ الٰہی

اہلِ تقویٰ اور اہل ورع کے امام حضرت فضیل بن عیاض اہلِ خشیت میں سے تھے۔ اُن کی راتیں اللہ تعالیٰ کے خوف میں بسر ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ کے خوف وخشیت نے انہیں دنیا اور دنیاداروں سے بے خوف کر دیا تھا۔ توبہ سے پہلے کی زندگی کو یاد کر کے خوفِ الٰہی میں دل گیر رہتے۔

ایک بار توبہ سے پہلے کی زندگی کے حوالے سے خود کو امیر وقت کے سامنے پیش کر دیا تا کہ شرعی حدود ان پر نافذ کرے۔ امیر نے انتہائی ادب اور تعظیم سے واپس کر دیا تو گھر آ کر اہلیہ سے فرمایا: آج میرے قلب پر گہرا زخم لگا ہے، کسی پَل چین نہیں آ رہا۔ [1]

امام غزالی لکھتے ہیں:

وَرُؤِي الْفُضَيْلُ يَوْمًا وَهُوَ يَمْشِيُ فَقِيْلَ لَهٗ: إِلٰى أَيْنَ؟ قَالَ: لَا أَدْرِيُ، وَكَانَ يَمْشِيُ وَالِهًا مِنَ الْخَوْفِ. [2]

ایک روز حضرت فضیل کو دیکھا گیا کہ بے اختیار چل رہے ہیں، پوچھا گیا: کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں۔ وہ دراصل خوف کی حالت میں چل رہے تھے۔

آپ کا صاحبزادہ بھی اہلِ بکا میں سے تھا۔ اس کا نام علی بن الفضیل تھا۔ کثرت سے گریہ کرتا، قرآن مجید کی تلاوت سن کر اس کی حالت اتنی نازک اور غیر ہو جاتی کہ شاید روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے۔ خود تلاوت شروع کرتے تو ہچکی بندھ جاتی، بے ہوش ہو کر گر

(۱) فريد الدين عطار، تذكرة الأولياء:۵۰
(۲) غزالی، إحياء علوم الدين، ۴:۱۸۷

پڑتے اور تلاوت مکمل نہ کر سکتے۔ ابو سلیمان درّدانی بیان کرتے ہیں کہ علی بن فضیل سورہ القارعہ کی تلاوت نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی ان کے سامنے اس سورت کی تلاوت کی جاتی تھی۔[۱] کیونکہ جب آیات وعید سنتے تو ان پر غشی طاری ہو جاتی تھی۔[۲]

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

طُوْبٰى لِمَنِ اسْتَوْحَشَ مِنَ النَّاسِ، وَأَنَسَ بِرَبِّهٖ، وَبَكٰى عَلٰى خَطِيْئَتِهٖ.[۳]

مبارک باد ہو اس شخص کو جسے لوگوں سے وحشت اور اپنے مولیٰ سے انس ہو اور جو اپنے گناہوں پر آنسو بہانے والا ہو۔

خَمْسٌ مِنْ عَلَامَاتِ الشِّقَاءِ: الْقَسْوَةُ فِي الْقَلْبِ، وَجُمُوْدُ الْعَيْنِ، وَقِلَّةُ الْحَيَاءِ، وَالرَّغْبَةُ فِي الدُّنْيَا، وَطُوْلُ الْأَمَلِ.[۴]

پانچ چیزیں بدبختی کی علامتوں میں سے ہیں: دل کی سختی، آنکھ کا آنسو نہ بہانا، قلّتِ حیاء، دنیا کی چاہت اور لمبی امید۔

كَانَ يُكْرَهُ أَنْ يُرَى عَلَى الرَّجُلِ مِنَ الْخُشُوْعِ أَكْثَرَ مِمَّا فِي قَلْبِهٖ.[۵]

یہ چیز مکروہ سمجھی جاتی تھی کہ انسان اس سے زیادہ خشوع ظاہر کرے جتنا اس کے دل

---

(۱) ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۸:۴۴۵

(۲) ذہبی، تاریخ الاسلام، ۱۱:۲۶۹

(۳) ۱۔ سُلمي، طبقات الصّوفية:۲۷
۲۔ أبو نعیم اصبہانی، حلیة الأولیاء، ۸:۱۰۸
۳۔ ابن عساکر، تاریخ مدینة دمشق، ۴۸:۴۱۰

(۴) ۱۔ بیہقي، شعب الإیمان، ۶:۳۴۸، رقم:۷۷۴۷
۲۔ ابو القاسم قشیری، الرسالة:۲۱۷
۳۔ ابن عساکر، تاریخ مدینة دمشق، ۴۸:۴۱۶

(۵) ۱۔ أبو القاسم قشیری، الرسالة:۱۶۴

میں ہے۔

(۲۷) حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اور خشیتِ الٰہی

آپ جلیل القدر تابعی تھے۔ زہد، تقویٰ، خوف خدا، پرہیزگاری اور جواب دہی کے تصور میں لرزاں رہنے کے باعث پانچویں خلیفۃ الراشد کے لقب سے نوازے گئے۔ آپ بہت بڑی اسلامی سلطنت کے حکمران ہوکر بھی اپنے وقت میں سب سے بڑھ کر اللہ کی خشیت میں آہ و بکا کرنے والے تھے۔ امام ابن ابی الدنیا کامل سند کے ساتھ بطریق امام ابراہیم بن مہدی روایت کرتے ہیں کہ ایک رات حضرت عمر بن عبدالعزیز کے خادم خاص نے دیکھا کہ آپ زار و قطار رو رہے تھے۔ اگرچہ ہر رات کا رونا آپ کا معمول تھا لیکن اس شدت کے ساتھ آہ و بکا اس سے قبل نہیں فرمائی تھی۔ مجھ سے نہ رہا گیا۔ میرے عرض کرنے پر کچھ کہنا چاہا لیکن 'اے بیٹے!' کہہ کر آگے نہ بول سکے اور مزید درد و سوز سے ہچکی بندھ گئی بالآخر بڑی مشکل سے فرمایا:

إِنِّی وَاللهِ، ذُكِرْتُ الْمَوْقِفَ بَيْنَ يَدَيِ اللهِ.(۱)

خدا کی قسم! مجھے قیامت کے دن اللہ کے حضور کھڑا ہونا یاد آ گیا۔

یہ فرما کر پھر بے ہوش ہوکر گر پڑے۔

آپ اپنے پورے زمانۂ خلافت میں خواہ تختِ خلافت پر ہوتے یا گھر میں، ہر وقت غم زدہ رہتے تھے۔ آپ کے گھر گریہ و بکا کرنے والوں کا اجتماع ہوتا اور لوگ نمازِ عشاء سے لے کر نمازِ فجر تک اس قدر زار و قطار روتے کہ لگتا جیسے اس گھر سے کوئی جنازہ اٹھا ہے۔ ایک روز خوفِ خدا کے غلبہ نے اس قدر اثر کیا کہ آپ کی بے کلی اور آہ و زاری دیکھ کر آپ کی ہمشیرہ فاطمہ بھی بے اختیار ہوکر رونے لگیں۔ پھر سارے اہل خانہ حتیٰ کہ بچہ بچہ رونے لگ گیا۔ حضرت علقمہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی کو علم نہ تھا کہ کس چیز نے ان کو رلایا۔ جب یہ حال کچھ تھما تو

.... ۲۔ ابن قیم، مدارج السالکین، ۱: ۵۲۱

(۱) ابن أبی الدنیا، الرقة والبکاء، ۳: ۱۷۹، رقم: ۵۴

آپ کی ہمشیرہ صاحبہ نے پوچھا: اے امیر المومنین! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کس چیز نے آپ کو اتنا رلایا؟ فرمانے لگے: میری بہن! مجھے وہ لمحہ یاد آ گیا جب سب لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور حساب و کتاب کے لئے پیش ہوں گے۔ میری چشمِ تصور نے دیکھا حساب و کتاب کے نتیجے میں کچھ لوگ جنت میں بھیج دیے گئے اور باقی دوزخ میں دھکیل دیے گئے۔ میں خوف زدہ ہوں کہ میرا شمار کس قطار میں ہوگا بس یہ کہا اور پھر تڑپ تڑپ کر بے ہوش ہو گئے۔ (۱)

امام مغیرہ بن حکیم بیان کرتے ہیں کہ مجھے فاطمہ بنت عبد الملک نے کہا:

يَا مُغِيْرَةُ، قَدْ يَكُوْنُ مِنَ الرِّجَالِ مَنْ هُوَ أَكْثَرُ صَلَاةً وَصَوْمًا مِنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، وَلٰكِنْ لَمْ أَرَ رَجُلًا مِنَ النَّاسِ قَطُّ كَانَ أَشَدَّ فَرَقًا مِنْ رَّبِّهٖ مِنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، كَانَ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ أَلْقٰى نَفْسَهُ فِيْ مَسْجِدِهٖ، فَلَا يَزَالُ يَبْكِيْ، وَيَدْعُوْ حَتّٰى تَغْلِبَهُ عَيْنَاهُ، ثُمَّ يَسْتَيْقِظُ، فَيَفْعَلُ مِثْلَ ذٰلِكَ لَيْلَتَهُ أَجْمَعَ. (۲)

اے مغیرہ! یقیناً بعض لوگ نماز، روزہ میں عمر بن عبد العزیز سے بڑھ کے ہوں گے، لیکن میں نے لوگوں میں سے کوئی بھی شخص حضرت عمر بن عبد العزیز سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا نہیں دیکھا۔ جب آپ گھر میں داخل ہوتے تو اپنی جائے نماز پر بیٹھ جاتے اور مسلسل روتے اور مناجات کرتے رہتے یہاں تک کہ نیند آپ پر غالب آ جاتی، پھر بیدار ہوتے تو دوبارہ گریہ و زاری شروع کر دیتے اور پوری رات اسی حالتِ اِضطراب میں گزار دیتے۔

الغرض آپ جس صحابی اور تابعی کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کریں ان کے جملہ نیک

---

(۱) ابن أبی الدنيا، الرقة والبكاء، ۳:۱۸۰، رقم:۵۵

(۲) ۱۔ ابن المبارك، الزهد:۲۶۶

۲۔ ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۵:۳٦۷

۳۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۱:۵۴۲، رقم:۹۷۷

مشاغل میں آہ و بکا اور گریہ و زاری سرفہرست نظر آئے گی۔ ان میں بعض گریہ و زاری کے باعث بے ہوش ہو جاتے، بعض کی آہ و بکا کے باعث ان کی سجدہ گاہیں تر ہو جاتیں، بعض کے گالوں پر مسلسل آنسوؤں کے بہنے سے نشان پڑ جاتے، بعض خشیتِ الٰہی میں رو رو کر آنکھیں ضائع کر بیٹھتے، بعض کثرتِ گریہ کے باعث خون میں حدت بڑھ جانے سے مسلسل بیمار رہتے لیکن خشیت الٰہی ان کے تن من میں یوں رچ بس گئی کہ مولیٰ کی خشیت میں ہی زندہ رہے اور اسی کے خوف میں اپنی جانیں جانِ آفرین کے سپرد کر دیں اور بعد از وصال اللہ تعالیٰ کے ایسے قرب کی جنتوں کے سزاوار ہوئے جن کا تصور بھی وہم و گمان سے بالاتر ہے۔

(۲۸) بارگاہِ الٰہی میں ایک مقبول غلام کا واقعہ

امام عبد اللہ بن احمد بن قدامہ اپنی تصنیف کتاب الرِّقَّةُ وَالْبُكَاء میں حضرت عبد اللہ بن مبارک کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ ایک بار مکہ معظّمہ میں بارش نہ ہونے کے باعث لوگ شدید قحط سالی کا شکار تھے۔ تمام لوگ مسجدِ حرام میں نمازِ استسقاء کے لئے حاضر ہو کر رب العزت کے حضور التجائیں کرتے تھے۔ ایک روز انہی لوگوں کے ہمراہ حضرت عبد اللہ بن مبارک باب بنی شیبہ کے قریب موجود تھے۔ آپ نے دیکھا کہ اچانک ایک سیاہ فام حبشی غلام وہاں آیا جس کا لباس محض بورے کے دو ٹکڑے تھے، جن میں سے ایک کا اس نے تہہ بند بنا رکھا تھا جبکہ دوسرا اپنے کندھے پر ڈالا ہوا تھا۔ وہ میرے قریب ہی ایک مخفی جگہ پر بیٹھ گیا اور اللہ کے حضور عرض کرنے لگا:

إِلٰهِي، أَخْلَقَتِ الْوُجُوْهَ كَثْرَةُ الذُّنُوْبِ، وَمَسَاوِئُ الْأَعْمَالِ، وَقَدْ مَنَعْتَنَا غَيْثَ السَّمَاءِ لِتُؤَدِّبَ الْخَلِيْقَةَ بِذٰلِكَ، فَأَسْأَلُكَ يَا حَلِيْمًا ذَا أَنَاةٍ، يَا مَنْ لَا يَعْرِفُ عِبَادُهُ مِنْهُ إِلَّا الْجَمِيْلَ، اسْقِهِمُ السَّاعَةَ السَّاعَةَ. (۱)

میرے اللہ! کثرت گناہ اور برے اعمال نے ہمارے چہروں کو بوسیدہ کر دیا ہے اور تو

(۱) ابن قدامہ، الرقة والبکاء: ۲۲۱

نے ہم سے آسمان کے پانی (بارش) کو روک دیا ہے تاکہ اس کے ذریعے تو اپنی مخلوق کو ادب سکھائے پس اے حلیم وعزت والے رب! اے وہ جس کے بندے جس سے سوائے احسان کے کچھ نہیں جانتے! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو انہیں ابھی اسی وقت بارش عطا فرما۔

ابن مبارک کہتے ہیں کہ وہ بندہ ابھی اسی وقت بارش کے نزول کی دعا کر رہا تھا کہ آسمان پر بادل بن گئے اور ہر طرف موسلا دھار بارش برسنے لگی۔ وہ اللہ کا بندہ وہیں بیٹھا تسبیح کرتا رہا۔

اللہ تعالیٰ سے اس بندے کے تعلق کو ملاحظہ فرما کر حضرت عبد اللہ بن مبارک پر گریہ طاری ہو گیا۔ اتنے میں وہ غلام گھر جانے کے لئے اٹھا تو حضرت عبد اللہ بن مبارک نے اس کا تعاقب کیا تاکہ اس کی جائے رہائش معلوم کریں۔ پھر یہ فضیل بن عیاض کے پاس آئے تو انہوں نے عبد اللہ بن مبارک سے فرمایا: کیا بات ہے آج میں آپ کو رنجیدہ اور غمگین دیکھ رہا ہوں؟ ابن مبارک نے کہا: اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کرنے میں ہم سے کوئی اور بازی لے گیا۔ ان کے استفسار پر جب انہوں نے سارا وقعہ بیان کیا تو حضرت فضیل بن عیاض کی چیخ نکل گئی اور وہ بے خود ہو کر زمین پر گر پڑے اور کہنے لگے: اے ابن مبارک! تیرا بھلا ہو مجھے اس کے پاس لے چل۔ حضرت ابن مبارک نے کہا کہ اب وقت بہت کم ہے عنقریب اس کو پا کر آپ کو خبر دوں گا۔

اگلے دن وہ نمازِ فجر کے بعد اس جگہ کے لئے نکل پڑے جہاں وہ غلام رہائش پذیر تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ دروازے کے باہر چادر بچھائے ایک بوڑھا بیٹھا ہے۔ جب اس نے حضرت عبد اللہ بن مبارک کو دیکھا تو پہچان لیا اور کہا اے ابوعبدالرحمٰن! خوش آمدید، اور پوچھنے لگا کہ کیسے آنا ہوا؟ آپ نے بتایا کہ ایک سیاہ فام غلام کی حاجت ہے اس پر اس نے کہا: 'میرے پاس بہت سے غلام ہیں جس کو چاہیں خرید لیں'۔ پھر اس نے بلند آواز سے کہا: اے فلاں باہر آ۔ وہ ایک مضبوط جسم کا صحت مند غلام تھا۔ اس نے کہا کہ یہ بہت اچھا غلام ہے،

اسے میں تمہارے لئے پسند کرتا ہوں۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک کہنے لگے: مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ پس وہ میرے لئے ایک ایک کر کے غلام بلاتا رہا یہاں تک کہ وہ غلام آ گیا جس کی مجھے تلاش تھی۔ میری پسند کو دیکھ کر کہنے لگا کہ میں اس کو نہیں بیچ سکتا۔ میں نے کہا: اس کی کیا وجہ ہے؟ مالک نے جواب دیا کہ میں اس کی سکونت کو اپنے گھر کے لئے باعث برکت سمجھتا ہوں۔ پھر مجھے اس سے کوئی تکلیف بھی نہیں پہنچتی۔ حضرت ابن مبارک نے پوچھا: اس کے کھانے کا کیا بندوبست ہے؟ اس نے کہا کہ یہ رسی بٹ کے درہم کے چھٹے حصے کا آدھا یا اس سے کچھ کم یا زیادہ کما لیتا ہے اور اسی میں اس کی خوراک کا بندوبست ہو جاتا ہے۔ اگر رسی اسی دن بک جائے تو بہتر ورنہ یہ ایسے ہی کچھ کھائے پیئے بغیر دن گزار دیتا ہے۔ مجھے دوسرے غلاموں نے بتایا کہ کسی اور کے ساتھ اس کا کوئی میل جول نہیں۔ اپنے کام سے غرض رکھتا ہے۔ اپنے علاوہ کسی سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ اس کی ان جملہ خوبیوں کے باعث اس سے دلی محبت کرتا ہوں۔

ابن مبارک کہنے لگے تو کیا میں سفیان ثوری اور فضیل بن عیاض کی طرف خالی ہاتھ لوٹ جاؤں؟ تب اس نے کہا کہ آپ کا یہاں چل کر آنا میرے لئے بڑی سعادت کی بات ہے۔ آپ جتنے میں چاہیں اسے خرید لیں۔

آپ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اسے خرید لیا اور اسے لے کر حضرت فضیل بن عیاض کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی تھوڑا ہی چلا تھا کہ اس نے کہا: اے میرے آقا! میں نے کہا: میں حاضر ہوں۔ غلام نے کہا: یوں نہ کہو۔ ایسے الفاظ تو غلام اپنے آقا کو کہتے ہیں۔ میں نے کہا: میں حاضر ہوں، اے دوست کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: میں ایک نحیف اور کمزور بدن غلام ہوں۔ خدمت کی بھی طاقت نہیں رکھتا جبکہ میرے علاوہ باقی غلام مجھ سے زیادہ صحت مند اور مضبوط ہیں۔ اس پر میں نے کہا: اللہ تعالیٰ مجھے آپ سے خدمت لینے کی کبھی توفیق نہ دے بلکہ میں تمہارے لئے گھر خریدوں گا۔ تمہاری شادی کراؤں گا اور میں خود تمہاری خدمت کیا کروں گا۔

آپ فرماتے ہیں کہ میری اس گفتگو کو سن کر وہ رو پڑا۔ میں نے اسے پوچھا: تجھے کس چیز نے رلایا ہے؟ اُس نے جواب دیا: آپ ایسے نہیں کر رہے مگر یہ کہ آپ نے میرے کسی تعلق باللہ کو دیکھ لیا ہے وگرنہ آپ کبھی مجھے ان غلاموں میں سے پسند نہ کرتے۔ اس نے مجھے کہا کہ میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ مجھے بتاؤ تم نے مجھے کیوں چنا؟

میں نے کہا: تمہاری دعا کی قبولیت کے باعث تجھے پسند کیا۔ یہ سن کر اس نے مجھ سے کہا: اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں آپ کو صالح مرد گمان کرتا ہوں۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اس کے بعض برگزیدہ بندے ایسے ہوتے ہیں جن کا معاملہ وہ صرف اپنے محبوب بندوں کے لئے منکشف کرتا ہے۔ اور اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ان پر ظاہر کرتا ہے۔ اس نے مجھے کہا: کیا آپ تھوڑی دیر کے لئے میرے لئے رکیں گے تاکہ میں اپنی گزشتہ شب کی باقی ماندہ رکعت پڑھ لوں؟ میں نے کہا کہ فضیل بن عیاض کے گھر جا کر ادا کر لینا۔ اس نے کہا نہیں مجھے یہاں اس قریبی مسجد میں پڑھنا زیادہ محبوب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملے کو مؤخر نہیں کرنا چاہیے۔

پس وہ مسجد میں داخل ہوا اور مسلسل نماز ادا کرتا رہا یہاں تک کہ وہ اس مقصد پر پہنچ گیا جس کا اس نے ارادہ کیا تھا۔ وہ میری طرف متوجہ ہوا اور کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! آپ کو مجھ سے کوئی کام ہے؟ میں نے کہا: کیا بات ہے؟

اس نے کہا: میں جانا چاہتا ہوں۔

میں نے کہا: کہاں جانا چاہتے ہو؟

اس نے جواب دیا: جہاں سے آیا تھا۔

میں نے کہا: ایسا نہ کرو، مجھے اپنے آپ سے تو خوش ہو لینے دو۔ اس نے کہا: جب معاملہ میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تھا تو زندگی نہایت خوشگوار تھی لیکن آج جب آپ میرے حال سے مطلع ہو گئے تو کل کوئی اور بھی ہو سکتا ہے اور مجھے مولیٰ کے تعلق میں غیر کی موجودگی پسند نہیں۔

پھر وہ چہرے کے بل گر گیا اور کہنے لگا: اے اللہ! مجھے ابھی اٹھا لے، ابھی اٹھا لے۔ میں دوڑ کے اس کے قریب ہوا تو وہ واصلِ حق ہو چکا تھا۔[1]

یہ آتشِ عشق میں سوختہ، تائب نوجوان کا واقعہ ہے جس کی زبان سے نکلے ہوئے اعترافِ گناہ کے چند الفاظ بارانِ رحمت کا باعث بن گئے اور مخلوقِ خدا کی قحط سالی خوش حالی میں بدل گئی۔ اللہ تعالیٰ سے اس کی نیاز مندی اور اہل دنیا سے بے نیازی کا یہ عالم کہ راز کھلنے پر مزید زندہ رہنا گوارا نہ ہوا اور رب العزت کا اپنے خاص بندوں سے چاہت کا یہ عالم کہ اپنے تعلق خاص میں کسی دوسرے کی شرکت گوارا نہ فرماتے ہوئے اپنے پاس بلا لیا۔ یہی وہ قدسی نفوس ہیں جن کے طفیل اہلِ زمین رزق پاتے ہیں۔ بارشیں برسائی جاتی ہیں گویا زیست اور سامانِ زیست کا باعث یہی مبارک ہستیاں ہیں جنہوں نے توبہ کی راہ میں پہلا قدم ہی یوں اٹھایا کہ مقربانِ بارگاہِ الٰہی قرار پائے۔

(۲۹) ہلاکت انگیز سمندری طوفان کا تھم جانا

حضرت امام ابن قدامہ ابونعیم بن بشار سے مروی ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ ہم ابراہیم بن ادھم کے ہمراہ ایک سمندری سفر پر روانہ ہوئے۔ موسم انتہائی خوشگوار تھا اور نہایت پاکیزہ و خنک ہوا ماحول کو معطر کر رہی تھی۔ کئی کشتیاں سمندر میں محوِ سفر تھیں کہ اچانک ایک تیز آندھی اور طوفان نے کشتیوں کو آ لیا اور وہ طوفان کی شدت کے باعث ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونے لگیں۔ لوگوں نے موت کے خوف سے چیخ و پکار کرنا شروع کر دی۔ ان حالات میں لوگوں نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم بن ادھم اپنی عبا میں اطمینان وسکون سے لیٹے ہوئے ہیں۔ کشتی والے آپ کے پاس آئے اور کہا: اے ابراہیم بن ادھم! آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس قدر خوف کی حالت میں مبتلا ہیں اور آپ بلا خوف و خطر لیٹے ہوئے ہیں۔ اس مصیبت سے نجات کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے حق میں دعا فرمائیں۔ ان کے کہنے پر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے: اے لوگو! وہ شخص (آخرت میں) کامیاب نہ ہوا جس نے آج

---

(۱) ابن قدامة، الرقة والبكا: ۲۲۱-۲۲۳

کے پُر خطر دن کی طرح کوئی تیاری نہ کی۔ اس کے بعد زیرلب کچھ کہا۔ اس پر اچانک سمندر کی طوفانی موجوں سے آواز آئی۔ اے مخلوق خدا! تم کیوں خوف زدہ ہو جبکہ ابراہیم بن ادھم تمہارے درمیان موجود ہیں۔ اے ہوا اور اس میں موجزن سمندر! تھم جاؤ۔ پس وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے اذن سے تھم گئے۔[1]

اس واقعہ سے جہاں حضرت ابراہیم بن ادھم کے صاحبِ کشف و کرامت ہونے کا اظہار ہوتا ہے وہاں اس سے بڑھ کر مخلوقِ خدا کے دلوں میں اللہ کی خشیت پیدا کرنے اور انہیں سیدھی راہ پر چلنے کے سلسلے میں ان کی جدوجہد کا پتہ بھی چلتا ہے۔

طوفان باد و باراں میں جب کشتی کی تباہی کے خدشے کے پیش نظر ہر کوئی چیخ و پکار کر رہا تھا تو آپ نے اُس وقت انہیں تبلیغ کے انداز میں فرمایا: اے لوگو! جیسے تمہیں اس وقت دنیاوی سلامتی کا خطرہ درپیش ہے اور سچے دل سے رو رو کر اللہ سے دعا کر رہے ہو، اِس سے کہیں زیادہ مشکل اور کٹھن گھڑی آخرت کی کامیابی ہے۔ چنانچہ توبہ کے باب میں اُخروی کامیابی کا انحصار صمیمِ قلب سے کی گئی اللہ کے حضور آہ و زاری سے ہی ممکن ہے۔

(۳۰) کامیابی صمیم قلب سے رونے پر موقوف ہے

مولانا جلال الدین رومی نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف مثنوی میں شیخ احمد خضرویہ سے متعلق ایک واقعہ بیان کر کے مثال کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ سچے دل سے آہ و بکا کیسے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا باعث بنتی ہے اور اس سے آہ و بکا کے پیچھے مستور حقیقت بھی بخوبی سمجھ آ جاتی ہے۔

ابو حامد احمد بن خضرویہ بلخی خراسان کے قابلِ قدر مشائخ میں سے تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لئے بے حد شفیق اور مہربان تھے۔ کوئی سائل ان کے در سے خالی نہیں جاتا تھا خواہ اس کے لئے انہیں کہیں سے قرضہ ہی کیوں نہ لینا پڑتا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے

(۱) ابن قدامة، الرقة والبكا: ۲۱۲-۲۱۳

کوئی بندوبست ہو جاتا تو قرض کی ادائیگی کر دیتے۔ حاجت مندوں، مسافروں کے لئے انہوں نے ایک خانقاہ بھی تعمیر کی ہوئی تھی تا کہ ان کے قیام و طعام کا مناسب بندوبست ہو سکے۔ اتفاقاً ایک بار دیر تک قرض کی ادائیگی کا بندوبست نہ ہو سکا۔ آپ مرض الموت میں مبتلا ہو کر صاحبِ فراش ہو گئے۔ بوڑھے ہو گئے تھے اور نوے (۹۰) سال کے لگ بھگ عمر ہو چکی تھی۔ قرض دینے والوں نے سوچا کہ شیخ کے مزید زندہ رہنے کی امید نہیں ہے۔ کہیں ہماری رقوم ہی ضائع نہ ہو جائیں تو اپنا قرض وصول کرنے کے لئے ان کے گرد جمع ہوگئے اور اپنی اپنی رقوم کی فوری واپسی کا مطالبہ کرنے لگے۔ اس وقت قرضے کی مجموعی رقم چار سو دینار بنتی تھی۔ شیخ نے فرمایا: بدگمانوں کو دیکھو، بھلا حق تعالیٰ چار سو دینار بھی نہیں دے گا! صبح کا وقت تھا۔ قرض خواہ کُھسر پُھسر کر رہے تھے کہ اتنے میں حلوہ بیچنے والے لڑکے نے خانقاہ کے باہر حلوے کی آواز لگائی۔ شیخ نے خادم کو حکم دیا کہ لڑکے سے سارا حلوہ خرید لاؤ اور ان سب قرض خواہوں کے ناشتے کا بندوبست کرو۔ اُس نے آدھے درہم میں سارا حلوہ لے کر سارے حاضرین میں تقسیم کر دیا۔ وہ لوگ سارا حلوہ چٹ کر گئے۔ حلوہ فروش لڑکے نے کہا کہ مجھے میرا آدھا درہم دیں تو خادم نے کہا انتظار کرو۔ یہ سارے بھی اپنے اپنے قرض کی رقم واپس لینے بیٹھے ہیں۔ رقم ہوتی تو انہیں نہ ادا کر دیتے۔ یہ سن کر لڑکے نے حلوے کا تھال زمین پر دے مارا اور زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ اس کی چیخ و پکار سن کر لوگ جمع ہو گئے۔ جو سنتا وہ شیخ کو کوستا کہ کیسا صوفی ہے؟ لوگوں کے پیسوں سے سخی بنا ہوا ہے۔ ایک تو لوگوں کا پہلے ہی مقروض تھا مزید ظلم یہ کیا کہ بے چارے غریب لڑکے کو دھوکہ دے کر اس کا سارا حلوہ ہی ہتھیا لیا۔

طعن و تشنیع کے تیر چاروں جانب سے برس رہے تھے اور حضرت شیخ چپ تھے اور آنکھیں بند کر کے لیٹے ہوئے تھے۔ اسی دوران نماز عصر کا وقت ہوگیا۔ حلوائی کا لڑکا رو رو کر ہلکان ہو رہا تھا۔ لوگ نمازِ عصر ادا کر کے جب دوبارہ شیخ کی خانقاہ میں اکٹھے ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک خادم سر پر ایک طبق اٹھائے چلا آ رہا ہے۔ یہ کسی عقیدت مند نے ہدیہ بھیجا تھا۔ شیخ نے کہا کہ اس طبق کو حاضرین کے درمیان رکھ دو۔ جب اوپر سے کپڑا اٹھایا گیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ طبق کے ایک طرف چار سو دینار پڑے ہیں اور ایک طرف نصف دینار۔ یہ ملاحظہ کر کے سب

کی چیخیں نکل گئیں۔ کہنے لگے کہ اے اہلِ باطن کے سردار! خدا کے لئے ہماری گستاخی اور بدتمیزی کو معاف فرمائیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے آپ کے مرتبہ کو نہ پہچانا۔ ہمیں بتائیے یہ کیا بھید ہے؟ شیخ نے فرمایا: جاؤ اپنا قرض لو میں نے سب کو معاف کیا۔ اور نصف دینار حلوائی کے لڑکے کو دیا۔ فرمانے لگے: میں جو خاموش تھا اور تمہیں اتنی دیر جو روکے رکھا تو اس میں یہ راز پنہاں تھا کہ جب میں نے اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بڑھاپے میں مقروض ہوکر اپنے مر جانے کا خدشہ ظاہر کیا تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے حکم ہوا کہ جب تک حلوہ فروش لڑکا بے قرار ہوکر زار و قطار آہ و بکا نہیں کرے گا رحمتِ الٰہی جوش میں نہیں آئے گی۔ یہ جو کچھ تم نے دیکھا یہ سب کچھ امر الٰہی سے وقوع پذیر ہوا۔ اس کے بعد آپ کا وصال ہوگیا۔ آخر میں نصیحت کرتے ہوئے مولانا روم فرماتے ہیں:

اے برادر طفل طفلِ چشم تُست
کام خود موقوف زاری داں نخست
کامِ خود موقوفِ زارِیِ دل ست
بے تضرُّع کامیابی مشکل ست[1]

(اے عزیز! وہ لڑکا دراصل خود تیری چشم گریاں ہے۔ حقیقی کامیابی سچے دل سے رونے پر موقوف ہے۔ جب تک اللہ رب العزت کے حضور سچے دل سے اپنے کئے ہوئے گناہوں پر شرمندگی اور ندامت کے آنسو نہیں بہائے گا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔)

(۳۱) پردہ اٹھ جانے کا خوف

علم تصوف کے امام ابو عبد اللہ حارث بن اسد محاسبی اپنی تصنیف 'رسالۃ المسترشدین' میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے مراتب کو دیکھ کر خود فریبی میں مبتلا نہ ہونا۔ اُن کے اس قول پر شیخ عبد الفتاح ابو غدہ تحقیق و تخریج اور فوائد نافعہ کے ذیل میں حضرت امام مالک کے

(۱) جلال الدین رومی، مثنوی، (حصہ دوم): ۳۹-۴۰

ایک صالح اور متقی شاگرد بہلول قیروانی کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ جسے سعدون بن ابان نے وحیون بن راشد سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ میں تھا کہ ایک شخص پوچھ رہا تھا کہ کیا یہاں کوئی افریقہ کا باشندہ ہے؟ میں نے اسے بتایا کہ ہاں میں افریقہ سے تعلق رکھتا ہوں۔تو اس نے کہا: کیا تم بہلول بن راشد کو پہچانتے ہو؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ اس نے مجھے ایک خط دیا کہ یہ ایک امانت ہے ان تک پہنچا دو۔ چنانچہ میں وہ خط لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے اسے کھولا، تو اس میں تحریر تھا: 'اہل ثمرقند خراسان سے ایک عورت آپ کو یہ خط لکھ رہی ہوں۔ میں نہایت سخت گناہگار خاتون تھی کہ مجھ جیسا روئے زمین پر کوئی بڑا گناہگار نہ ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور مجھے توفیق توبہ عنایت کی۔ سابقہ گناہوں کی شرمندگی نے مجھے سخت بے چین کر دیا ہے تو میں نے اپنی توبہ پر استقامت کے لئے اللہ تعالیٰ کے خاص مقبول بندوں سے دعا کروانے کا ارادہ کیا ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ وہ اس وقت چار ہیں جن میں سے ایک آپ ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کو حاضر جان کر سوال کرتی ہوں کہ اے بہلول! آپ اللہ تعالیٰ سے میری اس توبہ پر استمرار و دوام کے بارے میں دعا فرمائیں'۔

راوی کہتے ہیں کہ یہ خط بہلول کے ہاتھ سے زمین پر گر گیا اور وہ خود بھی ہیبت کے باعث زمین پر منہ کے بل گر پڑے اور رونے لگے۔ وہ مسلسل بے قرار ہو کر آہ و بکا کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں سے تر ہونے والی مٹی سے وہ خط لتھڑ گیا۔ پھر آپ اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہنے لگے:

يَا بُهْلُوْلُ، ذُكِرْتَ بِسَمَرْقَنْد خُرَاسَان؟ اَلْوَيْلُ لَكَ يَا بُهْلُوْلُ إِنْ لَمْ يُسْتَرْ عَلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.[1]

اے بہلول! (تعجب ہے) تمہیں خراسان کے شہر سمرقند سے لوگ یاد کر رہے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن تیرے عیوب کو نہ چھپایا تو تیرے لئے ہلاکت اور بربادی ہے۔

---

(۱) ابن ناجی، معالم الإيمان:۲۶۷

حضرت بہلول اپنے مرتبہ کو دیکھ کر مزید خوف وخشیت الٰہی میں مبتلا ہوگئے۔ یہ آپ کے عارف ہونے کی نشانی ہے۔[۱]

(۳۲) خشیتِ الٰہی سے متعلق متفرق اقوال

ابھی تک ہم نے خشیت الٰہی کے مختلف واقعات کا مطالعہ کیا ہے۔ اب ہم مختلف اولیاء اور صالحین کے اقوال اور آثار کو بیان کریں گے۔

۱۔ امام یحییٰ بن معاذ الرازی فرماتے ہیں:

مِسْكِيْنٌ ابْنُ آدَمَ لَوْ خَافَ النَّارَ كَمَا يَخَافُ الْفَقْرَ دَخَلَ الْجَنَّةَ.[۲]

بے چارہ انسان اگر آتشِ دوزخ سے اتنا ڈرتا جتنا افلاس سے ڈرتا ہے تو جنت میں داخل ہو جاتا۔

۲۔ امام ابو القاسم الحکیم کہتے ہیں:

مَنْ خَافَ شَيْئًا هَرَبَ مِنْهُ وَمَنْ خَافَ اللهَ هَرَبَ إِلَيْهِ.[۳]

جو شخص کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ اس سے دور بھاگتا ہے جبکہ جو خدا سے ڈرتا ہے وہ اسی کی طرف بھاگتا ہے۔

۳۔ امام فضیل بن عیاض فرماتے ہیں:

إِذَا قِيْلَ لَكَ هَلْ تَخَافُ اللهَ فَاسْكُتْ فَإِنَّكَ إِنْ قُلْتَ: 'لَا' كَفَرْتَ وَإِنْ

---

(۱) ۱۔ أبو العرب، طبقات علماء افريقا وتونس:۱۳۰
۲۔ قاضی عیاض، ترتیب المدارک، ۳:۸۹
۳۔ ابن ناجی، معالم الایمان:۲۶۷
(۲) غزالي، إحياء علوم الدين، ۴:۱۶۲
(۳) غزالي، إحياء علوم الدين، ۴:۱۵۶

قُلْتَ ’نَعَمْ‘ كَذَبْتَ.[1]

جب تم سے کوئی سوال کرے کہ خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہو؟ تو اس کے جواب میں چپ رہو کیونکہ اگر کہو گے ’نہیں‘ تو کفر کے مرتکب ہو جاؤ گے اور اگر کہو گے ’ہاں‘ تو جھوٹے ہو گے (کیوں کہ کوئی بھی خشیتِ الٰہی کا حق ادا نہیں کر سکتا)۔

۴۔ امام فضیل بن عیاض فرماتے ہیں:

مَنْ خَافَ اللهَ دَلَّهُ الْخَوْفُ عَلٰى كُلِّ خَيْرٍ.[2]

جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اسے یہ خشیت ہر طرح کی خیر کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

۵۔ امام ابو بکر شبلی سے خوف کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

أَنْ تَخَافَ أَنْ يُّسْلِمَكَ إِلَيْكَ.[3]

تو اِس سے ڈر کہ اللہ تعالیٰ تجھے تیرے حال پر چھوڑ دے (یعنی تمہیں تمہارے نفس کے حوالے کر دے)۔

۶۔ امام شبلی فرماتے ہیں:

مَا خِفْتُ اللهَ يَوْمًا إِلَّا رَأَيْتُ لَهُ بَابًا مِنَ الْحِكْمَةِ وَالْعِبْرَةِ مَا رَأَيْتُهُ قَطُّ.[4]

جب میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں تو میرے سامنے حکمت و عبرت کا ایک ایسا دروازہ کھل جاتا ہے جسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا ہوتا۔

---

(۱) غزالي، إحياء علوم الدين، ۴:۱۵۷

(۲) غزالي، إحياء علوم الدين، ۴:۱۶۱

(۳) أبو نعيم، حلية الأولياء، ۱۰:۳۵۸

(۴) غزالي، إحياء علوم الدين، ۴:۱۶۱

۷۔ امام سہل التستری فرماتے ہیں:

لَا تَجِدُ الْخَوْفَ حَتّٰی تَأْكُلَ الْحَلَالَ. (۱)

جب تک تو رزقِ حلال نہ کھائے تجھے خوفِ الٰہی نصیب نہیں ہوگا۔

۸۔ امام ابوسلیمان الدارانی فرماتے ہیں:

مَا فَارَقَ الْخَوْفُ قَلْبًا إِلَّا خَرِبَ. (۲)

جس دل سے خوفِ الٰہی نکل جائے وہ دل خراب اور پراگندہ ہوجاتا ہے۔

۹۔ امام ابن دینار جعفی نے فرمایا:

اِتَّقِ اللهَ فِيْ خَلَوَاتِکَ، وَحَافِظْ عَلٰی أَوْقَاتِ صَلَوَاتِکَ، وَغُضَّ طَرَفَکَ عَنْ لَحَظَاتِکَ، تَکُنْ عِنْدَ اللهِ مُقَرَّبًا فِيْ حَالَاتِکَ. (۳)

اپنی خلوتوں میں اللہ کا خوف رکھو، اپنی نمازوں کے اوقات کی حفاظت کرو اور نظریں نیچی رکھو (اس کے نتیجہ میں) تم اپنے احوال میں اللہ تعالیٰ کے مقرب بن جاؤ گے۔

۱۰۔ امام حاتم الاصم نے فرمایا:

لِکُلِّ شَيْءٍ زِيْنَةٌ، وَزِيْنَةُ الْعِبَادَةِ الْخَوْفُ، وَعَلَامَةُ الْخَوْفِ قَصْرُ الْأَمَلِ. (۴)

ہر چیز کی ایک زینت ہوتی ہے اور عبادت کی زینت خوفِ الٰہی ہے اور خوف کی علامت خواہشاتِ دنیا کو کم کرنا ہے۔

---

(۱) غزالي، إحياء علوم الدين، ۴:۱۶۲

(۲) غزالي، إحياء علوم الدين، ۴:۱۶۲

(۳) أبو نعيم، حلية الأولياء، ۱۰:۱۶۲

(۴) قشيري، الرسالة:۱۲۷

۱۱۔ امام ابوعثمان المغربی نے فرمایا:

مَنْ حَمَلَ نَفْسَهُ عَلَى الرَّجَاءِ تَعَطَّلَ، وَمَنْ حَمَلَ نَفْسَهُ عَلَى الْخَوْفِ قَنَطَ وَلٰكِنْ مِنْ هٰذِهِ مَرَّةً، وَمِنْ هٰذِهِ مَرَّةً. (۱)

جس نے اپنے آپ کو (صرف) اُمید پر رکھا، اُس نے عمل چھوڑ دیا اور جس نے خود کو (صرف) خوف پر رکھا وہ مایوس ہوگیا، لیکن انسان کو کبھی رِجاء اور کبھی خوف کے ساتھ ہونا چاہیے۔

۱۲۔ امام سری سقطی نے فرمایا:

مَنْ خَافَ اللهَ خَافَهُ كُلُّ شَيْءٍ. (۲)

جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس سے ہر چیز ڈرتی ہے۔

۱۳۔ امام ابوحفص نے فرمایا:

اَلْخَوْفُ سَوْطُ اللهِ يُقَوِّمُ بِهِ الشَّارِدِيْنَ عَنْ بَابِهٖ. (۳)

اللہ تعالیٰ کا خوف ایسا کوڑا ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے در سے بھاگنے والوں کو سیدھا کرتا ہے۔

۱۴۔ امام بشر الحافی نے فرمایا:

اَلْخَوْفُ مَلَكٌ لَا يَسْكُنُ إِلَّا فِيْ قَلْبِ مُتَّقِيٍّ. (۴)

خوف ایک فرشتہ ہے جو صرف متقی کے دل میں رہتا ہے۔

---

(۱) قشيري، الرسالة:۱۳۳

(۲) السُّلمي، طبقات الصّوفية:۵۳

(۳) قشيري، الرسالة:۱۲۵

(۴) قشيري، الرسالة:۱۲۷

۱۵۔ امام ابراہیم بن شیبان نے فرمایا:

إِذَا سَكَنَ الْخَوْفُ فِي الْقَلْبِ أَحْرَقَ مَوَاضِعَ الشَّهَوَاتِ مِنْهُ، وَطَرَدَ رَغْبَةَ الدُّنْيَا عَنْهُ. [1]

جب خوفِ الٰہی دل میں جاگزیں ہو جاتا ہے تو اس دل سے خواہشات کے ٹھکانوں کو جلا دیتا ہے اور اس سے دنیا کی رغبت کو نکال دیتا ہے۔

۱۶۔ امام قشیری فرماتے ہیں:

لَيْسَ الْخَائِفُ الَّذِي يَبْكِي وَيَمْسَحُ عَيْنَيْهِ، إِنَّمَا الْخَائِفُ مَنْ يَتْرُكُ مَا يَخَافُ أَنْ يُعَذَّبَ عَلَيْهِ. [2]

خوفِ خدا کا حامل وہ نہیں جو روتا ہو اور اپنی آنکھیں پونچھتا اور صاف کرتا ہو بلکہ خوفِ خدا رکھنے والا وہ شخص ہے جو ہر اُس فعل کو ترک کر دے جس پر اسے عذاب کا ڈر ہے۔

۱۷۔ امام عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں:

اَلدَّائِرَةُ عَلَى الْخَوْفِ مِنَ اللهِ ﷻ وَالْخَشْيَةِ لَهُ، إِذَا لَمْ يَكُنْ لَکَ خَوْفٌ مِّنْهُ فَلَا أَمْنَ لَکَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. [3]

اللہ ﷻ سے خوف و خشیت کے دائرہ میں رہو (کہ اسی پر راحت و امن کا دارومدار ہے)۔ جب تجھے اللہ تعالیٰ سے خوف نہ ہو گا تو دنیا و آخرت میں تمہیں بالکل امن نصیب نہیں ہو گا۔

۱۸۔ امام غزالی فرماتے ہیں:

---

(۱) قشيري، الرسالة:۱۲۸

(۲) قشيري، الرسالة:۱۲۶

(۳) عبد القادر جيلاني، الفتح الرباني:۱۲۸

فَأَخْوَفُ النَّاسِ لِرَبِّهٖ أَعْرَفُهُمْ بِنَفْسِهٖ وَبِرَبِّهٖ.[1]

لوگوں میں سب سے زیادہ اپنے رب سے وہی شخص ڈرتا ہے جو اپنے نفس اور اپنے رب کو سب سے زیادہ پہچانتا ہے۔

۵۔ آہ و بکا توفیقِ الٰہی ہے

ذہن میں سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ یہ گریہ و بکا اور بکثرت آہ و زاری نصیب کیسے ہوتی ہے؟

اللہ جل شانہٗ جب اپنے بندوں کے دلوں کی طرف نظر ڈالتا ہے تو ان کے اعمال اور پس پردہ نیتوں کو ملاحظہ فرماتا ہے۔ پھر ان میں سے جس بندے سے اسے محبت ہو جاتی ہے اُس کی زندگی میں غم اور بڑھا دیتا ہے یعنی اسے غمزدہ بنا کر رونے والا بنا دیتا ہے۔ اپنے بندے کے نالوں کو سن کر مولیٰ خوش ہوتا ہے اس طرح بندہ آہ و بکا کے باعث نوازشاتِ الٰہیہ کا مستحق ٹھہرا دیا جاتا ہے۔

اس کے برعکس جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے اس پر دنیا کی ریل پیل کو کھول دیتا ہے۔ پھر بندہ مرغوباتِ دنیا میں گم ہو کر رہ جاتا ہے۔ دنیوی آسائشوں کی سرشاریاں اس قدر اس کو دنیا میں مشغول کر دیتی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے کرتوتوں کے باعث اسے بھلا دیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے برے اعمال کے باعث چاہتا ہے کہ میں اسے بھول جاؤں تو اس بندے کے دل سے خود کو بھلا دیتا ہے۔ یہ بدبختی کی انتہا ہے ہم اللہ تعالیٰ سے ایسی بدبختی سے پناہ کے خواستگار ہیں۔

(۱) غزالي، إحياء علوم الدين، ۴:۱۵۶

باب ششم

طلبِ مغفرت کے مخصوص اوقات اور ایام

ا۔ توبہ کا دروازہ ہر کسی کے لئے کھلا ہے

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بلاتخصیص ہر خاص و عام کے لئے ہر وقت کھلی ہے۔ جو چاہے اس کے حضور حاضر ہو اور اپنی التجا پیش کر کے مراد حاصل کر لے۔ دنیا کے بادشاہوں اور حکمرانوں کا معاملہ یکسر مختلف ہے۔ اولاً ہر کسی کو ملاقات کی اجازت نہیں ہوتی۔ ثانیاً مخصوص لوگوں کو اگر شرف باریابی ملے بھی تو اس کا دورانیہ نہایت مختصر اور مخصوص ہوتا ہے۔ ثالثاً یہ ضروری نہیں کہ ملاقات سے مقصد بھی حاصل ہو جائے بلکہ عین ممکن ہے سائل عتاب کا سزاوار ٹھہرے۔ پھر مخصوص آدابِ ملاقات بجا لانا بھی ضروری ہیں جن کے بغیر ملاقات کا تصور بھی محال ہے اور آج کل تو سکیورٹی معاملات نے ملاقات کا تصور ہی ختم کر دیا ہے۔ الغرض دنیوی حکمرانوں تک رسائی کے لئے حدود و قیود اس قدر زیادہ ہوتی ہیں کہ عام انسان ان سے ملاقات کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

ان عارضی اور فانی حکمرانوں کے برعکس کون و مکاں کے مالکِ لاشریک کی بارگاہ کے جود و سخا کا عالم ملاحظہ کریں کہ روزمرہ کی ایک ادنیٰ سی مشکل کے حل سے لے کر زندگی کی مہلت طلب کرنے تک نہ وقت کی قید ہے نہ مقام و مرتبہ کی، نہ امیر و غریب میں کوئی فرق ہے نہ مالک و ماتحت میں، جوانی ہو یا بڑھاپا، شرقی ہو یا غربی، گورا ہو یا کالا سب برابر ہیں۔ پھر حاضری کے آداب بھی کوئی خاص نہیں۔ اپنے اعمال میں جیسے بھی کوئی لت پت ہو، دو جہانوں کے بادشاہ کا در کھلا ہے۔ بلا جھجک آ جائے۔ یہ مالک ایسا ہے کہ کوئی مانگے تو خوش ہوتا ہے، نہ مانگے تو ناراض۔ دلوں کے بھیدوں سے آگاہ ہو کر بھی مانگنے والے کا پردہ رکھتا ہے۔ بار بار وعدہ خلافی کے باوجود بھی درگزر کرنے پر آمادہ رہتا ہے۔ بس ایک ہی شرط ہے کہ اپنی التجاؤں میں سچے ہو کر آؤ۔ کیسا مالک ہے! شرط بھی لگائی تو وہ بھی بندوں کی اپنی بھلائی کے لئے۔ اے بندے! اپنی طلب میں مخلص ہو کر آ تا کہ اس کی بارگاہ سے تو سو فیصد اپنا مقصد حاصل کر سکے۔

یوں تو اللہ تعالیٰ کا درِ مغفرت ہر کسی کے لئے ہر وقت کھلا ہے لیکن بعض ایام اور اوقات ایسے بھی ہیں جب مولیٰ کی رحمت کی رم جھم اپنے کمال پر ہوتی ہے۔ یہی وہ لمحات ہیں جن سے گنہگار اللہ رب العزت کی بے حد و حساب لطف و عطا سے بڑھ چڑھ کر مستفیض ہو سکتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ اللہ تعالیٰ کی بخشش و عنایات کی لُوٹ سیل کے روحانی موسم ہیں۔ یہ عام معمول ہے کہ لوگ لُوٹ سیل کے دنوں کا انتظار کرتے ہیں، پھر جونہی بڑے بڑے ڈیپارٹمنٹل سٹورز لُوٹ سیل کا اعلان کرتے ہیں تو لوگ سال بھر کی خریداری ان مخصوص ایام میں رعایتی نرخوں پر کر لیتے ہیں۔ اسی طرح بلامثال اللہ تعالیٰ کی رحمت کی تقسیم کے خاص ایام بھی ہیں جنہیں روحانی موسم بھی کہا جا سکتا ہے۔ جب ان ایام میں مولیٰ کی رحمت گنہگاروں پر برسنے کے لئے اپنے جوبن پر ہوتی ہے، تو پھر گناہوں کی بخشش کے سلسلے میں اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے۔

۲۔ روحانی موسموں کا وجود

مالکِ کائنات نے اپنی عطا کو یہاں تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ اس عام بخشش و مغفرت کے ساتھ ساتھ ہر ایک کی توجہ ان روحانی موسموں کی طرف بھی مبذول کرائی ہے۔ جب اس کا ابرِ رحمت موسلا دھار بارش کی طرح برسنے کے لئے مستی میں جھوم رہا ہوتا ہے کہ کب سائل اپنی طلب کے جام اس کی طرف بڑھاتے ہیں۔

یہ روز مرہ کا مشاہدہ ہے۔ کوئی بھی موسم سدا ایک سا نہیں رہتا۔ کبھی گرمی ہے تو کبھی سردی۔ کبھی خزاں ہے تو کبھی بہار۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

اللہ تعالیٰ نے حرکت میں زندگی رکھی ہے، یہ ٹھہر جائے تو موت۔ ہر موسم کی اپنی خوبیاں ہیں۔ خزاں بظاہر ویرانی کا منظر پیش کرتی ہے لیکن حقیقت یہ نہیں۔ اس کی خوبی یہ ہے

کہ یہ جلی ہوئی خشک ٹہنیوں اور مردہ پتوں کو اتار پھینکتی ہے تا کہ بہار کے موسم میں ان کی جگہ نئی کونپلیں، نئے پتے، ٹہنیاں اور پھول اُگیں اور یوں ہرسو ہریالی کا راج ہو جائے۔

تصور کریں اگر ہر طرف اور ہمہ وقت ایک ہی موسم رہتا تو یہ دنیا کب کی ختم ہو چکی ہوتی۔ موسموں کا یہ تغیر و تبدل دراصل زندگی کی علامت ہے۔ اسی طرح اللہ رب العزت نے روحانی دنیا میں روحانی موسم بنائے ہیں۔ انسانی اعمال کی مثال بھی ایک روحانی شجر کی سی ہے۔ انسان کی مسلسل نافرمانیاں، گمراہیاں، کوتاہیاں اور بد اعمالیاں اس روحانی شجر کو نہ صرف بدنما کر دیتی ہیں بلکہ ان گناہوں کے سبب انسانی اعمال کے درخت کے پتے، پھول اور ٹہنیاں گل سڑ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو مخلوق کا پالنے والا ہے وہ ظاہری حیات کی طرح باطنی حیات پر بھی بدرجہ اولیٰ اپنی توجہ کی نظر فرماتا ہے۔ جیسے موسم خزاں کی خوبی ہے کہ یہ تیز ہواؤں سے گلے سڑے اور جلے ہوئے پتوں اور ٹہنیوں کو گرا دیتا ہے۔ اسی طرح باطنی دنیا میں بھی ایسے موسم آتے ہیں جن میں اللہ رب العزت کی بخشش و مغفرت کی ایسی ہوائیں چلتی ہیں کہ گناہوں کے باعث انسانی اعمال کے گلے سڑے اور جلے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ یوں اس کے بندے گناہوں سے پاک ہو کر از سرِنو مولیٰ کی بندگی میں تازہ دم ہو کر مصروف عمل ہو جاتے ہیں۔

ایک دوسرے رخ سے مشاہدہ کیا جائے کہ زمینیں بظاہر ایک سی نظر آتی ہیں لیکن ان کی تاثیر میں فرق ہے۔ کوئی زمین کسی خاص فصل اور پھول و پھل کے لئے موزوں اور مشہور ہے تو کوئی خطۂ زمین کسی دوسری فصل اور پھول و پھل کے لئے مشہور اور موزوں۔ یہی فرق آب و ہوا میں نظر آتا ہے جس کے باعث زمینی خطوں کی شادابی میں بھی فرق ہے۔ اسی طرح دنیا کے ممالک کی آب و ہوا کا مشاہدہ کیا جائے تو وہاں یہی فرق اور واضح نظر آتا ہے۔ بس زمین کی طرح انسانی قلوب میں بھی یہی امر کارفرما ہے۔ ان چند مثالوں سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ جب خاص ساعتوں، دنوں، راتوں اور مہینوں کی افادیت و اہمیت کے حوالے سے بات کی جاتی ہے تو جدید تعلیم یافتہ طبقہ بلا سوچے سمجھے اعتراض کرتا ہے کہ دن رات مہینے سب ایک سے ہیں۔ ان میں فرق کہاں سے آ گیا؟ بعض مقامات خاص کیوں ہوگئے؟ یہ سب ایک خالق کی تخلیق ہے۔ ایسی سوچ درحقیقت لاعلمی کے باعث ہے۔

۳۔ خاص مقامات اور ایام کی فضیلت: آیاتِ قرآن کی روشنی میں

اب ہم قرآن حکیم کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ ہماری مذکورہ وضاحت محض ایک مفروضہ نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ فضیلت کے باب میں خود اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات، مہ و سال اور اوقات کو خصوصی خیر و برکت کا حامل قرار دیا ہے تاکہ اس کے بندے ان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے احوالِ حیات کو سنوار کر اُخروی نعمتوں سے ہمکنار ہو سکیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ سورۃ المائدۃ میں فرماتے ہیں:

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ. (۱)

اے میری قوم! (ملکِ شام یا بیت المقدس کی) اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے۔

اس آیتِ مقدسہ میں شام یا بیت المقدس کی زمین کو مقدس فرمایا گیا۔

۲۔ پھر سورۃ بنی اسرائیل میں شبِ معراج کے ذکر میں فرمایا گیا:

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ. (۲)

وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری سے) پاک ہے جو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے (محبوب اور مقرّب) بندے کو مسجدِ حرام سے (اس) مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی جس کے گرد و نواح کو ہم نے بابرکت بنا دیا ہے۔

یہاں مسجد اقصیٰ کے اردگرد کے ماحول کو بابرکت کہا گیا ہے۔

۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عالم شیرخوارگی میں پنگھوڑے میں لیٹے ارشاد فرمایا:

---

(۱) المائدة، ۵: ۲۱

(۲) بني اسرائيل، ۱۷: ۱

وَجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ.[1]

اور میں جہاں کہیں بھی رہوں اس نے مجھے سراپا برکت بنایا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں قدموں کے توسل سے جگہ کے مبارک ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا چند آیات سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ کچھ مقامات نہ صرف مقدس اور محترم ہوتے ہیں بلکہ ان کا ماحول بھی برکت کا حامل ہوتا ہے۔ چنانچہ مدینہ کو مدینہ طیبہ، مکہ کو مکہ معظّمہ کہتے ہیں یا بغداد، اجمیر، پاکپتن کے ساتھ شریف کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو درحقیقت یہ ان مقامات کی عظمت و تقدس کے اظہار کا طریقہ ہے جو عین قرآنی اسلوب کے مطابق ہے۔

۴۔ قرآن مجید نے دنوں کی دنوں پر فضیلت کے باب میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا ہے:

وَسَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا.[2]

اور یحییٰ پر سلام ہو ان کے میلاد کے دن اور ان کی وفات کے دن اور جس دن وہ زندہ اٹھائے جائیں گے۔

دن بظاہر ایک جیسے ہیں لیکن یہاں قرآنِ مجید میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کے دن، یوم وصال اور دوبارہ زندہ اٹھائے جانے والے دن کے بابرکت ہونے سے واضح کر دیا گیا کہ مختلف جگہوں دنوں، راتوں اور موسموں کی برکات و تاثیرات جدا جدا ہیں۔ چنانچہ روحانی اعتبار سے ساعتوں، دنوں، راتوں اور مہینوں کی فضیلت اور برکات بھی جدا جدا ہیں۔

اسی طرح مہینوں میں رمضان المبارک کی فضیلت محتاجِ بیان نہیں۔ تقویٰ ایمان کی اعلیٰ ترین حالت ہے۔ اُس کا حصول رمضان المبارک کے روزوں کے ساتھ پیوست کر دیا گیا ہے۔

---

(۱) مریم، ۱۹:۳۱

(۲) مریم، ۱۹:۱۵

۵۔ ارشاد رب العزت ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ○[1]

اے ایمان والو! تم پر اسی طرح روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ○

٦۔ ایک دوسرے مقام پر رمضان المبارک کے ماہ کی فضیلت میں ارشاد ہوا:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ○[2]

رمضان کا مہینہ (وہ ہے) جس میں قرآن اتارا گیا ہے جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور (جس میں) رہنمائی کرنے والی اور (حق و باطل میں) امتیاز کرنے والی واضح نشانیاں ہیں، پس تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پالے تو وہ اس کے روزے ضرور رکھے اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں (کے روزوں) سے گنتی پوری کرے، اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لیے دشواری نہیں چاہتا، اور اس لیے کہ تم گنتی پوری کر سکو اور اس لیے کہ اس نے تمہیں جو ہدایت فرمائی ہے اس پر اس کی بڑائی بیان کرو اور اس لیے کہ تم شکر گزار بن جاؤ○

راتوں میں سے شب قدر کی شان اس قدر بلند ہے کہ صرف اس ایک رات کی عبادت اجر و ثواب میں ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ اس رات قرآن حکیم نازل ہوا تھا۔

---

(۱) البقرۃ، ۲:۱۸۳

(۲) البقرۃ، ۲:۱۸۵

۷۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ○ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ○ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ○ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ○ سَلٰمٌ ۛ قف هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ○[1]

بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں اتارا ہے○ اور آپ کیا سمجھے ہیں (کہ) شبِ قدر کیا ہے؟ شبِ قدر (فضیلت و برکت اور اَجر و ثواب میں) ہزار مہینوں سے بہتر ہے○ اس (رات) میں فرشتے اور روح الامین (جبرائیل) اپنے رب کے حکم سے (خیر و برکت کے) ہر امر کے ساتھ اترتے ہیں○ یہ (رات) طلوعِ فجر تک (سراسر) سلامتی ہے○

۸۔ سورۃ الْبَلَد میں اللہ تعالیٰ نے شہر مکہ کی قسم کھا کر اسے بابرکت بنا دیا ہے کہ اس میں حضور نبی اکرم ﷺ تشریف فرما ہوئے، ارشاد ہوا:

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ○ وَ اَنْتَ حِلٌّ ۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ○[2]

میں اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتا ہوں○ (اے حبیبِ مکرّم!) اس لیے کہ آپ اس شہر میں تشریف فرما ہیں○

یہ امر قابل غور ہے کہ دیکھنے میں سب انسان برابر نظر آتے ہیں لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ انسانوں میں بھی متقین زیادہ باعزت ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الحجرات میں ارشاد فرماتا ہے:

۹۔ **اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ اَتْقٰكُمْ.**[3]

بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔

---

(۱) القدر، ۹۷: ۱-۵

(۲) البلد، ۹۰: ۱-۲

(۳) الحجرات، ۴۹: ۱۳

یہ تبدیلی انسان کے باطن میں وقوع پذیر ہوتی ہے جو بظاہر نظر نہیں آتی لیکن بندہ باطن میں زہد و ورع اور پرہیزگاری کے باعث مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے۔تقویٰ کی منازل طے کرتے کرتے بندہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اب اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر کسی امر کے بارے میں کہہ دے تو اللہ تعالیٰ اسے پورا کرنا اپنے ذمۂ کرم پر لے لیتا ہے۔

۴۔ خاص مقامات اور ایام کی فضیلت: احادیثِ نبوی کی روشنی میں

قرآنی آیات کے بعد اب ہم مخصوص مقامات اور ایام کی اہمیت احادیث مبارکہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ یہ امر قارئین کے لئے نہایت خوش کن دلچسپی کا باعث ہوگا کہ احادیث نبوی میں نہ صرف مخصوص دنوں، راتوں اور ساعتوں کا ذکر ملتا ہے بلکہ عملِ رسول مکرم ﷺ سے ان کی اہمیت و افادیت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔ ہمارا یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ بظاہر انسانی ساخت میں ایک جیسے دو انسان ہیں۔ اعمالِ بد کے باعث ایک کی درخواست رد کر دی جاتی ہے جبکہ تقویٰ کا حامل بندہ درخواست کرنے کے بجائے اپنے مالک حقیقی کے بھروسے پر کسی کام کے ہو جانے کے لئے قسم کھا لے تب بھی اس کی خواہش کا احترام کیا جاتا ہے۔حضور نبی اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ جسے حضرت حارثہ بن وہب خزاعی روایت کرتے ہیں نقل کی جاتی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے گمنام ولی و صالح بندے کی فضیلت کا علم ہو سکے۔

۱۔ حضرت حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُتَضَعِّفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ، أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ. (۱)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب تفسیر، باب عتل بعد ذالك زنیم، ۴:۱۸۷۰، رقم:۴۶۳۴

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجنة وصفة نعیمها وأهلها، باب النار یدخلها الجبارون والجنة یدخلها الضعفاء، ۴:۲۱۹۰، رقم:۲۸۵۳

کیا میں تمہیں اہلِ جنت کی پہچان نہ بتاؤں؟ ہر کمزور اور حقیر سمجھا جانے والا شخص (مگر ان کا مقام یہ ہوتا ہے کہ) اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھے تو وہ اسے سچا کر دیتا ہے۔ (پھر فرمایا:) کیا میں تمہیں دوزخیوں کی پہچان نہ بتا دوں؟ ہر سخت مزاج، جھگڑالو اور مغرور شخص۔

اس ساری وضاحت سے یہ امر واضح کرنا مقصود تھا کہ وہ شخص خوش نصیب ہے جس کی زندگی میں روحانی موسموں کی خوش بخت ساعتیں میسر آئیں جن کی تفصیل ذیل میں بیان کی جا رہی ہے۔ لہٰذا جب اللہ تعالیٰ کے بحرِ کرم کی لہریں اپنے جوبن پر ہوتی ہیں تو اس وقت بخشش و مغفرت کا دستِ سوال دراز کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرنا چاہئے۔

۲۔ حضرت معاذ بن جبل ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَحْيَا اللَّيَالِيَ الْخَمْسَ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، لَيْلَةَ التَّرْوِيَةِ، وَلَيْلَةَ عَرَفَةَ، وَلَيْلَةَ النَّحْرِ، وَلَيْلَةَ الْفِطْرِ وَلَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ. (۱)

جس نے پانچ راتوں کو زندہ کیا (بیدار ہو کر عبادت کی) اس کے لئے جنت واجب ہوگئی یہ راتیں ذوالحجہ کی آٹھویں رات، عرفہ کی رات، قربانی کی رات، عید الفطر کی رات اور نصف شعبان کی رات۔

۳۔ حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَرْبَعُ لَيَالِيهِنَّ كَأَيَّامِهِنَّ، وَأَيَّامُهُنَّ كَلَيَالِيهِنَّ، يَبَرُّ اللهُ فِيهِنَّ الْقَسَمَ، وَيُعْتِقُ فِيهِنَّ النَّسَمَ، وَيُعْطِي فِيهِنَّ الْجَزِيلَ، لَيْلَةُ الْقَدْرِ وَصَبَاحُهَا، وَلَيْلَةُ عَرَفَةَ وَصَبَاحُهَا، وَلَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَصَبَاحُهَا، وَلَيْلَةُ الْجُمُعَةِ وَصَبَاحُهَا. (۲)

---

(۱) منذری، الترغیب والترهیب، ۲:۹۸، رقم:۱۶۵۶

(۲) ہندی، کنز العمال، ۱۲:۵۷۸، رقم: ۳۵۲۱۴

چار راتیں اپنے دنوں کی طرح اور دن اپنی راتوں کی طرح ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان میں براءت تقسیم کرتا ہے۔ گنہگاروں کو عذاب سے رہائی عطا فرماتا ہے اور ان میں اللہ تعالیٰ عمل کرنے والوں کو ثواب عطا فرماتا ہے۔ (وہ رات اور دن یہ ہیں:) لیلۃ القدر اور اس کا دن، عرفہ کی رات اور اس کا دن، پندرہ شعبان کی رات اور اس کا دن، جمعہ کی رات اور اس کا دن۔

۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے یوم جمعہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

إِنَّ هَذَا يَوْمُ عِيْدٍ جَعَلَهُ اللهُ لِلْمُسْلِمِيْنَ. [1]

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے جمعہ کے دن کو عید کا دن بنایا ہے۔

یومِ جمعہ کی جملہ فضیلتوں کے علاوہ اس کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس دن درود و سلام حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اَقدس میں پیش کیا جاتا ہے۔

۵۔ یومِ جمعہ کی فضیلت کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا تھا۔ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيْهِ قُبِضَ، وَفِيْهِ النَّفْخَةُ، وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيْهِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ، قَالَ: قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! كَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: بَلِيْتَ. قَالَ: إِنَّ اللهَ ں حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب إقامة الصلوت والسنة فيها، باب ما جاء فی الزينة يوم الجمعة، ۱: ۳۴۹، رقم: ۱۰۹۸

۲۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۷: ۲۳۰، رقم: ۷۳۵۵

أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ. (۱)

بے شک تمہارے ایام میں سے جمعہ کا دن سب سے بہتر ہے۔ اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن انہوں نے وفات پائی اور اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن سخت آواز ظاہر ہو گی۔ پس اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھے پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارا درود آپ کے وصال کے بعد آپ کو کیسے پیش کیا جائے گا، جبکہ آپ کا جسدِ مبارک خاک میں مل چکا ہو گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیائے کرام کے جسموں کو (کھانا یا کسی بھی قسم کا نقصان پہنچانا) حرام کر دیا ہے۔

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴:۸، رقم:۱۶۲۰۷
۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الصلاة، باب فضل یوم الجمعة ولیلة الجمعة، ۱:۲۷۵، رقم: ۱۰۴۷
۳۔ نسائي، السنن، کتاب الجمعة، باب بإکثار الصلاة علی النبي ﷺ یوم الجمعة، ۳:۹۱، رقم:۱۳۷۴
۴۔ ابن ماجه، السنن، کتاب إقامة الصلاة، باب في فضل الجمعة، ۱:۳۴۵، رقم:۱۰۸۵
۵۔ دارمي، السنن، ۱:۴۴۵، رقم:۱۵۷۲
۶۔ بزار، المسند، ۸:۴۱۱، رقم:۳۴۸۵
۷۔ نسائی، السنن الکبری، ۱:۵۱۹، رقم:۱۶۶۶
۸۔حاکم، المستدرک، ۱:۴۱۳، رقم:۱۰۲۹
۹۔ابن خزیمة، الصحیح، ۳:۱۱۸، رقم:۱۷۳۳ – ۱۷۳۴
۱۰۔ ابن حبان، الصحیح، ۳:۱۹۰، رقم:۹۱۰
۱۱۔ ابن أبي شیبة، المصنف، ۲:۲۵۳، رقم:۸۶۹۷
۱۲۔طبراني، المعجم الأوسط، ۵:۹۷، رقم:۴۷۸۰
۱۳۔بیهقي، السنن الصغری، ۱:۳۷۱، رقم:۶۳۴

یومِ جمعۃ المبارک کی جملہ فضیلتوں میں اس کی ایک فضیلت قبولیت کی اس مخصوص گھڑی کے باعث بھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ سے جو مانگا جائے عطا کیا جاتا ہے۔

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا مُسْلِمٌ قَائِمٌ يُصَلِّي يَسْأَلُ اللهَ خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ. وَقَالَ بِيَدِهٖ يُقَلِّلُهَا يُزَهِّدُهَا. (۱)

جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہوتی ہے جس کو جو بندہ مسلم پا لے درآں حالیکہ وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھ رہا ہو، وہ اللہ تعالیٰ سے جس چیز کا بھی سوال کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے عطا فرمائے گا۔ راوی ہاتھ سے اس وقت کی کمی کا اشارہ کرتے اور اس کی طرف رغبت دلاتے تھے۔

اسی طرح مہینوں میں رمضان المبارک کی فضیلت محتاجِ بیان نہیں۔ اس میں پھر آخری عشرہ مزید فضیلت کا حامل ہے اور آخری عشرہ میں طاق راتیں فضیلت کے باب میں بڑھ کر افضل ہیں۔ پھر شبِ قدر اس قدر فضیلت و برکت کی حامل ہے کہ یہ ایک رات ہزار مہینوں سے افضل تر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مکمل سورہ مبارکہ بعنوان سورۃ القدر اس رات کی شان میں نازل فرمائی۔

(۱) فضیلتِ شبِ قدر

روحانی فضیلت کے اعتبار سے شب قدر سے بڑھ کر اور کوئی رات نہیں ہے۔ یہ رات صرف امت محمدیہ کو نصیب ہوئی ہے، اس سے قبل کسی بھی امت کے نصیب میں نہیں تھی۔

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجمعہ، باب فی الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ، ۲:۵۸۴، رقم:۸۵۲

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۳۰، رقم:۷۱۵۱

۳۔ عبد الرزاق، المصنف، ۳:۲۶۱، رقم:۵۵۷۳

۷۔ حضرت انس ﷛ نے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللهَ ﷻ وَهَبَ لِأُمَّتِي لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَلَمْ يُعْطِهَا مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ. (۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کو لیلۃ القدر عطا فرمائی ہے جو کہ پہلی امتوں کو نہیں ملی۔

۸۔ حضرت امام مالک بن انس نے 'موطأ' میں اور بیہقی نے 'شعب الایمان' میں روایت نقل کی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أُرِيَ أَعْمَارَ النَّاسِ قَبْلَهُ أَوْ مَا شَاءَ اللهُ مِنْ ذٰلِکَ فَكَأَنَّهُ تَقَاصَرَ أَعْمَارَ أُمَّتِهِ أَنْ لَا يَبْلُغُوا مِنَ الْعَمَلِ مِثْلَ الَّذِي بَلَغَ غَيْرُهُمْ فِي طُولِ الْعُمْرِ فَأَعْطَاهُ اللهُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ. (۲)

رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے اعمال کو ملاحظہ فرمایا تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ ان کی عمریں کم ہیں اور ان کے اعمال دیگر امتوں کے اعمال تک نہیں پہنچتے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو لیلۃ القدر عطا فرمائی جو کہ ہزار مہینوں سے افضل ہے۔

یہ امر قابل غور ہے کہ بعض کو بعض پر فضیلت دینا سنتِ الٰہیہ ہے۔ راتوں میں لیلۃ القدر، دنوں میں جمعۃ المبارک، جگہوں میں کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی اور ان سے بڑھ کر گنبد خضریٰ میں مزار مقدس کی جگہ اور کل مخلوق میں سرکار دو عالم ﷺ کی ذات اقدس کو فضیلت حاصل ہے۔

۹۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ﷝ سے صحیح روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ

(۱) ۱۔ دیلمی، مسند الفردوس، ۱:۱۷۳، رقم:۶۴۷
۲۔ سیوطی، الدر المنثور، ۸:۵۷۰

(۲) ۱۔ مالك، الموطأ، ۱:۳۲۱، رقم:۶۹۸
۲۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۳: ۳۲۳، رقم: ۳۶۶۷
۳۔ ابن عبد البر، التمہید، ۲۴:۳۷۳، رقم:۲۳۸

سے پوچھا کہ اگر میں لیلۃ القدر کو پالوں تو کیا کہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح کہہ:

اَللّٰهُمَّ إِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي. (۱)

اے اللہ! تو معاف فرمانے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے پس تو مجھے معاف فرمادے۔

۱۰۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ نَزَلَ جِبْرِيْلُ عليه السلام فِيْ كَبْكَبَةٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ، يُصَلُّوْنَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ أَوْ قَاعِدٍ يَذْكُرُ اللهَ عزوجل، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدِهِمْ يَعْنِى يَوْمَ فِطْرِهِمْ بَاهَى بِهِمْ مَلَائِكَتَهُ، فَقَالَ: يَا مَلَائِكَتِي مَا جَزَاءُ أَجِيْرٍ وَفّٰى عَمَلَهُ؟ قَالُوْا: رَبَّنَا، جَزَاؤُهُ أَنْ يُؤْتٰى أَجْرُهُ، قال: يَا مَلَائِكَتِي، عَبِيْدِيْ وَإِمَائِي قَضَوْا فَرِيْضَتِيْ عَلَيْهِمْ ثُمَّ خَرَجُوْا يَعُجُّوْنَ إِلَيَّ بِالدُّعَاءِ، وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ وَكَرَمِي وَعَلَوِيْ وَارْتِفَاعِ مَكَانِي لَأُجِيْبَنَّهُمْ، فَيَقُوْلُ: ارْجِعُوْا فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ، وَبَدَلْتُ سَيِّئَاتِكُمْ حَسَنَاتٍ، قَالَ: فَيَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَهُمْ. (۲)

جب شب قدر ہوتی ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کی جماعت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں اور ہر کھڑے اور بیٹھے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے والے کو سلام کہتے ہیں۔ اور جب ان کی عید کا دن ہوتا ہے تو ان کے پاس فرشتے آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶:۱۸۲، رقم:۲۵۵۳۴
۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الدعوات، باب ۸۵، ۵:۵۳۴، رقم: ۳۵۱۳
۳۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الدعا، باب الدعاء بالعفو والعافية، ۲:۱۲۶۵، رقم:۳۸۵۰

(۲) ۱۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۳: ۳۴۳، رقم:۳۷۱۷
۲۔ سیوطی، الدر المنثور، ۸:۵۸۳

فرماتا ہے: اے میرے فرشتو! ان کے عمل کا ان کو اجر دو۔ تو وہ عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ان کی جزا یہ ہے کہ ان کو پورا پورا اجر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرے بندوں اور بندیوں نے میرے فرائض پورے کئے پھر وہ دعائیں کرتے ہوئے نکلے، مجھے میری عزت و جلال، کرم و بلندی اور میرے بلند مقام کی قسم، میں ان کی دعاؤں کو قبول کرتا ہوں اور ان سے کہتا ہوں لوٹ جاؤ، اس حال میں کہ میں نے تمہیں بخش دیا اور تمہارے گناہوں کو تمہاری نیکیوں میں تبدیل کر دیا۔ پس وہ لوگ بخشے ہوئے واپس لوٹتے ہیں۔

۱۱۔ حضرت امام جعفر بن علی ﷺ سے روایت ہے کہ جب ماہِ رمضان کا چاند طلوع ہوتا تو حضور نبی اکرم ﷺ اس کی طرف رُخِ انور کر کے فرماتے:

اللّٰهُمَّ أَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْأَمْنِ، وَالْإِيْمَانِ، وَالسَّلَامَةِ، وَالْإِسْلَامِ، وَالْعَافِيَةِ الْمُجَلَّلَةِ، وَدِفَاعِ الْأَسْقَامِ، وَالْعَوْنِ عَلَى الصَّلٰوةِ وَالصِّيَامِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ. اللّٰهُمَّ سَلِّمْنَا لِرَمَضَانَ، وَسَلِّمْهُ لَنَا، وَسَلِّمْهُ مِنَّا حَتّٰى يَخْرُجَ رَمَضَانُ وَقَدْ غَفَرْتَ لَنَا، وَرَحِمْتَنَا، وَعَفَوْتَ عَنَّا. (۱)

اے اللہ! اس چاند کو ہمارے لئے امن، ایمان، سلامتی اور سر جھکانے والا اور واضح عافیت اور بیماریوں سے نجات اور نماز اور روزے اور تلاوت قرآن پر مددگار بنا دے۔ اے اللہ! ہمیں رمضان کے لئے سلامت رکھ، اسے ہمارے لئے سلامتی عطا فرما، اور ہماری طرف سے سلامتی عطا فرما یہاں تک کہ رمضان رخصت ہو جائے اور تو ہمیں بخش دے۔ ہم پر رحمت کر اور ہم سے درگزر فرما۔

پھر لوگوں کی طرف رخ زیبا کرتے اور فرماتے:

---

(۱) ۱۔ ابن عساکر، تاریخ مدینہ ودمشق، ۱۸۶:۵۱
۲۔ ہندی، کنز العمال، ۸:۲۷۰، رقم: ۲۴۲۹۱

أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّهُ إِذَا أَهَلَّ هِلَالُ شَهْرِ رَمَضَانَ غُلَّتْ فِيهِ مَرَدَةُ شَيَاطِيْنَ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ الْجَحِيْمِ، وَفُتِحَتْ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ، وَنَادَى مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ كُلَّ لَيْلَةٍ هَلْ مِنْ سَائِلٍ؟ هَلْ مِنْ تَائِبٍ؟ هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ؟ اللّٰهُمَّ، أَعْطِ كُلَّ مُنْفِقٍ خَلَفًا، وَكُلَّ مُمْسِكٍ تَلَفًا، حَتّٰى كَانَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْفِطْرِ نَادَى مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ: هٰذَا يَوْمُ الْجَائِزَةِ فَاغْدُوْا فَخُذُوْا جَوَائِزَكُمْ.[۱]

اے لوگو! جب رمضان کا چاند طلوع ہوتا ہے تو اس میں خبیث شیاطین کو طوق ڈال دیے جاتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ہر رات آسمان دنیا سے پکارنے والا پکارتا ہے کہ ہے کوئی مانگنے والا؟ ہے کوئی توبہ کرنے والا؟ ہے کوئی بخشش مانگنے والا؟ اے اللہ! ہر خرچ کرنے والے کو عطا فرما اور ہر روکنے والے کو تلف فرما، یہاں تک کہ عید الفطر کا دن آتا ہے تو آسمانِ دنیا سے پکارنے والا پکارتا ہے: یہ انعام کا دن ہے دوڑو اور اپنے انعام حاصل کرو۔

(۲) فضیلتِ شبِ براءت

شب قدر کے بعد ایک اور بڑی رحمت اور برکت والی رات شب براءت ہے۔ یہ رات شعبان المعظم کی پندرھویں شب ہے۔ اس رات کو نصف شعبان کی رات بھی کہا جاتا ہے۔ اس رات میں چونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں کو کثرت سے معاف کرتا ہے اور ان کی گناہوں سے بری کرتا ہے اس لیے اسے شب براءت کہا جاتا ہے۔

---

(۱) ۱۔ ابن عساکر، تاریخ مدینة دمشق، ۵۱:۱۸۶

۲۔ سیوطی، الجامع الأحادیث، ۴۰۰:۳۸۶، رقم:۴۳۹۵۸

۳۔ ہندی، کنز العمال، ۸:۲۶۹، رقم:۲۴۲۸۸

۱۲۔ امام بیہقی نے حضرت عثمان بن ابی العاص ﷺ سے روایت کی کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا كَانَ لَيْلَةُ النِّصف مِنْ شَعْبَانَ فَإِذَا مُنَادٍ هَل مِنْ مُسْتَغْفِرٍ؟ فَأَغْفِرَ لَهُ، هَلْ مِنْ سَائِلٍ؟ فَأُعْطِيَهُ، فَلا يَسْئَلُ أَحَدٌ إِلَّا أُعْطِيَ إِلَّا زَانِيَةٌ بِفَرْجِهَا أَوْ مُشْرِكٌ. (۱)

جب نصف شعبان کی شب آتی ہے تو ندا کرنے والا پکارتا ہے: کوئی ہے جو گناہوں سے مغفرت چاہے؟ میں اسے معاف کردوں۔ کوئی مانگنے والا ہے کہ اسے عطا فرماؤں؟ پس کوئی سائل ایسا نہیں مگر اسے ضرور دیا جاتا ہے، بجز زانیہ عورت یا مشرک کے۔

۱۳۔ امام ابن ماجہ نے حضرت علی المرتضیٰ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جناب سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُومُوا لَيْلَهَا وَصُومُوا نَهَارَهَا، فَإِنَّ اللهَ يَنْزِلُ فِيهَا لِغُرُوبِ الشَّمْسِ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَقُولُ: أَلَا مِنْ مُسْتَغْفِرٍ لِي؟ فَأَغْفِرَ لَهُ، أَلَا مُسْتَرْزِقٌ؟ فَأَرْزُقَهُ، أَلَا مُبْتَلًى فَأُعَافِيَهُ، أَلَا كَذَا، أَلَا كَذَا حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ. (۲)

جب شعبان کی پندرھویں رات ہو تو رات کو قیام کرو اور دن میں روزہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس رات سورج غروب ہوتے ہی آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور

---

(۱) ۱۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۳:۳۸۳، رقم:۳۸۳۶
۲۔ ہندی، کنز العمال، ۱۲:۱۴۰، رقم:۳۵۱۷۸

(۲) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب ما جاء فی لیلۃ النصف من شعبان، ۱:۴۴۴، رقم:۱۳۸۸
۲۔ فاکہی، أخبار مکہ، ۳:۸۵، رقم:۱۸۷۳

فرماتا ہے: کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے کہ میں اس کی مغفرت کروں؟ کون مجھ سے رزق طلب کرتا ہے کہ میں اسے رزق دوں؟ کون مبتلائے مصیبت ہے کہ میں اسے عافیت دوں؟ اسی طرح صبح تک ارشاد ہوتا رہتا ہے۔

۱۴۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فَقَدْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَيْلَةً، فَخَرَجْتُ فَإِذَا هُوَ بِالْبَقِيعِ، فَقَالَ: أَكُنْتِ تَخَافِينَ أَنْ يَحِيفَ اللهُ عَلَيْكِ وَرَسُولُهُ؟ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي ظَنَنْتُ أَنَّكَ أَتَيْتَ بَعْضَ نِسَائِكَ، فَقَالَ: إِنَّ اللهَ تعالیٰ يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لِأَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ. (۱)

ایک رات میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو نہ پایا تو میں آپ کی تلاش میں نکلی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ آپ ﷺ جنت البقیع میں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تجھے ڈر ہوا کہ اللہ اور اس کا رسول تجھ پر ظلم کرے گا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے سوچا شاید آپ کسی دوسری زوجہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پندرہویں شعبان کی رات کو آسمان دنیا پر (جیسا کہ اس کی شایاں شان ہے) اترتا ہے اور بنو کلب قبیلہ کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کو بخشتا ہے۔

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶:۲۳۸، رقم:۲۶۰۶۰

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الصوم، باب ما جاء فی لیلة النصف من شعبان، ۳:۱۱۶، رقم:۷۳۹

۳۔ ابن ماجه، السنن، کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها، باب ما جاء فی لیلة النصف من شعبان، ۱:۴۴۴، رقم:۱۳۸۹

۴۔ ابن راهویه، المسند، ۲:۳۲۶۔۳۲۷، رقم:۸۵۰

۵۔ عبد بن حمید، المسند:۴۳۷، رقم:۱۵۰۹

۶۔ بیهقی، شعب الإیمان، ۳:۳۷۹۔۳۸۰، رقم:۳۸۲۵

۱۵۔ حضرت اسامہ بن زید ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا:

لَمْ أَرَکَ تَصُومُ شَهْرًا مِنَ الشُّهُورِ مَا تَصُومُ مِنْ شَعْبَانَ؟ قَالَ: ذٰلِکَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ بَيْنَ رَجَبٍ وَرَمَضَانَ، وَهُوَ شَهْرٌ تُرْفَعُ فِيهِ الْأَعْمَالُ إِلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ، فَأُحِبُّ أَنْ يُرْفَعَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ. (۱)

(یا رسول اللہ!) میں آپ کو سب مہینوں سے زیادہ شعبان المعظم کے مہینے میں روزے رکھتے دیکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ مقدس مہینہ ہے جس سے لوگ غافل اور سست ہیں۔ رجب اور رمضان المبارک کے درمیان یہ وہ مہینہ ہے جس میں آدمی کے اعمال اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچائے جاتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ جب میرا عمل اٹھایا جائے تو میں حالت روزہ سے ہوں۔

۱۶۔ حضرت امام طاؤس یمانی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام حسن بن علی ﷺ سے پندرہ شعبان کی رات اور اس میں عمل کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں اس رات کو تین حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ ایک حصہ میں اپنے نانا جان ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں، یہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل میں کرتا ہوں کہ اس نے حکم دیا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (۲) 'اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو'، رات کے دوسرے حصے میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے کہ اس نے حکم فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ (۳) 'اور نہ ہی اللہ ایسی حالت میں ان پر عذاب فرمانے والا ہے کہ وہ (اس سے) مغفرت طلب کر رہے

---

(۱) نسائی، السنن، کتاب الصیام، باب صوم النبی، ۴:۱۵۰، رقم: ۲۳۵۷
(۲) الأحزاب، ۳۳:۵۶
(۳) الأنفال، ۸: ۳۳

ہوں○' اور رات کے تیسرے حصہ میں نماز پڑھتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے: ﴿وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ﴾[1] 'اور (اے حبیبِ مکرّم!) آپ سربسجود رہئے اور (ہم سے مزید) قریب ہوتے جایئے۔' میں نے عرض کیا: جو شخص یہ عمل کرے اس کے لئے کیا ثواب ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے حضرت علی ؓ سے سنا انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے پندرہ شعبان کی رات کو زندہ کیا اس کو مقربین میں لکھ دیا جاتا ہے۔ یعنی ان لوگوں میں کہ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ○﴾[2] 'پھر اگر وہ (وفات پانے والا) مقرّبین میں سے تھا○'۔[3]

پندرھویں شعبان المعظم کی رات کی فضیلت پر دیگر بہت سی احادیث روایت کی گئی ہیں۔ تاہم مضمون کے تکرار سے اجتناب کرتے ہوئے اسی پر اکتفا کیا گیا ہے۔

بہت سے مفسرین نے سورۃ الدخان کی دوسری آیت ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ﴾ کی تفسیر میں نصف شعبان کی رات کی درج ذیل خصوصیات بیان کی ہیں:

۱۔ اس رات میں ہر کام کا فیصلہ ہوتا ہے

۲۔ اس رات میں عبادت کرنے کی فضیلت ہے

۳۔ اس رات میں رحمت کا نزول ہوتا ہے

۴۔ اس رات میں شفاعت کا اہتمام ہوتا ہے۔

۵۔ اس رات بندوں کے لئے بخشش کا پروانہ لکھ دیا جاتا ہے۔

هٰذِهِ اللَّيْلَةُ مُخْتَصَّةٌ بِخَمْسِ خِصَالٍ: اَلْأَوَّلُ: تَفْرِيْقُ كُلِّ أَمْرٍ حَكِيْمٍ

(۱) العلق، ۹٦:۱۹

(۲) الواقعة، ٥٦:۸۸

(۳) سخاوی، القول البدیع فی الصلاة علی الحبیب الشفیع:۲۰۸-۲۰۹

فِيهَا، قَالَ تَعَالٰى: ﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾(۱). وَالثَّانِيَةُ: فَضِيلَةُ الْعِبَادَةِ فِيهَا، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَنْ صَلّٰى فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ مِائَةَ رَكْعَةٍ أَرْسَلَ اللهُ إِلَيْهِ مِائَةَ مَلَكٍ ثَلَاثُوْنَ يُبَشِّرُوْنَهُ بِالْجَنَّةِ، وَثَلَاثُوْنَ يُؤَمِّنُوْنَهُ مِنْ عَذَابِ النَّارِ، وَثَلَاثُوْنَ يَدْفَعُوْنَ عَنْهُ آفَاتِ الدُّنْيَا، وَعَشَرَةٌ يَدْفَعُوْنَ عَنْهُ مَكَايِدَ الشَّيْطَانِ. اَلْخَصْلَةُ الثَّالِثَةُ: نُزُولُ الرَّحْمَةِ، قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ اللهَ يَرْحَمُ أُمَّتِي فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ بِعَدَدِ شَعْرِ أَغْنَامِ بَنِي كَلْبٍ. وَالْخَصْلَةُ الرَّابِعَةُ: حُصُوْلُ الْمَغْفِرَةِ، قَالَ ﷺ: إِنَّ اللهَ تَعَالٰى يَغْفِرُ لِجَمِيعِ الْمُسْلِمِيْنَ فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ، إِلَّا لِكَاهِنٍ، أَوْ مُشَاحِنٍ، أَوْ مُدْمِنِ خَمْرٍ، أَوْ عَاقٍّ لِلْوَالِدَيْنِ، أَوْ مُصِرٍّ عَلَى الزِّنَا. وَالْخَصْلَةُ الْخَامِسَةُ: أَنَّهُ تَعَالٰى أَعْطٰى رَسُوْلَهُ ﷺ فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ تَمَامَ الشَّفَاعَةِ، وَذٰلِكَ أَنَّهُ ﷺ سَأَلَ لَيْلَةَ الثَّالِثَ عَشَرَ مِنْ شَعْبَانَ فِي أُمَّتِهٖ فَأُعْطِيَ الثُّلُثَ مِنْهَا، ثُمَّ سَأَلَ لَيْلَةَ الرَّابِعَ عَشَرَ، فَأُعْطِيَ الثُّلُثَيْنِ، ثُمَّ سَأَلَ لَيْلَةَ الْخَامِسَ عَشَرَ، فَأُعْطِيَ الْجَمِيعَ إِلَّا مَنْ شَرَدَ عَلَى اللهِ شِرَادَ الْبَعِيرِ.(۲)

شبِ برأت کو اللہ تعالیٰ نے پانچ خاص خوبیوں سے مختص فرمایا:

پہلی خاصیت: اس شب میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کردیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿اس (رات) میں ہر حکمت والے کام کا (جدا جدا) فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔﴾

دوسری خاصیت: اس رات میں عبادت کی فضیلت۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) الدخان، ۴۴:۳

(۲) ۱۔ زمخشری، الکشاف، ۴:۲۷۲-۲۷۳

۲۔ رازی، التفسیر الکبیر، ۲۷:۲۰۴

۳۔ ابن عادل حنبلی، اللباب فی علوم الکتاب، ۱۷:۳۰۹

اس رات میں جو شخص سو رکعات نماز ادا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف سو (۱۰۰) فرشتے بھیجتا ہے۔ (جن میں سے) تیس فرشتے اسے جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ تیس فرشتے اسے آگ کے عذاب سے محفوظ رکھتے ہیں۔ تیس فرشتے آفاتِ دنیاوی سے اس کا دفاع کرتے ہیں۔ اور دس فرشتے اسے شیطانی چالوں سے بچاتے ہیں۔

تیسری خاصیت: رحمتِ الٰہی کا نزول۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ اس رات بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر میری اُمت پر رحم فرماتا ہے۔

چوتھی خاصیت: گناہوں کی بخشش اور معافی کا حصول۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک اس رات اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما دیتا ہے، سوائے جادو ٹونہ کرنے والے، بغض و کینہ رکھنے والے، شرابی، والدین کے نافرمان اور بدکاری پر اصرار کرنے والے کے۔

پانچویں خاصیت: اس رات اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولِ کریم ﷺ کو مکمل شفاعت عطا فرمائی۔ اور وہ اس طرح کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے شعبان کی تیرھویں رات اپنی امت کے لیے شفاعت کا سوال کیا تو آپ ﷺ کو تیسرا حصہ عطا فرمایا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے شعبان کی چودھویں رات یہی سوال کیا تو آپ ﷺ کو دو تہائی حصہ عطا کیا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے شعبان کی پندرہویں رات سوال کیا تو آپ ﷺ کو تمام شفاعت عطا فرما دی گئی سوائے اس شخص کے جو مالک سے بدکے ہوئے اونٹ کی طرح (اپنے مالک حقیقی) اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے (یعنی جو مسلسل نافرمانی پر مصر ہو)۔

اس کے کرم کو بھی تو گناہگار چاہئے!

اب تک جو بیان کیا اس سے یہ حقیقت بخوبی سمجھ میں آجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر لمحے اپنے بندے پر اپنی رحمتیں نچھاور کرنے کے لئے تیار رہتا ہے لیکن یہ بندہ ہی ہے جو اسے بھولا ہوا ہے اور یوں اس کی رحمت کو اپنے لئے مشکل بنا رکھا ہے۔ بندے سے جب کوئی گناہ

سرزد ہو جاتا ہے تو مولیٰ کریم کی ناراضگی مستقل نہیں ہوتی بلکہ وہ تو منتظر رہتا ہے کہ کب یہ گنہگار بندہ توبہ کے خیال سے اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔

۱۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ میں سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

سَبَقَتْ رَحْمَتِي غَضَبِي.(۱)

میری رحمت میرے غضب (وناراضگی) سے سبقت لے گئی۔

۱۸۔ بندے سے گناہ ہو جانا اس کی فطرت میں شامل ہے، مگر اس گناہ کے بعد توبہ کرنا بندے کے مقام و مرتبہ کو بلند کر دیتا ہے۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خِيَارُكُم كُلَّ مُفَتَّنٍ تَوَّابٍ.(۲)

تم میں سے بہترین آدمی وہ ہے جو گناہ میں مبتلا ہونے کی صورت میں توبہ کرے۔

یہ امر قابل غور ہے کہ ملاء اعلی عالمِ انوار ہے اور یہاں سب ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔ اگر مولیٰ کریم کی خوشی صرف اس کی تہلیل و تسبیح، سجدہ ریزیوں، اطاعت بجا لانے اور اللہ اللہ کرنے میں ہوتی تو پھر اس کا قیام (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) وہیں ہوتا۔ لیکن رب العزت ہر شب آسمانِ دنیا پر، اپنی شان کے لائق، تشریف فرما ہوتا

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب التوحید، باب قول اللّٰہ تعالی بل هو قرآن مجید في لوح محفوظ، ۶:۲۷۴۵، رقم:۷۱۱۴
۲۔ عبد الرزاق، المصنف، ۲:۱۶۲، رقم:۲۸۹۸
۳۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۱:۴۲، رقم:۱۱۴
(۲) ۱۔ بزار، المسند، ۲:۲۸۰، رقم:۷۰۰
۲۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۵:۴۱۸، رقم:۷۱۲۰
۳۔ دیلمی، مسند الفردوس، ۲:۱۷۳، رقم:۲۸۶۲

ہے جہاں اس کی مغفرت و بخشش گناہ گاروں پر برسنے کے لئے بے تاب ہوتی ہے۔

ملأ الاعلی پر ملائکہ اللہ رب العزت کے حضور پکارتے ہیں جبکہ آسمان دنیا پر خود اللہ رب العزت سارے جہانوں کا خالق اور مالک ہو کر اپنے بندوں سے مخاطب ہوتا ہے۔ اس کی بخشش پکارتی ہے کہ ہے کوئی سائل کہ اس کا سوال پورا کیا جائے؟ ہے کوئی مغفرت کا طلب گار کہ اس کو بخش دیا جائے۔ غرضیکہ بندوں کی ایک ایک حاجت کا خود ذکر کرکے مالک حقیقی اپنی عطا کی بات کرتا ہے۔ یہ ربِ ذوالجلال کا عجیب کرم ہے کہ مانگنے والے ضرورت مند غفلت میں سوئے پڑے ہیں اور وہ انہیں جگا جگا کر اپنی طرف متوجہ فرماتا ہے حتی کہ صبح پھوٹ پڑتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت اپنے اظہار کے لئے گناہ گاروں اور حاجت مندوں کی متلاشی رہتی ہے۔

کشادہ دستِ کرم جب وہ بے نیاز کرے
نیاز مند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے[1]

۵۔ آہِ سحر گاہی

گزشتہ صفحات میں ان مخصوص اوقات اور راتوں کا ذکر کیا گیا جب بارانِ بخشش و رحمت گنہگاروں پر برسنے کے لئے اپنے جوبن پر ہوتی ہے تاکہ گنہگار اس نعمت غیر مترقبہ سے مستفیض ہونے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش صرف انہی مخصوص اوقات اور ایام تک محدود نہیں ہے بلکہ وہ تو ہر شب خصوصاً پچھلے پہر منتظر ہوتا ہے کہ اس کے گنہگار بندے اس سے مغفرت و بخشش کے طالب ہوں۔

نفس کے بہکاوے میں انسان خالق کو بھول جاتا ہے۔ یہ انسان کو شر اور برے معاملات میں ملوث کرتا ہے۔ اسے ہلاکتوں کی طرف بلاتا ہے اس کی ضد اور سرکشی شیطان سے کہیں بڑھ کر ہے۔ انسان کا لمبی لمبی خواہشات اور آرزؤں کی تکمیل میں ساری زندگی صرف کر

(۱) اقبال، کلیات (بانگ درا):۱۱۵

دینا دراصل نفس کی پیروی کرنا ہے۔ اس امر سے متوجہ کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے ارشادفرمایا:

۱۔ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىo فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰىo[۱]

اور جوشخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور اُس نے (اپنے) نفس کو (بری) خواہشات وشہوات سے باز رکھاo تو بے شک جنت ہی (اُس کا) ٹھکانا ہو گاo

یہ نفس انسان کو برائی کی طرف کیوں آمادہ کرتا ہے؟ اس پر صاحبِ 'عوارف المعارف' شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں: نفس کی جبلت اور سرشت کا تعلق انسان کی پیدائش و تخلیق سے ہے۔ انسان خاک سے پیدا ہوا۔ اس سے نفس میں ضعف اور کمزوری کا داعیہ پیدا ہوا۔ جب کیمیائی مراحل طے کرتے ہوئے گندھی ہوئی مٹی کی شکل اختیار کی تو اس سے اس میں شہوات نے جنم لیا۔ سڑی ہوئی مٹی سے بدبو دار کیچڑ کی شکل اس میں جہل کے وصف کو ظاہر کرتی ہے، پھر ٹھیکرے کی طرح ہو جانے سے اس میں کبر، حسد، مکر و فریب اور لالچ جیسی مذمومہ خصوصیات پیدا ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ جملہ مذمومہ صفات کا حامل نفس انسان کو ہر لمحہ برائی پر آمادہ کرنے میں کوشاں رہتا ہے لیکن خالق مطلق نے انسان کو بھٹکنے کے لئے بے آسرا نہیں چھوڑا۔[۲]

اللہ تعالیٰ نے بندوں پر احسان فرماتے ہوئے نفس کو کمزور کرکے اس پر قابو پانے کا علاج تجویز کرتے ہوئے ارشادفرمایا:

۲۔ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِىَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًاo[۳]

---

(۱) النازعات، ۷۹:۴۰-۴۱

(۲) شہاب الدین سہروردی، عوارف المعارف:۴٦٧

(۳) المزمل، ۷۳:٦

بے شک رات کا اُٹھنا (نفس کو) سخت پامال کرتا ہے اور (دِل و دِماغ کی یکسوئی کے ساتھ) زبان سے سیدھی بات نکالتا ہےo

آہِ سحر گاہی کی مزید اہمیت درج ذیل آیات قرآنی اوراحایث مبارکہ سے واضح ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا آسمان دنیا پر (اپنی شان کے لائق) تشریف فرما ہو کر بندوں پر کرم نوازیوں کا ذکر ملتا ہے۔

۳۔ اللہ رب العزت نے سورۂ آل عمران میں مومنین کی مختلف صفات کا ذکر کے ساتھ ان کے ایک خاص عمل کا ذکر فرمایا:

وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِo (۱)

اور رات کے پچھلے پہر (اٹھ کر) اللہ سے معافی مانگنے والے ہیںo

۴۔ پھر دوسرے مقام پر شب خیزی کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ. (۲)

اور رات کے کچھ حصہ میں (بھی قرآن کے ساتھ شب خیزی کرتے ہوئے) نماز تہجد پڑھا کریں۔

۵۔ پھر سورۃ الفرقان میں اپنے مقبول بندوں کا تعارف کراتے ہوئے اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًاo (۳)

اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے لیے سجدہ ریزی اور قیامِ (نیاز) میں راتیں بسر کرتے ہیںo

---

(۱) آل عمران، ۳:۱۷

(۲) بنی اسرائیل، ۱۷:۷۹

(۳) الفرقان، ۲۵:۶۴

۶۔ پھر سورۃ الذاریات میں اپنے محبوب بندوں کی عادات مبارکہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ○ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ○ (۱)

وہ راتوں کو تھوڑی سی دیر سویا کرتے تھے○ اور رات کے پچھلے پہروں میں (اٹھ اٹھ کر) مغفرت طلب کرتے تھے○

۷۔ پھر فرمایا کہ اپنی خوابگاہوں ہی سے جدا رہتے ہیں:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا. (۲)

ان کے پہلو اُن کی خوابگاہوں سے جدا رہتے ہیں اور اپنے رب کو خوف اور امید (کی مِلی جُلی کیفیت) سے پکارتے ہیں۔

۸۔ اللہ رب العزت نے بندوں کو دعوت فکر و عمل دیتے ہوئے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا○ (۳)

اور جو لوگ ہمارے حق میں جہاد (اور مجاہدہ) کرتے ہیں تو ہم یقیناً انہیں اپنی (طرف سَیر اور وصول کی) راہیں دکھا دیتے ہیں○

رات کے آخری پہر میں اللہ رب العزت آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور اپنی یاد میں بیدار رہنے والوں بندوں اپنی رحمتوں کی بارش کرتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

يَنْزِلُ اللّٰهُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا كُلَّ لَيْلَةٍ حِينَ يَمْضِي ثُلُثُ اللَّيْلِ الْأَوَّلُ،

---

(۱) الذاریات، ۱۸-۱۷:۵۱

(۲) السجدۃ، ۱۶:۳۲

(۳) العنکبوت، ۶۹:۲۹

فَيَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ، أَنَا الْمَلِكُ، مَنْ ذَا الَّذِي يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ، مَنْ ذَا الَّذِي يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ، مَنْ ذَا الَّذِي يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ، فَلَا يَزَالُ كَذَلِكَ حَتَّى يُضِيءَ الْفَجْرُ.[1]

ہر رات اللہ تعالیٰ کی (خاص) رحمت، رات کی پہلی تہائی کے آخر تک اترتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں بادشاہ ہوں، کون ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں اسے قبول کروں؟ کون ہے جو مانگے اسے عطا کروں، کون ہے جو بخشش مانگے میں اسے بخش دوں؟ صبح صادق تک یہی کیفیت رہتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرنے اور اسے منانے کا بہترین وقت رات اور اس کا پچھلا پہر ہے جب وہ آسمان دنیا پر اپنی شان کے لائق تشریف لا کر خود بندے کی مناجات کا منتظر ہوتا ہے۔ اس وقت اس کی رحمت اپنے کمال پر ہوتی ہے۔ خوش قسمت وہی ہیں جن کے کاسۂ دل اس وقت رب العزت کے حضور وا ہوتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام ﷺ اور اولیائے عظامؒ کے مبارک معمولات سے ہمیں رات کے پچھلے پہر کے جَگ رَتے کی یہی خبر ملتی ہے۔

بدقسمتی سے ہمارا المیہ یہ ہے کہ اولاً تو ہدایت کی راہ پر بہت کم گامزن ہوتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے راستہ پر چلنے کی خواہش رکھتے ہیں وہ کوشش کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ ان کا یہ خیال غلط ہے کہ مجاہدہ کے بغیر ہی کچھ اسرار ان پر کھل جائیں۔ حضرت ابوعثمان مغربیؒ فرماتے ہیں:

مَنْ ظَنَّ أَنَّهُ يُفْتَحُ لَهُ شَيْءٌ مِنْ هَذَا الطَّرِيقِ، أَوْ يُكْشَفُ لَهُ عَنْ شَيْءٍ مِنْهَا

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب الترغيب فی الدعاء والذكر فی آخر الليل والإجابة فيه، ۱:۵۲۲، رقم:۷۵۸

۲۔ ترمذی، السنن، أبواب الصلوٰة، باب ما جاء فی نزول الرب عزوجل إلى السماء الدنيا كل ليلة، ۲:۳۰۷، رقم:۴۴۶

۳۔ دارمی، السنن، ۱:۴۱۲، رقم:۱۴۷۸

إِلَّا بِلُزُوْمِ الْمُجَاهَدَةِ فَهُوَ مُخْطِئٌ.[(۱)]

جس شخص نے خیال کیا کہ مجاہدہ کے بغیر ہی طریقت کے کچھ اسرار اس پر کھل جائیں گے یا کچھ اُمور اس پر واضح ہو جائیں گے تو وہ سراسر غلطی پر ہے۔

مجاہدہ کی بے شمار صورتیں ہیں جن میں سے ایک افضل ترین شب بیداری ہے۔ صلحاء اور اولیائے کرام کی زندگیوں کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بلا تردید کہی جا سکتی ہے کہ جس کو جو بھی مقام ملا اس میں ان کی اللہ تعالیٰ کے حضور شب بیداری کو بنیادی حیثیت حاصل رہی۔ علامہ اقبال نے بالکل درست فرمایا ہے:

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی[(۲)]

۶۔ حرفِ آخر

یہاں بنیادی مقصد اس حقیقت کا اظہار کرنا ہے کہ ویسے تو اللہ رب العزت کا درِ رحمت و مغفرت ہر گناہگار کے لئے ہر وقت کھلا ہے لیکن بعض لمحات، راتیں اور دن، جن کی تفصیل گزشتہ صفحات میں ملاحظہ کر چکے ہیں، ایسے بھی ہیں جب اللہ تعالیٰ کی رحمت، مغفرت اور بخشش اپنے بندوں پر برسنے کا بہانہ چاہتی ہے۔ انسان کو کرم نوازیوں کے ایسے مواقع سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اس چار روزہ حیاتِ مستعار کے فریب نے انسان کو نہ جانے کس سحر میں مبتلا کر رکھا ہے کہ اپنی آخرت بہتر بنانے کے لئے اس کے پاس چند لمحات کی بھی فرصت نہیں۔ جونہی اس عارضی زندگی کی مہلت کا اختتام ہوگا اور دنیا کا یہ جھوٹا طلسم مکڑی کے جالے کی طرح معدوم ہو جائے گا تو ساری حقیقتیں اس پر واضح ہو جائیں گی لیکن اس وقت ابدی پچھتاوے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو گا۔

---

(۱) ۱۔ قشیری، الرسالۃ:۹۸

۲۔ بیہقی، الزھد الکبیر، ۱:۲۸۳

(۲) اقبال، کلیات (بال جبریل):۶۱

باب ہفتم

بعض تابعین کے
ایمان افروز واقعات

موقع کی مناسبت سے واقعات کی اہمیت و افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ خود خالق کائنات نے سمجھانے کے لئے قرآن حکیم میں جہاں ضروری تھا، مثالیں اور واقعات بیان فرمائے ہیں۔ قرآنی بیان میں تفصیل و اجمال دونوں اسلوب کی اثر پذیری محتاجِ بیان نہیں۔ قرآن حکیم میں امثال و واقعات بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے ہمیں غور و فکر کی دعوت دی ہے تا کہ احوالِ حیات سنور سکیں۔ اسی سنتِ الٰہیہ پر سرکارِ دوعالم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اولیائے عظام اور علمائے حق آج تک عمل پیرا رہے ہیں۔

زیرِنظر باب میں چند تائبین کے دل گداز اور روح پرور واقعات بیان کئے جا رہے ہیں تا کہ مطالعہ کرنے والے اپنے اپنے حال کے مطابق گناہوں سے تائب ہونے کا شوق و ولولہ پائیں۔

۱۔ تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توبہ

قرآن حکیم کی سورۃ التوبہ میں تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبولِ توبہ کا ذکر اس طرح آیا ہے:

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ط حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ ط ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۝[۱]

اور ان تینوں شخصوں پر (بھی نظرِ رحمت فرمادی) جن (کے فیصلہ) کو مؤخر کیا گیا تھا

(۱) التوبة، ۹:۱۱۸

یہاں تک کہ جب زمین باوجود کشادگی کے ان پر تنگ ہوگئی اور (خود) ان کی جانیں (بھی) ان پر دوبھر ہوگئیں اور انہیں یقین ہوگیا کہ اللہ (کے عذاب) سے پناہ کا کوئی ٹھکانا نہیں بجزاس کی طرف (رجوع کے)، تب اللہ ان پر لطف وکرم سے مائل ہوا تاکہ وہ (بھی) توبہ و رجوع پر قائم رہیں، بے شک اللہ ہی بڑا توبہ قبول فرمانے والا،نہایت مہربان ہےo

اس توبہ کاتعلق تین صحابہ سے ہےجن کے نام یہ ہیں:

۱۔ کعب بن مالک

۲۔ مرارہ بن ربیع

۳۔ ہلال بن امیہ

یہ واقعہ غزوۂ تبوک کے موقع پر پیش آیا۔ اُس وقت مسلمان طرح طرح کی مشکلات میں گھرے ہوئے تھے۔ سخت گرمی کا موسم تھا۔ سفر بڑا طویل اور جاں گسل تھا۔ ایسا وقت بھی آیا کہ ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے۔ صرف ایک کھجور پر ہی رات بسر کرنا پڑتی۔ پانی اتنا کم یاب تھا کہ اونٹ ذبح کرکے ان کے پیٹ میں جو پانی ہوتا اس سے پیاس کو بجھاتے۔ حالات کی سنگینی کی وجہ سے بعض مخلص مسلمان بھی لڑکھڑا گئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی خصوصی توفیق سے سفر جہاد پر روانہ ہوئے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں جو روایت درج ہے، اس کے راوی خود ان تینوں میں سے ایک صحابی حضرت کعب بن مالک ﷛ ہیں۔ متفق علیہ روایت کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں۔

جن دنوں غزوہ تبوک کے لئے تیاری ہو رہی تھی میری صحت اور مالی حالت بہت اچھی تھی۔ میرے پاس سواری کے لئے دو اونٹنیاں تھیں۔ اس سے قبل کبھی میرے پاس سواری کے لئے دو جانور جمع نہیں ہوئے تھے۔ جمعرات کے دن حضور نبی اکرم ﷺ اپنے تیس ہزار جاں نثاروں کے ہمراہ تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ میں نے دل میں سوچا کہ چند ضروری کاموں

سے جلدی جلدی فارغ ہو کر لشکر کے ساتھ جا ملوں گا۔ پہلا دن بھی گزر گیا لیکن مجھے ان کاموں سے فراغت نہ ہوئی۔ دوسرا دن، پھر تیسرا دن بھی اسی طرح گزر گیا لیکن میں فارغ نہ ہوا۔ جب کئی دن گزر گئے تو میں نے خیال کیا کہ اب تو لشکر بہت دور چلا گیا ہوگا اور اب میرا جانا بے سود ہے۔ چنانچہ میں نے لشکر کے پیچھے جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ جب میں بازار جاتا تو مجھے ان لوگوں کے سوا جو نفاق کی تہمت سے مہتم تھے یا جو معذور تھے اور جنگ میں شرکت کے قابل نہ تھے، اور کوئی مسلمان دکھائی نہ دیتا۔ مجھے اپنی اس حرماں نصیبی پر بڑا دکھ ہوتا۔ ایک بار خیال آیا بھی کہ اگرچہ تاخیر ہوگئی ہے پھر بھی چلا جاتا ہوں۔ کاش میں ایسا کرتا! لیکن ایسا نہ کر سکا۔ وقت گزرتا گیا۔ یہاں تک کے حضور نبی اکرم ﷺ کے بخیر و عافیت واپس آنے کی اطلاعات آنے لگیں۔ مجھے رنج و غم نے آ لیا۔ میں سوچنے لگا کہ بارگاہِ رسالت میں اپنی اس غیر حاضری کے لئے کیا عذر پیش کروں۔ خود بھی غور و خوض کیا اور دیگر سے بھی مشورہ کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تو یکا یک تذبذب کی کیفیت جاتی رہی اور دل میں ٹھان لیا کہ سچ سچ عرض کر دوں گا اور اس بارگاہ میں اگر پناہ مل سکتی ہے تو سچ سے ہی مل سکتی ہے، جھوٹ بول کر تو مزید اپنے آپ کو رسوا ہی کرنا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے مسجد میں جا کر دو نفل ادا کرتے۔ اس کے بعد حضرت خاتون جنت ﷺ کے ہاں قدم رنجہ فرماتے اور اس کے بعد ازواج مطہرات کے حجروں کو زینت بخشتے۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ مسجد تشریف لے آئے اور نفلوں سے فارغ ہو کر بیٹھے تو منافقین گروہ در گروہ حاضر ہو کر جھوٹے بہانے پیش کرنے لگے اور حضور نبی اکرم ﷺ ان کے باطن کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تفویض کر کے ان کی ظاہری عذر داریوں کو قبول فرما لیتے۔ مجھے بھی بعض لوگوں نے ایسا ہی کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن میں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنی حرماں نصیبی کی سچی سچی داستان عرض کر دی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے میری عرض گزاشت کو سن کر فرمایا:

اَمَّا هٰذَا فَقَدْ صَدَقَ فَقُمْ حَتّٰى يَقْضِيَ اللهُ فِيْكَ. (۱)

---

(۱) ا۔ بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ، ۳: ۱۳۰۵، رقم: ۳۳۶۳

←

اس نے جو کچھ کہا ہے سچ ہے۔ جاؤ! اٹھو تمہارا فیصلہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

کئی لوگوں نے مجھے بڑی سرزنش کی کہ تم نے صاف گوئی سے کام لے کر اپنے آپ کو مصیبت میں گرفتار کروا دیا۔ میں نے خیال کیا کہ واپس جا کر کوئی عذر پیش کروں لیکن پھر معاً یہ خیال آیا کہ ایک گناہ تو یہ کیا کہ جہاد میں شریک نہیں ہوا اور دوسرا گناہ یہ کروں کہ بارگاہ نبوت میں جھوٹ بولوں، میں یہ جرأت ہرگز نہیں کروں گا۔ میں نے پوچھا کہ کسی اور کو بھی اسی قسم کا حکم ملا ہے تو بتایا گیا کہ ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع کو بھی یہی فرمایا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو ہمارے ساتھ بات چیت کرنے سے بھی منع فرما دیا۔ اب ہمارے ساتھ نہ کوئی ہم کلام ہوتا تھا اور نہ ہی ہمارے سلام کا کوئی جواب دیتا۔ ہمیں یوں محسوس ہونے لگا کہ یہ وہ لوگ ہی نہیں جو پہلے تھے اور جن کو ہم جانتے تھے۔ یہ وہ دیس ہی نہیں ہے جس میں ہم نے عمر گزاری بلکہ یہ کوئی نیا دیس ہے۔ جس کے کوچہ و بازار اور در و دیوار ہمارے لئے بالکل غیر مانوس ہیں۔ مجھے یہ اندیشہ کھائے جا رہا تھا کہ اگر اسی حالت میں موت آ گئی اور حضور نبی اکرم ﷺ نے نماز جنازہ نہ پڑھائی تو کیا بنے گا؟ میرے دیگر دونوں ساتھی تو رات دن گریہ و زاری میں گزار دیتے۔ انہیں دنیا و مافیہا کی خبر نہ تھی۔ انہوں نے تو باہر نکلنا ہی بند کر دیا تھا جبکہ میں کبھی کبھی بازار جاتا لیکن نہ کوئی مجھے سلام کہتا اور نہ کوئی میرے سلام کا جواب دیتا۔ ایک روز میں لوگوں کی سرد مہری سے تنگ آ کر اور مایوس ہو کر اپنے چچا زاد بھائی ابو قتادہ کے پاس چلا گیا جو اس وقت باغ میں تھا۔ مجھے اس سے بڑی محبت تھی۔ میں نے سلام کیا تو اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے کہا: اے بھائی! کیا تمہیں علم نہیں کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔

.... ۲۔ أیضاً، کتاب المغازي، باب حدیث کعب بن مالك وقول ﷻ وعلی الثلاثة الذین خلفوا، ۴: ۱۶۰۵، رقم: ۴۱۵۶

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب التوبه، باب حدیث توبة کعب بن مالك، ۴: ۲۱۲۰-۲۱۲۳، رقم: ۲۷۶۹

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۵۶-۴۵۷، رقم: ۱۵۸۲۷

۵۔ نسائي، السنن الکبریٰ، ۶: ۳۵۹، رقم: ۱۱۲۳۲

وہ چپ رہا، میں نے تین مرتبہ یہ جملہ دہرایا وہ بولا تک نہیں۔ آخر چوتھی بار جب میں نے اسے یہی بات کہی تو اس نے صرف اتنا کہا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ اُس وقت بے اختیار میرے آنسو بہہ نکلے اور میں وہاں سے شکستہ دل واپس چلا آیا۔ میں بازار سے گزر رہا تھا کہ شاہِ غسان کا ایک ایلچی مجھے تلاش کر رہا تھا۔ لوگوں نے اشارہ سے اسے میری طرف متوجہ کیا کہ یہ کعب ہے جسے تم تلاش کر رہے ہو۔ وہ میرے قریب آیا اور مجھے اپنے بادشاہ کا خط دیا۔ اس نے خط میں مجھے لکھا کہ ہم نے سنا ہے کہ تیرے صاحب نے تجھ پر بہت جفا کی ہے اور تیرے ساتھ ناروا سلوک کیا جا رہا ہے۔ تو ایسا نہیں کہ تیری توہین کی جائے۔ تو میرے پاس آ جا، دیکھ میں کس طرح تیری قدردانی کرتا ہوں۔ یہ پڑھ کر میں آگ بگولا ہوگیا اور میں نے اس خط کو نذرِ آتش کر دیا اور اسے کہا کہ اپنے بادشاہ کو کہنا کہ اس خط کا میرے پاس یہی جواب تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا: میری بدبختی ملاحظہ ہو کہ اب ایک کافر کو یہ جرأت ہو رہی ہے کہ میرے ایمان پر ڈاکہ ڈالے۔ اس رنج و الم میں چالیس دن گزر گئے۔ چالیسویں دن حکم ہوا کہ ہم اپنی بیویوں سے بھی الگ رہیں چنانچہ میں نے اپنی بیوی کو اس کے میکے بھیج دیا۔ میں نماز پڑھنے کے لئے مسجد نبوی جایا کرتا تھا اور حضور نبی اکرم ﷺ کو سلام عرض کیا کرتا اور پھر یہ دیکھتا کہ کیا لب مبارک کو جنبش ہوئی ہے۔ جب میں نماز میں مشغول ہوتا تو سرورِ دوعالم ﷺ اپنی نگاہِ لطف کو میری طرف مبذول فرماتے اور جب میں فارغ ہوتا تو اعراض فرما لیتے۔ یہ لمحے میرے لئے بڑے صبر آزما تھے۔ پچاسویں رات کو ہماری توبہ کی قبولیت کی آیت نازل ہوئی۔ صبح کی نماز کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ نے اعلان فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دوڑے ہوئے مبارک دینے آئے۔ سب سے پہلے جس نے مجھے یہ مژدہ جاں فزا سنایا وہ حمزہ الاسلمی تھے۔ میں نے فرطِ مسرت میں اپنے دونوں کپڑے اتار کر ان کی نذر کر دیے۔ پھر میں بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں حاضر ہوا۔ سب احباب جوق در جوق مجھے مبارک باد دینے آ رہے تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا چہرۂ انور خوشی سے چمک رہا تھا۔ مجھے دیکھا تو فرمایا: جب سے تیری ماں نے تجھے جنا ہے یہ تیری زندگی کا بہترین دن ہے، مبارک ہو۔

یہ ان تین پاک بازوں کا ذکر ہے جنہوں نے منافقوں کی طرح اللہ کے رسول ﷺ کی

جناب میں جھوٹ بولنے کی گستاخی نہیں کی اور آخر کار اللہ تعالیٰ کی نگاہِ لطف و عطا ان کی طرف مائل ہوئی اور ایسا ابر رحمت بخشا کہ قیامت تک ان کی توبہ کا ذکر متن قرآن بن گیا۔

۲۔ حضرت ابولبابہ ﷺ کی توبہ کا واقعہ

غزوۂ خندق کے دوران بنوقریظہ کے یہود نے معاہدے کے مطابق مسلمانوں کا ساتھ دینے کے بجائے کفار کے ہاتھ مضبوط کئے اور اس طرح انتہائی نامساعد حالات میں غداری کا ارتکاب کیا۔ غزوۂ خندق ختم ہوا تو جبریل امین ؑ نازل ہوئے اور رب ذوالجلال کی طرف سے بنی قریظہ کے یہودیوں کے خلاف اقدام کا پیغام سنایا۔[1] احکامِ الٰہی کی بجاآوری کرتے ہوئے، فرمانِ نبوی کے مطابق حضرت بلال ؓ نے بنوقریظہ کے یہود کے خلاف تیاری کا حکم سنایا، اور عصر کی نماز کے وقت مسلمانوں نے بنوقریظہ کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ وہ باہر نکل کر مقابلہ کرنے کے بجائے قلعہ کے حصار میں مقید ہو گئے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں غیر مشروط اطاعت تسلیم کرنے کا پیغام دیا۔ لیکن ضد، ہٹ دھرمی اور انا پرستی بنوقریظہ کی سوچ کا مرکز ومحور بنی رہی۔ بعض قابلِ عمل تجاویز کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا گیا۔ وہ آپس میں باہم مشورے کرتے رہے کہ اب کیا کیا جائے؟ ان کی نگاہیں بار بار قریش کی طرف اٹھ رہی تھیں کہ وہ ان کی مدد کو پہنچیں گے، لیکن یہ خیال خیال خام ثابت ہوا، وہ حملہ آور جو ایک ماہ تک مدینہ کا محاصرہ کرنے کے بعد ابھی ابھی اپنے گھروں کو لوٹے تھے، تھکان اور شرمساری ان کے اعصاب پر سوار تھی۔ وہ اس پوزیشن میں نہ تھے کہ بنوقریظہ کی مدد کے لئے اپنے گھروں کو ایک بار پھر خیر باد کہتے۔ اس لئے ان کی طرف سے کسی فوری کمک کی امید رکھنا احمقوں کی جنت میں بسنے کے مترادف تھا۔

بنونضیر کا معاملہ بھی جدا تھا، وہ مدینہ سے ذلیل ہو کر جلا وطن ہوئے تھے۔ وہ مسلمانوں کے خلاف درپردہ سازشوں میں تو مصروف رہتے تھے لیکن براہ راست مسلمانوں سے ٹکر لینے کی ہمت ان میں نہیں تھی۔ اس لئے خیبر کی جانب سے بھی بنوقریظہ کسی فوری مدد کی توقع نہ رکھتے تھے۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا کہ یا تو وہ مسلمانوں سے فیصلہ کن معرکہ

---

(۱) بیہقی، دلائل النبوۃ، ۴:۸

آرائی کے لئے اپنے قلعوں سے باہر نکل آئیں یا پھر غیر مشروط اطاعت اختیار کر لیں۔ غیر مشروط اطاعت اختیار کرنے کی راہ میں ان کی جھوٹی اَنا آڑے آ رہی تھی اور مسلمانوں سے جنگ کا حوصلہ وہ خود نہ کر پاتے تھے۔ یہودیوں نے آخری کوشش یہ کی کہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں درخواست گزار ہوئے کہ ہمارے حلیف حضرت ابولبابہ کو ہماری طرف بھیجا جائے۔

ہادی برحق ﷺ نے ان کی اس درخواست کو شرف قبولیت سے نوازا۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ جب ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنی عورتوں کو وہاں جمع کر رکھا تھا۔ حضرت ابولبابہ کو دیکھ کر ان کی عورتوں نے واویلا شروع کر دیا، گریہ و زاری کرنے لگیں اور اپنے مصائب کا ذکر کرنے لگیں۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ ان کی آہ و فغاں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ یہود کے سردار کعب بن اسد نے ان سے مشورہ کیا کہ کیا غیر مشروط اطاعت مان لیں؟ انہوں نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا، جس کا مطلب تھا کہ تم قتل کر دیے جاؤ گے۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو احساس ہوا کہ انہیں یہ بات نہیں کہنی چاہئے تھی۔ ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور ندامت کے باعث ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ خاموشی سے واپس آ گئے۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے ضمیر پر اتنا بوجھ تھا کہ وہ اپنے آقا ﷺ کا سامنا نہ کر سکے اور مسجد نبوی میں آ کر اپنے آپ کو ایک ستون سے باندھ لیا کہ جب تک اللہ تعالیٰ توبہ قبول نہ کرے گا وہ اسی طرح بندھے رہیں گے۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ واپس تشریف لائے تو فرمایا:

لَوْ جَاءَ نِيْ لَا سْتَغْفَرْتُ لَهُ.(۱)

اگر ابولبابہ میرے پاس آ جاتے تو ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی کی درخواست کرتا۔

اب جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ روایات میں ہے کہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ چھ روز تک ستون

---

(۱) ۱۔ ابن کثیر، البداية والنهاية، ۴:۱۱۹
۲۔ ابن ہشام، السيرة النبوية، ۴:۱۹۷
۳۔ حلبی، السيرة الحلبية، ۲:۶۶۴

کے ساتھ بندھے رہے۔ ایک روایت میں بیس دن کا ذکر ہے۔ نماز اور رفع حاجت کے وقت ان کی بیوی یا بیٹی آ کر انہیں کھول دیتیں اور پھر انہیں اسی طرح باندھ دیا جاتا، تا آنکہ ایک روز حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی اکرم ﷺ کو سحر کے وقت مسکراتے ہوئے دیکھا۔ عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ آپ کو اسی طرح مسکراتا رکھے، آپ کس بات پر مسکرا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ابو لبابہ کی توبہ قبول کر لی ہے۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں انہیں اس کی اطلاع کر دوں؟ فرمایا: ہاں انہیں بتا دو۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے دروازے میں کھڑے ہو کر فرمایا: 'ابو لبابہ! تمہیں مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے'۔ لوگ انہیں کھولنے کے لئے دوڑے، انہوں نے کہا: خدا کی قسم! مجھے حضور نبی اکرم ﷺ اپنے ہاتھ سے کھولیں گے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نماز کے لئے تشریف لائے تو انہیں اپنے دست مبارک سے کھولا۔ حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ خداوندی میں اپنی توبہ کی قبولیت پر اپنا سارا مال صدقہ کر دینا چاہا تو رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

يُجْزِئُکَ الثُّلُثُ يَا أَبَا لُبَابَةَ.(۱)

تمہارے لئے اپنے مال کا صرف تیسرا حصہ صدقہ کر دینا کافی ہے۔

امام زہری سے قرآن مجید کی آیت مبارکہ - ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُوْنُوْا اَمَانَاتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَo﴾(۲) 'اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول (ﷺ) سے (ان کے حقوق کی ادائیگی میں) خیانت نہ کیا کرو اور نہ آپس کی امانتوں میں خیانت کیا کرو حالاں کہ تم (سب حقیقت) جانتے ہوo' - کے بارے میں مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں بنو قریظہ کی طرف بھیجا تھا تو انہوں نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اُن (بنو قریظہ) کو قتل کیے جانے (کے

(۱) ۱۔ ابن عبد البر، التمهيد، ۲۰:۸۴

۲۔ ابن جوزی، زاد المسير، ۳:۳۴۴

۳۔ صالحی، سبل الهدىٰ والرشاد، ۴:۱۹

(۲) الأنفال، ۸:۲۷

فیصلہ) کی خبر دے دی تھی۔ (اس خیانت پر جب شدید ندامت ہوئی تو) ابولبابہ ﷛ نے کہا:

لَا، وَاللهِ، لَا أَذُوْقُ طَعَامًا وَلَا شَرَابًا حَتّٰى أَتُوْبَ وَيَتُوْبُ اللهُ عَلَيَّ، فَمَكَثَ سَبْعَةَ أَيَّامٍ، لَا يَذُوْقُ فِيْهَا طَعَامًا وَلَا شَرَابًا حَتّٰى يَخِرَّ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ، ثُمَّ تَابَ اللهُ عَلَيْهِ. فَقِيْلَ لَهُ: يَا أَبَا لُبَابَةَ، قَدْ تِيْبَ عَلَيْكَ. قَالَ: لَا، وَاللهِ، لَا أَحُلُّ نَفْسِي حَتّٰى يَكُوْنَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ هُوَ يَحُلُّنِي. فَجَاءَ فَحَلَّهُ بِيَدِهِ. ثُمَّ قَالَ لَهُ أَبُوْ لُبَابَةَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَهْجُرَ دَارَ قَوْمِي الَّتِي أُصِبْتُ فِيْهَا الذَّنْبَ وَأَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي كُلِّهٖ صَدَقَةً إِلَى اللهِ. (1)

بخدا! میں نہ کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا حتیٰ کہ میں توبہ کر لوں اور اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول بھی فرما لے۔ سات دن انہوں نے نہ کچھ کھایا نہ پیا آخر کار بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرما لی۔ (حضرت ابولبابہ ﷛ نے خود کو مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ رکھا تھا)۔ انہیں کہا گیا: اے ابولبابہ! تیری توبہ قبول ہو گئی۔ انہوں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں خود کو نہیں کھولوں گا جب تک کہ رسول اللہ ﷺ مجھے خود نہ کھولیں۔ چنانچہ حضور نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے انہیں کھول دیا۔ پھر ابولبابہ ﷛ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ بھی میری توبہ کا حصہ ہے کہ میں اپنا خاندانی گھر چھوڑتا ہوں جس میں رہتے ہوئے مجھ سے یہ گناہ سرزد ہوا، اور میں اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔

حضرت ابو لبابہ ﷛ نے اپنے ضمیر کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے خود احتسابی کی ایک ایسی مثال قائم کی جو آج بھی ہمارے لئے مینارہ نور ہے۔ مسجد نبوی کے جس ستون کے ساتھ آپ نے خود کو باندھ لیا تھا وہ آج بھی ریاض الجنۃ میں ستون ابی لبابہ کے نام سے

---

(۱) ۱۔ عبد الرزاق، المصنف، ۵:۴۰۶، رقم: ۹۷۴۵

۲۔ ابن عبد البر، التمهيد، ۲۰:۸۳

۳۔ ابن قدامة، التوابين: ۱۰۲

موجود ہے۔ (۱)

۳۔ نیک اعمال وسیلۂ نجات

تین اشخاص ایک سفر کے دوران طوفان باد و باراں میں گھر گئے۔ اس سے بچنے کی خاطر انہوں نے ایک پہاڑ کی غار میں پناہ لی۔ اچانک غار کا دہانہ پہاڑی تودہ گرنے سے بالکل بند ہوگیا اور وہ تینوں اس میں بند ہوکر رہ گئے۔ جب موت کے سوا دوسرا کوئی راستہ دکھائی نہ دیا تو تینوں افراد اپنے اخلاص کے مقام پر کئے گئے عمل کا وسیلہ اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور معافی کے خواستگار ہوئے۔ وہ کون سے نیک اعمال تھے اور کیسے ان کی رہائی ممکن ہوئی درج ذیل حدیث مبارکہ میں اسی عظیم الشان واقعہ کی نقاب کشائی کی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

بَيْنَمَا ثَـلَاثَةُ نَفَرٍ يَتَمَشَّوْنَ أَخَذَهُمُ الْمَطَرُ، فَأَوَوْا إِلَى غَارٍ فِي جَبَلٍ، فَانْحَطَّتْ عَلَى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ، فَانْطَبَقَتْ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: انْظُرُوا أَعْمَالًا عَمِلْتُمُوهَا صَالِحَةً لِلّٰهِ، فَادْعُوا اللهَ تَعَالَى بِهَا، لَعَلَّ اللهَ يَفْرُجُهَا عَنْكُمْ، فَقَالَ أَحَدُهُمْ: اَللّٰهُمَّ! إِنَّهُ كَانَ لِي وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، وَامْرَأَتِي، وَلِي صِبْيَةٌ صِغَارٌ، أَرْعَى عَلَيْهِمْ، فَإِذَا أَرَحْتُ عَلَيْهِمْ حَلَبْتُ، فَبَدَأْتُ بِوَالِدَيَّ، فَسَقَيْتُهُمَا قَبْلَ بَنِيَّ، وَأَنَّهُ نَأَى بِي ذَاتَ يَوْمٍ الشَّجَرُ، فَلَمْ آتِ حَتَّى أَمْسَيْتُ، فَوَجَدْتُهُمَا قَدْ نَامَا، فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ أَحْلُبُ، فَجِئْتُ بِالْحِلَابِ، فَقُمْتُ عِنْدَ رُءُوسِهِمَا، أَكْرَهُ أَنْ

---

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۲:۷۴
۲۔ طبری، تاریخ الأمم والملوك، ۲:۵۳
۳۔ ابن کثیر، البدایہ و النہایہ، ۴:۱۱۹
۴۔ صالحی، سبل الھدیٰ والرشاد، ۴:۱۹

أُوقِظَهُمَا مِنْ نَوْمِهِمَا، وَأَكْرَهُ أَنْ أَسْقِيَ الصِّبْيَةَ قَبْلَهُمَا، وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ، فَلَمْ يَزَلْ ذٰلِكَ دَأْبِي وَدَأْبَهُمْ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا فُرْجَةً، نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ فَفَرَجَ اللّٰهُ مِنْهَا فُرْجَةً، فَرَأَوْا مِنْهَا السَّمَاءَ، وَقَالَ الْآخَرُ: اَللّٰهُمَّ! إِنَّهُ كَانَتْ لِي ابْنَةُ عَمٍّ، أَحْبَبْتُهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ، وَطَلَبْتُ إِلَيْهَا نَفْسَهَا، فَأَبَتْ حَتَّى آتِيَهَا بِمِائَةِ دِينَارٍ، فَتَعِبْتُ حَتَّى جَمَعْتُ مِائَةَ دِينَارٍ فَجِئْتُهَا بِهَا، فَلَمَّا وَقَعْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا، قَالَتْ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ! اتَّقِ اللّٰهَ، وَلَا تَفْتَحِ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَقُمْتُ عَنْهَا، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا فُرْجَةً، فَفَرَجَ لَهُمْ، وَقَالَ الْآخَرُ: اَللّٰهُمَّ! إِنِّي كُنْتُ اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقِ أَرُزٍّ، فَلَمَّا قَضَى عَمَلَهُ قَالَ: أَعْطِنِي حَقِّي، فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ فَرَقَهُ، فَرَغِبَ عَنْهُ، فَلَمْ أَزَلْ أَزْرَعُهُ حَتَّى جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا، وَرِعَاءَ هَا، فَجَاءَ نِي، فَقَالَ: اتَّقِ اللّٰهَ، وَلَا تَظْلِمْنِي حَقِّي، قُلْتُ: اذْهَبْ إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ وَرِعَائِهَا، فَخُذْهَا، فَقَالَ: اتَّقِ اللّٰهَ، وَلَا تَسْتَهْزِءُ بِي، فَقُلْتُ: إِنِّي لَا أَسْتَهْزِءُ بِكَ، خُذْ ذٰلِكَ الْبَقَرَ وَرِعَاءَهَا، فَأَخَذَهُ، فَذَهَبَ بِهِ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ لَنَا مَا بَقِيَ، فَفَرَجَ اللّٰهُ مَا بَقِيَ.[1]

تین آدمی جا رہے تھے کہ ان کو بارش نے آ لیا تو انہوں نے پہاڑ کے ایک غار میں پناہ لی، اتنے میں غار کے منہ پر پہاڑ کی ایک چٹان آ گری اور یہ لوگ بند ہو گئے، پھر انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: جو اللہ تعالیٰ کے لیے نیک اعمال کیے ہیں ان پر

---

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب قصة أصحاب الغار الثلاثة والتوسل بصالح الأعمال، ۴:۲۰۹۹، رقم: ۲۷۴۳

غور کرو اور ان اعمال کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، شاید اللہ تعالیٰ تم سے یہ مصیبت دور کر دے۔ سو ان میں سے ایک نے دعا کی: اے اللہ! میرے بوڑھے ماں باپ تھے، میری بیوی تھی اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے، میں بکریاں چراتا تھا، جب میں واپس آتا تو دودھ دوہتا اور اپنے بچوں سے پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا، ایک دن درختوں نے مجھے دور پہنچا دیا، اور میں رات سے پہلے نہ لوٹ سکا۔ جب میں آیا تو ماں باپ سو چکے تھے۔ میں نے حسبِ معمول دودھ دوہیا اور ایک برتن میں دودھ ڈال کر ماں باپ کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ میں ان کو نیند سے بیدار کرنا ناپسند کرتا تھا اور ان سے پہلے بچوں کو دودھ پلانا بھی پسند نہیں تھا حالانکہ بچے میرے قدموں میں چیخ رہے تھے۔ فجر طلوع ہونے تک میرا اور میرے والدین کا یونہی معاملہ رہا۔ اے اللہ! یقیناً تجھے علم ہے کہ میں نے یہ عمل تیری رضا کے لیے کیا تھا، تو ہمارے لیے کچھ کشادگی کر دے اور ہم اس غار سے آسمان کو دیکھ لیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے کچھ کشادگی کر دی اور انہوں نے اس غار سے آسمان کو دیکھ لیا۔ پھر دوسرے آدمی نے دعا کی: اے اللہ! میری ایک عم زاد تھی جس سے میں بہت محبت کرتا تھا۔ جیسا کہ مردوں کو عورتوں سے لگاؤ ہوتا ہے، میں نے اس سے مقاربت کی درخواست کی، اس نے انکار کیا اور کہا: پہلے سو دینار لاؤ۔ میں نے بہت مشقت کر کے سو دینار جمع کیے۔ میں اس کے پاس وہ دینار لے کر گیا۔ جب میں اس کے ساتھ جنسی عمل کرنے کے لیے بیٹھا تو اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر اور ناجائز طریقہ سے مہر نہ توڑ۔ سو میں اسی وقت اس سے الگ ہو گیا، اے اللہ! تجھے یقیناً علم ہے کہ میں نے یہ فعل تیری رضا کے لیے کیا تھا۔ پس تو ہمارے لیے اس غار کو کچھ کھول دے تو اللہ تعالیٰ نے غار کو (مزید) کھول دیا۔ اور تیسرے شخص نے کہا: اے اللہ! میں نے ایک شخص کو ایک فرق (ایک پیمانہ آٹھ کلو گرام) چاولوں کی اجرت پر رکھا تھا، جب اس نے اپنا کام پورا کر لیا تو اس نے کہا مجھے میری اجرت دو۔ میں نے اس کو مقررہ اجرت دے دی۔ اس نے اس سے اعراض کیا۔ میں ان چاولوں کی

کاشت کرتا رہا حتیٰ کہ میں نے اس (کی آمدنی) سے بیل اور چرواہے جمع کر لیے۔ پھر ایک دن وہ شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا، اللہ سے ڈرو اور میرا حق نہ مارو۔ میں نے کہا یہ بیل اور چرواہے لے جاؤ اور اپنا حق لے لو۔ اس نے کہا اللہ سے ڈرو اور میرے ساتھ مذاق نہ کرو۔ میں نے کہا میں تمہارے ساتھ مذاق نہیں کرتا۔ یہ بیل اور چرواہے لے لو۔ وہ ان کو لے کر چلا گیا۔ تجھ کو یقیناً علم ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضا جوئی کے لیے کیا تھا تو اب تو غار کا باقی ماندہ منہ بھی کھول دے۔ سو اللہ نے غار کا باقی ماندہ منہ بھی کھول دیا۔

۴۔ عظیم توبہ

کوئی بھی انسان گناہوں سے یکسر پاک نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ بہت پسند ہے جو صدقِ دل سے اپنے گناہ پر ملامت و ندامت محسوس کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور معافی کا طلب گار رہے۔ تائبین کے ہزاروں واقعات ہمیں دعوت فکر و عمل دیتے ہیں۔ سچی توبہ مانگنے میں اگرچہ بظاہر چند زبانی الفاظ کا سہارا لیا جاتا ہے لیکن اس کے پیچھے انسان ندامت و شرمندگی کے پہاڑ اٹھائے ہوتا ہے۔ ندامت اور پشیمانی کا یہ وزن ہی اس کے کمال اخلاص کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ تاریخ انسانی میں ایسے توبہ کرنے والے ہو گزرے ہیں جو قبولِ توبہ کی خاطر اپنی زندگی اذیت اور کربناک لمحات کے سپرد کر کے جان سے گزر گئے۔ احادیث مبارکہ میں بیان کردہ متعدد واقعات میں سے ایک مرد صحابی اور ایک خاتون صحابیہ کے واقعات بیان کئے جاتے ہیں جنہوں نے کسی کے کہے بغیر خود اقبال جرم کیا اور خود کو پاک کرنے کے لئے اپنی جانیں جاں آفریں کے سپرد کر دیں اور تاریخ انسانی میں ایسی توبہ رقم کر دی جس پر حوصلہ اور بہادری خود انگشت بدنداں ہیں۔ حضرت عمران بن حصین ﷺ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ أَتَتْ نَبِيَّ اللهِ ﷺ، وَهِيَ حُبْلَى مِنَ الزِّنَى، فَقَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللهِ! أَصَبْتُ حَدًّا، فَأَقِمْهُ عَلَيَّ، فَدَعَا نَبِيُّ اللهِ ﷺ وَلِيَّهَا، فَقَالَ: أَحْسِنْ

إِلَيْهَا، فَإِذَا وَضَعَتْ فَأْتِنِي بِهَا، فَفَعَلَ، فَأَمَرَ بِهَا نَبِيُّ اللهِ ﷺ، فَشُكَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا، فَرُجِمَتْ، ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: تُصَلِّي عَلَيْهَا يَا نَبِيَّ اللهِ! وَقَدْ زَنَتْ، فَقَالَ: لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً، لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَوَسِعَتْهُمْ، وَهَلْ وَجَدْتَ تَوْبَةً أَفْضَلَ مِنْ أَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا لِلّٰهِ تَعَالٰى.[1]

قبیلہ جہینہ کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی درآں حالیکہ وہ زنا سے حاملہ تھی، اس نے عرض کیا: یا نبی اللہ! میں نے لائق حد جرم کیا ہے، آپ مجھ پر حد قائم کیجئے۔ نبی ﷺ نے اس کے سرپرست کو بلایا اور فرمایا: اس کی اچھی طرح نگہداشت کرنا اور جب اس کا حمل وضع ہوجائے تو اسے میرے پاس لے کر آنا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ پھر نبی ﷺ نے اس کے کپڑے کس کر باندھنے کا حکم دیا (تاکہ اس کی بے پردگی نہ ہو) پھر آپ کے حکم سے اس کو رجم کردیا گیا، پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، حضرت عمر نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اس کی نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں حالانکہ یہ زانیہ ہے! آپ نے فرمایا اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کو مدینہ کے ستر آدمیوں پر تقسیم کیا جائے تو انہیں کافی ہوگی۔ اور کیا تم نے اس سے افضل کوئی توبہ دیکھی ہے کہ اس (توبہ کرنے والے) نے اللہ کے لیے اپنی جان دے دی ہو!

۵۔ حضرت ماعز بن مالک ﷛ کی توبہ

حضرت ماعز بن مالک ﷛ کی توبہ عظیم توبہ تھی۔ ان کی توبہ کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ان کی توبہ کو تمام امت پر تقسیم کر دیا جائے تو یہ سب کے لیے کافی

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسه بالزنی، ۳:۱۳۲۴، رقم:۱۶۹۶

ہوگی۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے پاک کر دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا:

وَيْحَکَ، ارْجِعْ، فَاسْتَغْفِرِ اللهَ، وَتُبْ إِلَيْهِ، قَالَ: فَرَجَعَ غَيْرَ بَعِيْدٍ، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، طَهِّرْنِي، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: وَيْحَکَ، ارْجِعْ، فَاسْتَغْفِرِ اللهَ، وَتُبْ إِلَيْهِ، قَالَ: فَرَجَعَ غَيْرَ بَعِيْدٍ، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، طَهِّرْنِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مِثْلَ ذَالِکَ، حَتّٰى إِذَا کَانَتِ الرَّابِعَةُ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: فِيْمَ أُطَهِّرُکَ؟ فَقَالَ: مِنَ الزِّنٰى، فَسَأَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَبِهٖ جُنُوْنٌ؟ فَأُخْبِرَ أَنَّهٗ لَيْسَ بِمَجْنُوْنٍ، فَقَالَ: أَشَرِبَ خَمْرًا؟ فَقَامَ رَجُلٌ: فَاسْتَنْکَهَهٗ، فَلَمْ يَجِدْ مِنْهُ رِيْحَ خَمْرٍ، قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَزَنَيْتَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، فَأَمَرَ بِهٖ، فَرُجِمَ، فَکَانَ النَّاسُ فِيْهِ فِرْقَتَيْنِ، قَائِلٌ يَقُوْلُ: لَقَدْ هَلَکَ لَقَدْ أَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْئَتُهٗ، وَقَائِلٌ يَقُوْلُ: مَا تَوْبَةٌ أَفْضَلَ مِنْ تَوْبَةِ مَاعِزٍ، أَنَّهٗ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَوَضَعَ يَدَهٗ فِي يَدِهٖ ثُمَّ قَالَ: اقْتُلْنِي بِالْحِجَارَةِ، قَالَ: فَلَبِثُوْا بِذَالِکَ يَوْمَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً، ثُمَّ جَاءَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ، وَهُمْ جُلُوْسٌ، فَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ: اسْتَغْفِرُوْا لِمَاعِزِ بْنِ مَالِکٍ، قَالَ: فَقَالُوْا: غَفَرَ اللهُ لِمَاعِزِ بْنِ مَالِکٍ، قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ أُمَّةٍ لَوَسِعَتْهُمْ.(1)

---

(1) ١۔ مسلم، الصحيح، کتاب الحدود، باب من اعترف على نفسه بالزنى، ۳:۱۳۲۱-۱۳۲۲، رقم:۱۶۹۵

۲۔ نسائي، السنن الکبرى، ۴:۲۷۶، رقم:۷۱۶۳،

۳۔ دار قطني، السنن، ۳:۹۱، رقم:۳۹،

۴۔ أبو عوانة، المسند، ۴:۱۳۴-۱۳۵، رقم:۶۲۹۲

۵۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۵:۱۱۸، رقم:۴۸۴۳

تیرا ناس ہو، جاؤ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، اور توبہ کرو۔ اُنہوں نے پھر تھوڑی دیر بعد آ کر عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے پاک کر دیجئے، آپ ﷺ نے پھر اُسی طرح فرمایا، اُنہوں نے پھر تھوڑی دیر بعد آ کر عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے پاک کر دیجئے، آپ ﷺ نے پھر اُسی طرح فرمایا، حتیٰ کہ چوتھی بار اُن سے آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: میں تمہیں کس چیز سے پاک کروں؟ اُنہوں نے عرض کیا: زنا سے۔ آپ ﷺ نے (لوگوں سے) اُن کے متعلق پوچھا: اِس کا ذہنی توازن تو خراب نہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نہیں، وہ کوئی پاگل نہیں ہے، آپ ﷺ نے پوچھا: کیا اِس نے شراب پی ہے؟ ایک شخص نے کھڑے ہو کر اُن کا منہ سونگھا تو شراب کی بدبو محسوس نہیں کی، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے زنا کیا ہے؟ اُنہوں نے عرض کیا: ہاں، پھر آپ ﷺ نے اُنہیں رجم کرنے کا حکم دیا، اِس کے بعد حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے متعلق لوگوں کے دو گروہ بن گئے، بعض کہتے: ماعز ہلاک ہو گئے اور اِس گناہ نے اُنہیں گھیر لیا اور بعض لوگ کہتے: ماعز کی توبہ سے کسی کی توبہ افضل نہیں ہے کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے کر عرض کیا: مجھے پتھروں سے مار ڈالیے، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو، تین دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہی اختلاف رہا، پھر ایک دن حضور نبی اکرم ﷺ تشریف لائے درآں حالیکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ سلام کرنے کے بعد تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: ماعز بن مالک کے لیے استغفار کرو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اللہ تعالیٰ ماعز بن مالک کی مغفرت فرمائے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ماعز نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اسے تمام اُمت پر تقسیم کر دیا جائے تو (بخشش کے لیے) سب کو کافی ہو گی۔

۶۔ اُموی شہزادہ کی لہو ولعب سے توبہ

موسیٰ بن محمد بن سلیمان ہاشمی ایک نہایت ہی عیاش، تماش بین اور آخرت سے بے فکر اموی شہزادہ تھا۔ سالانہ اربوں کی آمدنی کو غلاموں، لونڈیوں، کھیل تماشوں اور بدکرداریوں کی

نذر کر دیتا۔ ایک روز شراب کے نشے میں دُھت حسبِ معمول کنیزوں اور لونڈیوں کے ہمراہ گانے بجانے میں مصروف تھا۔ اسی لہو و لعب کے دوران کہیں دور سے ایک دردناک اور دل گداز آواز نے اسے بے چین کر دیا۔ طبیعت میں تغیر آ گیا۔ کہنے لگا: سب گانے بند کرو اور سنو یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے۔ اس کے پڑھنے والے کو میرے پاس لے آؤ۔ وہاں قریب ایک مسجد تھی جہاں خشیتِ الٰہی میں سوختہ ایک لاغر و ناتواں نوجوان مولیٰ کی یاد میں تڑپ تڑپ کر عجیب کیف و سرور میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور اپنی مناجات پیش کر رہا تھا۔ غلاموں نے اسے شہزادے کے سامنے پیش کر دیا۔ شہزادے نے کہا: مجھے بھی وہ لاہوتی نغمات سناؤ جو تم ابھی پڑھ رہے تھے اور جنھوں نے میرے من میں آگ سی لگا دی ہے۔ جوان نے کلام الٰہی پڑھنا شروع کیا:

إِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍo عَلَی الْاَرَآئِکِ یَنْظُرُوْنَo تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِo یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍo خِتٰمُهٗ مِسْکٌ ط وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ o وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ oعَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَo(۱)

بے شک نیکوکار (راحت ومسرت سے) نعمتوں والی جنت میں ہوں گےo تختوں پر بیٹھے نظارے کر رہے ہوں گےo آپ ان کے چہروں سے ہی نعمت و راحت کی رونق اور شگفتگی معلوم کر لیں گےo انہیں سر بہ مہر بڑی لذیذ شرابِ طہور پلائی جائے گیo اس کی مُہر کستوری کی ہو گی، اور (یہی وہ شراب ہے) جس کے حصول میں شائقین کو جلد کوشش کر کے سبقت لینی چاہیے (کوئی شرابِ نعمت کا طالب و شائق ہے، کوئی شرابِ قربت کا اور کوئی شرابِ دیدار کا، ہر کسی کو اس کے شوق کے مطابق پلائی جائے گی)o اور اس (شراب) میں آبِ تسنیم کی آمیزش ہو گیo (یہ تسنیم) ایک چشمہ ہے جہاں سے صرف اہلِ قربت پیتے ہیںo

---

(۱) المطففین، ۸۳:۲۲-۲۸

ان آیاتِ مقدسہ نے شہزادے کو بے تاب کر دیا اور اس جوان سے لپٹ گیا۔ صحن میں بوریا بچھا کر جوان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ وہ اس جوان سے اللہ کے وعدے، آخرت کی نعمتیں، حسن مطلق کے دیدار کی باتیں بزبان آیاتِ قرآنی سنتا جاتا اور تڑپ تڑپ اٹھتا تھا۔ پھر وہ یوں تائب ہوا کہ سب کچھ راہ خدا میں لٹا دیا۔ غلاموں، کنیزوں، لونڈیوں کو آزاد کر دیا اور خود نوجوان کے ہمراہ ٹاٹ کا لباس پہن کر ننگے پاؤں مکہ معظّمہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ حج کیا اور وہیں مقیم ہو گیا، پھر قربِ حق کی منزلوں کا ایسا مسافر ہوا کہ اس کی طلب میں دورانِ طواف جان حق تعالیٰ کے حضور پیش کر دی۔

اس کے آخری الفاظ یہ تھے:

> اے میرے مالک! تیری خبر نہ تھی۔ بے خبری میں ہر نافرمانی کا مرتکب ہوتا رہا۔ اے بلندی والے رب! میرا حال برا ہے۔ میں تیرا غلام ہوں۔ مجھے بتا تجھے چھوڑ کر کدھر جاؤں! غلام برا یا اچھا پلٹ کر آخر اپنے مالک ہی کے پاس آتا ہے۔ میری مغفرت فرما دے۔ اس کے سوا میری کوئی خواہش نہیں۔ چیختا تڑپتا اسی عرض گزاشت کے ساتھ رب العزت کے حضور پیش ہو گیا۔ (۱)

۷۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام اور یوم حساب کا خوف

حضرت یحییٰ ابھی چار برس کے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گریہ و زاری اور طلب مغفرت ان کے معمولات میں شامل ہو گیا تھا۔ ان کے والد گرامی اللہ کے نبی حضرت زکریا علیہ السلام جب بھی مجلس میں عذاب اور حساب کتاب کی بات کرتے تو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسوؤں کی برسات لگ جاتی اور کئی کئی دن کھانا پینا چھوڑ دیتے۔ چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام نے ان کی کثرتِ آہ و بکا اور گریہ و زاری کے پیش نظر ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت کی باتیں کرنا ترک کر دیں۔ مجلس میں جب حضرت یحییٰ علیہ السلام بیٹھے ہوتے تو رحمت، بخشش اور جنت کی باتیں کرتے جب کہ ان کا دل تو آہ و بکا اور گریہ زاری چاہتا تھا۔ چنانچہ ایک دن وہ

(۱) ابن قدامہ، التوابین: ۱۸۶

ایک ستون کی اوٹ میں چھپ کر خطاب سننے لگے۔ حضرت زکریا علیہ السلام انہیں مجلس میں نہ دیکھ سکے تو انہوں نے خشیت اور خوفِ الٰہی کے بارے میں بیان شروع کیا۔ جیسے ہی بیان شروع کیا تو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی چیخ نکل گئی۔ زار و قطار رونے لگے حتیٰ کہ بے ہوش ہوکر زمین پر گر پڑے۔

حضرت زکریا علیہ السلام انہیں اٹھا کر گھر لے آئے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا کھانا پینا چھوٹ گیا اور روتے روتے اسی حالت میں گھر سے باہر نکل گئے اور پہاڑوں میں جا پہنچے۔ تین دن اور تین راتیں سجدوں اور آہ و بکا میں گزر گئیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ و زاری اور معافی طلب کرتے رہے۔ والدین تلاش کرتے کرتے بالآخر انہی پہاڑوں کی طرف آ پہنچے۔ وہاں ایک چرواہے کو بکریاں چراتے پایا۔ اس سے پوچھا کہ اس عمر کا معصوم سا خوبصورت بچہ تم نے کہیں دیکھا ہے؟ اس نے کہا: میں نے بچہ تو کوئی نہیں دیکھا البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ آج تیسرا دن ہے۔ اس غار سے کسی بچے کے دھاڑیں مار مار کر رونے کی آوازیں آ رہی ہیں۔ اس کے گریہ و بکا میں کچھ ایسا سوز ہے کہ تب سے میری بکریوں نے بھی کھانا پینا چھوڑ رکھا ہے اور وہ مسلسل اس غار کے دہانے پر کھڑی ہیں اور ان کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے سنا تو فرمانے لگے: یہ تو میرا لختِ جگر یحییٰ ہی ہوسکتا ہے۔ غار کے اندر پہنچے تو قدموں کی آہٹ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے کانوں میں پڑی۔ آپ آنکھ بند کئے ہوئے سجدہ میں تھے۔ وہ سمجھے کہ ملک الموت روح قبض کرنے آن پہنچا ہے۔ سجدہ سے سر اٹھایا اور بولے: اے ملک الموت! تھوڑی مہلت دے دو تاکہ میں گھر جا کر اپنے والدین سے معافی مانگ لوں۔

آپ کے والد فرمانے لگے: اے میرے بیٹے! ہم تیرے والدین تجھے لینے آئے ہیں۔ حضرت یحییٰ رو رو کر نڈھال ہوچکے تھے۔ والدہ ماجدہ نے فرمایا: بیٹے! اتنا نہ رویا کر، تو تو معصوم ہے، تجھے رونے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ علیہ السلام نے عرض کیا: امی جان! کیا آپ اس بات کی ضمانت دیتی ہیں کہ قیامت کے دن میرا رب مجھ سے پوچھ گچھ نہیں کرے گا۔ والدہ صاحبہ فرمانے لگیں: بیٹے! یہ ضمانت تو میں نہیں دے سکتی۔ عرض کیا: امی جان پھر آپ رونے سے

منع نہ فرمائیں۔

والدین پیار کر کے گھر لے آئے۔ کھانا وغیرہ کھلایا، نہلایا تو حضرت یحییٰ علیہ السلام کو نیند آ گئی۔ ابھی آنکھ لگی ہی تھی کہ آواز آئی: یحییٰ اب ہمیں بھول گیا! آخرت بھی یاد نہ رہی! اب آرام کی نیند سو گیا! یہ سن کر آنکھ کھل گئی۔ بستر سے اتر آئے اور اللہ کے ہجر کی یاد میں جنگلوں کی طرف چلے گئے۔(۱)

۸۔ حضرت ابراہیم بن اَدہم کی توبہ

حضرت ابراہیم بن ادہم کے خادم ابراہیم بن بشار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم بن ادھم کی خدمت میں عرض کیا:

يَا أَبَا إِسْحَاقَ، كَيْفَ كَانَ أَوَائِلُ أَمْرِكَ حَتّٰى صِرْتَ إِلٰى مَا صِرْتَ إِلَيْهِ، قَالَ: غَيْرُ ذَا أَوْلٰى بِكَ، فَقُلْتُ لَهٗ: هُوَ كَمَا تَقُوْلُ، رَحِمَكَ اللهُ، وَلٰكِنْ أَخْبِرْنِي، لَعَلَّ اللهَ أَنْ يَنْفَعَنَا بِهٖ يَوْمًا، فَسَأَلْتُهُ الثَّانِيَةَ فَقَالَ: وَيْحَكَ! اشْتَغِلْ بِاللهِ، فَسَأَلْتُهُ الثَّالِثَةَ فَقُلْتُ: يَا أَبَا إِسْحَاقَ، إِنْ رَأَيْتَ.

قَالَ: كَانَ أَبِي مِنْ أَهْلِ بَلْخٍ، وَكَانَ مِنْ مُلُوْكِ خُرَاسَانَ، وَكَانَ مِنَ الْمَيَاسِرِ، وَحُبِّبَ إِلَيْنَا الصَّيْدُ، فَخَرَجْتُ رَاكِبًا فَرَسِي، وَكَلْبِي مَعِي، فَبَيْنَمَا أَنَا كَذٰلِكَ فَثَارَ أَرْنَبٌ أَوْ ثَعْلَبٌ، فَحَرَّكْتُ فَرَسِي، فَسَمِعْتُ نِدَاءً مِنْ وَرَائِي: لَيْسَ لِهٰذَا خُلِقْتَ، وَلَا بِهٰذَا أُمِرْتَ، فَوَقَفْتُ أَنْظُرُ يَمْنَةً وَيَسْرَةً فَلَمْ أَرَ أَحَدًا، فَقُلْتُ: لَعَنَ اللهُ إِبْلِيْسَ، ثُمَّ حَرَّكْتُ فَرَسِي، فَأَسْمَعُ نِدَاءً أَجْهَرَ مِنْ ذٰلِكَ: يَا إِبْرَاهِيمُ، لَيْسَ لِهٰذَا خُلِقْتَ، وَلَا بِهٰذَا أُمِرْتَ. فَوَقَفْتُ أَنْظُرُ يَمْنَةً وَيَسْرَةً فَلَا أَرٰى أَحَدًا، فَقُلْتُ: لَعَنَ اللهُ إِبْلِيْسَ، ثُمَّ حَرَّكْتُ

---

(۱) فريد الدين مسعود گنج شکر، اسرار الاولياء:۱٦٧

فَرَسِي، فَأَسْمَعُ نِدَاءً مِنْ قُرْبُوْسِ سَرْجِي: يَا إِبْرَاهِيمُ، مَا لِهٰذَا خُلِقْتَ، وَلَا بِهٰذَا أُمِرْتَ. فَوَقَفْتُ فَقُلْتُ: أَنبَتُّ، أَنبَتُّ، جَاءَنِي نَذِيرٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَاللهِ، لَا عَصَيْتُ اللهَ بَعْدَ يَوْمِي ذَا مَا عَصَمَنِي رَبِّي، فَرَجَعْتُ إِلٰى أَهْلِي فَخَلَّيْتُ عَنْ فَرَسِي، ثُمَّ جِئْتُ إِلٰى رُعَاةٍ لِأَبِي فَأَخَذْتُ مِنْهُمْ جُبَّةً، وَكِسَاءً، وَأَلْقَيْتُ ثِيَابِي إِلَيْهِ ثُمَّ أَقْبَلْتُ إِلَى الْعِرَاقِ.[1]

اے ابو اسحاق! آپ کے اِبتدائی اَحوال کیسے تھے کہ اب آپ (سلوک و معرفت کی دنیا میں) ایسے (اَعلیٰ مقام پر فائز) ہو گئے؟ آپ نے فرمایا: بہتر ہے کہ اس کے علاوہ کوئی اور بات کر لو، میں نے کہا: بات تو آپ ٹھیک فرما رہے ہیں اللہ آپ پر رحمت فرمائے، لیکن آپ مجھے بتائیں، شاید اللہ تعالیٰ ہمیں کسی دن اس بات سے نفع بخشے، میں نے دوبارہ ان سے یہی سوال کیا تو انہوں نے کہا: افسوس ہے تجھ پر! اللہ (کی ذات) میں مشغول ہو جا، پھر میں نے تیسری بار ان سے پوچھا، اور میں نے کہا: اے ابو اسحاق! اگر آپ مناسب سمجھیں تو (بیان کر دیں)۔

انہوں نے فرمایا: میرے والد اہل بلخ میں سے تھے اور وہ خراسان کے بادشاہوں اور خوش حال (حکمرانوں) میں سے تھے۔ ہمیں شکار بہت پسند تھا۔ ایک دِن میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر (شکار کے لیے) نکلا، میرا کتا بھی میرے ساتھ تھا۔ اسی دوران میں ایک خرگوش یا لومڑ (جھاڑی سے) نکل کر بھاگا، میں نے (اس شکار کو پکڑنے کے لیے) گھوڑے کو ایڑ لگائی تو اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی: تجھے اس کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے نہ تجھے اس کا حکم دیا گیا ہے۔ میں نے رک کر دائیں بائیں دیکھا لیکن کسی کو نہ پایا۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ ابلیس پر لعنت بھیجے (یعنی یہ آواز شاید اس

(۱) ۱۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ۷:۳۶۸

۲۔ ابن قدامة، التوابين:۱۵۵

۳۔ ذهبي، سير أعلام النبلاء، ۷:۳۹۵

کی طرف سے تھی)۔ میں نے دوبارہ گھوڑے کو ایڑ لگائی، لیکن پہلے سے بھی زیادہ بلند آواز سنی: اے ابراہیم! تجھے اس کام کے لیے نہیں پیدا کیا گیا، اور نہ ہی اس کام کا حکم دیا گیا ہے۔ میں پھر رک کر دائیں بائیں دیکھنے لگا لیکن مجھے کوئی نظر نہ آیا۔ میں نے پھر کہا: اللہ تعالیٰ ابلیس پر لعنت کرے، پھر میں نے گھوڑے کو ایڑ لگائی، تو میں نے اپنے گھوڑے کی زین کے ابھرے ہوئے حصے سے آواز سنی: اے ابراہیم! تجھے اس کام کے لیے نہیں پیدا کیا گیا، اور نہ ہی اس کام کا حکم دیا گیا ہے۔ اب میں رک گیا اور میں نے کہا: (اے اللہ!) میں تیری طرف پلٹ آیا، میں تیری طرف پلٹ آیا، میرے پاس رب العالمین کی طرف سے ڈرانے والا آ گیا؛ اللہ کی قسم! میں آج کے بعد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ پس میں اپنے گھر واپس آیا، اور اپنے گھوڑے سے الگ ہوگیا (یعنی تعیّشات اور شکار چھوڑ دیا)۔ پھر میں اپنے والد کے چرواہوں کے پاس آ گیا۔ ان سے ایک جبہ اور ایک چادر لے لی اور اپنا لباسِ فاخرہ اتار کر اسے دے دیا۔ اس کے بعد میں نے (صلحاء و عرفاء اور صوفیہ کی صحبت سے مستفید ہونے اور فیوضات سمیٹنے کے لیے) عراق کا رُخ کر لیا۔

۹۔ دست بوسی باعثِ نعمت و مغفرت ہے

’اسرار الاولیاء‘ میں حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر سے منقول ہے کہ ایک نوجوان شراب میں مست و مدہوش گلی سے گزر رہا تھا۔ اچانک اس نے دیکھا کہ سامنے سے حضرت ابراہیم بن ادھم تشریف لا رہے ہیں۔ وہ بڑا پشیمان ہوگیا۔ جب واپسی کی کوئی سبیل نظر نہ آئی تو جلدی سے جیب سے ٹوپی نکال کر سر پر رکھی اور سلام کے لئے آگے بڑھا۔ دست بوسی کی اور قدموں میں گر پڑا۔ حضرت ابراہیم بن ادھم نے اسے شرمندہ نہیں ہونے دیا بلکہ اخلاقِ حسنہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے شفقت فرمائی۔ نوجوان نے خیال کیا کہ خدا کا شکر ہے کہ انہیں اس کی شراب نوشی کا علم نہیں ہوا۔

اسی رات خواب میں نوجوان نے دیکھا کہ بہشت جاوداں کی روشوں پر سیر کر رہا ہے۔

بڑا حیران ہے کہ میں تو بڑا گناہ گار خطا کار لائق جہنم ہوں۔ یہ کیا راز ہے! تو ہاتف غیبی سے آواز آئی کہ کل حضرت ابراہیم بن ادھم سے ملنے سے قبل تو ایسا ہی تھا جیسے تو سوچ رہا ہے لیکن کل تم نے ہمارے دوست کے ہاتھ کو چومنے کی سعادت حاصل کر لی تھی۔ ان کی عزت بجا لانے اور دست بوسی کے طفیل تجھے بخش دیا۔ بظاہر تو اس کا یہ عمل دراصل خود کو چھپانے کی غرض سے تھا لیکن شرمندگی اور ادب میں اخلاص کے آجانے کے باعث معافی کا سزاوار ٹھہرا۔[1]

۱۰۔ حضرت فضیل بن عیاض کی توبہ

حضرت علی بن خشرم بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت فضیل بن عیاض کے پڑوسیوں میں سے کسی شخص نے بتایا:

كَانَ الْفُضَيْلُ يَقْطَعُ الطَّرِيْقَ وَحْدَهُ فَخَرَجَ ذَاتَ لَيْلَةٍ لِيَقْطَعَ الطَّرِيْقَ فَإِذَا هُوَ بِقَافِلَةٍ قَدِ انْتَهَتْ إِلَيْهِ لَيْلًا فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: اعْدِلُوْا بِنَا إِلٰى هٰذِهِ الْقَرْيَةِ فَإِنَّ أَمَامَنَا رَجُلًا يَقْطَعُ الطَّرِيْقَ يُقَالُ لَهُ الْفُضَيْلُ قَالَ: فَسَمِعَ الْفُضَيْلُ فَأُرْعَدَ فَقَالَ: يَا قَوْمُ، أَنَا الْفُضَيْلُ جوِّزُوْا، وَاللهِ، لَأَجْتَهِدَنَّ أَنْ لَا أَعْصِيَ اللهَ أَبَدًا فَرَجَعَ عَمَّا كَانَ عَلَيْهِ.

وَرُوِيَ مِنْ طَرِيْقٍ أُخْرٰى أَنَّهُ أَضَافَهُمْ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَقَالَ: أَنْتُمْ آمِنُوْنَ مِنَ الْفُضَيْلِ وَخَرَجَ يَرْتَادُ لَهُمْ عَلَفًا ثُمَّ رَجَعَ فَسَمِعَ قَارِئًا يَقْرَأُ ﴿اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللهِ﴾[2]، قَالَ: بَلٰى، وَاللهِ، قَدْ آنَ فَكَانَ هٰذَا مُبْتَدَأَ تَوْبَتِهِ.[3]

(۱) فرید الدین مسعود گنج شکر، اسرار الاولیاء:۲۰۹

(۲) الحدید، ۵۷:۱۶

(۳) ۱۔ ابن قدامۃ، التوابین:۲۰۸

۲۔ خطیب بغدادي، تاریخ بغداد، ۶:۱۴۱

۳۔ ابن عساکر، تاریخ مدینہ دمشق، ۴:۳۸۴

فضیل بن عیاض تنہا ڈاکہ زنی کرتے تھے۔ ایک رات وہ ڈاکہ ڈالنے کی غرض سے نکلے، اچانک خود کو ایک قافلے کے پاس پایا جو رات کے وقت ہی آپ تک پہنچا تھا۔ ان میں سے کسی نے دوسرے سے کہا: (راستے سے) ہٹ کر اس گاؤں کی طرف چلیں، کیونکہ اس راستے میں فُضیل نامی معروف ڈاکو رہتا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ فضیل یہ بات سن کر کانپ اٹھے، اور کہا: اے لوگو! میں ہی فضیل ہوں، تم گزر جاؤ، اور بخدا میں آج کے بعد کوشش کروں گا کہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کروں۔ انہوں نے اپنے اس کام (ڈاکہ زنی) سے توبہ کر لی۔

ایک اور طریق سے مروی ہے کہ آپ نے اس رات ان کی مہمان نوازی کی اور کہا: تمہیں فضیل سے کوئی خطرہ نہیں، پھر آپ ان کے لیے کھانے پینے کا انتظام کرنے کے لیے باہر نکلے تو وہاں قاری کو یہ تلاوت کرتے ہوئے سنا ﴿اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ﴾ ’کیا ایمان والوں کے لیے (ابھی) وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ کی یاد کے لیے رِقّت کے ساتھ جھک جائیں‘۔ آپ نے کہا: کیوں نہیں، خدا کی قسم! وہ وقت آ چکا ہے۔ پس یہ (واقعہ) آپ کی توبہ کی ابتداء تھی۔

۱۱۔ خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو

حضرت شیخ فرید الدین عطار ’تذکرۃ الاولیاء‘ میں لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان الخیری اپنے دور کے مرد کامل ہو گزرے ہیں۔ ایک بار ایک شرابی نشے میں دھت ساز بجاتا برہنہ پا جا رہا تھا۔ جب اس نے آپ کو سامنے آتے دیکھا تو اپنا ساز بغل میں چھپا لیا ٹوپی سر پر لی اور چادر جلدی سے جسم پر اوڑھ لی۔ آپ اسے اپنے ہمراہ لے آئے، غسل کروایا، اپنا خرقہ پہناتے ہوئے دعا کی کہ اے اللہ! اپنا اختیاری کام تو میں سرانجام دے چکا ہوں اب کام کا انجام تیرے اختیار میں ہے۔ اس دعا کے ساتھ ہی اس میں عشق الٰہی کا ایسا کمال پیدا ہو گیا کہ آپ خود متحیر رہ گئے۔ اچانک اس وقت وہاں حضرت ابو عثمان مغربی تشریف لائے۔ دیکھا تو فرمایا کہ اس

تائب کو دیکھ کر میں رشک کی آگ میں سلگ رہا ہوں کہ جس کمال کے حصول میں میری عمر ختم ہوگئی وہ کمال بلا طلب ایک ایسے شخص کو عطا کر دیا گیا جس کے منہ سے ابھی شراب کی بو بھی پوری طرح ختم نہیں ہوئی۔[1]

اس سے اندازہ ہوا کہ فضل خداوندی کا انحصار محض عمل پر نہیں بلکہ قلبی کیفیات سے متعلق ہے اور اس کا در ہر خاص و عام اور نیکوکار، گنہ گار کے لئے کھلا ہے۔

اولیائے کرام کے حالات پر لکھی جانے والی کتاب 'سیر العارفین' میں حضرت سید جلال الدین بخاری المعروف مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے احوال میں منقول ہے کہ سلطان فیروز شاہ کا وزیر خان جہاں تلنگی صوفیہ سے بڑا حسد رکھتا تھا۔ وہ ان کا سخت مخالف تھا اور بہت برا بھلا کہتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ اپنے غریب محرر کے لڑکے سے کسی بات پر ناراض ہوگیا تو اسے جیل میں قید کر دیا اور اس پر ظلم کرتا رہا۔ غریب محرر کا ایک ہی بیٹا تھا۔ اسے اس کی زندگی جانے کا خوف لاحق ہوگیا۔ اپنی ساری خدمت کا واسطہ دے کر رہائی دلانے کی درخواست دی لیکن اس کا جور و ستم دن بدن بڑھتا گیا۔ اس نے جس قدر بس چل سکتا تھا دوڑ دھوپ کی لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ جب آزادی کی کوئی صورت نظر نہ آئی اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ ظالم حاکم حضرت مخدوم کا سخت ترین مخالف ہے، وہ محرر حضرت جہانیاں جہاں گشت کی خدمت اقدس میں مدد کے لیے حاضر ہوا۔ آپ نے کمال شفقت فرماتے ہوئے ذرا بھی تامل نہیں کیا۔ اس کو ساتھ لے کر خان جہاں تلنگیکے دروازہ پر پہنچ گئے۔ جب یہ خبر خان تلنگی کو ملی تو اس نے ملازم سے کہلا بھیجا کہ 'میں تمہاری سفارش ہرگز قبول نہیں کروں گا اور نہ تمہارا منہ دیکھنا پسند کروں گا۔ دوبارہ میرے دروازے پر نہ آنا'۔ آپ واپس آ گئے۔ اگلی صبح بوڑھا باپ پھر حضرت مخدوم کے پاس پہنچ گیا۔ آپ کوئی شرمندگی یا ذلت کا احساس کئے بغیر اس کی خاطر پھر خان جہان تلنگی کے پاس گئے۔ ادھر سے پھر وہی جواب ملا۔ اگرچہ بوڑھے محرر کے سامنے یہ سب کچھ ہو رہا تھا لیکن غرض مند دیوانہ ہوتا ہے۔ وہ ہر صبح آپ کے گھر پہنچ جاتا اور آپ بھی کمال شفقت اور نفع رسانی کے خیال سے اس کو لے کر خان جہاں کے پاس جاتے رہے اور ایک ہی جواب وہاں سے روزانہ ملتا رہا۔

(۱) فرید الدین عطار، تذکرہ الاولیاء: ۲۶۱

غرضیکہ آپ انیس مرتبہ اس کے پاس گئے کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ جب بیسویں بار گئے تو اندر سے خان جہاں نے کہلا بھیجا کہ سید! تم کو غیرت نہیں کہ ہر انکار کے بعد سفارش کرنے آ جاتے ہو۔ میں تم سے ملنا یا تمہیں دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا اور تم مجھ سے سفارش کرنے کے لئے چلے آتے ہو۔ اس پر حضرت جہاں گشت نے جواب بھجوایا: اے عزیز! میں جتنی مرتبہ یہاں آیا ہوں میرے لئے تو اس کا اجر متحقق ہو جاتا ہے لیکن مظلوم کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ چاہتا ہوں کہ اس مظلوم کو تمہارے ہاتھ سے رہائی دلواؤں تاکہ تمہیں اس کا اجر پہنچاؤں۔ اجر کے مواقع بار بار نہیں ملتے۔ پھر انساں سوائے افسوس کے کچھ نہیں کر پاتا۔ نہ جانے آپ کے پیغام میں کیا تاثیر تھی کہ جوں ہی خان جہاں نے یہ بات سنی تو اس نے اپنا سر ننگا کیا۔ گلے میں ایک رسی باندھی اور باہر آ کر حضرت کے قدموں میں گر پڑا اور مرید ہو گیا، مظلوم کو رہا کیا اور ساتھ انعام و کرام اور گھوڑا بھی دیا۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لئے پھرتے ہیں اپنی آستینوں میں

۱۲۔ کشتۂ ہجر و فراق کا مقام

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے 'فوائد السالکین' میں اور حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر نے 'اسرار الاولیاء' میں نقل کیا ہے کہ ایک عبادت گزار جوان کی اللہ کے حضور عاجزی کا یہ عالم تھا کہ گلیوں میں چلتے پھرتے، کام کاج کرتے روتا رہتا۔ دن کو روزہ رکھتا اور عبادت کرتا۔ جب رات ہو جاتی تو اپنے کمرے کی چھت کے ساتھ لٹکے ہوئے رسے کو اپنے گلے میں ڈال لیتا اور عرض کرتا:

> مولیٰ اب تیرا مجرم تیری بارگاہ میں حاضر ہے جو سلوک کرنا ہے، یہیں کر لے۔ آخرت میں جواب طلبی نہ کرنا۔

اسی طرح وہ جوان ساری رات اللہ کے حضور سجدہ ریز رہتا اور روتا رہتا۔ خواجہ قطب

الدین بختیار کا کی فرماتے ہیں کہ یہ جوان پوری زندگی اسی معمول پر کاربند رہا۔ ہجر و فراق نے اسے کمزور کردیا تھا اور جوانی میں ہی اس پر بڑھاپا نمودار ہوگیا۔ جب موت کا وقت قریب آ گیا تو اس نے اپنی والدہ صاحبہ کو بلایا اور کہنے لگا:

امی جان! میں آپ سے تین درخواستیں کرتا ہوں، وعدہ کیجئے آپ انہیں پورا کریں گی۔ والدہ نے حامی بھرلی تو بیٹے نے عرض کیا کہ امی جان! میں بڑا گناہگار اور اللہ کا مجرم ہوں کیوں کہ میں زندگی کو احکاماتِ الٰہی کے مطابق بسر نہیں کرسکا اور اس کی بندگی کا حق ادا نہیں کرسکا۔ اس لئے:

۱۔ جب میری روح پرواز کرجائے تو میرے گلے میں رسی ڈال کر گھر کے چاروں کونوں میں میری لاش کو گھسیٹنا اور ساتھ کہتے جانا: جو اللہ کا نافرمان ہو اس کا یہی حال ہوتا ہے۔

۲۔ میرا جنازہ رات کے اندھیرے میں اٹھانا تاکہ میری میت کو دیکھ کر کہیں کوئی یہ نہ کہہ دے کہ دیکھو خدا کا نافرمان جا رہا ہے۔

۳۔ جب لوگ مجھے دفن کر کے پلٹ جائیں تو آپ میری قبر کے پاس رک جانا کیوں کہ جب فرشتے عذاب دینے کے لئے آئیں تو شاید ماں کے قدموں کی برکت سے وہ عذاب نہ دیں۔

اتنی بات ہوئی تھی کہ اس جوان کی روح پرواز کرگئی۔ ماں نے بیٹے سے کیے گئے عہد کے مطابق بہ امر مجبوری اس کے گلے میں رسی ڈالی کہ اسے گھسیٹنے لگی تو ہاتف غیبی سے آواز آئی: اے خاتون! اس جوان کو چھوڑ دے۔ تمہیں کیا معلوم، یہ تو خدا کا محبوب بندہ ہے۔ ایک دوست اپنے دوست کے پاس پہنچ چکا ہے۔ کیا دوستوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا ہے![1]

---

(۱) فرید الدین مسعود گنج شکر، اسرار الاولیاء:۱۶۹

۱۳۔ چار درہم اور چار دعائیں

توبہ کی توفیق اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر ممکن نہیں لیکن اس توفیق کے حصول کے لئے بندے کا عزم مصمم بنیادی شرط ہے۔ تاہم اللہ کے ولی کی دعا سے بندے کا ارادے پر پختہ ہونا بڑا آسان ہو جاتا ہے۔ اس لئے صالحین کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی زیارت کو مسلسل جاتے اور ان کی دعاؤں سے مستفیض ہوتے۔ حضرت امام ابو القاسم قشیری فرماتے ہیں کہ ایک امیر شخص شراب کا بڑا رسیا تھا۔ ایک دن ہم مشرب جمع تھے۔ اس نے اپنے غلام لڑکے کو چار درہم دے کر بازار سے پھل خرید کر لانے کو کہا۔ غلام لڑکا جا رہا تھا کہ راستے میں حضرت منصور بن عمار کی محفل برپا تھی۔ آپ ایک محتاج کے لئے چار درہم کا سوال کر رہے تھے کہ جو کوئی یہ ایثار کرے گا میں اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں چار دعائیں کروں گا۔ حضرت منصور بن عمار اپنے وقت کے کامل ولی تھے۔ اس غلام لڑکے کے دل میں اچانک یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ چار درہم جو پھل خریدنے کے لئے مالک نے دیے ہیں انہیں حضرت کی خدمت میں پیش کر دوں، چنانچہ اس نے چار درہم پیش کر دیے۔ حضرت منصور بن عمار نے فرمایا: کون سی چار دعائیں چاہتے ہو۔ غلام نے کہا:

۱۔ مجھے میرے آقا سے نجات مل جائے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ ان درہموں کے عوض مجھے اور درہم عطا فرمائے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ میرے مالک کی توبہ قبول فرمائے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ مجھے، میرے آقا، آپ کو اور یہاں جو لوگ محفل میں موجود ہیں سب کو معاف فرمائے۔

آپ نے چار دعائیں کر دیں:

جب لڑکا خالی ہاتھ آیا تو مالک بڑا حیران ہوا کہ اس نے پہلے کبھی ایسی حکم عدولی نہیں کی۔ مالک نے پوچھا: کیا بات ہوئی؟ لڑکے نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ مالک نے سنا اور کہا:

۱۔ جا تجھے آزاد کیا۔

۲۔ زندگی بسر کرنے کے لئے چار ہزار درہم دے دیے۔

۳۔ خود اللہ کے حضور اسی وقت تائب ہوگیا۔

۴۔ چوتھی دعا کے بارے میں کہا یہ میرے بس کی بات نہیں۔

رات خواب میں اس مالک نے دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ جو کچھ تمہارے اختیار میں تھا تو نے کر دیا۔ تیرا کیا خیال ہے کہ جو کچھ میرے اختیار میں ہے، نہیں کروں گا، جاؤ میں نے تجھے، ترے غلام، منصور بن عمار اور وہاں پر موجود سب کو معاف کر دیا۔ (۱)

۱۴۔ بد دعا سے اجتناب

حضرت معروف کرخی اپنے احباب کے ہمراہ ایک سفر میں تھے۔ دورانِ سفر کشتی میں جوانوں کا گروہ رقص و سرور اور مے نوشی میں مصروف ہوگیا اور اس سلسلے میں انہوں نے کوئی شرم و حیا بھی محسوس نہیں کی۔ سب مسافر ان کی اس غل غپاڑ سے سخت پریشان ہو رہے تھے۔ آپ کے احباب نے درخواست کی کہ آپ ان کے لئے بددعا کریں۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اے اللہ! جس طرح تو نے انہیں یہاں خوش و خرم کر رکھا ہے اگلے جہان میں اس سے بہتر عیش عطا فرما۔ احباب یہ سن کر حیرت زدہ رہ گئے جب کہ وہ تمام لوگ جو معروف مے نوش تھے انہوں نے شراب و رباب پھینک کر آپ کے دستِ اقدس پر آئندہ برے اعمال و افعال سے توبہ کی اور اپنے وقت کے صلحاء میں ان کا شمار ہوا۔

آپ نے فرمایا: جو شیرینی سے مر سکتا ہو اس کو زہر دینے سے کیا حاصل اور جب آپ نے ان کی آئندہ زندگی میں اس سے بہتر عیش و آرام کی دعا کی تو یہ دراصل ان کے حق میں اللہ کے حضور تائب ہو جانے کی دعا تھی کیونکہ اگلے جہان میں عیش اس دنیا میں توبہ اور نیک اعمال

---

(۱) ۱۔ قشیری، الرسالة:۱۳۵-۱۳۶

۲۔ غزالی، احیاء علوم الدین، ۴:۱۵۴

سے مشروط ہے۔[1]

حضرت ابراہیم الاطروش حضرت معروف کرخی کے بد دعا سے اجتناب کے اسی واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

كُنَّا قُعُوْدًا بِبَغْدَادَ، مَعَ مَعْرُوْفِ الْكَرْخِيِّ عَلٰى نَهْرِ الدَّجْلَةِ، إِذْ مَرَّ بِنَا قَوْمٌ أَحْدَاثٌ فِيْ زَوْرَقٍ، يَضْرِبُوْنَ بِالدَّفِّ وَيَشْرَبُوْنَ، وَيَلْعَبُوْنَ، فَقُلْنَا لِمَعْرُوْفٍ: أَلَا تَرَاهُمْ كَيْفَ يَعْصُوْنَ اللهَ تَعَالٰى مُجَاهِرِيْنَ؟ اُدْعُ اللهَ عَلَيْهِمْ. فَرَفَعَ يَدَهٗ وَقَالَ: إِلٰهِي، كَمَا فَرَّحْتَهُمْ فِي الدُّنْيَا فَفَرِّحْهُمْ فِي الْآخِرَةِ. فَقُلْنَا: إِنَّمَا سَأَلْنَاكَ أَنْ تَدْعُوَ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ: إِذَا فَرَّحَهُمْ فِي الْآخِرَةِ تَابَ عَلَيْهِمْ.[2]

ہم بغداد میں حضرت معروف کرخی کے ساتھ دریائے دجلہ کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک چھوٹی کشتی میں نوعمر لڑکوں کی ایک ٹولی دف بجاتے، شراب پیتے اور کھیلتے ہوئے گزری۔ ہم نے امام معروف کرخی سے عرض کیا کہ آپ انہیں دیکھ نہیں رہے، یہ لوگ کس طرح علی الاعلان خدا کی نافرمانی کر رہے ہیں؟ ان کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ سے بددعا کیجئے۔ (یہ سن کر) امام معروف کرخی نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی: خدایا! جس طرح تو نے انہیں دنیا میں خوش کر رکھا ہے آخرت میں بھی خوش رکھنا۔ لوگوں نے کہا: ہم نے آپ کو بددعا کرنے کو کہا تھا (اور آپ نے ان کے حق میں دعا فرما دی)؟ آپ نے فرمایا: جب اللہ ان کو آخرت میں خوش رکھے گا تو (دنیا میں) انہیں مقبول توبہ کی توفیق بھی بخش دے گا۔

---

(۱) فرید الدین عطار، تذکرۃ الاولیاء:۱۷۳

(۲) ۱۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵:۲۹۴، رقم:۶۷۰۲

۲۔ قشيري، الرسالة:۱۳۷

۳۔ غزالی، احیاء علوم الدین، ۴:۱۵۴

۱۵۔مخلوقِ خدا کے لئے دکھی ہونا ایک پسندیدہ فعل ہے

'نفحات الانس' میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی اپنے شیخ حضرت ابو اسماعیل عبد اللہ بن ابی منصور کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اپنے وقت کے مرد کامل حضرت شیخ ابواللیث یاقو شنچنی اوائل عمر میں ایسے مرد درویش نہ تھے۔ عام لوگوں کی سی زندگی بسر کرتے تھے تاہم اولیائے کرام سے محبت ضرور رکھتے تھے۔

ایک بار کسی ضروری کام کی غرض سے آبادی سے باہر جانے کا اتفاق ہوا۔ لمبی مسافت سے بچتے ہوئے ایک ایسا راستہ اختیار کیا جو ایک قبرستان میں سے ہو کر جاتا تھا، جسے عموماً استعمال نہیں کیا جاتا تھا۔ جب وہ قبرستان کے درمیان پہنچے تو دیکھا کہ ایک تازہ قبر کے قریب ایک خاتون بیٹھی اہل قبر کو پکار رہی ہے کہ اے ماں کی جان! اے ماں کے اکلوتے! اے میرے لال! وہ بیوہ خاتون اپنے جواں سال بیٹے کی ناگہانی موت پر اپنے غم کا اظہار کچھ ایسے درد بھرے لہجے میں کر رہی تھی جس میں دکھ اور کرب کا ایک سمندر پنہاں تھا۔ اُن سے اس ماں کا یہ دکھ برداشت نہ ہو سکا اور ایسا گریہ طاری ہوا کہ ان پر ایک حال وارد ہو گیا۔ بڑی دیر تک ایک بیوہ ماں کے درد بھرے کلمات نے انہیں بے قرار اور دل گیر کئے رکھا۔ رات جب سوئے تو خواب میں ہاتف غیبی نے آواز دی کہ جو اللہ کی مخلوق کا درد اپنے دل میں رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل میں اپنا درد ڈال دیتا ہے۔ چنانچہ یہ واقعہ اللہ کے حضور ان کی توبہ کا باعث بنا۔

حضرت شیخ الاسلام ابو اسماعیل اس پر فرماتے ہیں کہ اخلاص کے مقام پر رونے میں لذت پانا دراصل رونے کی قیمت اور نفع ہے، حضور نبی اکرم رؤف و رحیم ﷺ کی امت کے درد کو دل میں محسوس کرنا، آپ ﷺ کی امت کے رنج و الم پر دل گیر ہونا اور ان کی مشکلات کے حل میں کوشاں ہونا اتنی بڑی نعمت ہے کہ محتاجِ بیان نہیں۔ (۱)

---

(۱) عبد الرحمان جامی، نفحات الانس:۲۲۴

۱۶۔خلیفہ ہارون الرشید کے تائب بیٹے کی داستانِ حیات

ہارون الرشید خاندان بنوعباس کا ایک نامور حکمران ہوگزرا ہے۔ اس کا سترہ سالہ بیٹا درویشوں سے بہت محبت کرتا تھا۔ اللہ کے عاشقوں اور دیوانوں کی صحبت کے زیر اثر تائب ہوکر شاہانہ بود و باش سے کنارہ کش ہوگیا۔ دنیا کی حقیقت اس پر بے نقاب ہوگئی تھی۔ وہ اہلِ قبور سے خطاب کرتا کہ اے اہلِ قبور! اس دنیا کے دھوکے نے تمہارے ساتھ کیا کیا عیاری کی؟ اب یہی عیاری دنیا ہمارے ساتھ کر رہی ہے! اور یوں وہ خطاب کرتا کرتا بے ہوش ہوجاتا۔ اسی کیفیت میں ایک دن وہ اپنے والد کے دربار میں چلا گیا۔ بادشاہ نے کہا: بیٹے تم نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے؟ کیوں دیوانوں کی طرح پھرتا ہے اور مجھے ذلیل کرتا ہے! اس پر بیٹے نے باپ کے شاہی محل کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہا اور خود بصرہ کے جنگلوں میں چلا گیا۔ وہیں پہاڑوں اور جنگلوں میں روتا پھرتا اور اللہ تعالیٰ کے حضور مجسم مناجات بنا رہتا۔ گزر اوقات کے لئے جہاں مزدور بیٹھتے وہاں کبھی کبھی چلا جاتا تاکہ محنت کر کے کھانا کھا سکے۔ اپنے وقت کا خوب صورت جوان تھا۔ چنانچہ اس کی ظاہری وضع قطع دیکھ کر ہر کوئی اسے مزدوری کے لئے پسند کرتا۔ ایک بار حضرت شیخ ابو طاہر کو مکان کی دیوار کی تعمیر کے سلسلے میں مزدور کی ضرورت تھی۔ شیخ نے اس کی ظاہری وضع قطع دیکھ کر اسے مزدوری کے لئے پسند کرلیا۔ شام کو جب انہوں نے دیکھا کہ اکیلے اس ایک مزدور کا کام دس مزدوروں کے برابر ہے تو باقی تعمیر بھی اسی سے کروانے کا ارادہ کرلیا اور خوش ہوکر مزدوری ایک درہم کی بجائے دو درہم دینے چاہے تو اس نے صرف ایک درہم ہی لیا کیونکہ یہی اس کے ساتھ طے ہوا تھا۔ اس ایمان داری پر وہ اس سے بہت متاثر ہوئے۔

اگلے روز دوبارہ اسے لینے کو پہنچے تو اسے غیر حاضر پایا مزدوروں نے بتایا کہ اب وہ ہفتہ کے بعد ہی مل سکتا ہے۔ چنانچہ شیخ ابو طاہر اسی کے منتظر رہے۔ ایک ہفتہ بعد جب وہ جوان مزدوری کے لئے آیا تو یہ اسے اپنے گھر لے گئے اور چھپ کر دیکھنے لگے کہ اس قدر تیزی سے یہ کیسے کام کرتا ہے؟ وہ یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے کہ نوجوان نے ابھی ایک اینٹ ہاتھ میں پکڑی ہی تھی کہ ساری دیوار خود بخود بننے لگی۔ ساری بات سمجھ گئے۔ اس سے کہنے لگے: اے

مرد حق! تم ہم سب پر بازی لے گئے اور اس کی خدمت میں تین درہم پیش کئے لیکن اس نے ایک درہم ہی لیا اور چلا گیا۔ ہفتہ بعد جب دوبارہ اس کی تلاش میں نکلے تو اس کو کہیں نہ پایا تو شیخ ابوطاہر سمجھ گئے کہ کسی ویرانے میں ہوگا۔ بالآخر اس کو بڑی تلاش کے بعد پا لیا۔ آپ نے پوچھا: آج مزدوری پر کیوں نہیں آئے تو نوجوان نے کہا: اب راز کھل گیا ہے، مزدوری کے قابل نہیں رہا۔ نوجوان کیخشیتِ الٰہی میں آہ و بکا کرتے سانس اُکھڑ چکی تھی۔ چہرے پر نور کا ہالہ موجزن تھا۔ یہ سمجھ گئے کہ عاشق صادق اب اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کرنے والا ہے۔ اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔ نوجوان نے کہا: میری دو باتیں سن لیں۔ ایک یہ قرآن ہے اور ایک انگوٹھی۔ یہ دونوں میں گھر سے اللہ کی راہ میں چلتے ہوئے لے آیا تھا۔ یہ دونوں خلیفہ ہارون الرشید کو دے دینا اور کہنا کہ ایک مرتے ہوئے مسکین نے انہیں آپ کے لئے بھیجا ہے اور شیخ ابوطاہر سے کہا کہ اے دوست! اس چار روزہ عیش و آرام کی زندگی کے دھوکے میں نہ آنا۔ لوگ اصل زندگی کو بھول گئے ہیں۔ ہم سب نے رب العزت کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے جب بھی کسی جنازہ کو لے کر قبرستان جاؤ تو سمجھ لو کہ اس سے اگلا جنازہ بس تمہارا ہی اٹھنے والا ہے۔ تیرا یہ ساتھی اب اس دنیا سے جا رہا ہے۔ یہ کہا اور روح پرواز کرگئی۔ اسے اس کی نصیحت کے مطابق انہی کپڑوں میں دفن کیا اور بادشاہ کے دربار میں پہنچ گئے تاکہ دونوں چیزیں حسب نصیحت اس کے سپرد کردی جائیں۔

خلیفہ ہارون الرشید نے جونہی دونوں چیزیں اس سے وصول کیں تو رونے لگا۔ شیخ ابوطاہر کو تنہائی میں لے جا کر کہنے لگا کہ مجھے سارا واقعہ بیان کر۔ انہوں نے مزدوری سے لے کر وصال تک کا سارا حال بیان کیا۔ ہارون الرشید نے پوچھا: کیا تم نے اپنے ہاتھوں سے دفن کیا؟ شیخ نے کہا: ہاں، تو بادشاہ نے جھک کر اس کے دونوں ہاتھوں کو چوما اور زار و قطار رونے لگا اور کہنے لگا: یہ میرا بیٹا تھا جس نے حق کی خاطر تاج وتخت کی ولی عہدی کو چھوڑ دیا تھا۔ پھر بادشاہ شیخ کے ہمراہ بصرہ میں اس کی قبر پر پہنچا اور زار و قطار روتا ہوا گر پڑا۔ رات کو خواب میں بیٹے کو دیکھا کہ نور کے قبہ پر بیٹھا ہے۔ پوچھا: بیٹا تجھ پر کیا بیتی؟ کہاں رہتے ہو؟ کہنے لگا: اباجان! اچھا وقت گزر رہا ہے۔ باری تعالیٰ نے اپنے قرب میں ٹھہرا رکھا ہے۔ ہر روز مجھے فرماتا ہے: جوان

میں تجھ سے راضی ہوں۔ میری قربت میں آ جا۔

۱۷۔ شیخ احمد حماد سرخسی کی توبہ

مولانا عبدالرحمٰن جامی اپنی تصنیف 'نفحات الانس' میں حضرت احمد حماد سرخسی کی توبہ ان کے اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں:

کاروبارِ تجارت میں اپنے اونٹوں کے ہمراہ ایک بار جنگل میں رات بسر کرنے کا موقع تھا کہ ایک شیر آیا اور میرے اونٹوں میں سے ایک اونٹ کو مار ڈالا اور اسے قریبی ٹیلے پر لے گیا اور زور سے دھاڑا۔ اس کے دھاڑنے سے اردگرد جنگل سے مختلف درندے، گیدڑ لومڑی وغیرہ سب دوڑے آئے تو شیر ٹیلے سے پرے چلا گیا۔ سب جانوروں نے بقدرِ ضرورت کھایا اور چلے گئے۔ جب وہ دوبارہ ٹیلے پر آنا چاہتا تھا اور چند قدم چلا تو اس شیر نے دیکھا کہ ایک بیمار سی لومڑی چلی آ رہی ہے۔ اسے آتا دیکھ کر شیر پھر ٹیلے کی اوٹ میں چلا گیا۔ جب وہ لومڑی بھی کھا کر چلی گئی تو شیر خود آیا۔ بچے ہوئے اونٹ کے گوشت میں سے کچھ خود کھایا اور چلتے وقت فصیح زبان میں میری طرف منہ کر کے کہنے لگا ''احمد! لقمے کا ایثار کرنا تو کتوں کا کام ہے۔ اللہ کے دین کے لئے مردوں کا کام جان قربان کرنا ہے۔ اس کی اس بات نے میری زندگی کی کایا پلٹ دی۔ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کی اور اس کی توفیق سے اس کے راستے کا سفر اختیار کر لیا۔ [(۱)]

۱۸۔ حضرت ابونصر بن ابی جعفر کی توبہ

'نفحات الانس' میں حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامی، ابونصر بن ابی جعفر کی توبہ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابونصر خود فرماتے ہیں کہ میری توبہ کا واقعہ عجیب تر ہے۔ جس نے میری زندگی کا رُخ بدل دیا اور میں ظاہری علوم چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی محبت کی راہ کا مسافر بن گیا۔ فرماتے ہیں: ایک دن میں حسبِ معمول لوگوں کے روز مرہ کے مسائل پر اپنی رائے دے رہا تھا کہ ایک شیخ میرے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا کہ فرمایئے آپ کا کیا مسئلہ ہے؟ اس

(۱) عبد الرحمٰن جامی، نفحات الانس: ۲۰۳

شخص نے کہا کہ ایک شخص نے جوانی میں بار برداری کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے اپنے ایک گدھے کو غصہ میں آکر چند لکڑیاں ماریں۔ اس پر اس گدھے نے پیچھے مڑ کر اسے دیکھا اور کہا: 'اے خواجہ! یہ سخت غصہ مجھ مظلوم پر نکال لے، مگر کل تو اس غصہ کے نکالنے کی ذمہ داری سے کیسے باہر آئے گا اور اس کی سزا سے کیسے بچے گا؟'

اس شخص نے کہا کہ اب بیس سال ہوگئے ہیں۔ وہ شخص اپنے اس گناہ اور اس کی سزا کے خوف سے رو رہا ہے اور آنسوؤں کی جگہ خون ٹپک رہا ہے۔ اس کی طہارت اور نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟

حضرت ابونصر بیان کرتے ہیں کہ اس شخص کی اس بات کی ہیبت سے میں بے ہوش ہوگیا۔ خوف کا ایک پہاڑ میرے دل پر نازل ہوگیا۔ بڑی دیر بعد ہوش آیا اور جب طبیعت میں کچھ آفاقہ ہوا تو اس شخص کی تلاش میں نکل پڑا کہ زیارت کروں، جب بڑی تلاش کے بعد اس کے گھر پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ ابھی وفات پاگئے ہیں۔ جب زیارت کے لئے چہرہ سے پردہ اٹھایا تو یہ وہی سائل تھا۔ مسکراتے نورانی چہرے والا درویش جس نے وہ مسئلہ پوچھا تھا۔ اس کا جنازہ پڑھنے کے بعد ایک نئی دنیا سے روشناس ہوا۔ یعنی ظاہر سے توبہ کر کے باطن کی طرف متوجہ ہونے کی توفیق پائی۔ (۱)

۱۹۔ بے توجہی باعثِ عتاب ہے

حضرت محمد بن اسماعیل خیر النساج اپنے وقت کے ولی کامل ہو گزرے ہیں، بڑے بڑے صاحبانِ ولایت نے ان کی صحبت سے فیض پایا۔ یہ مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقعہ ایک جگہ کے رہنے والے تھے جس کا نام سامرہ ہے۔ جعفر خلدی نے ان سے پوچھا: آپ کا اصل نام تو محمد بن اسماعیل ہے لیکن خود کو خیر النساج (یعنی خیر جولاہا) کیوں کہلواتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں نے ایک بار عالمِ محبت میں اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ مولیٰ! مجھے تازہ کھجوریں بے حد پسند اور مرغوب ہیں، آج سے میں تیری محبت میں ساری زندگی انہیں نہیں کھاؤں گا۔ ایک

(۱) عبد الرحمن جامی، نفحات الانس: ۲۲۶

عرصہ گزر گیا۔ ایک دن تازہ کھجوریں فروخت کرتے کسی کو دیکھا تو نفس نے مجھے قائل کرلیا کہ ایک کھجور کھانے سے کیا فرق پڑے گا؟ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ یہ تو نے خود ہی بے جا پابندی لگائی ہے۔ اس نے بندوں پر اپنی نعمت اتاری ہے۔ اس کو چھوڑنا کون سی نیکی ہے، بلکہ ہوسکتا ہے الٹی پوچھ گچھ ہو جائے کہ یہ تو نے اپنی طرف سے پابندیاں لگانا کیوں شروع کر دیا تھا۔ غرض کہ اس نے ایسے ایسے دلائل میرے سامنے رکھے کہ میں نے لاجواب اور بے اختیار ہو کر تازہ کھجوریں کھانے کا پختہ فیصلہ کرلیا۔ حج پر روانہ ہو رہا تھا۔ جونہی میں نے کھجور کھائی، ایک آدمی نے مجھے باب الکوفہ کے مقام پر دیکھا اور کہا: او خیر بھگوڑے! اس آدمی کا ایک غلام تھا جس کا نام خیر تھا، وہ اس سے کپڑا بننے کا کام لیتا تھا۔ وہ غلام اس کے ظلم سے تنگ آ کر بھاگ گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی شباہت مجھ پر واقعہ کر دی تھی یعنی میں اس کا ہم شکل ہو چکا تھا، لوگ جمع ہو گئے اور کہنے لگے: اس کو خوب سزا دو یہی تمہارا غلام ہے۔ میں حیران رہ گیا اور سمجھ گیا کہ مجھے یہ کس جرم کی سزا ملی ہے۔ جب تک اللہ رب العزت سے معافی نہ مل جائے، چیخ و پکار کا کوئی فائدہ نہیں ۔ اس مالک نے مجھ پر خوب غصہ نکالا۔ جہاں دوسرے غلام کپڑا بننے کا کام کرتے تھے مجھے بھی وہاں لے گیا اور مجھے کہنے لگا! بدمعاش! تو اپنے مالک سے بھاگتا ہے؟ اب وہی کام کر جو پہلے کرتا تھا۔ مجھے کھڈی پر بٹھا دیا گیا۔ ظاہر ہے میرے لئے یہ بالکل نیا کام تھا، اس لئے سب کے طعنے بھی سننا پڑے کہ چار دنوں کی آزادی نے اسے کپڑا بننا بھی بھلا دیا ہے۔ خیر! میں نے بڑی محنت سے ایسے کپڑا بننا شروع کر دیا جیسے برسوں سے یہی میرا کام ہو۔ اِسی دن رات کی محنت میں چار ماہ گزر گئے۔ مجھ میں شرمندگی اور ندامت کے باعث مالک کے حضور ہاتھ اٹھانے کی بھی ہمت نہ تھی۔ ہر روز نفس کو لعنت ملامت کرتا کہ ظالم یہ سب تیری وجہ سے ہوا۔ اب میں اپنا اصل نام بھول چکا تھا۔ اس کے بھاگے ہوئے غلام کا نام خیر ہی میرا نام تھا اور چونکہ وہ کپڑا بننے کا کام کرتا تو بطور پیشہ خیر النساج یعنی ’کپڑا بننے والا خیر‘ پڑ گیا تھا۔ آخر ایک رات اللہ تعالیٰ ہی نے مجھے توفیق اور حوصلہ دیا۔ وضو کیا، آدھی رات کو مولیٰ کے حضور اقرارِ گناہ کے ساتھ سجدہ ریز ہوگیا اور وعدہ کیا کہ آئندہ ساری زندگی نفس کے پیچھے چل کر کبھی ایسا کام نہیں کروں گا۔ صبح ہوئی تو غلام سے میری مشابہت اٹھا لی گئی اور میں نے غلامی سے نجات

پائی۔ یہ نام مجھے اس لئے پسند ہے کہ یہ مجھے ہر لمحہ اپنے مالک حقیقی کی کرم نوازی کی یاد دلاتا رہتا ہے۔[(۱)]

۲۰۔ ندامت نے صوفی بنا دیا

حضرت ابراہیم بن داؤد فرماتے ہیں کہ میں ابھی بچہ تھا تو میں نے حضرت ذوالنون مصری کی بڑی شہرت سن رکھی تھی۔ یہ وہ وقت تھا جب خلق قرآن کا فتنہ زوروں پر تھا اور حضرت امام احمد بن حنبل کو حق پر قائم رہنے کے باعث جیل میں بند کر دیا گیا تھا۔ چونکہ حضرت ذوالنون مصری نے بھی حضرت امام حنبل کا ساتھ دیا تھا اس لئے ان کی گرفتاری کا بھی شاہی حکم نامہ جاری ہو چکا تھا۔ ساری خلقت ان کی زیارت کو جاتی تھی۔ میں اگرچہ بچہ تھا لیکن میں حضرت ذوالنون مصری کی زیارت کو چل پڑا۔ حضرت ذوالنون مصری کو دیکھا تو وہ میری نظر میں حقیر معلوم ہوئے۔ میں نے اپنے ذہن کے مطابق ان کو جبہ و قبہ اور جاہ و جلال کا حامل سمجھ رکھا تھا جسے دیکھتے ہی آدمی ان کے سامنے سرنگوں ہو جائے۔ میں نے دل میں کہا کہ اتنی بڑی شہرت اور نام! کیا ذوالنون یہ ہے؟ اس وقت حضرت ذوالنون نے ساری خلقت سے صرف میری طرف رخ کیا اور فرمایا: اے بیٹے! جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے روگردانی فرماتا ہے یعنی ناراض ہوتا ہے تو اولیاء اللہ کی گستاخی میں اس کی زبان دراز ہو جاتی ہے۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ یہ بات سن کر میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ لوگ میرے منہ میں پانی ڈالتے تھے بس اس واقعہ نے مجھے صوفی بنا دیا۔[(۲)]

۲۱۔ شمعون آتش پرست کا قبول اسلام

حضرت شیخ فرید الدین عطار اپنی تصنیف 'تذکرہ الاولیاء' میں حضرت خواجہ حسن بصریؒ

---

(۱) ۱۔ قشیری، الرسالۃ:۴۳۷

۲۔ عبد الرحمٰن جامی، نفحات الانس:۸۷-۸۸

(۲) عبد الرحمن جامی، نفحات الانس:۱۰۶

کے حالات و مناقب بیان کرتے ہوئے آپ کے دستِ اقدس پر شمعون آتش پرست کے مسلمان ہونے کا ذکر یوں کرتے ہیں کہ یہ آپ کا پڑوسی تھا۔ جب مرض الموت میں مبتلا ہوا اور جسم سیاہ پڑ گیا تو آپ نے تلقین کی کہ اللہ کے حضور تائب ہو کر اسلام قبول کر لے۔ اس نے کہا کہ تین چیزوں کی وجہ سے اسلام سے برگشتہ ہوں:

۱۔ جب دنیا بری شے ہے تو پھر مسلمان اس کی جستجو کیوں کرتے ہیں؟

۲۔ موت کو یقینی تصور کرتے ہوئے بھی اس کا سامان نہیں کرتے!

۳۔ جلوہ خداوندی کو سب سے اعلیٰ نعمت جانتے ہوئے بھی رضائے الٰہی کے خلاف کیوں کام کرتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: یہ تو مسلمانوں کے افعال و کردار ہیں۔ مومن خواہ کچھ بھی ہو کم از کم وحدانیت کو تو ضرور تسلیم کرتا ہے۔ مگر تو نے ستر سال آگ کو پوجا ہے۔ اگر ہم دونوں آگ میں کود پڑیں تو وہ ہم دونوں کو برابر جلائے گی یا تیری پرستش کے باعث تجھے محفوظ رکھے گی اور اگر اللہ چاہے تو وہ مجھے ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ یہ کہا اور ہاتھ میں آگ اٹھا لی۔ دست مبارک آگ کے نقصان سے بالکل محفوظ رہا۔ اس سے شمعون آتش پرست بڑا متاثر ہوا اور کہنے لگا کہ کیا میرے مسلمان ہو جانے کے بعد اللہ مجھے تمام گناہوں سے نجات دے کر مغفرت فرما دے گا۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یقیناً تجھے معاف کر دے گا۔ اس نے کہا: پھر مجھے آپ اپنی طرف سے عہد نامہ لکھ کر دے دیں۔ چنانچہ آپ نے اسی مضمون کا ایک عہدنامہ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر اس کو تحریر کر کے دے دیا۔ اس نے اصرار کیا کہ چونکہ کل قیامت میں میرے لئے یہی ایک دستاویز ہو گی، اس لیے ضروری ہے کہ بصرہ کے صاحب عدل لوگوں کی شہادت بھی ساتھ ہو۔ اس کی اس عجیب خواہش پر شہادتیں بھی درج کروا دی گئیں۔ عہد نامہ لے کر شمعون نے صدق دل سے اسلام قبول کر لیا اور خواہش کی کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے قبر میں دفن کرتے وقت کفن میں یہ عہدنامہ بھی رکھ دیا جائے تاکہ روزِ محشر میرے مومن ہونے کا ثبوت میرے پاس ہو۔ یہ وصیت کرتا ہوا اور کلمہ شہادت پڑھتا ہوا وہ شخص فوت ہو گیا۔ حضرت خواجہ

حسن بصری نے اس کی وصیت پر پورا پورا عمل کیا اور وہ عہد نامہ بھی قبر میں اس کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔

اُسی شب حضرت خواجہ نے خواب میں دیکھا کہ شمعون بہت قیمتی لباس اور زریں تاج پہنے جنت کی سیر میں مصروف ہے۔ آپ نے پوچھا کہ تم پر کیا گزری ؟ تو کہنے لگا: اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے میری مغفرت فرما دی اور جو انعامات مجھ پر کئے وہ نا قابلِ بیان ہیں۔ لہٰذا آپ یہ عہد نامہ واپس لے لیں۔ یہ کہہ کر عہد نامہ واپس کر دیا۔ جب آپ خواب سے بیدار ہوئے تو وہ عہدنامہ آپ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! تیرا فضل کسی سبب کا محتاج نہیں جب ایک ستر سالہ آتش پرست کو صرف ایک کلمہ پڑھنے پر بخش دیا تو جس نے ستر سال تیری عبادت میں بسر کئے ہوں وہ کیسے تیرے فضل سے محروم رہ سکتا ہے![1]

۲۲۔ حضرت داؤد الطائی کی توبہ

امام حمانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت داؤد الطائی کی توبہ کی ابتداء کچھ یوں تھی کہ وہ ایک قبرستان میں داخل ہوئے اور وہاں ایک قبر کے پاس کسی عورت کو درج ذیل اشعار پڑھتے سنا تو وہیں تائب ہو گئے:

مُقِيْمٌ إِلٰى أَنْ يَبْعَثَ اللّٰهُ خَلْقَهٗ
لِقَاؤُكَ لَا يُرْجٰى وَأَنْتَ قَرِيْبُ
تَزِيْدُ بَلًى فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ
وَتُسْلٰى كَمَا تُبْلٰى وَأَنْتَ حَبِيْبُ[2]

(۱) فرید الدین عطار، تذکرہ الاولیاء:۲۳

(۲) ۱۔ ابن قدامة، التوابين:۲۰۶

۲۔ ابن الجوزي، صفة الصفوة، ۳:۱۳۲

تو اس وقت تک اس قبر میں مقیم رہے گا جب تک اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو دوبارہ زندہ نہیں کرتا، تمہاری ملاقات کی کوئی امید نہیں، حالانکہ تم قریب ہو۔

تم ہر دن اور رات بوسیدہ ہو رہے ہو۔ جیسے جیسے تم بوسیدہ ہو رہے ہو ویسے ویسے تمہیں بھلایا جا رہا ہے حالانکہ تم (ہمارے) پیارے دوست ہو!

۲۳۔ حضرت ابو حارث کی توبہ

حضرت ابو حارث اپنی توبہ کی ابتداء کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

كُنْتُ شَابًّا صَبِيْحًا وَضِيْئًا، فَبَيْنَا أَنَا فِي غَفْلَتِي رَأَيْتُ عَلِيْلًا مَطْرُوْحًا عَلٰى قَارِعَةِ الطَّرِيْقِ، فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَقُلْتُ: هَلْ تَشْتَهِي شَيْئًا؟ قَالَ: نَعَمْ رُمَّانٌ. فَجِئْتُهُ بِرُمَّانٍ، فَلَمَّا وَضَعْتُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ رَفَعَ بَصَرَهُ إِلَيَّ وَقَالَ: تَابَ اللهُ عَلَيْکَ، فَمَا أَمْسَيْتُ حَتّٰى تَغَيَّرَ قَلْبِي عَنْ كُلِّ مَا كُنْتُ فِيْهِ مِنَ اللَّهْوِ وَلَزِمَنِي خَوْفُ الْمَوْتِ، فَخَرَجْتُ عَنْ جَمِيْعِ مَا أَمْلِکُ وَخَرَجْتُ أُرِيْدُ الْحَجَّ، فَكُنْتُ أَسِيْرُ بِاللَّيْلِ وَأَخْتَفِي بِالنَّهَارِ مَخَافَةَ الْفِتْنَةِ، فَبَيْنَا أَنَا أَسِيْرُ بِاللَّيْلِ إِذَا بِقَوْمٍ عَلَى الطَّرِيْقِ يَشْرَبُوْنَ، فَلَمَّا رَأَوْنِي ذَهَلُوْا وَأَجْلَسُوْنِي وَعَرَضُوْا عَلَيَّ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ، فَقُلْتُ: أَحْتَاجُ إِلَى الْبَوْلِ، فَأَرْسِلُوْا مَعِي غُلَامًا لِيَدُلَّنِي عَلَى الْخَلَاءِ، فَلَمَّا تَبَاعَدْتُ عَنْهُمْ قُلْتُ لِلْغُلَامِ: انْصَرِفْ فَإِنِّي أَسْتَحِي مِنْکَ، فَانْصَرَفَ وَوَقَعْتُ فِي غَابَةٍ فَإِذَا أَنَا بِسَبُعٍ فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ، إِنَّکَ تَعْلَمُ مَا تَرَكْتُ وَمِنْ مَاذَا خَرَجْتُ، فَاصْرِفْ عَنِّي شَرَّ هٰذَا السَّبُعِ، فَوَلَّى السَّبُعُ وَرَجَعْتُ إِلَى الطَّرِيْقِ، فَوَصَلْتُ إِلٰى مَكَّةَ،

وَلَقِيتُ بِهَا مَنِ انْتَفَعْتُ بِهِمْ مِنْهُمْ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ الْعَلَوِيُّ.(۱)

میں ایک خوبرونوجوان تھا، جن دنوں میں اپنی غفلت کی زندگی گزار رہا تھا، ان دنوں میں نے ایک بیمار کو راستہ کے درمیان پڑا ہوا دیکھا، میں اس کے قریب ہوا اور کہا: تجھے کسی چیز کی خواہش ہے؟ اس نے کہا: ہاں، انار کی۔ چنانچہ میں اس کے پاس انار لے کر حاضر ہوا اور اس کے سامنے رکھ دیا، اس نے نگاہ میری طرف اٹھائی اور کہا: اللہ تعالیٰ تجھیا نصیب کرے۔ ابھی شام نہ ہوئی تھی کہ میرا دل ہر لہو ولعب سے پھر گیا اور مجھے خوفِ مرگ نے آلیا، پھر میں نے ہر اس چیز سے اپنی جان چھڑا لی جو میرے پاس تھی، اور حج کے ارادے سے نکل پڑا، پس میں رات کو چلتا تھا اور دن کو فتنہ کے ڈر سے چھپ جاتا تھا۔ ایک رات میں چل رہا تھا کہ راستے میں کچھ لوگ ملے جو شراب پی رہے تھے، جب انہوں نے مجھے دیکھا تو وہ حواس باختہ ہوگئے اور مجھے بٹھا لیا اور انہوں نے مجھے کھانا اور شراب پیش کی۔ میں نے کہا: مجھے رفعِ حاجت کے لیے جانا ہے۔ انہوں نے میرے ساتھ ایک لڑکا بھیجا تاکہ وہ مجھے بیت الخلاء کا راستہ بتائے، جب میں ان سے دور ہوگیا تو میں نے لڑکے سے کہا: لوٹ جاؤ! کیونکہ مجھے تم سے شرم آ رہی ہے۔ وہ واپس چلا گیا تو میں جنگل میں جانکلا اور اچانک ایک درندہ کے پاس پہنچ گیا، میں نے دعا مانگی: اے میرے اللہ! میں نے جو کچھ چھوڑا ہے تو اسے جانتا ہے، اور یہ بھی جانتا ہے کہ میں نے کیوں چھوڑا ہے۔ پس تو اس درندے کے شر کو مجھ سے دور کر دے۔ وہ درندہ وہاں سے ہٹ گیا، چنانچہ میں مکہ پہنچ گیا اور وہاں ان لوگوں سے ملاقات ہوئی جن سے میں نے استفادہ کیا، ان لوگوں میں حضرت ابراہیم بن سعد علوی بھی تھے۔

---

(۱) ۱۔ ابن قدامة، التوابين:۲۳۰

۲۔ ابن الجوزي، صفة الصفوة، ۴:۲۸۱

۲۴۔ حضرت حبیب عجمی کی توبہ

اپنے ابتدائی دور میں اہل بصرہ کو سود پر قرض دیتے تھے اور اگر کسی مجبوری سے مقروض قرض ادا نہ کرسکتا تو نہ صرف خود قرضہ وصول کرنے اس کے گھر جاتے بلکہ سود کے ہمراہ جرمانہ بھی وصول کرتے اور اپنے گھر کا گزر اوقات صرف سود سے حاصل ہونے والی آمدنی سے کرتے۔ ایک بار ایک مقروض کے گھر سے بھیڑ کا سر بطور سود وصول کر کے لائے اور بیوی کو پکانے کے لئے کہا۔ جب سالن تیار ہو گیا اور کھانے کے لئے نکالنا چاہا تو وہ سارا خون کی شکل اختیار کر چکا تھا۔

بیوی نے خدا خوفی دلاتے ہوئے کہا: یہ سب تمہاری سود خوری اور کنجوسی کے باعث ہوا ہے۔ آپ کو اس سے بڑی عبرت ہوئی اور وعدہ کیا کہ آئندہ کے لئے میں ایسے برے کاموں سے تائب ہوتا ہوں۔ چنانچہ آپ حضرت خواجہ حسن بصری کے دست اقدس پر تائب ہونے کے لئے گھر سے نکلے تو کھیل میں مصروف بچوں نے شور مچایا کہ ہٹ جاؤ حبیب سود خور آ رہا ہے۔ کہیں اس کے قدموں کی خاک ہم پر نہ پڑ جائے اور ہم اس جیسے بدبخت نہ بن جائیں۔ جب حسن بصری کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی نگاہِ فیض سے بارِ دگر اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کی۔ جب واپس ہوئے تو ان کی توبہ میں اخلاص کا یہ عالم تھا کہ انہیں لڑکوں نے جو ابھی کھیل میں مصروف تھے کہنا شروع کر دیا کہ راستہ دے دو اب حبیب تائب ہو کر آ رہا ہے۔ کہیں ہمارے قدموں کی گرد ان پر نہ پڑ جائے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمارا نام گناہگاروں میں درج نہ ہو جائے۔ پھر آپ نے اعلان کر دیا کہ جو شخص ان کا مقروض ہے وہ اپنی تحریر اور سود کی رقم واپس لے جائے۔

یوں اپنی تمام دولت راہِ خدا میں لٹا دی۔ آپ حضرت خواجہ حسن بصری کی خدمت میں پہنچ جاتے اور مشغول عبادت رہتے۔ چونکہ قرآن حکیم کی قرأت میں تلفظ اپنے صحیح مخرج کے ساتھ ادا نہیں کر سکتے تھے اس لئے آپ کو عجمی کا خطاب دیا گیا۔

ایک وقت تھا کہ سود پر گزارا کرتے تھے اور اب توکل کے مقام پر یوں فائز ہوئے کہ بیوی بچوں کے اصرار پر مزدوری کے لئے گھر سے باہر نکلے۔ سارا دن اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہے۔ جب شام کو گھر پہنچے تو اہلیہ نے مزدوری کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگے: جس مالک کے ہاں مزدوری کی ہے وہ بہت کرم والا ہے، اس کی کرم نوازی سے مجھے بڑی شرم محسوس ہوئی کہ اجرت طلب کروں۔

وہ ضرور جلد ہی ہماری طلب کو پورا کر دے گا۔ جب دس دن اسی طرح گزر گئے اور شام کو اس فکر میں پریشان آ رہے تھے کہ آج جا کر بھوک میں پریشان اہلِ خانہ کو کیا جواب دوں گا؟ گھر پہنچے تو اہلِ خانہ کو بڑا خوش وخرم دیکھا۔ اندر سے کھانے کی خوشبو آ رہی تھی۔ اہلیہ نے بتایا کہ تمہارا مالک تو بہت خیال رکھنے والا ہے۔ اس نے ایک بوری آٹا، ایک ذبح شدہ بکری، گھی، شہد اور تین سو درہم بجھوائے ہیں اور ساتھ یہ بھی پیغام بجھوایا ہے کہ حبیب سے کہنا کہ ہم اس کی مزدوری سے خوش ہیں۔ اگر وہ اور زیادہ اپنے کام کو ترقی دیں گے تو ہم اس کے صلہ میں زیادہ بڑھ کر مزدوری دیں گے۔

حضرت حبیب عجمی پر اللہ رب العزت کی ان عنایات کے سبب عجیب گریہ و بکا طاری ہو گیا۔ پھر بندگی بجا لاتے ہوئے رضائے الٰہی کے بڑے اعلیٰ مقام پر پہنچے۔ ایک مرتبہ نماز مغرب کے وقت حضرت خواجہ حسن بصری آپ کے ہاں پہنچے۔ آپ اس وقت نماز کے لئے کھڑے ہو چکے تھے۔ جب آپ نے دیکھا کہ آپ **الحمد للہ** کی قرأت درست نہیں کر رہے تو آپ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کی بجائے علیحدہ نماز ادا کی۔

اس رات حضرت خواجہ حسن بصری کو خواب میں حق تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوا (جیسا اس کی شان کے لائق تھا) تو آپ نے عرض کیا: اے اللہ! میں تیری رضا کیسے حاصل کروں؟ ارشاد ہوا کہ رضا تو تمہارے بہت قریب تھی۔ اگر تو حبیب کی اقتداء میں نماز ادا کر لیتا تو تجھے میری رضا مل جاتی، جو تیری ساری عمر کی نمازوں سے بہتر تھا۔ تو نے حبیب کی عبادت کے ظاہر کو دیکھا لیکن اس کی نیت کو ملاحظہ نہیں کیا جو اس کی روح میں کارفرما تھی۔ بلاشبہ اعمال کا دارو

مدار نیت پر ہے۔ نیت کی خالصیت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

کہاں وقت کے معروف حبیب سود خور اور کہاں حضرت حبیب عجمی۔ اخلاص کی ایک توبہ نے اُن کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ آپ کے سامنے جب قرآن حکیم کی تلاوت ہوتی تو مضطرب اور بے قرار ہو کر آہ و فغاں کرنے لگتے۔ عرض کرتے: کیا ہوا حبیب کی زبان عجمی ہے لیکن قلب تو عربی ہے۔ آپ کا شمار صدق و صفا پر عمل پیرا ہونے والے صاحبِ یقین اور گوشہ نشین بزرگوں میں ہوتا ہے۔(۱)

۲۵۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک کی توبہ

'فوائد الفواد' میں حضرت نظام الدین اولیاء سے منقول ہے کہ شیخ عبد اللہ بن مبارک اللہ تعالیٰ کے حضور تائب ہونے سے قبل جوانی میں ایک خاتون کی محبت میں گرفتار تھے۔ ایک رات اس کی دیوار کے نیچے آئے ہوئے تھے کہ اس سے گفتگو کریں۔ اس خاتون نے بھی کھڑکی سے سر باہر نکال کر کے باتیں کرنا شروع کر دیں۔ دونوں آپس میں راز و نیاز کی باتوں میں یوں مشغول ہوئے کہ ساری رات گزر گئی، یہاں تک کہ صبح کی اذان کی آواز آئی۔ شیخ عبد اللہ سمجھے کہ نمازِ عشاء کی اذان ہے۔ جب غور سے دیکھا تو صبح ہو چکی تھی۔ اس دوران غیب سے ایک آواز آئی: اے عبد اللہ! ایک عورت کے عشق میں ساری رات کھڑے کھڑے گزار دی، کسی رات حق تعالیٰ کے لئے بھی اسی طرح بیدار رہے ہو؟ عبد اللہ نے جب یہ بات سنی تو اپنے اس فعل سے توبہ کی اور دل و جان سے مشغول بحق ہو گئے۔(۲)

پھر وہ مقام پایا کہ حضرت سفیان ثوری اُن کی حالت کو دیکھ کر رشک کرتے۔ آپ عارف باللہ بھی تھے اور امام فی الحدیث بھی۔ حضرت امام شعرانی بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار

---

(۱) فرید الدین عطار، تذکرۃ الاولیاء: ۳۴

(۲) ۱۔امیر حسن سنجری، فوائد الفود (ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء اردو، مترجم خواجہ حسن نظامی دہلوی): ۲۹۲
۲۔فرید الدین عطار، تذکرۃ الاولیاء: ۱۱۴

اپنے اہل خانہ کے ساتھ خلیفہ ہارون الرشید ایک نجی دورے پر آیا تو دیکھا کہ گلیاں بازار لوگوں سے اَٹے پڑے ہیں۔ لوگوں کے جوتے ٹوٹ گئے ہیں۔ راستہ نہیں مل رہا تو خلیفہ کی والدہ نے پوچھا: کیا بات ہے، راستہ کیوں لوگوں سے بند ہے؟ تو خلیفہ نے کہا کہ آج حدیث کے امام حضرت عبداللہ بن مبارک یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں اور لوگ ان کے استقبال کے لئے جمع ہیں تو والدہ نے کہا: تو پھر اصل بادشاہ تو یہ ہیں نہ کہ ہارون الرشید جس کے لئے ڈنڈوں اور کوڑوں سے لوگ جمع کئے جاتے ہیں۔ [۱]

۲۶۔ حضرت ابوحفص حداد کی توبہ

حضرت ابوحفص حداد جو اپنے دور کے کامل اور عظیم المرتبت بزرگ ہو گزرے ہیں۔ عہدِ شباب میں آپ کو کسی خوبصورت کنیز سے عشق ہو گیا لیکن وہ کسی طور شادی کے لئے رضا مند نہ ہوئی۔ بعض تذکرہ نگاروں نے اسے یہودی دوشیزہ لکھا ہے۔ تب یہ نیشاپور کے ایک مشہور جادوگر سے ملے اور اس سے اپنا مقصد بیان کیا۔ جادوگر کافر تھا۔ اس نے کہا کہ چالیس دن کا چلہ ہے۔ ان چالیس دنوں میں ہر قسم کی عبادت تو چھوڑنی ہی ہے بلکہ کوئی نیک عمل بھی تم سے سرزد نہ ہو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس کا جادو مکمل نہ ہو۔ چالیس روز بھی گزر گئے لیکن مراد نہ بر آئی۔

یہ دوبارہ جادوگر کے پاس گئے۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ میرا جادو تو کبھی ناکام نہیں ہوا۔ تم غور کرو کوئی عبادت یا نیک کام تو تم سے سرزد نہیں ہو گیا۔ بڑی سوچ بچار کے بعد انہوں نے بتایا کہ صرف ایک کام ہو گیا ہے جسے شاید تم نیکی شمار کر سکو۔ اس نے پوچھا: کیا کام کیا؟ انہوں نے کہا: ایک دن راستے میں پڑا ہوا پتھر میں نے اس ارادہ سے اٹھا کر دور کر دیا تھا کہ کوئی اس سے ٹھوکر نہ کھائے۔ یہ سن کر جادوگر نے کہا کہ کس قدر افسوس ناک بات ہے کہ آپ اپنے ایسے خدا کی عبادت سے گریزاں ہیں اور اس کی مخالفت میں دلیر ہیں جس نے باوجود تمہاری برائی میں ملوث ہونے کے، ایک معمولی سی نیکی کو بھی رائیگاں نہیں جانے دیا، اسے قبولیت عطا کی اور میرا سارا جادو ناکام ہو کر رہ گیا۔ آپ نے اسی وقت اللہ تعالیٰ کے حضور سچے دل سے توبہ

(۱) شعرانی، الطبقات الکبری: ۹۰-۹۱

کی، پھر تقویٰ میں ایسا مقام حاصل کیا کہ راہِ طریقت میں آپ کا شمار ان ممتاز مشائخ میں سے ہوا جو اہل کشف و کرامات ہوئے۔ [۱]

۲۷۔ حضرت بشر حافی کی توبہ

آپ کی اوائل کی زندگی کوئی قابل قدر نہ تھی۔ فسق و فجور میں مبتلا رہتے تھے۔ ان کی اکثر راتیں مے خانہ میں گزرتی تھیں۔ ایک روز دیوانگی کے عالم میں کہیں جارہے تھے کہ اچانک راستے میں ایک کاغذ کا ٹکڑا پڑا دیکھا جس پر 'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' لکھا ہوا تھا آپ نے بڑے پیار سے اس کو اٹھایا، چوما اور پھر عطر سے معطر کر کے کسی بلند مقام پر رکھ دیا۔ اسی شب خواب میں من جانب اللہ یہ خوش خبری ملی کہ اے بشر! جس طرح تم نے ہمارے نام کو معطر کیا ہے ہم تیرے نام اور دل یعنی ظاہر و باطن کو پاکیزہ مراتب عطا کریں گے۔ [۲]

حضرت محمد بن صلت سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بشر بن حارث (یعنی حضرت بشر الحافی) سے ان کی توبہ کے معاملہ اور سلوک و تصوف کی ابتداء کے بارے میں پوچھا گیا کہ بے شک آپ کا نام لوگوں میں ایسے ہی محترم ہے جیسے کسی نبی کا نام ہو، اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا:

هٰذَا مِنْ فَضْلِ اللهِ وَمَا أَقُوْلُ لَكُمْ كُنْتُ رَجُلًا عَيَّارًا صَاحِبَ عَصَبَةٍ، فَجُزْتُ يَوْمًا فَإِذَا أَنَا بِقِرْطَاسٍ فِي الطَّرِيْقِ فَرَفَعْتُهُ فَإِذَا فِيْهِ ﴿بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾. فَمَسَحْتُهُ وَجَعَلْتُهُ فِي جَيْبِي، وَكَانَ عِنْدِي دِرْهَمَانِ مَا كُنْتُ أَمْلِكُ غَيْرَهُمَا. فَذَهَبْتُ إِلَى الْعَطَّارِيْنَ، فَاشْتَرَيْتُ بِهِمَا غَالِيَةً، وَمَسَحْتُهُ فِي الْقِرْطَاسِ، فَنِمْتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ، فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ

---

(۱) فرید الدین عطار، تذکرہ الاولیاء:۲۱۰

(۲) ۱۔ ابن عساکر، تاریخ مدینہ دمشق، ۱۸۲:۱۰
۲۔ ابن جوزی، صفة الصفوة، ۳۲۵:۲

قَائِلًا يَقُوْلُ لِي: يَا بِشْرَ بْنَ الْحَارِثِ، رَفَعْتَ اسْمَنَا عَنِ الطَّرِيقِ، وَطَيَّبْتَهُ، لَأُطَيِّبَنَّ اسْمَکَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، ثُمَّ كَانَ مَا كَانَ.(۱)

یہ سراسر فضلِ الٰہی ہے، اور اس فضل کے بارے میں، میں آپ کو بتاتا ہوں۔ میں ایک بڑا آوارہ اور جتّھہ (یعنی کثیر دوستیاں) رکھنے والا شخص تھا، ایک دن میں گزر رہا تھا کہ اچانک مجھے راستہ میں کاغذ کا ایک ٹکڑا نظر آیا، اسے میں نے اٹھا لیا۔ میں نے دیکھا کہ اس پر ﴿بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ لکھی ہوئی ہے۔ میں نے اسے پونچھا اور اسے (چوم کر) اپنی جیب میں رکھ لیا۔ میرے پاس اُس دِن دو درہم تھے، ان کے علاوہ میرے پاس کچھ نہ تھا۔ میں عطر فروشوں کے پاس گیا، ان دو درہموں سے میں نے قیمتی عطر خریدا اور اسے کاغذ کے ٹکڑے پر مل دیا۔ اس رات میں سویا تو خواب دیکھا۔ گویا کوئی کہنے والا مجھے کہہ رہا تھا: اے بشر بن حارث! تو نے راستے سے ہمارا نام اٹھایا ہے، اور اسے خوشبو لگائی ہے، تو میں ضرور بالضرور تمہارے نام کو دنیا و آخرت میں پاکیزہ کردوں گا۔ پھر ایسا ہی ہوا۔

حضرت بشر حافی کی توبہ کے بارے میں ایک اور روایت بیان کی جاتی ہے:

أَنَّ الإِمَامَ بِشْرًا كَانَ فِي زَمَنِ لَهْوِهٖ فِي دَارِهٖ، وَعِنْدَهٗ رُفَقَاؤُهٗ يَشْرَبُوْنَ وَيَطِيْبُوْنَ، فَاجْتَازَ بِهِمْ رَجُلٌ مِنَ الصَّالِحِيْنَ فَدَقَّ الْبَابَ، فَخَرَجَتْ إِلَيْهِ جَارِيَةٌ، فَقَالَ: صَاحِبُ هٰذِهِ الدَّارِ حُرٌّ أَوْ عَبْدٌ؟ فَقَالَتْ: بَلْ حُرٌّ، فَقَالَ: صَدَقْتِ، لَوْ كَانَ عَبْدًا لَاسْتَعْمَلَ أَدَبَ الْعُبُوْدِيَةِ وَتَرَکَ اللَّهْوَ وَالطَّرَبَ، فَسَمِعَ بِشْرٌ مُحَاوَرَتَهُمَا، فَسَارَعَ إِلَى الْبَابِ حَافِيًا حَاسِرًا، وَقَدْ وَلَّى الرَّجُلُ، فَقَالَ لِلْجَارِيَةِ: وَيْحَکِ، مَنْ كَلَّمَکِ عَلَى الْبَابِ؟ فَأَخْبَرَتْهُ بِمَا جَرٰى، فَقَالَ: أَيَّ نَاحِيَةٍ أَخَذَ الرَّجُلُ؟ فَقَالَتْ: كَذَا، فَتَبِعَهٗ بِشْرٌ حَتّٰى

(۱) ۱۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ۸:۳۳۶
۲۔ ابن قدامة، التوابين: ۲۱۰، ۲۱۱

لَحِقَهُ، فَقَالَ لَهُ: يَا سَيِّدِي، أَنْتَ الَّذِي وَقَفْتَ بِالْبَابِ وَخَاطَبْتَ الْجَارِيَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: أَعِدْ عَلَيَّ الْكَلَامَ، فَأَعَادَهُ عَلَيْهِ، فَمَرَّغَ بِشْرٌ خَدَّيْهِ عَلَى الْأَرْضِ وَقَالَ: بَلْ عَبْدٌ عَبْدٌ، ثُمَّ هَامَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَافِيًا حَاسِرًا، حَتّٰى عُرِفَ بِالْحَفَاءِ. (۱)

امام بشر الحافی اپنے لہو ولعب کے زمانے میں اپنے گھر میں تھے اور آپ کے پاس آپ کے چند ساتھی بھی تھے جو شراب پینے اور خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ ان کے پاس سے کوئی مردِ صالح گزرا، اس نے دروازے پر دستک دی، تو ایک باندی نکل کر باہر آئی۔ اس نیک شخص نے (لونڈی سے) پوچھا: یہ گھر والا کوئی آزاد شخص ہے یا غلام؟ باندی نے کہا: آزاد شخص ہے۔ اس نے کہا: تو نے سچ کہا، اگر یہ غلام ہوتا تو عبودیت (یعنی بندگی) کے آداب سے کام لیتا اور لہو وطرب کو چھوڑ دیتا۔ بشر حافی نے ان دونوں کی باتیں سن لیں اور ننگے پاؤں و برہنہ سر جلدی سے دروازے کی طرف لپکے، اتنے میں وہ شخص جا چکا تھا۔ آپ نے باندی سے کہا: افسوس ہے تجھ پر! دروازے پر تیرے ساتھ کون باتیں کر رہا تھا؟ اس نے جو کچھ ہوا، انہیں بتا دیا۔ آپ نے پوچھا: وہ شخص کس طرف گیا ہے؟ باندی نے کہا: اس طرف۔ چنانچہ بشر اس شخص کے پیچھے چل پڑے یہاں تک کہ اسے جا ملے اور کہا: اے میرے آقا! آپ وہی ہیں جو دروازے پر رکے اور باندی سے مخاطب ہوئے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے کہا: مجھے وہی بات دہرا دیجئے۔ اس شخص نے وہی بات دہرا دی۔ (یہ سن کر) حضرت بشر حافی نے اپنے دونوں رخسار زمین پر خاک آلود کیے (یعنی ندامت اور افسوس کا اظہار کیا) اور کہا: بلکہ میں غلام ہوں، میں غلام ہوں۔ پھر وہ ننگے پاؤں اور برہنہ سر جدھر منہ ہوا، اُسی طرف چل دیے یہاں تک کہ برہنہ پائی سے مشہور ہوگئے۔

---

(۱) ابن قدامة، التوابين: ۲۱۱

حضرت امام احمد بن حنبل عظیم محدث اور فقیہ ہونے کے باوجود آپ کی مجلس میں اکتسابِ فیض کے لئے آتے۔ کسی نے پوچھا: اے امام! آپ جیسے صاحبِ علم وفضل کا ان کی خدمت میں آنا سمجھ میں نہیں آیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ کی توفیق سے مجھے اپنے علوم پر مکمل عبور حاصل ہے لیکن وہ دیوانہ درویش بشر حافی اللہ تعالیٰ کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ جب آپ نے توبہ کی تو اس وقت مے خانہ سے ننگے پاؤں باہر آئے تھے۔ پھر اس لمحہ کی یاد میں کہ جب اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق عطا فرمائی ساری عمر ننگے پاؤں ہی رہے اور بشر حافی یعنی بشر ننگے پاؤں والا کہلانا پسند کیا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کی اطاعت کا یہ عالم تھا کہ جب تک زندہ رہے بغداد کے جانوروں نے بغداد کی گلیوں میں گوبر وغیرہ کرنا بند کر دیا تھا۔ (۱)

۲۸۔ صحابیِ رسول کے وسیلے سے توفیقِ توبہ

حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اپنی تصنیف 'غنیۃ الطالبین' کے باب توبہ میں سچی توبہ کے عنوان کے تحت ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں: 'ایک روز صحابیِ رسول امام المحدثین حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ کے مضافات میں واقع ایک گاؤں کے قریب سے گزر رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ چند فاسق و فاجر ایک مکان میں جمع ہوکر شراب نوشی میں مشغول ہیں اور ایک مشہور گویّا بھی ان میں شامل ہے اور اپنا بربط بجا کر گانے میں مصروف ہے۔ اس کی سریلی مسحور کن آواز سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اسے کیسی اچھی آواز دی ہے۔ اگر یہ اسے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب قرآنِ حکیم کی تلاوت میں استعمال کرتا تو کیا ہی اچھا ہوتا! آپ یہ کہہ کر آگے چل پڑے۔ گانے بجانے والے کا نام زادان تھا۔ وہ آپ کے کلمات کو تو نہ سمجھ سکا لیکن اتنا اسے پتہ چل گیا کہ اس کے گانے بجانے کے بارے میں کچھ کہا گیا ہے۔ اس نے وہاں پر موجود لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں اور میرے بارے میں کیا کہا ہے؟

لوگوں نے بتایا کہ یہ مشہور صحابیِ رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ فرما گئے ہیں کہ گانے کی آواز کس قدر مسحور کن ہے، کاش! یہ آواز تلاوت قرآنِ حکیم میں استعمال

(۱) فرید الدین عطار، تذکرۃ الاولیاء: ۶۹

ہوتی۔ جونہی اُس نے یہ سنا تو اس پر ایک ہیبت طاری ہوگئی۔ اس نے اپنا بربط زمین پر دے مارا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اسی حالت میں حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ کے پیچھے بھاگا۔ جب آپ کے قریب پہنچا تو اس نے اپنا رومال رسی کے طور پر اپنے گلے میں ڈالا اور خود کو ایک مجرم کی شکل میں آپ کی خدمت میں پیش کر دیا اور رونے لگا۔ آپ اس کی حالتِ رجوع الی اللہ دیکھ کر بے قرار ہو گئے اور اظہارِ محبت کرتے ہوئے اپنی دونوں باہیں زادان کے گلے میں ڈال دیں، گلے لگ گئے اور دونوں باہم مل کر رونے لگے۔

لوگوں نے بعد ازاں حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ سے دریافت کیا کہ حضرت یہ کیا ماجرا ہوا کہ آپ نے ایک گویّے کو گلے لگا کر اس پر نہ صرف اظہار شفقت و محبت فرمایا بلکہ دونوں باہم مل کر روئے بھی۔ تب آپ ﷛ نے فرمایا: میں اس شخص سے کیسے محبت نہ کروں جس سے خود حق تعالیٰ محبت فرماتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ کا قول اس کی سچی توبہ کا باعث بن گیا۔ زادان نے باقاعدہ آپ کی صحبت اختیار کر لی اور قرآن حکیم سے بہت زیادہ علم کا حصہ پایا اور علم میں امامت کے درجے پر فائز ہوا۔[1]

۲۹۔ تذلیل کے بدلے مغفرت

امام قشیری محمد بن عبدالوہاب ثقفی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک دن عجب جنازہ دیکھا جسے آگے سے دو مردوں اور پیچھے ایک عورت نے کندھا دے رکھا تھا۔ یہ آگے بڑھے اور خاتون کی جگہ لی۔ فرماتے ہیں کہ ہم قبرستان پہنچے جنازہ پڑھا اور میت کو قبر میں دفن کر دیا۔ یہ بڑے حیران تھے کہ اس قدر مختصر جنازہ ساری زندگی کبھی نہیں دیکھا۔ اس کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟ چنانچہ قبر میں دفن کرنے کے بعد خاتون سے مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ اے خاتون! تیرا اس میت سے کیا تعلق ہے؟ اس نے جواب دیا: میرا بیٹا تھا۔ یہ سوچنے لگے کہ شاید یہ کسی ویرانے میں رہتے ہیں۔ چنانچہ پوچھا: کیا آپ کے کوئی پڑوسی نہیں ہیں؟ کہنے لگی: ہاں، پڑوسی تو

(۱) عبد القادر جیلانی، الغنیة، ۱: ۲۶۳-۲۶۴

ہیں۔ اس پر انہیں یہ خیال گزرا شاید آپس کے کسی جھگڑے کے باعث ان سے قطع تعلقی ہو گی، لیکن یہ بات بھی نہیں تھی۔

اُن کی حیرت کو دور کرتے ہوئے خاتون نے خود ہی بتایا کہ اہل محلّہ نے ہمیں حقیر سمجھا اور میرے بیٹے کی موت کو معمولی خیال کیا۔ یہ بڑے حیرت زدہ ہو گئے۔ کہنے لگے: یہ کیا تھا؟ عورت نے جواب دیا: یہ بے چارہ مخنث تھا اور خاموش ہو گئی۔ گویا اس کی خاموشی زبانِ حال سے شکوہ کر رہی تھی کہ 'اس کے مخنث ہونے اور میرا اس کے مخنث جننے میں کیا قصور تھا'۔

ایک مخنث سے نفرت کا یہ عالم کہ اہل محلّہ نے نہ صرف اس کے کفن دفن اور جنازہ پڑھنے کو غیر ضروری خیال کیا بلکہ ایک دکھی ماں کے حزن و ملال کو بھی درخورِ اعتنا نہیں سمجھا۔ شاید اسی انتہا درجے کی نفرت نے اسے جوانی میں موت کے منہ میں دھکیل دیا تھا۔ اس نفرت کے نظارے آج بھی ہمیں دکھائی دیتے ہیں لیکن کبھی ایک لمحے کے لئے بھی غور نہیں کرتے کہ اگر ان کی جگہ ہم خود یہ ہوتے تو ہمارے دل کی کیفیت کا کیا عالم ہوتا؟ لیکن یہ ناانصافی اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں ہے۔

عبدالوہاب فرماتے ہیں: مجھے اس پر بہت رحم آیا۔ میں اس غمزدہ دکھی ماں کو اپنے گھر لے گیا۔ گندم، کپڑوں اور رقم سے اس کی مدد کی۔ جب رات کو سویا تو خواب میں ایک شخص میرے پاس آیا جس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح تھا۔ اس نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔ اس نے میرا شکریہ ادا کیا۔ یہ کہتے ہیں: میں نے پوچھا تو کون ہے؟ میں نے تجھے نہیں پہچانا۔ وہ کہنے لگا: میں وہی مخنث ہوں جسے آپ نے دفن کیا (یعنی اگر آپ نہ ہوتے تو یہ مجھے بغیر جنازہ پڑھے دفن کر دیتے)۔ پھر کہنے لگا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے بخش دیا کہ لوگ مجھے حقیر جانتے تھے، یعنی بظاہر اعمال ایسے نہیں تھے لیکن نفرت اور حقارت و ذلت جو معاشرے نے اس کے ساتھ روا رکھی اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے بغیر حساب و کتاب بخش دیا۔ لوگوں کی نفرت اس کی بخشش کا سامان بن گئی۔ (۱)

---

(۱) قشیری، الرسالة:۱۳۶-۱۳۷

۳۰۔ امام زین العابدین ﷺ اور خشیتِ الٰہی

تائبین کے ذکر کا اختتام سید الساجدین و امام المتقین و خاشئین حضرت سیدنا زین العابدین ﷺ کے ذکر مبارک پر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حضور آپ ساری زندگی سراپا التجا بنے رہے۔ آپ کی مناجاتیں سالکانِ راہِ مولیٰ کے لئے توبہ و استغفار اور طلبِ مغفرت کے باب میں عظیم اثاثہ ہیں۔ ان مناجات میں پنہاں سوز و گداز، ہدایت کے متلاشیوں کے لئے نشانِ منزل کی حیثیت رکھتا ہے۔

مقربین میں سے جب کوئی اللہ تعالیٰ کے حضور حقِ بندگی بجا لاتے ہوئے اپنی کوتاہیوں، غلطیوں، حکم عدولیوں، نافرمانیوں اور گناہوں کا اعتراف کرتا ہے تو بظاہر اس کا یہ اظہارِ بندگی ایک طرح سے انکساری کی ایک شکل ہوتا ہے لیکن امام این العابدین ﷺ کی مناجات کے پسِ پردہ اخلاص کی خالصیت کا یہ عالم ہے کہ جو عرض کر رہے ہوتے ہیں مجسم سچائی بن کر پڑھنے اور سماعت کرنے والوں کے قلوب و ارواح میں اترتا چلا جاتا ہے۔ حالانکہ آپ اہلِ بیت اطہار کی وہ برگزدیدہ ہستی ہیں کہ عبادت خود جن پر فخر کرتی ہے۔

آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے شب و روز کا مطالعہ کریں تو آپ کا وجودِ مسعود مجسم مناجات نظر آتا ہے۔ آپ تسلیم و رضا کے مقام پر فائز تھے۔ جب آپ وضو فرماتے تو چہرے کا رنگ زرد ہو جاتا۔ عبادت کے لئے کھڑے ہوتے تو لرزہ براندام ہو جاتے۔ شب و روز قیام کے باعث پیروں پر ورم رہتا۔ نعمت ملے یا آزمائش کا مرحلہ ہو ہر حالت میں حق سبحانہ و تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوتے اور اس وقت تک سجدے سے سر نہ اٹھاتے جب تک پسینہ میں شرابور نہ ہو جاتے۔ جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو آپ کی تضرع و انکساری کمال تک پہنچ جاتی۔ سوائے تسبیح و استغفار کے کوئی اور بات زبان سے نہ نکالتے اور خشیتِ الٰہی میں اکثر غشی طاری ہو جاتی۔

آپ کے حج کے احوال میں ابن عینیہ کہتے ہیں کہ جب آپ ﷺ کی سواری اس مقام پر پہنچی جہاں احرام باندھنا لازم ہو جاتا ہے تو عرض کیا گیا: حضور! احرام باندھ لیں۔ اللہ

تعالیٰ کے حضور حاضری کے خوف سے آپ کے جسم مبارک پر کپکپی طاری ہوگئی۔ چہرے پر زردی چھا گئی۔ یوں لگا کہ جسم میں جان نہیں ہے، احرام باندھنا مشکل ہو گیا۔ پھر عرض کیا گیا: حضرت کوشش فرمائیں اور تلبیہ کہیں لیکن زبان تلبیہ کے الفاظ ادا کرنے سے قاصر تھی۔ عرض کیا گیا کہ آپ تلبیہ کیوں نہیں ادا کرتے؟ فرمایا: میں ڈرتا ہوں کہ میں 'لبیک' کہوں تو ادھر سے 'لا لبیک' کی آواز نہ آ جائے جب سنبھل کر تلبیہ کیا تو غش کھا کر گر پڑے اور حج کے اختتام تک مسلسل یہی معاملہ درپیش رہا۔ کبھی سنبھلتے اور کبھی بے ہوش ہو کر گر پڑتے۔ (۱)

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اپنی مناجات میں بندوں کو اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہونے کا سلیقہ سکھایا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے اللہ رب العزت سے یوں مخاطب ہوتے ہیں:

إِلٰهِي إِنْ كَانَ النَّدَمُ عَلَى الذَّنْبِ تَوْبَةً، فَإِنِّي وَعِزَّتِکَ مِنَ النَّادِمِيْنَ، وَإِنْ كَانَ الْاِسْتِغْفَارُ مِنَ الْخَطِيْئَةِ حِطَّةً فَإِنِّي لَکَ مِنَ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ، لَکَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى.

إِلٰهِي بِقُدْرَتِکَ عَلَيَّ تُبْ عَلَيَّ، وَبِحِلْمِکَ عَنِّي اعْفُ عَنِّي، وَبِعِلْمِکَ بِيَ ارْفُقْ بِي.

اے میرے معبود! اگر گناہ پر پشیمانی کا مطلب توبہ ہی ہے تو مجھے تیری عزت کی قسم کہ میں پشیمان ہونے والوں میں ہوں، اور اگر خطا کی معافی مانگنے سے خطا معاف ہو جاتی ہے تو بیشک میں تجھ سے معافی مانگنے والا پہلا ہوں، تیری چوکھٹ پر ہوں حتی کہ تو راضی ہو جائے۔

اے معبود! اپنی قدرت سے میری توبہ قبول فرما اور میرے متعلق اپنے علم سے مجھ پر مہربانی کر۔

(۱) غزالی، احیاء علوم الدین، ۱:۲٦۸

دوسرے مقام پر امام صاحب ؈ بارگاہ الٰہی میں یوں التجا کرتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيَّ حَتّٰى لَا أَعْصِيَكَ، وَأَلْهِمْنِي الْخَيْرَ وَالْعَمَلَ بِهٖ، وَخَشْيَتَكَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، أَبَدًا مَا أَبْقَيْتَنِي يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ.

اے معبود! مجھے ایسی توبہ کی توفیق دے کہ پھر تیری نافرمانی نہ کروں، میرے دل میں نیکی و عمل کا جذبہ ابھار دے اور جب تک مجھے زندہ رکھے، دن رات اپنا خوف میرے قلب میں ڈالے رکھ، اے جہانوں کے پالنے والے۔

پھر امام ؈ جہنم اور اس کے عفریتوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی پناہ کے یوں طلب گار ہوتے ہیں:

(اللّٰهُمَّ،) أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَقَارِبِهَا الْفَاغِرَةِ أَفْوَاهَهَا، وَحَيَّاتِهَا الصَّالِقَةِ بِأَنْيَابِهَا، وَشَرَابِهَا الَّذِي يُقَطِّعُ أَمْعَآءَ وَأَفْئِدَةَ سُكَّانِهَا، وَيَنْزِعُ قُلُوْبَهُمْ، وأَسْتَهْدِيْكَ لِمَا بَاعَدَ مَنْهَا، وَأَخّرُ عَنْهَا.

اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں جہنم کے ان بچھوؤں سے جن کے منہ کھلے ہوں گے، اور ان سانپوں سے جو دانتوں کو پیس پیس کر پھنکار رہے ہوں گے، اور اس کے کھولتے ہوئے پانی سے جو انتڑیوں اور دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور سینوں کو چیر کر دلوں کو نکال دے گا۔

اپنے قلب سیاہ اور جامد آنکھوں کی بارگاہ الٰہی میں شکایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إِلٰهِي إِلَيْكَ أَشْكُوْ قَلْبًا قَاسِيًا، مَعَ الْوَسْوَاسِ مُتَقَلِّبًا، وَبِالرَّيْنِ وَالطَّبْعِ مُتَلَبِّسًا وَعَيْنًا عَنِ الْبُكَاءِ مَنْ خَوْفِكَ جَامِدَةً، وَإِلٰى مَا يَسُرُّهَا طَامِحَةً.

اے میرے معبود! میں تجھ سے سیاہ قلب کی شکایت کرتا ہوں اور بدلنے والے وسوسوں کی شکایت کرتا ہوں جو رنگ و تیرگی سے آلودہ ہیں، اس آنکھ کی شکایت کرتا

ہوں جو تیرے خوف میں گریہ نہیں کرتی اور جو چیز اچھی لگے اس سے خوشی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت کی طرف اشادہ کر کے عفو و درگزر طلب کرتے ہیں:

إِلٰهِي رَبَّيْتَنِي فِي نِعَمِكَ وَإِحْسَانِكَ صَغِيْرًا، وَنَوَّهْتَ بِاسْمِي كَبِيْرًا، فَيَا مَنْ رَبَّانِيْ فِي الدُّنْيَا بِإِحْسَانِهٖ وَتَفَضُّلِهٖ وَنِعَمِهٖ، وَأَشَارَ لِي فِي الْآخِرَةِ إِلٰى عَفْوِهٖ وَكَرَمِهٖ.

اے اللہ! جب میں بچہ تھا تو نے مجھے اپنی نعمت اور احسان کے ساتھ پالا اور جب میں بڑا ہوا تو مجھے شہرت عطا کی پس اے وہ ذات جس نے دنیا میں مجھے اپنے احسان نعمت اور عطا سے پرورش کیا اور آخرت میں مجھے اپنے عفو و کرم کا اشارہ دیا ہے۔

پھر اللہ رب العزت سے ہم کلام ہوتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّي، وَأَنَا عَبْدُكَ، وَأَحَقُّ مَنْ سَأَلَ الْعَبْدُ رَبَّهٗ، وَلَمْ يَسْأَلِ الْعِبَادُ مِثْلَكَ كَرَمًا وَجُوْدًا. (۱)

اے معبود! تو میرا پروردگار اور میں تیرا بندہ ہوں اور بندے کو زیادہ حق ہے کہ اپنے پروردگار سے سوال کرے اور بندوں سے تیرے جیسے کرم و بخشش کا سوال نہیں کیا جا سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ آپؒ کی مناجات، دعائیں، التجائیں بندوں کو مولیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایسا سلیقہ اور قرینہ عطا کرتی ہیں کہ توبہ کی راہ کا ہر مسافر حسبِ حال ان سے مستفیض ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

---

(۱) مناجات إمام زين العابدين

باب ہشتم

باطنی آلودگی
اور
ہمارے شب و روز

انسان اپنے روزانہ کے معمولات میں مختلف قسم کے امور سرانجام دیتا ہے۔ مثلاً کھاتا پیتا ہے، لوگوں کے ساتھ میل ملاقات اور معاملات طے کرتا ہے۔ زندگی بسر کرنے کے لئے کاروبار یا ملازمت اختیار کرتا ہے۔ غرضیکہ کاروبارِ حیات چلانے کے دوران اس کے قلب و باطن میں مختلف گمان، خیال اور جذبے جنم لیتے ہیں جو اچھے بھی ہوتے ہیں اور بُرے بھی؛ انہی سے انسان کا باطن نشوونما پاتا ہے یا برباد ہوتا ہے۔ ہمارا باطن کس طرح غیر محسوس طریقے سے متاثر ہوتا ہے اس کو سمجھنے کے لئے روزمرہ کی ایک سادہ مثال کافی ہے۔

ا۔ آلودگی سے غیر محسوس طور پر متاثر ہونے کی مثال

ہم نہا دھو کر صاف ستھرے لباس میں گھر سے باہر کام کاج کی غرض سے نکلتے ہیں۔ ہماری پوری کوشش ہوتی ہے کہ ہمارا لباس پاک اور صاف رہے لیکن شام کو جب گھر لوٹتے ہیں تو ہمارا وہی صاف لباس دوبارہ پہننے کے قابل نہیں رہتا۔ اس کے ناقابل استعمال ہونے کی واحد وجہ وہ آلودگی ہے جو فضا میں موجود ہے لیکن نظر نہیں آتی۔ یہ آلودگی اِس وقت ساری دنیا کے لئے سنگین مسئلہ بن چکی ہے جس سے انسانی زندگی سخت متاثر ہو رہی ہے۔

ظاہر کی طرح باطن اس سے کہیں بڑھ کر بے شمار آلودگیوں کی زد میں رہتا ہے جو ہمارے قلب و روح کو پراگندہ کرتی ہیں۔ حسد، کینہ، غیبت، بغض، خودغرضی، مفاد پرستی، فسق و فجور، منافقت الغرض اَن گنت رذائل کی آلودگیاں ہیں جن سے انسان کا باطن متاثر ہوتا رہتا ہے۔ یہ تمام رذائل اس کے لئے خوش نما اور دل گیر ہو جاتے ہیں۔ اگر ان کا بروقت تدارک نہ کیا جائے تو پھر یہی آلودگیاں انسان کے باطن کا لاعلاج مرض بن کر اسے روحانی موت سے ہم کنار کر دیتی ہیں۔

۲۔ باطنی آلودگی کی دو جہتیں

انسان کے باطن پر آلودگی کے حملے کی دو جہتیں ہیں: ایک تو خود اس کے متضاد طبعی بشری عناصر ہیں جن سے اس کے وجود کی تشکیل ہوئی۔ یہی وہ عناصر تھے جن کو دیکھ کر ملائکہ نے اللہ رب العزت کے حضور اس خدشے کا اظہار کیا کہ 'اے اللہ! تو ایسے بشر کو اپنی نیابت ارضی عطا فرمائے گا جو زمین میں فساد انگیزی اور خون ریزی کرے گا' بشر کی تشکیل اور ملائکہ کے خدشات کا ذکر قرآن حکیم میں یوں بیان کیا گیا ہے:

۱۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍo[(۱)]

اور بے شک ہم نے انسان کی (کیمیائی) تخلیق ایسے خشک بجنے والے گارے سے کی جو (پہلے) سِن رسیدہ (اور دھوپ اور دیگر طبیعیاتی اور کیمیائی اثرات کے باعث تغیر پذیر ہو کر) سیاہ بو دار ہو چکا تھاo

۲۔ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ.[(۲)]

انہوں نے عرض کیا: کیا تُو زمین میں کسی ایسے شخص کو (نائب) بنائے گا جو اس میں فساد انگیزی کرے گا اور خونریزی کرے گا؟

انسان کی تشکیل میں کارفرما عناصر کی خصوصیات نے ہی انسان کی فطرت کا حصہ بننا تھا۔ چنانچہ مٹی، سیاہ بدبو دار گارا، پھر اس کے بجنے کا ذکر زبانِ حال سے اس کی جبلّت، فطرت، طبیعت اور خصلت کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ بشری تقاضے انسان کی شخصیت کا حصہ ہیں۔ ان کو اگر کھلا چھوڑ دیا جائے تو پھر یہ واقعتاً فساد اور خون ریزی کا باعث بنتے ہیں۔ یوں انسان ظلم و تکبر اور رعونت اختیار کر کے خلقِ خدا کو ایذا رسانی کا باعث بن جاتا ہے۔

دوسری جہت سے مراد وہ مرغوباتِ بشری ہیں جو انسانی نفس کے لئے پسندیدہ اور خوش

---

(۱) الحجر، ۲۶:۱۵

(۲) البقرة، ۳۰:۲

نما بنا دی گئیں اور دنیا میں انسان کو قدم قدم پر اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۳۔ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ط ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ○(۱)

لوگوں کے لیے ان خواہشات کی محبت (خوب) آراستہ کر دی گئی ہے (جن میں) عورتیں اور اولاد اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان کیے ہوئے خوبصورت گھوڑے اور مویشی اور کھیتی (شامل ہیں)، یہ (سب) دنیوی زندگی کا سامان ہے، اور اللہ کے پاس بہتر ٹھکانا ہے○

ان مرغوبات کے ہاتھوں انسان اکثر یرغمال بن کر توازن کھو بیٹھتا ہے اور ان کے حصول کے لئے جائز و ناجائز طریقوں کو اختیار کرتا چلا جاتا ہے اور پھر اَوامر و نواہی کو پس پشت ڈال کر اموالِ دنیا کی حرص میں سیدھے راستے سے بھٹک جاتا ہے۔

۳۔ قلب میں نورانیت یا ظلمت کیسے جنم لیتی ہے؟

ہمارے خیالات اور احوال و اعمال ہمارے باطن پر اثر انداز ہوتے رہتے ہیں۔ اگر یہ صالح ہوں تو دل میں نور پیدا ہوتا ہے اور اگر یہ غیر صالح اور بُرے ہوں تو دل میں سیاہی اور ظلمت کو جنم دیتے ہیں۔ اس سے بھی لطیف تر بات یوں کی جاسکتی ہے کہ ایک انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے اپنے دوسرے بھائی کی نسبت بدگمانی سے کام لیتا ہے۔ حالانکہ یہ محض ایک تصور ہے لیکن اس خیال کی آمد کے ساتھ ہی اس کے دل کی سیاہی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جھوٹ غیبت، چغلی، تہمت، کذب و افتراء کی گرد ہمارے باطن پر پڑتی رہتی ہے جس سے دل کی سیاہی بڑھتی چلی جاتی ہے لیکن یہ نظر نہیں آتی۔ اس کے لئے تو دلِ بینا کی ضرورت ہے۔

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
کہ آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

(۱) آل عمران، ۳:۱۴

اگر انسان یہ محسوس کرے کہ طبیعت دین کی طرف مائل نہیں ہوتی، عبادت میں ذوق و شوق کی کمی ہے اور قلب و روح پر ایک بوجھ سا ہے تو جان لینا چاہئے کہ باطن میں ظلمت کے سائے گہرے ہوتے جا رہے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ باطن کو تاریک کر دینے والی یہ ظلمت و سیاہی کہاں سے آتی ہے؟ ایک ہوٹل میں دو آدمی آمنے سامنے بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں۔ دونوں کے سامنے ایک جیسی غذا ہے، دونوں کے معدے ایک جیسا عمل کرتے ہیں۔ دونوں کے جسم ایک جیسا خون کشید کرتے ہیں۔ لیکن ان میں سے ایک آدمی نے اپنی حلال کی کمائی خرچ کی اور دوسرے نے رشوت، دھوکا دہی یا دیگر ناجائز ذرائع سے حاصل کی ہوئی رقم خرچ کی۔ اس طرح ایک جیسا کھانا ایک کے لئے رزقِ حلال قرار پایا جس کی برکت سے اس کے باطن میں نور بھر گیا، جبکہ دوسرے کا کھانا رزقِ حرام قرار پایا جس سے اس کی روح تاریک ہو گئی۔ غذا ایک جیسی، کھانے کا انداز ایک جیسا، معدوں کا فعل ایک جیسا، کشید ہونے کے بعد خون کا رنگ ایک جیسا، لیکن ایک کا دل نور سے لبریز ہوگیا اور دوسرے کا ظلمت و سیاہی سے بھر گیا۔

اسی طرح الفاظ بھی بظاہر ایک ہونے کے باوجود نیت کے اعتبار سے انسانی قلب و روح کے لئے روشنی یا سیاہی کا باعث بنتے ہیں۔ مثلاً ایک لفظ ہے: 'کمینہ' یا 'ذلیل'۔ اگر کسی نے حق تعالیٰ کے حضور اظہارِ عجز میں اسے اپنے لئے استعمال کیا تو یہ اس کا مثبت استعمال ہے۔ یہ دل میں روشنی کا موجب بنا۔ اور اگر یہ لفظ کسی مسلمان بھائی کے لئے استعمال کیا تو اس سے متکلم کا غرور وتکبر ظاہر ہوا اور مخاطب کے لئے ذہنی اذیت کا باعث بنا۔ یہ اس لفظ کا منفی استعمال ہے جس نے اس کے دل کو سیاہ کر دیا۔

ان مثالوں سے یہاں یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ ایک انسان کے اعمال کی ظاہری نوعیت کچھ بھی ہو، اُس کی نیت کے اعتبار سے اُس کے دل میں نور کے دیے جگمگا اٹھتے ہیں یا پھر تاریکی و سیاہی مسلط ہو جاتی ہے۔ مومن کی زندگی میں نیت کی برکات سب سے بڑھ کر ہیں۔ عمل کی قدر و قیمت کا انحصار نیت کی خالصیت پر ہے۔ درج ذیل حدیث مبارکہ اسی حقیقت کو ظاہر کرتی ہے۔

حضرت عمر فاروق سے مروی کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ، وَلِكُلِّ امْرِیءٍ مَا نَوٰی، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ إِلَى اللهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ إِلَى اللهِ وَرَسُوْلِهٖ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ لِدُنْيَا يُصِيْبُهَا، أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا، فَهِجْرَتُهٗ إِلٰى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ. (۱)

اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ لہٰذا جس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہے، اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے لیے ہی شمار ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لیے ہوئی تو اس کی ہجرت اسی کے لیے ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔

۴۔ خیر و شر کا انتخاب انسانی صواب دید پر ہے

جب حضرت آدم علیہ السلام کے پیکر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی روح پھونکی تو جملہ اسماء و صفاتِ

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الإيمان، باب ما جاء أن الأعمال بالنيّة والحِسبة ولكل امرىء ما نوى، ۱:۳۰، رقم:۵۴
۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإمارة، باب قوله: إنما الأعمال بالنية وأنه يدخل فيه الغزو وغيره من الأعمال، ۳:۱۵۱۵، رقم:۱۹۰۷
۳۔ أبو داود، السنن، كتاب الطلاق، باب فيها عني به الطلاق والنيات، ۲:۲۶۲، رقم:۲۲۰۱
۴۔ ترمذي، السنن، كتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فيمن يقاتل رياء وللدنيا، ۴:۱۷۹، رقم:۱۶۴۷
۵۔ نسائي، السنن، كتاب الأيمان والنذور، باب النية في اليمين، ۷:۱۳، رقم:۳۷۹۴
۶۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب النية، ۲:۱۴۱۳، رقم:۴۲۲۷

الٰہی خلقتِ انسانی میں ظاہر ہوگئے جنہوں نے وجودِ انسانی کے جمیع مراتبِ علوی و سفلی کو گھیر لیا۔ قرآن حکیم اس مقام پر انسان کی بہترین ساخت کا ذکر یوں کرتا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍo[1]

بے شک ہم نے انسان کو بہترین (اعتدال اور توازن والی) ساخت میں پیدا فرمایا ہےo

خلیفۃ الارض ہونے کے باعث انسان فرشتوں کے برعکس مکلّف ٹھہرایا گیا۔ خیر و شر اور نیکی و بدی کے دونوں راستے اس کے لئے کھلے چھوڑ دیے گئے کہ جس راستے کا بھی چاہے انتخاب کر لے، دنیا اس کے لئے ایک امتحان گاہ ہے۔ ہاں اپنے مکلّف ٹھہرائے جانے کے باعث اُسے روزِ حشر اپنے اعمال کا جواب دہ ہونا پڑے گا۔ اب اگر چاہے تو تزکیہ و ریاضت کے ساتھ اطاعت و بندگی بجا لائے، تمام مادی، ناسوتی اور ظلماتی خصلتوں کو کمزور کر کے اپنی روحانی توانائیوں کو ان پر غالب کر دے اور اللہ تعالیٰ کے حضور سرخرو ٹھہرے۔ چاہے تو اس کے برعکس بشری میلانات، جو نفس کی مرغوب غذا ہے، کا اسیر ہو کر رذائلِ اخلاق کے باعث اللہ تعالیٰ کے غضب کا سزا وار قرار پائے۔

انسان جو آسمان پر مسجودِ ملائک ہوا، زمین پر اتر کر آزمائش کے مرحلے میں اس سیدھے راستے پر ثابت قدم نہ رہ سکا۔ الوہی ہدایت کا انتظام اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و رُسُلِ عظام علیہم السلام کے ذریعے بنی نوعِ انسانی کے لئے جاری فرمایا تاآنکہ اللہ کے آخری رسولِ معظم ﷺ دنیا میں تشریف لے آئے۔ اب ہدایت کا الوہی نظام قرآن حکیم اور سنتِ رسول ﷺ کی شکل میں قیامت تک موجود رہے گا۔ انسان بدقسمتی سے مجموعی طور پر چند روزہ فانی زندگی کی لذّات کا طلب گار رہا ہے اور مولیٰ کی ان نعمتوں کے لئے کوشش نہیں کرتا جو لافانی، ابدی اور انسانی فہم و ادراک سے ماوراء ہیں لیکن بطور آزمائش پردۂ غیب میں مستور ہیں۔ اس نے ہدایت ربانی کو پسِ پشت ڈال کر ہمیشہ رب العزت کے قہر و غضب کو ہی دعوت دی ہے۔ اور پھر خالقِ کائنات

---

(۱) التین، ۹۵:۴

نے انہیں بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت کا نشان بنا کر رکھ دیا۔ قرآن حکیم میں جابجا اُن مغضوب قوموں کا ذکر ملتا ہے جو اپنی نافرمانیوں کے سبب غضبِ الٰہی کی مستحق ٹھہرائی گئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس غضب، ناراضگی اور غفلت شعاری سے نجات عطا فرمائے۔

۵۔ راہِ ہدایت کے دو بڑے دشمن

راہِ ہدایت کے دو بڑے دشمن ہیں: نفس اور شیطان۔ یہ دونوں انسان کے سب سے بڑے دشمن ہیں جو بہرصورت انسان کو رضائے الٰہی کی منزل سے دور کرنے والے ہیں۔ جس نے ان کی دشمنی سے صَرفِ نظر کیا وہ بہت بڑی گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو بار بار خبردار کیا ہے کہ اے انسان! شیطان تیرا کھلا دشمن ہے۔ اس کے دھوکے میں نہ آنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔ **اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌo**(۱)

بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

شیطان کے اپنے دعوے کو قرآن مجید نے یوں بیان کیا ہے:

۲۔ **قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَo**(۲)

ابلیس نے کہا: اے پروردگار! اس سبب سے جو تو نے مجھے گمراہ کیا میں (بھی) یقیناً ان کے لیے زمین میں (گناہوں اور نافرمانیوں کو) خوب آراستہ و خوشنما بنا دوں گا اور ان سب کو ضرور گمراہ کر کے رہوں گاo

اللہ رب العزت کے واضح ارشادات اور شیطان کے اپنے دعویٰ کے باوجود کہ وہ ضرور بالضرور انسان کو گمراہ کرے گا، سوائے صالحین کے؛ انسان نے سبق حاصل کرنے کی بجائے شیطان کی پیروی کو ہی ضروری سمجھا۔

(۱) یوسف، ۱۲:۵

(۲) الحجر، ۱۵:۳۹

شیطان کا دوسرا ساتھی نفس ہے جو خود انسان کے وجود کا حصہ ہے۔ یہ اندر کا دشمن ہے۔ اِس کی آفتیں لا تعداد ہیں۔ یہ ہر لمحہ انسان کو برائی کی طرف آمادہ کرنے والا ہے۔ حق تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی زبانی قرآن مجید میں اس کا ذکر یوں فرمایا ہے:

۳۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○(۱)

بے شک نفس تو برائی کا بہت ہی حکم دینے والا ہے سوائے اس کے جس پر میرا رب رحم فرما دے۔ بے شک میرا رب بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے○

یہ دونوں مل کر انسان کے باطن میں اُس کی روح کو کمزور کرنے کے لئے حملہ آور رہتے ہیں۔ ان دونوں کا ایک ہی ہدف رہا ہے کہ بندے کو مولیٰ کا نافرمان بنا کر مستحقِ عذاب ٹھہرایا جائے، اگرچہ ان دونوں کا طریقۂ کار مختلف ہوتا ہے۔ اِس ساری تمہید کا مقصد اِس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ انسان بدقسمتی سے ہر گزرتے وقت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں دلیر ہوتا جا رہا ہے، جو اس کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ ہمیں شیطان اور نفس کے ان تمام ایمان سوز حملوں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے جو اِس وقت مسلم امہ کے خرمنِ ایمان کو جلا کر راکھ کر دینے کے در پے ہیں اور ہم چاہتے نہ چاہتے ہوئے دنیوی مصلحتوں کی خاطر ان سے صَرفِ نظر کئے ہوئے ہیں۔

۴۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ○ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ○(۲)

حقیقت یہ ہے (اے کفّار!) تم جلد ملنے والی (دنیا) کو محبوب رکھتے ہو○ اور تم آخرت کو چھوڑے ہوئے ہو○

۵۔ اور ارشاد فرمایا:

---

(۱) یوسف، ۱۲:۵۳

(۲) القیامۃ، ۷۵:۲۰-۲۱

بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا٥ (۱)

بلکہ تم (اللہ کی طرف رجوع کرنے کی بجائے) دنیاوی زندگی (کی لذتوں) کو اختیار کرتے ہو٥

حالانکہ جنت ایسا مقام نہیں کہ انسان چند روزہ آزمائشوں کے عوض اس کی دائمی نعمتوں اور خوش بختیوں سے جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، صرف نظر کرے۔ نہ ہی جہنم کوئی ایسی گھڑی دو گھڑی کی تکلیف برداشت کرنے کی جگہ ہے کہ فنا ہونے کو پسند کرے اور اس عارضی چند روزہ زندگی کے کھیل تماشے کی خاطر ابدی حسرتوں اور المناک مصائب و آلام کا انتخاب کرے۔ درج ذیل احادیث مبارکہ میں کس قدر وضاحت سے اس حقیقت کی کو بیان کیا گیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۱۔ حُفَّتِ الۡجَنَّةُ بِالۡمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ. (۲)

جنت ناپسندیدہ باتوں سے اور جہنم خواہشات سے گھیری گئی ہے۔

اس حدیث مبارکہ کی مزید تشریح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ہوتی جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۲۔ لَمَّا خَلَقَ اللهُ الۡجَنَّةَ وَالنَّارَ أَرۡسَلَ جِبۡرِيلَ، قَالَ: انۡظُرۡ إِلَيۡهَا وَإِلَى مَا

---

(۱) الأعلى، ۸۷: ۱۶

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، ۴: ۲۱۷۴، رقم: ۲۸۲۲

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۵۳، رقم: ۱۲۵۸۱

۳۔ ترمذی، السنن، كتاب صفة الجنة، باب ما جاء حفت الجنة بالمكاره وحفت النار بالشهوات، ۴: ۶۹۳، رقم: ۲۵۵۹

أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، فَجَاءَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا أَعَدَّ اللهُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، فَرَجَعَ إِلَيْهِ، قَالَ: وَعِزَّتِکَ، لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا، فَأَمَرَ بِهَا، فَحُجِبَتْ بِالْمَكَارِهِ، قَالَ: ارْجِعْ إِلَيْهَا، فَانْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلٰى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، قَالَ: فَرَجَعَ إِلَيْهَا، وَإِذَا هِيَ قَدْ حُجِبَتْ بِالْمَكَارِهِ، فَرَجَعَ إِلَيْهِ، قَالَ: وَعِزَّتِکَ، قَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا يَدْخُلَهَا أَحَدٌ، قَالَ: اذْهَبْ إِلَى النَّارِ، فَانْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلٰى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، فَإِذَا هِيَ يَرْكَبُ بَعْضُهَا بَعْضًا، فَرَجَعَ، قَالَ: وَعِزَّتِکَ، لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا يَسْمَعَ بِهَا أَحَدٌ فَيَدْخُلَهَا، فَأَمَرَ بِهَا، فَحُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ، فَقَالَ: وَعِزَّتِکَ، لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا يَنْجُوَ مِنْهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا.(۱)

اللہ تعالیٰ نے جہنم میں آگ کو پیدا فرمایا تو جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جا کر اُسے دیکھو۔ انہوں نے دیکھا تو عرض کیا: یا اللہ، تیری عزت کی قسم! جو اس کے بارے میں سنے گا وہ اس میں نہیں جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے خواہشات کے ساتھ ڈھانپ دیا۔ پھر فرمایا: اب جا کر دیکھو۔ انہوں نے دیکھنے کے بعد عرض کیا: یا اللہ، تیری عزت کی قسم! ڈر ہے کہ اس میں داخل ہونے کے لئے کوئی بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا: جا کر اسے دیکھو۔ انہوں نے دیکھا تو عرض کیا: یا اللہ، تیری عزت کی قسم! جو بھی اس کے بارے میں سنے گا اس میں داخل ہوگا، تو اللہ تعالیٰ نے اسے ناپسندیدہ امور سے چھپا دیا، پھر فرمایا: جا کر اسے دیکھو۔ انہوں نے دیکھنے کے بعد عرض کیا: یا اللہ مجھے ڈر ہے کہ اس

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، ۲:۳۳۲، رقم:۸۳۷۹
۲۔ ترمذی، السنن، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء حفت الجنة بالمکاره وحفت النار بالشهوات، ۴:۶۹۳، رقم: ۲۵۶۰
۳۔ نسائی، السنن، کتاب الأیمان والکفارات، ۳:۱۲۱، رقم:۴۷۰۲

میں کوئی داخل نہیں ہو گا۔

اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ دنیا سخت آزمائش کی جگہ ہے۔ جہنم سے چھٹکارہ اور جنت میں داخلہ صرف اللہ رب العزت کی توفیق اور فضل کے باعث ہی ممکن ہے۔ کوئی بھی اپنے برے اعمال کے باعث اللہ رب العزت کی ناراضگی کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اللہ رب العزت کی حکم عدولی گویا اس کے غضب کو دعوت دینا ہے جس پر سابقہ امتیں ذلت آمیز عذابوں کے ذریعے ہلاک کر دی گئیں۔ اگر رب العزت نے حضور نبی اکرم ﷺ کی رحمت کے تصدق سے ہمیں غضب سے اپنی پناہ میں رکھا ہوا ہے تو رسول اکرم ﷺ کے امتی ہونے کے ناتے ہم پر یہ واجب ہے کہ دنیا اور آخرت کی رسوائی اور جہنم کے عذاب سے بچنے کا سامان جمع کریں۔ اِس کی ایک ہی صورت ہے کہ جو ہو چکا اس کے لئے قلبِ سلیم کے ساتھ مولیٰ کی طرف متوجہ ہوں اور آئندہ کے لئے شیطانی اور طاغوتی حملوں کے طریقۂ کار کو سمجھیں اور مصمم ارادہ کے ساتھ اپنی زندگی کے احوال کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم ﷺ کے احکام کے تابع کر دیں۔

اُمتِ مسلمہ طاغوتی حملوں کی مختلف جہتوں سے شعوری اور لاشعوری طور پر شکار ہو رہی ہے جبکہ بہت سے لوگوں کو اس کا احساس نہیں۔ یہ جدیدیت کی نئی فتنہ گری ہے جسے نئی نسل بڑے شوق سے اپنائے ہوئے ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام جدید نظریات کو من وعن اپنا کر ان کی روشنی میں اپنے سماجی اور معاشرتی رویوں کو استوار نہ کریں بلکہ ہمارے عمل کا معیار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی آخری کتابِ ہدایت قرآنِ حکیم اور سنتِ رسول ﷺ ہونا چاہئے، کیونکہ جب انسان ایک گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو پھر نافرمانیوں اور گناہوں کا ختم نہ ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اِس سے انسان کا باطن ظلمتوں کا شکار ہو جاتا ہے اور اللہ رب العزت کے ساتھ انسان کا تعلق کمزور سے کمزور تر ہوتا چلا جاتا ہے۔

۶۔ مادی اقدار اور ہمارا طرزِ عمل

اس میں کوئی شک نہیں کہ دورِ جدید کی سائنس اور ٹیکنالوجی نے بنی نوع انسان کو

حیرت انگیز حد تک آسانیوں، سہولتوں اور کامیابیوں سے ہمکنار کیا ہے۔ ایک طرف کرۂ ارض گلوبل ویلج کی حیثیت اختیار کر چکا ہے تو دوسری طرف مادی ترقی کی اَن گنت منازل طے کر کے انسان خلاؤں اور سیاروں کو تصرف میں لانے کے منصوبے بنا رہا ہے۔ گویا تسخیر کائنات اس کی زد میں ہے۔ علم اور تحقیق کے فروغ میں جدید ذرائع ابلاغ اس قدر اہمیت اختیار کر چکے ہیں کہ کوئی قوم یا ملک ان سے صَرفِ نظر نہیں کر سکتا۔ اقوامِ عالم کی صف میں خود کو زندہ رکھنے کے لئے ان سے استفادہ کئے بغیر چارہ نہیں۔ یہ ایجادات اصلاً خطرناک نہیں مگر نظریاتی تربیت کی کمی اور ہماری علمی فقدان نے اِنہیں خطرناک بنا دیا ہے۔ علاوہ ازیں اِن ذرائع ابلاغ پر عالمی طاغوتی طاقتوں کے کنٹرول کے باعث عریانی، فحاشی اور اخلاقی بے راہ روی کی ترویج ہو رہی ہے اور اس امر میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ اس غیر معمولی مادی ترقی نے بنی نوع انسان کو روحانی طور پر مردہ کر دیا ہے۔ اخلاقی طور پر اس ترقی یافتہ انسان سے بہت کچھ چھن چکا ہے۔ خود غرضی، ہوس پرستی، مفاد پرستی، فریب کاری، دھوکا دہی اور ظلم و بربریت جیسے رذائل نے ہمیں اپنے خالق سے دور کر دیا ہے۔

مادیت پسند تہذیب سے ہر کس و ناکس مرعوب ہے۔ اِس روشِ عام سے انسان کے جسم کی پرورش تو ہوتی ہے لیکن مجموعی طور پر روح کی موت واقع ہوگئی ہے۔ مسلم اُمہ جو عالمی سیاسی منظرنامے سے تو پہلے ہی غائب ہو چکی تھی، اب جدید مادی نظریات کے سامنے سربسجود ہو کر اپنی روحانی قدروں سے یکسر دست بردار ہوتی نظر آ رہی ہے۔ آرام طلبی، عیش و عشرت، ستائش و آرائش، لذتِ کام و دہن آج کے مسلمان کے لئے مرغوب اور جاذبِ نظر مشاغل ہیں۔ مسلم اور غیر مسلم کی تفریق مٹتی جا رہی ہے۔ ذرائع ابلاغ کا کردار اصلاح سے زیادہ بگاڑ کی طرف مائل ہے۔ جدید کتب و رسائل اور ذرائع ابلاغ علم کی روشنی پھیلانے سے زیادہ عریانی و فحاشی اور سیاہ کاری و بدکرداری کے اندھیروں کا سامان مہیا کرنے میں مصروف ہیں۔ جدید علمی مراکز اور تعلیمی ادارے کردار سازی کی جگہ بدکرداری اور مادر پدر آزادی کی ترغیبات بہم پہنچا رہے ہیں، جس کے باعث خاندانی و معاشرتی تقریبات میں ہمدردی اور راست بازی جیسی اعلیٰ روایات کے فروغ کی بجائے مرد و زن کے باہمی اختلاط کے سبب بے راہ روی کا چلن عام ہو

رہا ہے۔ نوجوان نسل کا موضوع اب دین و دنیا کی فلاح نہیں رہا بلکہ فلم، ڈرامے اور فیشن شو بن گئے ہیں۔ غرضیکہ اس دورِ فتن میں ہر طرف ایک فساد بپا ہے۔ جب ایمان وعقائد بچانے کا شعور نہیں ہے تو روح کی بالیدگی کی طرف دھیان کون دے گا؟ جدید ذرائع ابلاغ کی مدد سے وسعت پذیر فحاشی و بے حیائی کی موجودگی میں ماں باپ، بہن بھائیوں اور بیوی بچوں کے ایمان کی حفاظت انتہائی مشکل ہوچکی ہے۔ سیٹلائٹ چینلز دن رات طاغوتی منصوبے کے تحت مادیت پر مبنی مادر پدر آزاد تہذیب کے فروغ میں مصروف ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ شرم و حیا اور غیرت و حمیت سے تہی دامن ہو کر ایمان کے باقی رہنے کی توقع بھی کی جائے۔ عریانی اور بے حیائی کی ترغیب دینے والا ماحول بھی ہو اور اہل خانہ کا ایمان بھی سلامت رہے، یہ ممکن ہی نہیں۔ ایسا گمان نادانی اور اخلاقی خودکشی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم مادی اقدار کے حوالے سے خود کو جدید کہلوانے میں بھی کوشاں ہیں اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ ہم اور ہماری نسل دینی اقدار کی پاسداری بھی کریں اور ادب و احترام اور شرم و حیا کا لحاظ بھی رکھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا معاشرہ یورپ سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے کفر و الحاد اور بے حیائی کی سمت رواں دواں ہے۔ مغربی معاشرے میں کم از کم ظاہر و باطن کے حوالے سے ایک ہی رنگ ہے جبکہ ہمارے ہاں دو رنگی اور منافقت نمایاں ہے۔ آج ظاہر و باطن کا تضاد مسلمانوں کا سب سے بڑا المیہ ہے۔ بحیثیت مسلمان ہم عقیدۂ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور اپنے مسلمان ہونے کو مختلف مذہبی رسوم پر منحصر کر رکھا ہے جنہیں باقاعدگی سے سرانجام دے کر ہم خود کو مطمئن کر لیتے ہیں حالانکہ یہ حقائق سے چشم پوشی ہے۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ گھٹیا چیزوں کی طلب اور ہر جائز و ناجائز ذریعے سے خواہشات کی تکمیل اب کوئی باعث شرم بات نہیں رہی۔

لمحہ فکریہ!

انسان بھی عجیب مخلوق ہے۔ یہ اِس عارضی اور فانی زندگی کے لئے سامان اکٹھا کرنے میں ایک لمحے کی کوتاہی نہیں کرتا لیکن دائمی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے اس کے پاس کوئی وقت

نہیں حالانکہ دنیوی حیات کا دورانیہ نہایت ہی مختصر ہے۔ مزید اس کی ناپائیداری کا یہ عالم ہے کہ کسی کے پاس اگلے لمحے کی بھی کوئی ضمانت نہیں۔ وہ یہ سب کچھ جانتا ہے کیونکہ وہ تقریباً ہر دوسرے یا تیسرے روز کسی نہ کسی کو لحد میں اترتے دیکھتا ہے۔ موت جیسی اٹل حقیقت دن رات اس کے سامنے ہوتی ہے لیکن مدہوشی کا یہ عالم ہے کہ کسی کی زندگی کاروبار میں بسر ہو رہی ہے تو کسی کی ملازمت میں، کوئی مارکیٹ میں مصروف عمل ہے تو کوئی فیکٹری میں، الغرض دنیا کے یہ گورکھ دھندے ہیں جن سے فراغت پانے کا ایک لمحہ بھی میسر نہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ اولاد، جاہ و منصب، آسائشوں اور تعیّشات کی کشش انسان کو اپنی جانب کھینچتی چلی جاتی ہے اور وہ اس حقیقت سے بے نیاز رہتا ہے کہ ان شبانہ روز سرگرمیوں اور مصروفیات کے دوران جب مالکِ حقیقی کا پیغامِ اجل آ گیا تو اُس کا کیا بنے گا؟ دنیوی زندگی کی مشکلات پر قابو پانے کے لئے اور پھر اس کی ہر ضرورت، ہر احتیاج اور آرام و آسائش کا خیال رکھنے والوں کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ کیا قبر و حشر کی تکالیف و مصائب سے بچنے کے لئے بھی کوئی تیاری کی ہے؟

۷۔ مادیت کو ترجیح دینا

دنیوی جدوجہد سے عبارت اس انسانی رویے کو ایک دوسرے زاویۂ نگاہ سے دیکھنے کی بھی اشد ضرورت ہے۔ یہ امر جہاں غور طلب ہے وہاں حیرت انگیز بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو دو اور دو چار کی طرح کھول کر حقائق سامنے رکھ دیے ہیں کہ بندہ اس کی روشنی میں اپنے انجام سے باخبر ہو جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۝ (۱)

(۱) التوبۃ، ۹:۲۴

(اے نبی مکرم!) آپ فرما دیں: اگر تمہارے باپ (دادا) اور تمہارے بیٹے (بیٹیاں) اور تمہارے بھائی (بہنیں) اور تمہاری بیویاں اور تمہارے (دیگر) رشتہ دار اور تمہارے اموال جو تم نے (محنت سے) کمائے اور تجارت و کاروبار جس کے نقصان سے تم ڈرتے رہتے ہو اور وہ مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو، تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکمِ (عذاب) لے آئے، اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔

یہ آیت کریمہ ہمیں جھنجھوڑنے کے لئے کافی ہے۔ یہ ایسا پیمانہ اور کسوٹی ہے جس کی روشنی میں ہر ذی شعور اپنے مقام کا تعین کر سکتا ہے کہ وہ کس جگہ کھڑا ہے۔ وہ ہدایت کے راستے پر گامزن ہے یا پھر عذابِ الٰہی کی گھڑی کا منتظر ہے۔

ایک طرف ہم اپنی جسمانی صحت کے لئے ہر لمحہ فکر مند رہتے ہیں۔ خدانخواستہ اگر بیمار ہو جائیں تو اپنی استطاعت سے بڑھ کر اچھے سے اچھے طبیب تک رسائی کی بھرپور اور سرتوڑ کوشش کرتے ہیں لیکن اِس کے برعکس زنگ آلود دلوں اور کمزور و بیمار روحوں کی صحت کے بارے میں سوچنے کی بھی ہمیں فرصت نہیں۔ ہم جسمانی صحت کی بحالی اور بہتری کے لئے عمدہ سے عمدہ غذا اور آرام و سکون کا خیال رکھتے ہیں لیکن قلب و باطن کی روحانی غذا اور سکون و قرار سے متعلق کبھی فکر مندی نہیں ہوتی۔ ہمارے اس غیر ذمہ دارانہ رویے کی کئی وجوہ ہیں لیکن سب سے بڑی وجہ غفلت ہے۔ جب تک غفلت کی پٹی آنکھوں سے نہ اترے انسان ہدایت کی راہ کو دیکھنے کے قابل ہی نہیں ہوتا۔

۸۔ انسانی رویوں میں غفلت کا عمل دخل

غفلت کے لغوی معانی بے خبری، بے توجہی اور لاپرواہی کے ہیں۔ اسی غفلت کے باعث بعض لوگ بسا اوقات حق بات ہی سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ کبھی علم رکھتے ہوئے احکام الٰہی کی بجا آوری میں بے توجہی کے مرتکب ہوتے ہیں جبکہ بعض اوامر و نواہی پر عمل پیرا ہونے کو

ضروری خیال نہ کرتے ہوئے لاپرواہی برتتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں غافل لوگ سراسر خسارے میں ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ج وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ○ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ○[۱]

یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر مُہر لگا دی ہے اور یہی لوگ ہی (آخرت کے انجام سے) غافل ہیں○ یہ حقیقت ہے کہ بے شک یہی لوگ آخرت میں خسارہ اٹھانے والے ہیں○

ہماری روزمرہ کی زندگی میں غفلت کا عنصر اور عمل دخل بہت بڑھ چکا ہے۔ اس رویے کو معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ دراصل معاملات سے لے کر عبادات تک یہ غفلت ہی ہے جو انسان کی اللہ تعالیٰ سے دوری کا باعث بنتی ہے۔ حقیقت میں غفلت دل کی سیاہی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَذْنَبَ كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِي قَلْبِهِ، فَإِنْ تَابَ وَنَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ صُقِلَ قَلْبُهُ، وَإِنْ زَادَ زَادَتْ حَتّٰى يَعْلُوَ قَلْبَهُ ذَاكَ الرَّيْنُ الَّذِي ذَكَرَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْقُرْآنِ ﴿كَلَّا بَلْ سکتہ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ○﴾[۲].[۳]

مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نشان بن جاتا ہے۔ پھر اگر

---

(۱) النحل، ۱۶:۱۰۸-۱۰۹

(۲) المطففین، ۸۳:۱۴

(۳) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۹۷، رقم:۷۹۳۹

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الزهد، باب ذکر الذنوب، ۲:۱۴۱۸، رقم:۴۲۴۴

۳۔ حاکم، المستدرك، کتاب الإیمان، ۱:۴۵، رقم:۶

وہ توبہ کر لے گناہ سے ہٹ جائے اور استغفار کرے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اگر وہ زیادہ گناہ کرتا جائے تو یہ نشان بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کیا: 'ایسا ہرگز نہیں (بلکہ حقیقت یہ ہے کہ) ان کے دلوں پر ان اعمالِ (بد) کا زنگ چڑھ گیا ہے جو وہ کمایا کرتے تھے (اس لئے آیتیں ان کے دلوں پر اثر نہیں کرتیں)o۔

یہ سیاہی دراصل دل کی غفلت ہے جو اسے پتھر سے بھی زیادہ سخت کر دیتی ہے جس کے باعث دل خشیت، رقت و سوز، نرمی و گداز اور نور سے محروم ہو جاتا ہے۔ غفلت نیند کا دوسرا نام ہے اور نیند نام ہی شعور کی معطّلی کا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی قربت سے محروم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جو شخص غافل ہوا اس کے لئے احساس، ادراک اور شعور کا دروازہ بند ہو گیا۔ امام سری السقطی نیک لوگوں کے خصائص میں ترک غفلت کو بھی شامل کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

ثَـلَاثٌ مِنْ أَخْلَاقِ الْأَبْرَارِ: اَلْقِيَامُ بِالْفَرَائِضِ، وَاجْتِنَابُ الْمَحَارِمِ، وَتَرْكُ الْغَفْلَةِ. (۱)

نیک لوگوں کے تین خصائص ہیں: فرائض قائم کرنا، حرام کاموں سے اجتناب کرنا اور غفلت کو ترک کرنا۔

امام سہل بن عبد اللہ فرماتے ہیں:

وَإِيَّاكَ وَالْغَفْلَةَ فَإِنَّ فِيهَا سَوَادَ الْقَلْبِ. (۲)

غفلت سے بچو کیونکہ اس میں دل کی سیاہی ہے۔

---

(۱) أبو نعيم، حلية الأولياء، ۱۰: ۱۲۳

(۲) أبو نعيم، حلية الأولياء، ۱۰: ۲۰۰

امام حارث المحاسبی فرماتے ہیں:

وَاعْلَمْ يَا أَخِي أَنَّ الذُّنُوبَ تُورِثُ الْغَفْلَةِ وَالْغَفْلَةُ تُورِثُ الْقَسْوَةَ وَالْقَسْوَةُ تُورِثُ الْبُعْدَ مِنَ اللهِ وَالْبُعْدُ مِنَ اللهِ يُورِثُ النَّارَ وَإِنَّمَا يَتفَكَّرُ فِي هٰذِهِ الْأَحْيَاءُ وَأَمَّا الْأَمْوَاتُ فَقَدْ أَمَاتُوا أَنْفُسَهُمْ بِحُبِّ الدُّنْيَا. (۱)

اے بھائی! تو جان لے کہ گناہ غفلت پیدا کرتے ہیں اور یہ غفلت بندے (کے دل میں) سختی پیدا کرتی ہے، اور یہ سختی بندے کو اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دوری اسے آگ تک پہنچا دیتی ہے اور بے شک ان چیزوں میں زندہ لوگ ہی غور وفکر کرتے ہیں اور رہے مردہ (دل) لوگ تو انہوں نے اپنے دلوں کو حبِ دنیا میں مار دیا ہوا ہے۔

گناہ اور نیکی کا تصور بڑا واضح ہے لیکن معاملاتِ زندگی میں بعض اوقات ایسے لمحات بھی آ جاتے ہیں کہ انسان متردد ہو جاتا ہے کہ میرا یہ کام نیکی ہے یا بدی۔ اس مقام پر بھی حدیث رسول ﷺ نے ہمیں تنہا نہیں چھوڑا۔ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْإِثْمُ مَا حَاکَ فِي صَدْرِکَ وَکَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ. (۲)

اچھا خُلق نیکی ہے اور گناہ وہ چیز ہے جو تمہارے دل میں کھٹکتی رہے اور تم یہ ناپسند کرو

---

(۱) أبو الحارث المحاسبي، رسالة المسترشدين:۱۵۴-۱۵۵

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر و الصلة والآداب، باب تفسير البر و الإثم، ۴:۱۹۸۰، رقم:۲۵۵۳

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴:۱۸۲، رقم:۱۷۶۶۸

۳۔ ترمذی، السنن، كتاب الزهد، باب ما جاء فی البر والإثم، ۴:۵۹۷، رقم:۲۳۸۹

کہ لوگ اس پر مطلع ہوں۔

یہ ایک خود کار کسوٹی ہے جس کے ذریعے ہر شخص اپنے فعل کے بارے میں معلوم کر سکتا ہے۔ تاہم جب غلط بیانی، غلط نگاہی، بد دیانتی، خیانت، دھوکا دہی، رزقِ حرام اور حق تلفی وغیرہ جیسے رذائلِ اخلاق کے باعث دل پر سیاہی کی مہر لگ جائے اور دل کسی غلط اور برے کام پر بے سکون، رنجیدہ اور مغموم نہ ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ زندوں میں نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ غفلت کوئی معمولی فعل نہیں کہ اس سے صَرفِ نظر کیا جائے۔ اس کے نقصانات بے شمار ہیں۔ انسان کو کسی لمحے بھی اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہونا چاہئے کہ دنیا میں انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔ لہٰذا غفلت اختیار کرتے ہوئے جزا اور سزا کے تصور سے بے نیاز ہو کر احکام خداوندی اور سنتِ مصطفیٰ ﷺ کی بجا آوری کے بغیر بے مقصد زندگی بسر کرنا ایک غیر اسلامی رویہ ہے۔

۹۔ اسلام میں بے مقصد زندگی کی کوئی گنجائش نہیں

حقیقت میں وہ زندگی بھی کوئی زندگی نہیں جو بغیر مقصد کے بسر کی جائے۔ بے مقصدیت اس دور کا ایک ایسا فتنہ ہے جس نے انسان کو اپنے خالق سے دور کر دیا ہے۔ آج کا مسلمان دنیوی زندگی کو اچھے اور اعلیٰ طریق سے بسر کرنے کو ہی اپنا مقصدِ حیات سمجھ بیٹھا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام پر عمل پیرا ہونا اس کے لئے ضروری نہیں رہا اور اگر کوئی عمل پیرا ہو تو اسے ذاتی معاملہ سمجھا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں عملاً وہ کسی جواب دہی کا قائل نہیں۔ اس کی یہ سوچ دراصل اُس ملحدانہ نظریۂ تخلیق کائنات کے زیر اثر ہے جس کے مطابق یہ کائنات اور اس میں زندگی اتفاقاً وجود میں آ گئی اور جو کچھ وقوع پذیر ہو رہا ہے سب اتفاق ہے۔ اس نقطۂ نظر کے تحت نہ کوئی خالق ہے، نہ نیکی و بدی، نہ حساب و کتاب، نہ ذمہ داری، نہ جواب دہی اور نہ ہی کوئی اخلاقیات بلکہ جیسے بن پڑا کھایا، پیا، برتا اور مر گئے:

خس کم جہاں پاک

بدقسمتی سے عملاً ہماری زندگی اسی ڈگر پر گزر رہی ہے۔ بچہ پیدا ہوتا ہے، کھاتا پیتا ہے، پرورش پا کر جوان ہوتا ہے، شادی کرتا ہے، افزائش نسل اور پھر اس کی پرورش کرتا ہے، آخری دم تک معاشی کفالت کے لئے تگ و دو کرتا ہے اور پھر قبر میں اُتر جاتا ہے۔ کم و بیش یہی وہ کام ہیں جن کو کوئی جس قدر عمدہ اور اعلیٰ طریقے سے سرانجام دے ہم اُسے کامیاب تصور کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ جو وہ زندگی میں کرتا ہے بذات خود کوئی مقصد حیات نہیں۔ یہ تو ضروریات زندگی ہیں جن کی تکمیل میں اس نے زندگی صرف کی۔ ضروریات زندگی کی تکمیل ازخود کوئی مقصد نہیں۔ یہ تو مقصد کی خدمت گار ہوتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شانِ خالقیت کا اظہار کرتے ہوئے اِس کائناتِ ارض و سما کو پیدا فرمایا جس میں کوئی چیز بھی بے مقصد اور بغیر نظم کے پیدا نہیں فرمائی۔ اس میں جو کچھ ہے اُسے انسان کی تخلیق سے پہلے وجود بخشا گیا اور انسان کا وجود کائنات کے ارتقاء کا نقطۂ کمال تھا جسے خود خالقِ کائنات نے حضرت آدم علیہ السلام کی شکل میں بنایا اور اس میں اپنی روح پھونکی جس کا ذکر قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا:

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ۝ (۱)

اور بے شک ہم نے تمہیں (یعنی تمہاری اصل کو) پیدا کیا پھر تمہاری صورتگری کی (یعنی تمہاری زندگی کی کیمیائی اور حیاتیاتی ابتداء و ارتقاء کے مراحل کو آدم علیہ السلام کے وجود کی تشکیل تک مکمل کیا) پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا۝

اس نقطۂ نظر سے دیکھیں تو انسان مخلوقات میں سب سے اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔ باقی ساری کائنات اس کی خدمت پر مامور نظر آتی ہے۔ جب خالق کائنات کا کوئی کام بھی عبث نہیں تو حضرتِ انسان کیسے بے مقصد پیدا ہوسکتا ہے؟ انسان کو یقیناً اللہ تعالیٰ نے ایک مقصد کے لئے

---

(۱) الأعراف، ۷:۱۱

پیدا فرمایا جس کا ذکر خود قرآنِ مجید میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ○[1]

اور میں نے جنّات اور انسانوں کو صرف اسی لیے پیدا کیا کہ وہ میری بندگی اختیار کریں○

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلاً ط ذٰلِکَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ج فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ○[2]

اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کائنات دونوں کے درمیان ہے اسے بے مقصد و بے مصلحت نہیں بنایا۔ یہ (بے مقصد یعنی اتفاقیہ تخلیق) کافر لوگوں کا خیال و نظریہ ہے۔ سو کافر لوگوں کے لیے آتشِ دوزخ کی ہلاکت ہے○

لفظ 'بندگی' مذکورہ بالا آیت میں وسیع تر معنیٰ رکھتا ہے۔ اِس سے مراد ہر وہ عمل ہے جس کے کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور جس کے بجا لانے پر اللہ تعالیٰ راضی اور خوش ہوتا ہے۔ بندگی میں وہ سارے معاملاتِ زندگی اور مذہبی عبادات شامل ہیں جو اللہ رب العزت کی خوشنودی کے لئے سرانجام دیے جائیں، جن کی لازوال عملی مثالیں حضور نبی اکرم ﷺ کی احادیث اور سنتِ مبارکہ کی شکل میں ہمارے سامنے ہیں۔ گویا زندگی کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کے سپرد کرنا ہی انسان کی زندگی کا اعلیٰ ترین مقصد ہے۔ زندگی کو بندگی کے تحت بسر کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بندہ اپنی سابقہ بے عمل زندگی سے تائب ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اسی کو توبہ کہتے ہیں۔

---

(۱) الذاریات، ۵۱:۵۶

(۲) ص، ۳۸:۲۷

باب نہم

غفلت سے بیداری کی شرائط اور تقاضے

ملی سطح پر ہماری روحیں مردہ اور دل و دماغ شعور سے عاری ہو چکے ہیں۔حق و باطل کی تمیز مٹ چکی ہے، ہم کلیتًا دنیا کے بندے بن چکے ہیں اور آخرت کو بھول کر غفلت کی نیند سوئے ہوئے ہیں۔ اس غفلت نے اصل زندگی، جو ہمیشہ رہنے والی ہے، ہماری نظروں سے اوجھل کر دی ہے۔ جب موت وارد ہو گی تب شعور کی آنکھ کھلے گی۔ اصل نفع و نقصان جس کی اب ہمیں سمجھ نہیں آ رہی اور ہم انجام سے بے خبر حصولِ دنیا کی دوڑ میں سرگرم ہیں۔ موت، غفلت اور خود فریبی کے ان سارے پردوں کو چاک کر دے گی اور جو آج نظر نہیں آ رہا وہ سب نظر آنے لگے گا، لیکن موت کے بعد یہ بیداری بے سود ہو گی۔ نفع بخش بیداری وہی ہے جو مرنے سے پہلے نصیب ہو جائے۔ لٰہذا آج کا بیدار ہونا ہی حقیقی نفع ہے۔

ا۔ بیداریِ شعور کی علامت

بیداریِ شعور کی علامت کیا ہے، جس سے معلوم ہو کہ کون بیدار ہے اور کون خوابِ غفلت میں پڑا ہے؟ اس کا ایک سادہ اصول اور معیار یہ ہے کہ اپنی زندگی میں دنیا اور آخرت دونوں کا تقابلی جائزہ لیں۔ ہماری ترجیحات ہمارے شعور کی بیداری کو واضح کر دیں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے آخرت کو بھلا بیٹھے ہیں۔ شیطان، نفس، خواہشِ دنیا، بُری صحبتیں، لذّتیں، شہوتیں، خود پرستی اور خود پسندی ہمارے حکمران ہیں۔ ہماری پوری زندگی کی لگام انہی کے ہاتھ میں ہے۔ ہمارے احوالِ روز و شب میں فکرِ آخرت کی کہیں کوئی جھلک نظر نہیں آتی، نہ ہی ہمارے دل کی دھڑکنوں میں یومِ حساب کی سختیوں کا کوئی ہیجان ملتا ہے۔ اس کا ذکر بھی ہو تو بے اثر ہے، دل کی آنکھیں اور کان بند ہیں، نہ بصارت ہے اور نہ ہی سماعت، بس بے حسی چھائی ہے۔ آخرت کی کوئی فکر لاحق ہو تو شعور جاگے۔

ہماری حیاتِ مستعار کے دن معین ہیں، تمام آزمائشوں اور امتحانات کا دورانیہ بھی یہی دنیا ہے۔ دنیا کو ترک کرنا مقصود نہیں کیونکہ یہ دارالعمل ہے، بس اسے آخرت کے تابع کرنا مقصود ہے۔ اسی اصول کا کارفرما ہونا بیداری کی علامت، معیار اور پیمانہ ہے۔ دنیا کے معاملات میں جو فیصلہ بھی کرنے لگیں تو دیکھیں کہ اس عمل سے آخرت بہتر ہو گی یا نقصان ہو گا۔ اگر آخرت بہتر ہو گی تو وہ عمل کر گزریں اور اگر اس کے نتیجے میں آخرت کا نقصان ہو گا تو اس سے باز رہیں۔ یہی صراطِ مستقیم ہے۔ اوامر و نواہی بھی ہمیں اسی سیدھی راہ پر قائم و دائم رکھنے کی تراکیب ہیں۔ اسی شعور سے حلال و حرام کی تمیز کے دیے روشن ہوتے ہیں، استقلال وجود میں آتا ہے اور اُخروی نجات کی منزل نگاہوں میں جھلملانے لگتی ہے۔

۲۔ غفلت کے مضمرات

غفلت کے لاتعداد مضمرات ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ غفلت انسانی شخصیت کا وہ تاریک ترین پہلو ہے جس کی وجہ سے اسے آخرت میں ناکامی و نامرادی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ غفلت ایمانی تقاضوں کے ایفاء کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ نیک اعمال سے پہلو تہی اور گناہوں پر اصرار اسی غفلت کے باعث ہے جس کا نتیجہ قیامت کے دن بہت بڑی بدبختی کی شکل میں ظاہر ہونے والا ہے، جب اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ اسے جہنم میں پھینک دو، دنیا میں اس نے مجھے بھلا دیا اور آج، یومِ حساب، میں نے اسے بھلا دیا۔ قرآن حکیم میں اس کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ○[1]

پس (اب) تم مزہ چکھو کہ تم نے اپنے اس دن کی پیشی کو بھلا رکھا تھا، بے شک ہم نے تم کو بھلا دیا ہے اور اپنے اُن اعمال کے بدلے جو تم کرتے رہے تھے دائمی عذاب چکھتے رہو○

(۱) السجدة، ۳۲:۱۴

صوفیائے کرام نے اِس انسانی کمزوری کے اسباب اور اِس سے نجات کا لائحہ عمل اور شرائط بھی سمجھائی ہیں۔ اس باب میں ہم غفلت کے اسباب و وجوہ اور بیداری کی شرائط اور تقاضوں پر روشنی ڈالیں گے۔ یہ باب اس لحاظ سے بھی خصوصی اہمیت کا حامل ہے کہ یہ ایک ایسے قابلِ عمل نصاب پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتا ہے جس پر چل کر جہالت اور گمراہی کے پردے ایک ایک کر کے اٹھتے چلے جاتے ہیں۔ انسان کی آنکھیں غفلت کی نیند سے بیدار ہو کر حقیقت کا مشاہدہ کرنے کے قابل ہو جاتی ہیں۔ یوں غفلت سے بیداری کا یہ سفر بندے کے لئے توبہ کی عظیم نعمت کے حصول کا باعث بن سکتا ہے۔

۳۔ دل کی ملامت بھی اللہ کی عطا ہے

دل کا ملامت کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ یہ وہ درجہ ہے جس میں انسان پر الہام کیا جاتا ہے کہ نیکی اور بدی کیا ہے؟ گناہ سے پہلے یا ارتکابِ گناہ کے بعد دل جب از حد رنجیدہ اور پشیمان ہو تو اس میں یہ خیال پیدا کرنے والا ''نفس لوّامہ'' ہے۔ یہ نفس کا وہ درجہ ہے جس کی قرآن حکیم میں قسم کھائی گئی ہے۔

۱۔ ارشاد رب العزت ہے:

وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ○(۱)

اور میں قسم کھاتا ہوں (برائیوں پر) ملامت کرنے والے نفس کی○

یہ نفس گناہ سرزد ہو جانے پر پشیمان ہو کر انسان کو برائی سے روکتا اور ٹوکتا ہے، یعنی محتسب بن کر گناہوں سے باز رکھتا ہے۔ نفس کی اس حالت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائیدِ غیبی اور توفیقِ باطنی انسان کے شاملِ حال رہتی ہے۔ نفسِ لوامہ ترقی پا کر نفسِ ملہمہ کا درجہ اختیار کر لیتا ہے۔ ملامت کرنے والا دل انسان کے اندر چوکیدار اور نگہبان کا کردار ادا کرتا ہے کیونکہ

(۱) القیامة، ۷۵:۲

یہ دل ہی ہے جو انسان کو اچھے یا برے راستے کے انتخاب کی طرف مائل کرتا ہے۔ غافل دل اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہوتا ہے جبکہ زندہ و بیدار دل انسان کے لیے خالق و مالک کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ اہل اللہ کے ہاں اچھی، صاف سُتھری اور باکمال زندگی دل کے زندہ ہونے سے مشروط ہوتی ہے جبکہ مردہ دلی موت کا دوسرا نام ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:

دلِ مردہ دل نہیں ہے اِسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے اُمتوں کے مرضِ کہن کا چارہ[1]

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس دل کو زندہ کیسے رکھا جائے اور اگر دل مردہ ہو جائے تو اِسے دوبارہ زندہ کرنے کا طریقہ اور علاج کیا ہے؟ دل کو زندہ رکھنا اور مردہ ہو جانے کے بعد اس کو دوبارہ زندہ کرنا مسلسل عملِ توبہ پر موقوف ہے۔

یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ کوئی شے بھی از خود ظہور میں نہیں آتی بلکہ اس کے وجود میں آنے کا کوئی نہ کوئی ذریعہ اور سبب ہوتا ہے۔ یہی قانونِ فطرت ہے جو امرِ الٰہی کے تحت نظامِ عالم میں کارفرما ہے۔ بس تنہا اللہ تعالیٰ کی ذات اِس سے پاک ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

۲۔ وَ اللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِهٖ.[2]

اور اللہ اپنے امر پر غالب ہے۔

توبہ کے عمل کے وقوع پذیر ہونے میں بھی بعض اسباب کارفرما ہوتے ہیں۔ اِن اسباب و علل کے بغیر کی گئی توبہ کا آغاز درست اور صحیح نہیں ہوسکتا۔ اس حوالے سے عرفاء نے اپنے اپنے حال کے مطابق اس موضوع پر بات کی ہے۔

صاحبِ 'عوارف المعارف' شیخ شہاب الدین سہروردی نے اس ضمن میں نہایت عمدہ اور پُر مغز گفتگو کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: 'توبہ سے قبل ملامت کرنے والے دل اور ایسے

---

(۱) اقبال، کلیات (اردو)، ضرب کلیم: ۵۴۹

(۲) یوسف، ۱۲: ۲۱

جذبے اور وجدان کی ضرورت ہے جو اس کے حال پر ملامت کرے۔' آپ مزید فرماتے ہیں کہ 'ملامت کرنے والا دل اللہ تعالیٰ کی عظیم بخشش اور انعام ہے۔ زجر و ملامت کی حالت اصل میں توبہ کی کلید اور اس کے حال کا آغاز ہے۔' (۱)

یہ ملامتِ قلب درحقیقت ایک انتباہ ہے جو گنہگار بندے کے قلب پر وارد ہوتا ہے۔ یہ نیکی کی طرف جانے کا آغاز ہے۔ جب تک بندہ گناہوں اور نافرمانیوں کا مرتکب ہوتا رہا وہ دراصل غفلت کی نیند سوتا رہا۔ پھر انتباہ نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے غفلت کی نیند سے بیدار کیا۔ یہ بیداری (یقظة) اسے بے چین کر کے توبہ کی راہ کا متلاشی بنا دیتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں تنبیہ کے نور نے اس کی آنکھیں کھول دیں یعنی اسے بیدار کر دیا۔ وہ سب نافرمانیاں اور گناہ جو پہلے اس کی نظروں سے پوشیدہ تھے، اب اسے نہ صرف نظر آنے لگتے ہیں بلکہ اس کے لئے شدید ندامت اور شرمندگی کا باعث بن جاتے ہیں۔ یہی ندامت اسے توبہ کے دروازے کی طرف رجوع کرنے کا باعث بنتی ہے۔ بعض عارفوں کا قول ہے کہ غفلت اور بیداری اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نشانی ہے جو بندوں کو طلبِ توبہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ جب بیداری سے حال مضطرب ہو جاتا ہے تب بندہ صحیح معنوں میں مقامِ توبہ کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ وہ ان تمام افعال سے باز آ جاتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ سے غافل اور نافرمان کرنے والے ہیں۔ توبہ کے مقام پر استقامت و استمرار سے نفس کی بدخوئی اور سرکشی خوش خُلقی اور اطاعت میں بدل جاتی ہے۔

۴۔ نفس کی معرفت کیوں ضروری ہے؟

اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ انسان کا اپنا نفس ہے جسے تصوف کی زبان میں نفس امارہ کہتے ہیں۔ اس کی آفات بے شمار ہیں۔ چنانچہ اس کے حملوں سے ہر لمحہ خبردار رہنا اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کی مخالفت کے درپے رہنا بے حد ضروری ہے۔

۱۔ ارشادِ رب العزت ہے:

(۱) عوارف المعارف، باب ۵۸، شرح حال و مقام (زجر کی حقیقت):۶۷۷

اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ.[1]

کیا وہ (اللہ) جو ہر جان پر اس کے اعمال کی نگہبانی فرما رہا ہے۔

۲۔ ایک دوسرے مقام پر فرمایا گیا:

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى○ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى○[2]

اور جس نے (اپنے) نفس کو (بری) خواہشات وشہوات سے باز رکھا، تو بے شک جنت ہی (اُس کا) ٹھکانا ہوگا۔

ان دونوں آیات مبارکہ میں پہلے اللہ تعالیٰ نے انسانی نفس اور اس کی تمام خواہشات کی نگہبانی کرنے کا ذکر کیا ہے اور پھر دوسرے مقام پر نفس اور خواہشاتِ نفس کو قابو میں رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ توبہ میں استقامت مسلسل محاسبۂ نفس سے ہی ممکن ہے۔ محاسبۂ نفس کیا ہے؟ یہ اپنے احوال و اعمال پر نظر رکھنے کا نام ہے۔ بندے کو چاہیئے کہ اپنے ہر فعل اور خواہش کو قرآن و سنت کی کسوٹی پر پرکھے تاکہ اس کا کوئی عمل بھی اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے احکام و فرامین سے متجاوز ہوتا دکھائی نہ دے اور نہ اُن کا دامنِ رضا ہاتھ سے نکلتا نظر آئے۔ نفسِ امارہ کی بے شمار صورتیں ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس کے دامِ فریب سے بچنے کے لئے اس کی فتنہ گری کو اپنی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دے۔ یہی خودنگری اور خودنگہبانی اسے نفسِ امارہ کے شر سے محفوظ رکھ سکتی ہے۔

۵۔ نفس امارہ کی مختلف حالتیں

اس موضوع پر عرفاء نے بڑی شرح و بسط سے گفتگو کی ہے۔ تاہم اجمالاً اس کی چند اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱۔ نفس شہوت پرستی میں حیوانوں سے بدتر ہے۔

(۱) الرعد، ۱۳: ۳۳

(۲) النازعت، ۷۹: ۴۰-۴۱

۲۔ غیض و غضب میں یہ بہائم کی مانند ہے۔

۳۔ خود پسندی میں یہ فرعون کا مقابل ہے۔

۴۔ اطاعت گزاری سے گریز میں یہ شیطان لعین جیسا حیلہ ساز ہے۔

۵۔ حرص و ہوسِ دنیا اور تکمیلِ خواہشات میں یہ قارون ثابت ہوتا ہے۔

۶۔ ضد اور ہٹ دھرمی میں جہلائے قریش کا بھی سردار ہے۔

۷۔ بھوک میں چنگھاڑتا ہے اور اگر شکم سیر ہو جائے تو سرکشی پر اتر آتا ہے۔

۸۔ اونٹ کی طرح خود پرور، خود شعار اور خود سر ہے۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی 'عوارف المعارف' میں 'شرح حال و مقام' کے باب کے تحت لکھتے ہیں: 'جب توفیق ایزدی بندے کے شامل حال ہوتی ہے تو اس وقت اس کے محاسبہ کا حال تمام نفسانی صفات پر غالب آ جاتا ہے۔ پھر نفس مغلوب ہو کر اس کا تابع ہو جاتا ہے اور اس وقت جذبۂ محاسبہ اس کا وطن، مستقر اور مقام بن جاتا ہے یعنی وہ محاسبہ کے مقام میں داخل ہو جاتا ہے۔ مقامِ محاسبہ پر پہنچنے کے بعد اس پر حالِ مراقبہ طاری ہو جاتا ہے'۔[1]

۶۔ محاسبہ کی حقیقت

اس کے لغوی معانی حساب کتاب، پوچھ گچھ اور جانچ پڑتال کے ہیں۔ اپنے شب و روز میں کیے گئے اعمال کا حساب کرنا، ان کے حسن و قبح، حق و باطل کی جانچ پڑتال کرنا محاسبہ کہلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الذاریات میں کامل یقین کے حامل بندوں کو زمین میں اس کی قدرت کی نشانیوں پر غور و خوض کی دعوت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس کی قدرت کی بے شمار نشانیاں خود تمہارے اپنے نفوس کے اندر ہیں۔

---

(۱) عوارف المعارف، باب ۵۸، شرح حال و مقام: ۶۷۳

۱۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ○[۱]

اور خود تمہارے نفوس میں (بھی نشانیاں ہیں)، سو کیا تم دیکھتے نہیں ہو○

اپنے نفوس میں یہی حق کی تلاش اور باطل کا ابطال محاسبہ کی حقیقت ہے۔ علامہ اقبال نے ضربِ کلیم میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اگر ہو خود نگر و خود گر و خود گیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے[۲]

محاسبہ یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کی حرکات و سکنات اور خطرات اور اس کی لطف اندوزی کے گرد گھیرا ہمیشہ تنگ رکھے کیونکہ زندگی کا ہر سانس ایک ایسی نعمت اور ایسا جوہر ہے جو انمول ہے۔ اس سے ایسے خزانے خریدے جا سکتے ہیں جن کی نعمتیں کبھی ختم نہ ہوں۔ تو اِن سانسوں کو ایسے کاموں میں ضائع کرنا جو ہلاکت کا باعث ہیں، بہت بڑا نقصان ہے۔ لٰہذا نفس کو جانچتے، پرکھتے اور وعظ و تادیب کرتے رہنے سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔

۲۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ○[۳]

اور آپ نصیحت کرتے رہیں کہ بے شک نصیحت مومنوں کو فائدہ دیتی ہے○

۳۔ ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ.[۴]

(۱) الذاریات، ۵۱: ۲۱
(۲) اقبال، کلیات (اردو)، ضرب کلیم:۵۴۳
(۳) الذاریات، ۵۱:۵۵
(۴) البقرہ، ۲: ۲۳۵

اور جان لو کہ اللہ تمہارے دلوں کی بات کو بھی جانتا ہے تو اس سے ڈرتے رہا کرو۔

۴۔ پھر بطور تنبیہہ انسان کو نفس کی حیلہ سازیوں سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ.[1]

اور بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم اُن وسوسوں کو (بھی) جانتے ہیں جو اس کا نفس (اس کے دل و دماغ میں) ڈالتا ہے۔

جس طرح کاروباری لوگ ایک مقررہ وقت پر اپنا حساب کتاب آڈٹ کرواتے ہیں تاکہ اپنی آمدن اور خرچ کا صحیح جائزہ لے کر حقیقی نفع یا نقصان سے باخبر ہوسکیں، اسی طرح بندے کے لئے ضروری ہے کہ وہ بھی باقاعدہ اپنے اعمال کا احتساب کرتا رہے۔ جب دیکھے کہ اس کے نفس سے گناہ کا ارتکاب ہوا چاہتا ہے تو اس کی سختی سے باز پرس کرتے ہوئے اپنے احوال کو سنوارے اور نفس کو کبھی گناہوں کی مہلت نہ دے۔ دل میں اُٹھنے والے وساوس اور برے خیالات پر ہمیشہ نظر رکھے اور اسے چاہیے کہ نفس کے معمولی سے نقصان اور مکروفریب سے بھی بچے۔ یہی محاسبہ کی حقیقت ہے۔

۷۔ مراقبہ کی حقیقت

مراقبہ کے لغوی معنیٰ غور، تصور، سوچ و بچار اور دھیان کے ہیں جبکہ اصطلاحی معنیٰ میں اس سے مراد یہ ہے کہ سب چیزوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا اور اسی کی طرف دھیان کرنا۔ صوفیائے عظام نے حدیث جبرئیل علیہ السلام سے مراقبہ کا استنباط کیا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مختلف سوالات پوچھنے کی ایک طویل حدیث حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ان سوالات میں ایک سوال یہ کیا گیا کہ یا رسول اللہ! مجھے احسان کے بارے میں بتائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) ق، ۵۰:۱۶

۱۔ أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ.(۱)

احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہ دیکھ سکے تو (جان لے کہ) یقیناً وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

۲۔ اسی مضمون کی ایک حدیث مبارکہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

كُنْ كَأَنَّكَ تَرَى اللهَ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ.(۲)

(اے بندۂ خدا!) اس طرح ہو جا گویا تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے، اگر تو اُسے نہیں دیکھ رہا تو (یقین رکھ) وہ تو تجھے دیکھ ہی رہا ہے۔

یہ احادیث مبارکہ مراقبہ کی اصل ہیں۔ انسان اپنے شب و روز یوں بسر کرے جیسے وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور اگر دیکھ نہ سکے تو اسے یہ یقین کامل طور پر حاصل ہو کہ اس کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہے اور وہ ہر لمحہ اسے دیکھ رہا ہے۔ اس کے دل میں یہ احساس ہر وقت روشن رہے کہ اسے دیکھا جا رہا ہے اور اس کے دل میں گزرنے والا ہر خیال بھی اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہے۔ مراقبہ کی یہ کیفیت دراصل قربِ خداوندی کی غمّاز ہے۔ جب بندہ اس بات کا یقین حاصل کر لے کہ وہ جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ اسے دیکھتا ہے تو پھر وہ ہر لمحہ شکرگزار بن کر خشوع و خضوع اختیار کر لیتا ہے، حضوری کی یہ کیفیت اس پر طاری رہتی ہے اور وہ مولیٰ کی بندگی بجا

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الايمان، باب سؤال جبريل النبی ﷺ عن الإيمان والإسلام والإحسان وعلم الساعة، ۱:۲۷، رقم:۵۰

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب بيان الإيمان والإسلام والإحسان، ۱:۳۶، رقم:۸-۹

(۲) ۱۔ أبونعيم، كتاب الأربعين، رقم:۱۳

۲۔ أيضاً، حلية الأولياء، ۸:۲۰۲

۳۔ ديلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۳:۲۷۴، رقم:۴۸۴۳

۴۔ ابن رجب، جامع العلوم والحكم، ۱:۳۶

لانے سے کبھی بے نیاز نہیں ہوتا۔ وہ مالک کو اپنے اندر محسوس کرتا ہے اور دل میں ہر لمحہ اس کا ذکر جاری اور اُس کی یاد کا چراغ روشن رہتا ہے۔ مراقبہ کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ نگرانی کرنے والے (رقیب) حق تعالیٰ کو کبھی نہ بھولے، ہر دم اُسی کا خیال رہے۔ مراقبہ سے دل کو معرفت حاصل ہوتی ہے جس کے باعث وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ اور مشغول رہتا ہے۔ قرآن حکیم میں متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو دیکھنے اور ان کے نگہبان ہونے کا ذکر ملتا ہے۔

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ○(۱)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہاری پیدائش (کی ابتداء) ایک جان سے کی پھر اسی سے اس کا جوڑ پیدا فرمایا پھر ان دونوں میں سے بکثرت مردوں اور عورتوں (کی تخلیق) کو پھیلا دیا، اور ڈرو اس اللہ سے جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابتوں (میں بھی تقویٰ اختیار کرو)، بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے ○

۲۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوا:

اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ ۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ○(۲)

---

(۱) النساء، ۴:۱

(۲) الرعد، ۱۳:۳۳

کیا وہ (اللہ) جو ہر جان پر اس کے اعمال کی نگہبانی فرما رہا ہے اور (وہ بت جو کافر) لوگوں نے اللہ کے شریک بنا لیے (ایک جیسے ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں)۔ آپ فرما دیجیے کہ ان کے نام (تو) بتاؤ۔ (نادانو!) کیا تم اس (اللہ) کو اس چیز کی خبر دیتے ہو جس (کے وجود) کو وہ ساری زمین میں نہیں جانتا یا (یہ صرف) ظاہری باتیں ہی ہیں (جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں) بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) کافروں کے لیے ان کا فریب خوشنما بنا دیا گیا ہے اور وہ (سیدھی) راہ سے روک دیے گئے ہیں، اور جسے اللہ گمراہ ٹھہرا دے تو اس کے لیے کوئی ہادی نہیں ہوسکتا○

۳۔ ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ○[1]

وہ مُنہ سے کوئی بات نہیں کہنے پاتا مگر اس کے پاس ایک نگہبان (لکھنے کے لیے) تیار رہتا ہے○

۴۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللهَ يَرٰى○[2]

کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ (اس کے سارے کردار کو) دیکھ رہا ہے؟○

اللہ تعالیٰ کے انسانی اعمال کو دیکھنے اور نگہبان ہونے کی آیات کے مطالعہ سے انسان کو مشاہدۂ حق کے یقین کی بدولت مراقبہ کی نعمت نصیب ہو جاتی ہے۔ اس حوالے سے دیکھا جائے تو سب سے بہترین عبادت (فرائض کے بعد) مراقبہ کو اختیار کرنا ہے۔ عارفوں نے یہ نکتہ سمجھانے کے لئے ایک مثال بیان کی ہے کہ ایک بزرگ کا ایک صالح نوجوان شاگرد تھا جس سے وہ بڑی محبت کرتے۔ دوسرے مریدوں نے اس سے کی جانے والی غیر معمولی محبت کی وجہ

---

(۱) ق، ۵۰:۱۸

(۲) العلق، ۹۶:۱۴

دریافت کی تو انہوں نے ایک پرندہ ہر مرید کو دیا کہ اس کو وہاں ذبحہ کر کے لاؤ جہاں کوئی دوسرا نہ دیکھ سکے۔ سب مریدین پرندے ذبح کر کے لے آئے جبکہ وہ خاص شاگرد بغیر ذبح کئے ہوئے پرندہ واپس لے آیا۔ اس سے پوچھا گیا کہ اس نے ذبح کیوں نہیں کیا؟ تو وہ عرض کرنے لگا کہ مجھے کوئی ایسی جگہ نہیں ملی جہاں کوئی دیکھتا نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ تو مجھے ہر جگہ دیکھ رہا ہے۔ سب نے اُس کے مراقبہ کو پسند کیا کہ واقعی یہ مرید تکریم و تعظیم کے لائق ہے۔

مراقبہ ان لوگوں کا عمل ہے جن کو یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ ضمیر کی ہر بات سے مطلع ہے اور سینے کے ہر راز کو جانتا ہے۔ لہٰذا وہ اُن مذموم خیالات سے کبھی بے پرواہ اور غافل نہیں ہوں گے جو انہیں حق سے غافل کر دیں۔ اہل مراقبہ کی نظر ہر وقت اس بات پر ہوتی ہے کہ آیا اُن کا ارادہ اور عمل اللہ تعالیٰ کے لئے ہے یا خواہشِ نفس کے تابع ہے۔ جب مالکِ حقیقی کا ہر لمحہ خیال رکھا جائے اور اپنی پوری توجہ اور یکسوئی مولیٰ کی جانب ہی مبذول رہے تو یہ حالتِ حضوری بندے کو توبہ پر قائم رکھتی ہے اور اس کے دل کو غافل ہونے سے بچائے رکھتی ہے۔ محاسبہ اور مراقبہ مسلسل جاری رہے تو انتباہ سے شروع ہونے والا یہ عمل اسے زُہد و تقویٰ کے اعلیٰ مقام تک پہنچا دیتا ہے۔ جس شخص نے اپنے اعمال کے محاسن پر ہی نظر رکھی وہ کبھی بھی حقیقی توبہ کے ثمرات سے بہرہ مند نہیں ہوسکتا یعنی اس کی توبہ کبھی درجۂ کمال تک نہیں پہنچ سکتی۔

محاسبہ اور مراقبہ سے متعلق عمومی غلط فہمی

ایک قاری یا سامع جب محاسبہ اور مراقبہ کا ذکر پڑھتا اور سنتا ہے تو وہ اپنے طور پر سمجھتا ہے کہ یہ تو راہِ سلوک کا بڑا اعلیٰ اور ارفع عمل ہے، ایک عام مُبتدی اس کا کہاں متحمل ہوسکتا ہے! اور یوں وہ ان کی برکات سے محروم رہ جاتا ہے۔

محاسبہ اور مراقبہ کے بارے میں اس عام غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے حضرت شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبد اللہ انصاری نے اپنی تصنیف **مَنَازِلُ السَّائِرِیْن** کے پہلے باب **یَقْظَة** (بیداری) میں اس حوالے سے نہایت ہی آسان مگر فکر انگیز اور متاثر کُن انداز میں بحث کی ہے اور محاسبے اور مراقبے کے حوالے سے غور و فکر کی راہیں کھول دی ہیں۔ سلوک و طریقت کی راہ و

رسم اور آداب سے کوئی خواہ کتنا ہی ناآشنا ہو، اس کے مطالعے سے غیر محسوس انداز میں محاسبے اور مراقبے کے فوائد و ثمرات سے مستفیض ہو سکتا ہے، شرط صرف ایک ہی ہے کہ طلبِ مولیٰ خالص ہو۔

اِخلاصِ عمل مانگ نیاگانِ کہن سے

شاہاں چہ عجب! گر بہ نوازند گدا را

اسلاف سے عمل میں اخلاص کی نعمت طلب کر، شہنشاہ اگر کسی فقیر پر اپنی نوازشات کی بارش کر دے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہو گی۔

محاسبہ و مراقبہ کے نتیجے میں انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی بجا لا کر اپنی غفلت کے بارے میں آگہی حاصل کر سکتا ہے۔ غفلت سے بیدار ہو کر توبہ کی منزل تک پہنچنے کی کچھ شرائط ہیں جنہیں عرفاء نے اپنے اپنے حال کے مطابق بیان کیا ہے۔ یہاں ان شرائط کو بیان کیا جا رہا ہے جنہیں پورا کر کے بندہ توبہ کے حقیقی ثمرات سے مستفیض ہو سکتا ہے۔

۸۔ غفلت سے بیداری کی شرائط

بیداری ترکِ غفلت کا نام ہے۔ انسان جب اپنی غفلت سے آگاہ ہو جاتا ہے اور اس کے مضمرات اس کے علم میں آتے ہیں تو اسے یہ پریشانی لاحق ہو جاتی ہے کہ اس کی زندگی تو اب تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں بسر ہو رہی ہے اور ربِ کریم کا دامنِ رضا تو ہاتھ سے نکل گیا۔ یہ انتباہ اس کے دل میں اس صورتحال سے باہر نکلنے کی خواہش پیدا کرتی ہے۔ اب وہ مولیٰ کی رضا ڈھونڈنے نکلتا ہے۔ گناہوں، نافرمانیوں اور فسق و فجور سے آلودہ زندگی سے نکلنے کی یہ خواہش دراصل نورِ قلب ہے جس کے ذریعے اسے اپنی جملہ برائیاں نہ صرف نظر آنے لگتی ہیں بلکہ ان سے چھٹکارا پانے کی شدید خواہش اس کے دل میں اضطراب پیدا کر دیتی ہے۔ یہ نورِ قلب اس کے سینے کی گھٹن کو دور کر کے اسے اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لئے کشادہ کر دیتا ہے، پھر شرح صدر ہو جاتا ہے اور ہدایت الٰہی کا نزول ہونے لگتا ہے۔ یہاں سے سالک اور طالِب

کا سفرِ ہدایت شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن غفلت میں پڑا انسان بیدار کیسے ہو؟ اس کی تین شرائط ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر بندہ اللہ رب العزت کے حضور سچے دل سے توبہ کا حامل ہو جاتا ہے۔

پہلی شرط: نعمتوں کی قدردانی

بندے کی نظر ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی طرف اس طرح رہنی چاہئے کہ دل میں ان کا احساس زندہ رہے اور انہیں شمار کرے اور انہیں یاد کر کے شکر کی کیفیت میں ڈوبا رہے۔ انسان دو حالتوں سے کبھی باہر نہیں ہوتا: وہ یا تو صحت مند ہوتا ہے یا کبھی بیمار، کبھی سکھی اور کبھی دکھی۔ راحت کے ساتھ رنج پیوست ہے اور تنگی کے ساتھ فراخی۔ الغرض ہر انسان کی زندگی میں یہ نشیب و فراز وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ نعمتوں پر نظر رکھنے سے دل میں شکر بجا لانے کا داعیہ پیدا ہو گا اور وہ اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرنے سے محفوظ ہو جائے گا۔ اگر رزق میں تنگی آئے تو اس کو نہ دیکھے بلکہ عطا کردہ فراخی پر نظر رکھے، جب بیماری آ جائے تو اس کو نہ دیکھے بلکہ صحت کی حالت کو یاد رکھے، رنج و الم آئیں تو ان کو نہ دیکھے بلکہ راحت و آرام میں بسر کی ہوئی زندگی کو نظر میں لائے۔ زحمت کی حالت میں بھی اپنا دھیان اس کی رحمت پر رکھے۔ پہلی شرط یہی ہے کہ ہر حال میں بندے کا دھیان اللہ تعالیٰ کی اَن گنت نعمتوں کے مطالعہ میں رہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا شمار شروع کر دے جو اس کی پیدائش سے لے کر اب تک بِن مانگے اور بغیر کسی استحقاق کے اس کو عطا ہوتی رہیں۔ بندہ خیال کرے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے انسان بنایا اور مسلمان پیدا کیا۔ بچپن سے لڑکپن، جوانی اور اب لحۂ موجود تک لمحہ بہ لمحہ میری ہر احتیاج کو پورا کیا، سلامت جسم دیا، صحت و تندرستی دی، لباس و خوراک مہیا کی، جملہ سہولتوں کے ساتھ رہنے کو گھر دیا، عقل و شعور اور عزت و آبرو عطا فرمائی، عیبوں پر پردہ ڈالا اور خوبیوں کو ظاہر کیا۔ ظاہری و باطنی رزق کا بندوبست فرمایا حتیٰ کہ اب تک زندگی دی، وگرنہ کتنے ہیں جو مر کر مٹی ہو چکے۔ الغرض بندہ اگر ایک ایک کر کے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا شمار کرنا شروع کرے تو بالآخر پکار اٹھے گا: اے رب العزت! تیری نعمتوں کو کوئی بھی شمار نہیں کر سکتا!

۱۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللهِ لَا تُحْصُوْهَا.[1]

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو (تو) پورا شمار نہ کر سکو گے۔

۲۔ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ بندے کو جھنجھوڑتے ہوئے دریافت فرماتا ہے:

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○[2]

پس تم دونوں اپنے رب کی کِن کِن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟○

اللہ کی نعمتوں کے مطالعہ سے بندہ اس حقیقت سے آشنا ہو جاتا ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی یک طرفہ عطا ہے جبکہ ان نعمتوں پر جو شکر واجب تھا وہ بندہ ادا نہیں کر سکا اور نہ ہی کسی میں کما حقہ شکر کا حق ادا کرنے کی سکت ہے۔

دوسری شرط: نفس کا محاسبہ

جب یہ امر قلب و ذہن میں راسخ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں لاتعداد ہیں اور شمار نہیں ہو سکتیں تو اگلے مرحلے میں اپنی کوتاہیوں اور اپنے گناہوں کو شمار کرنا ضروری ہے۔ اس احتساب کے تین مراحل ہیں:

پہلا مرحلہ یہ ہے کہ بندہ کامل یکسوئی اور دھیان سے اپنے دل و نگاہ کو ماضی میں کی گئی کوتاہیوں، نافرمانیوں اور گناہوں کے مطالعہ پر مرکوز کرے۔ وہ تمام فرائض و سنن اور اعمالِ صالحہ جو ایک مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کی اَن گنت نعمتوں پر شکر ادا کرنے کے سلسلے میں ضروری تھے اور وہ بجا نہ لا سکا، اُن سب کو ایک ایک کر کے اپنے دل و دماغ میں لائے۔ بندہ اطاعت بھی کرتا ہے اور اس سے گناہ بھی سرزد ہوتے ہیں۔ یعنی اعمالِ حسنہ اور اعمالِ سیئہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ بیداری کی دوسری شرط یہ ہے کہ بندے کی نظر صرف اپنے اعمالِ سیئہ پر مرکوز رہے۔ جو نیک اعمال اور عبادات اللہ کی دی ہوئی توفیق سے ادا ہوئے اُنہیں ہرگز شمار نہ کرے۔

(۱) ابراہیم، ۱۴: ۳۴

(۲) الرحمٰن، ۵۵: ۱۶

ایسا کرنے سے وہ خود کو نیک تصور کرنے لگے گا اور اس کی لغزشیں اسے نظر نہیں آئیں گی جس کا نتیجہ غفلت کی شکل میں نکلے گا۔ اس کے برعکس بندے کی نظر اگر ہمیشہ اپنی نافرمانی، ظلم، زیادتی، گناہ اور خطا پر رہے یعنی ترکِ اطاعت ہمیشہ پیش نظر رکھے تو اُس کی نظر اُن اسباب و وجوہ پر رہے گی جو ترکِ اطاعت کا باعث بنے۔ اس سے شرمندگی، ندامت اور ملامت کی کیفیات جنم لیں گی جو توبہ پر منتج ہوتی ہیں اور بندہ عجز و انکساری میں ڈوبا اپنے مولیٰ کی طرف پلٹ جاتا ہے، اس کی رضا کی تلاش میں نکلتا ہے، اس کا دامن صبر، شکر اور ذکر کی نعمتوں سے بھر جاتا ہے اور انجام کار اُسے زہد و تقویٰ کی منزل مل جاتی ہے۔

آج ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم اپنے گناہوں کو دیکھنے کی بجائے اپنا سارا زور دوسروں کے عیوب دیکھنے پر لگا دیتے ہیں۔ اِس گناہ میں ہم انفرادی، قومی اور بین الاقوامی سطح پر بری طرح ملوث ہیں۔ اس کا صرف ایک ہی علاج ہے کہ ہم اپنے گناہوں پر نظر رکھیں اور عیب جوئی کو ایک بڑا گناہ جانتے ہوئے اس سے اپنا دامن بچائیں۔ خود احتسابی کرتے ہوئے بندہ جب اپنے گناہوں کو دیکھے گا تو اسے شرمندگی اور پشیمانی کے سوا کچھ سجھائی نہ دے گا۔ یوں دوسروں کے عیوب اس کی نظر سے اوجھل ہو جائیں گے۔ بہادر شاہ ظفر نے اس بارے میں کیا خوب کہا ہے:

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر
رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر
تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

یہ دراصل زاویہ نگاہ بدلنے کی بات ہے۔ صرف یہی وہ انقلابی سوچ ہے جس سے احوالِ زیست درست ہو سکتے ہیں۔

محاسبۂ نفس کا **دوسرا مرحلہ** یہ ہے کہ جب پہلے مرحلے کے نتیجے میں اپنے گناہوں کے

گہرے مطالعہ کے بعد بندے کو یہ آگہی ملے گی کہ اس کی نافرمانیاں یقیناً قابل گرفت اور قابل مواخذہ ہیں اور وہ مارے خوف کے لرزہ بر اندام رہنے لگے گا اور ہلاکت کی معرفت اس کے قلب و باطن میں مُرتسِم ہو جائے گی تو دردناک انجام کے خوف کا حال ہلاکت کی معرفت کے مقام کا درجہ اختیار کر لے گا۔ یہ مقامِ معرفت محاسبۂ نفس کا دوسرا مرحلہ ہوگا۔

اگرچہ اس سے قبل بھی کسی وقتی تأثر کے باعث کئی بار انسان کو گناہوں کا احساس کیفیت کی شکل میں آبدیدہ کر کے گزر چکا ہوگا لیکن حقیقی بیداری جو اسے توبہ کی طرف لے جائے، اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک بندہ یہ احساس اپنے دل میں راسخ نہ کر لے کہ اللہ تعالیٰ بڑا انتقام لینے والا ہے، جیسا کہ ارشادِ گرامی ہے:

۱۔ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ ذُوانتِقَامٍ○ (۱)

اور اللہ بڑا غالب انتقام لینے والا ہے○

کسی شخص کو بھی اللہ رب العزت کے فرمان کے بارے میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر فرمایا گیا:

۲۔ فَلاَ تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ○ (۲)

سو تو ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا○

اپنے دل و دماغ میں یہ امر پختہ کرنا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور یومِ حشر ہر شخص کو عملِ مواخذہ سے گزرنا پڑے گا، جہاں زندگی بھر کے ایک ایک عمل کا حساب دینا ہوگا جبکہ اُس کے اپنے اعضاء اُس کے خلاف گواہی دے رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے:

۳۔ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ○ (۳)

---

(۱) آل عمران، ۳:۴

(۲) البقرة، ۲:۱۴۷

(۳) الزلزال، ۹۹:۷-۸

تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گاo اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے (بھی) دیکھ لے گاo

محاسبۂ نفس کا **تیسرا مرحلہ** یہ ہونا چاہیے کہ جب بندے کے قلب و باطن میں اللہ تعالیٰ کے حضور مواخذہ کا حال مقام میں بدل جائے تو تیسرے مرحلے پر اب بندہ اپنی پوری توجہ، دھیان اور فکر اس امر پر مرکوز کرے کہ اس صورت حال کا تدارک کیسے ہو؟ آنے والے متوقع مواخذے سے بچنے کی کیا سبیل اختیار کرے؟ یہ طریقۂ تدارک اور راہِ نجات صرف اسی صورت ممکن ہے کہ بندہ خود کو مفلس و لاچار پا کر اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کے دامن سے لپٹ جائے اور یہ بات اس کے من میں حقیقت بن کر دائماً اتر جائے کہ میری نجات اور بخشش کا دار و مدار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے کیونکہ قیامت کے دن اس کے بے وزن اعمال اپنی قدر و قیمت کھو کر ہوا میں منتشر ہو چکے ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل حق اپنی عبادات و اعمال کو اللہ تعالیٰ کے حضور گناہ کا درجہ دیتے ہیں۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ اُن کی زبان اس قابل نہ تھی کہ مالک کی حمد و ثناء کماحقہ بیان کر سکے، اُن کی پیشانی اس قابل نہ تھی کہ حقیقی معنوں میں سجدہ ریزی کا حق ادا کر سکے، اسی طرح جسم کے دیگر اعضاء و جوارح اس قابل نہ تھے کہ حق بندگی ادا کر سکیں۔ بندہ پوری سوچ وچار کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ اس کے پاس اس کے دامنِ رحمت سے لپٹ جانے کے سوا کوئی دوسرا راستہ ہے ہی نہیں۔ جب ہر وقت رجوع الی اللہ رہے گا تو استغفار کا یہ تصور اسے گناہوں سے محفوظ رکھنے کا باعث بن جائے گا۔

۴۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا.[1]

تو اس شخص کی اطاعت (بھی) نہ کر جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے۔

غافل شخص کی صحبت غفلت کا باعث ہے جو اللہ تعالیٰ سے دوری کا سبب بنتی ہے

(۱) الکہف، ۱۸:۲۸

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی قربت اور حضوری میں رہنے کے لئے ایسے لوگوں کی صحبت سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی حاضری کا تصور اور ہدایت کی طلب پیش نظر رہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں بندہ احساسِ ندامت میں ملفوف رہنے لگتا ہے۔

تیسری شرط: اعمال کا محاسبہ

پہلے مرحلے میں جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ اس قدر وسیع ہیں کہ شمار میں نہیں آ سکتیں۔ اس سے بندے کے دل میں شکر گزاری کی کیفیت پیدا ہوئی۔ دوسرے مرحلے میں اس نے اپنی زندگی میں کی گئی کوتاہیوں، غلطیوں اور گناہوں کا جائزہ لیا جن کا وہ مسلسل اور متواتر ارتکاب کرتا رہا۔ اس سے اس کے قلب میں شرمندگی کے گہرے احساس نے جنم لیا۔ اس لیے اب تیسرے مرحلے میں وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اپنی کوتاہیوں کا تقابلی جائزہ لیتا ہے تاکہ وہ اس حقیقت سے آگاہ ہو کہ بیتے ہوئے ایام میں اس نے کیا کھویا اور کیا پایا، یعنی اعمال کے نتیجے میں کیا فوائد حاصل ہوئے اور کون کون سے نقصانات اس کے حصے میں آئے؟ انسان تکویناً اور طبعاً خطا کا پتلا ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں خود ارشاد فرمایا:

وَالْعَصْرِo اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍo [1]

زمانہ کی قسم (جس کی گردش انسانی حالات پر گواہ ہے)o بے شک انسان خسارے میں ہے (کہ عمر عزیز گنوا رہا ہے)o

چونکہ مجموعی طور پر اپنے اعمال و احوال کے حوالے سے انسان خسارے میں جا رہا ہوتا ہے اس لیے اس سورہ مبارکہ میں پہلے انسان کی عمومی حالت کا ذکر کیا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد سورہ مبارکہ میں ان خاص بندوں کا ذکر کیا گیا جو ایمان لائے اور صالح اعمال بجا لائے، وہ حق کے لئے کوشاں ہوئے اور اس جدوجہد میں جن مصائب و آلام سے گزرنا پڑا اسے صبر و ہمت سے برداشت کیا۔ بندہ اس مقام پر اپنی توجہ اس بات پر مرکوز کرے کہ گزرے دنوں میں اعمال

---

(۱) العصر، ۱۰۳: ۱-۲

کے حوالے سے آخرت کے لئے کیا فائدہ اٹھایا اور کس قدر نقصان اور خسارے سے دو چار ہوا؟ یہ غور کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ دو اور دو چار کی طرح بہت جلد یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح اُس پر عیاں ہو جائے گی کہ وہ نفع و نقصان کے حوالے سے کس مقام پر کھڑا ہے؟

یہ بات ہمیشہ یاد رہے کہ عبادات و معاملات اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب رسول اکرم ﷺ کے احکام کی پیروی میں ادا کئے جائیں تو ہر عمل صالح سے ایک نور پیدا ہوتا ہے اور اگر بندہ اللہ کی توفیق سے نیک اعمال پر استقامت اختیار کر لے تو اس کا قلب نورٌ علٰی نور ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس برے اعمال پر اصرار کرنے سے قلب مکمل طور پر سیاہ ہو جاتا ہے۔ اس پر بدبختی کی مہر لگ جاتی ہے اور وہ حق قبول کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہ اس کے اعمال کی سزا ہوتی ہے جس کا وہ خود ذمہ دار ہوتا ہے۔

محاسبۂ اعمال کے اس مرحلے میں بندہ غور کرے کہ:

۱۔ فرائض ادا کرنے میں کون کون سی کوتاہیاں سرزد ہوئیں

۲۔ سنن کی ادائیگی میں کیا کیا نافرمانیاں کیں

۳۔ نوافل اور دیگر خیرات کے کون کون سے امور تھے جن پر عمل نہیں کر سکا۔

فرائض سے مراد وہ تمام کام ہیں جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ان میں عبادات اور دیگر معاملاتِ زندگی شامل ہیں جو فرائض منصبی پر مشتمل ہیں اور جن کی ادائیگی حسنِ سیرت کے لئے لازم کی گئی ہے۔ مذہبی عبادات کے علاوہ مخلوقِ خدا کے واجب الادا حقوق، امانت و دیانت، عہد و پیمان، خرید و فروخت، لین دین، پڑوسیوں اور قرابت داروں سے برتاؤ تجارت، ملازمت الغرض پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک بے شمار حقوق ہیں جو اگر صحیح طور پر ادا کئے جائیں تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے ورنہ بندہ حکم عدولی کرتے ہوئے نقصان اٹھا بیٹھتا ہے۔

دوسرے مقام پر سنن کا درجہ آتا ہے۔ بندہ تمام امور جو سنت کی ذیل میں آتے ہیں

ان کو ملاحظہ کرے کہ اگر وہ صحیح معنوں میں انجام دیتا تو اُخروی نفع کا مستحق قرار پاتا لیکن انہیں ادا نہ کر سکنے کے باعث آخرت میں خسارے سے دوچار ہوگا۔

تیسرے مقام پر نوافل اور دیگر تمام امورِ خیر آتے ہیں جو اگر ادا کر لئے جاتے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کی دولت میسر آتی اور نور بصیرت ملتا، لیکن نہ کر سکنے کے باعث خسارے کا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔

جملہ امور پر غور وفکر کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ اس کی زندگی کے گزرے ہوئے ایام اس کے لئے خسارے کے سوا کچھ نہ تھے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ اپنی غفلت کے بارے میں یہ آگہی ایک نعمت کا درجہ رکھتی ہے۔ زندگی کے گزرے ہوئے لمحات اسے مالکِ حقیقی کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ اس نعمت کی معرفت کے لئے ضروری ہے کہ بندہ دنیوی لحاظ سے اپنے سے کم تر بندوں کی طرف نظر کرے کیونکہ جنہیں دنیاوی نعمتیں زیادہ میسر ہیں ان کی طرف دیکھنے سے ندامت کی بجائے احساسِ محرومی پیدا ہوتا ہے جو حسد اور شکوے کا باعث بنتا ہے، جبکہ اپنے سے کم مایہ بندوں کو ملنے اور دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لانے کے خیالات جنم لیتے ہیں۔ اہل صفا کہتے ہیں کہ اے بندے! تو اہلِ بلا کی طرف نظر کر، اس سے تجھے خود پر اللہ تعالیٰ کی عطا بہت وسیع نظر آئے گی اور تجھے یہ احساس ملے گا کہ تجھ پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اَن گِنت اور بے حساب ہیں۔

۹۔ کامل معرفت کوتاہی کے صحیح ادراک پر منحصر ہے

اس ضمن میں تین امور کا ذکر بڑی اہمیت کا حامل ہے:

(ا) دل میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم

اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا دھیان دل میں بسانے سے قلب و نظر میں اس کی قوت و قدرت اور حقیقی عظمت و تعظیم کا تصور راسخ ہوتا ہے۔ جب انسان غور کرے کہ اللہ کتنا بڑا ہے اور اس کی بارگاہ کتنی عظیم ہے تو اسے اپنی چھوٹی سے چھوٹی نافرمانی و کوتاہی بھی بڑی نظر آنے

لگے گی اور اپنے گناہوں کے مقابل اپنی نیکیاں بے نام نظر آئیں گی۔ نتیجتاً اس سے خوف و خشیتِ خداوندی پیدا ہو گی۔ اہل اللہ اپنی ابتدائی اور انتہائی دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ سے بے حد ڈرتے رہتے ہیں۔ ابتدائی حالت میں گناہوں اور عذاب کی وجہ سے ڈرتے ہیں اور انتہائی حالت میں عظمت و جلالِ خداوندی کی وجہ سے، کیونکہ جب ان کو عظمت و جلالِ خداوندی کا مشاہدہ ہوتا ہے تو اس کے مقابلے میں اپنی اطاعات ہیچ نظر آتی ہیں اور خود کو سراپا لغزش و گناہ سمجھتے ہیں۔

(۲) معرفتِ نفس

نفس کی معرفت یہ ہے کہ بندہ اپنی اصل پر غور کرے کہ ایک حقیر سے نطفہ سے اس کا آغاز ہوا اور انجام کار اس کے جسم نے مٹی میں دفن ہو کر ختم ہو جانا ہے۔ دنیا کی ناپائیداری اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے اپنی حقارت کا تصور اسے گناہوں سے بچنے میں معاون ثابت ہوگا اور انسان کی نظر اپنے اعمال کے عمدہ ہونے پر کبھی مرکوز نہیں ہو گی بلکہ اس کا رویہ اپنے اعمال کی تحقیر پر رہے گا۔ یاد رہے کہ نفس کی جبلت حرکت پر موقوف ہے۔ اس جبلّی تقاضے کے تحت نفس ہر عملِ صالح کی مخالفت میں سرگرم رہتا ہے اور ایسی ایسی خواہشات کی تکمیل میں مجنوں ہونے لگتا ہے جنہیں اعمالِ بد تصور کیا جاتا ہے۔ لہٰذا بندے پر لازم ہے کہ نفس کو اچھے اور محمود آداب پر قائم رکھنے کے لئے اس کی لگام کو مضبوطی سے پکڑ کر اُسے قابو میں لائے اور اسے اعمالِ صالحہ کا عادی کر کے اپنے ارادے کے زیر کرے، نفس کو ایک شتر تصور کرتے ہوئے اس کا شتربان بن جائے تاکہ اعمالِ خیر سرعت سے سرانجام دینے کے عمل میں نفس کی خودسری سے محفوظ رہے اور اس کے ہر کام میں نفس حالتِ سکون میں رہے۔ نفس کے بے سکون ہونے کا ذکر قرآن حکیم میں یوں کیا گیا ہے:

وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا٥[1]

اور انسان بڑا ہی جلد باز واقع ہوا ہے٥

(۱) الإسراء، ۱۷:۱۱

(۳) واقعاتِ عذاب کا مطالعہ

صالحین کے احوال میں سے ہے کہ جب وہ قیامت کے ہولناک واقعات یاد کرتے یا اللہ تعالیٰ کی صفاتِ جباریت و قہاریت کا ذکر سنتے تو ان پر خوفِ الٰہی کے باعث غشی اور بے ہوشی طاری ہو جاتی۔ حضرت امام عبد الوہاب شعرانی نے اپنی تصنیف **تَنْبِیْهُ الْمُغْتَرِیْن** میں بیان کیا ہے کہ ایک روز حضور نبی اکرم ﷺ نے سورہ مزمل کی یہ آیت پڑھی: ﴿**اِنَّ لَدَیْنَآ اَنْکَالًا وَّجَحِیْمًاo وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِیْمًاo**﴾[1] ’بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں اور (دوزخ کی) بھڑکتی ہوئی آگ ہےo اور حلق میں اٹک جانے والا کھانا اور نہایت دردناک عذاب ہےo‘ اس وقت آپ ﷺ کے پاس حمران بن اعین تھے۔ یہ سن کر ان کی روح پرواز کر گئی۔[2]

انسان غور کرے اور سوچے کہ پروردگار کا کلام سن کر اخلاص کے مقام پر کبھی اسے خوف کے باعث غش آیا ہے یا بے ہوش ہوا ہے؟ ایسی باتوں سے دل نرم ہوتا ہے اور رجوع الی اللہ کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

۱۰۔ اُخروی کامیابی کی تدابیر

اُخروی نجات کی تین مزید تدابیر ایسی ہیں جن پر عمل کرتے ہوئے بندہ غفلت سے بیدار ہو کر توبہ اختیار کرنے میں سہولت اور رغبت محسوس کرتا ہے۔

(۱) صالح علماء کی مجلس وصحبت

انسان کو چاہیے کہ اہل حق علماء کی صحبت اختیار کرنے کو اپنے لازمی امور میں شامل کرے۔ اس سے اسے دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کرنے کا علم نصیب ہوگا کیونکہ عمل کرنے

---

(۱) المزمل، ۷۴:۱۲-۱۳

(۲) شعرانی، تنبیہ المغترین: ۲۲

کی اولین شرط علم حاصل کرنا ہے۔ صحبت کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ حصولِ علم کے لئے ہمیشہ ہمہ تن گوش رہے۔

۱۔ قرآن حکیم نے علم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِی الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ.[1]

فرما دیجئے: کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو لوگ علم نہیں رکھتے (سب) برابر ہو سکتے ہیں؟

۲۔ ایک دوسرے مقام پر حصولِ علم کے سلسلے میں اہل ذکر سے استفادہ کرنے کو یوں بیان کیا گیا:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَo[2]

(لوگو!) تم اہلِ ذکر سے پوچھ لیا کرو اگر تم (خود) نہ جانتے ہوo

اہلِ علم اور اہلِ ذکر سے اکتسابِ فیض اسی صورت ممکن ہے اگر ان کی صحبت اختیار کی جائے۔ ان سے زندگی کے اسرار و رموز سمجھنے کے لئے ان کی صحبت اختیار کرنا ہوگی۔ پاس بیٹھیں گے تو نئے نئے نکات سامنے آتے جائیں گے اور فہم و ادراک کے افق روشن ہوتے چلے جائیں گے۔ شعورِ ذات اور بیداریٔ قلب کے لئے تو ان سے رابطے بدرجۂ اتم ضروری ہیں، کیونکہ صرف وہی سمجھا سکتے ہیں کہ خود آگہی کے مراحل کیسے طے ہوتے ہیں اور نورِ بصیرت کیسے ملتا ہے۔ جب یہ روشنی ملنے لگے تو اخروی زندگی کی کامیابی پر سے پردے اٹھنے شروع ہو جاتے ہیں۔

حصولِ علم کی اس اہمیت کے پیشِ نظر مختلف احادیث مبارکہ میں بھی علم کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) الزمر، ۹:۳۹

(۲) الأنبياء، ۷:۲۱

إِنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ.[1]

بے شک علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں۔

یہ امر ہمیشہ ملحوظ خاطر رہے کہ عمل کے بغیر علم وبال ہے۔ اس لیے صرف علم کے حصول پر ہی اکتفا نہ کرے بلکہ علماء سے جو کچھ ملے اس پر عمل بھی ضروری ہے تا کہ ان سے حاصل ہونے والی ہدایت پر یقین کامل ہو جائے۔ علم کے مطابق عمل کرنے میں کوشاں رہنے سے وسعت نظری پیدا ہوتی ہے، ابہام کم ہوتا ہے اور واضحیت پروان چڑھتی ہے جس میں کامیابی پوشیدہ ہے۔

۲۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مَنِ ازْدَادَ عِلْمًا وَلَمْ يَزْدَدْ فِي الدُّنْيَا زُهْدًا لَمْ يَزْدَدْ مِنَ اللهِ إِلَّا بُعْدًا.[2]

جس شخص نے زیادہ علم حاصل کیا لیکن دنیا سے بے رغبتی اختیار نہیں کی (یعنی عمل کی توفیق نہ ہوئی) تو وہ حق تعالیٰ سے دور ہی ہوتا جائے گا۔

۳۔ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَمَنِ ازْدَادَ عِلْمًا ثُمَّ ازْدَادَ عَلَى الدُّنْيَا حِرْصًا لَمْ يَزْدَدْ مِنَ اللهِ إِلَّا بُعْدًا، وَلَمْ يَزْدَدْ مِنَ اللهِ إِلَّا بُغْضًا.[3]

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، كتاب العلم، ۵:۱۹۶، رقم:۲۱۷۶۳
۲۔ أبو داود، السنن، كتاب العلم، باب الحث على طلب العلم، ۳:۳۱۷، رقم: ۳۶۴۱
۳۔ ترمذی، السنن، كتاب العلم، باب ما جاء فی فضل الفقه على العبادة، ۵:۴۸، رقم:۲۶۸۲

(۲) ۱۔ ديلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۳:۲۰۲، رقم:۵۸۸۷
۲۔ ہندی، كنز العمال، ۱۰:۸۴، رقم:۲۹۰۱۶

(۳) ۱۔ ابن أبی الدنيا، كتاب الزهد:۱۵۶، رقم:۳۳۸
۲۔ ابن عبد البر، جامع بيان العلم وفضله، ۱:۱۹۳

جس شخص نے زیادہ علم حاصل کیا پھر دنیا کی حرص و ہوس میں مبتلا ہو گیا (یعنی عمل کی توفیق نہ ہوئی) تو وہ حق تعالیٰ سے دور ہی ہوتا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے غیض وغضب کا شکار ہوتا جائے گا۔

(۲) شعائر اللہ کی تعظیم

وہ احکام جن کے بجا لانے کا حکم دیا گیا ہے انسان ان پر صدقِ دل سے عمل پیرا ہو اور اس کے دماغ میں بھی کبھی ان کی حکم عدولی کا خیال نہ آئے۔ شعائر اللہ اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی دل سے تعظیم کرنا اور ان پر عمل پیرا ہونا دلوں کا تقویٰ ہے کیونکہ جس چیز اور امر کا ادب دل میں بیٹھ جائے اس کی کبھی بھی مخالفت نہیں کی جاتی۔

قرآن حکیم میں مختلف مقامات پر اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرنے والوں کے لئے تقویٰ جیسی عظیم نعمت کی بشارت دی گئی ہے۔

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللهِ. [۱]

اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو۔

۲۔ دوسرے مقام پر فرمایا گیا:

ذٰلِکَ وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ○ [۲]

یہی (حکم) ہے اور جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے (یعنی ان جانداروں، یادگاروں، مقامات، احکام اور مناسک وغیرہ کی تعظیم جو اللہ یا اللہ والوں کے ساتھ کسی اچھی نسبت یا تعلق کی وجہ سے جانے پہچانے جاتے ہیں) تو یہ (تعظیم) دلوں کے

---

(۱) المائدۃ، ۵:۲

(۲) الحج، ۲۲:۳۲

تقویٰ میں سے ہے (یہ تعظیم وہی لوگ بجا لاتے ہیں جن کے دلوں کو تقویٰ نصیب ہو گیا ہو)o

۳۔ سورۃ الحجرات میں فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ط لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌo[1]

بے شک جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کی بارگاہ میں (ادب و نیاز کے باعث) اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے چُن کر خالص کر لیا ہے۔ ان ہی کے لیے بخشش ہے اور اجرِ عظیم ہےo

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں جہاں اپنی نشانیوں کی تعظیم و تکریم کو تقویٰ کا معیار قرار دیا ہے وہاں اپنی مقرر کردہ حدود کا احترام نہ کرنے والوں پر اپنی ناپسندیدگی اور غضب کا اظہار بھی فرمایا ہے۔

۴۔ ارشاد ربانی ہے:

وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَo[2]

اور ہم نے حد سے بڑھ جانے والوں کو ہلاک کر ڈالاo

۵۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا سبق دیتے ہوئے فرمایا:

وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَo[3]

اور حد سے تجاوز کرنے والوں کا کہنا نہ مانوo

---

(۱) الحجرات، ۴۹:۳

(۲) الانبیاء، ۲۱:۹

(۳) الشعراء، ۲۶:۱۵۱

۶۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے شرک کرنے اور اس پر اللہ تعالیٰ کے غضب کا اظہار یوں فرمایا:

لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِo[1]

سچ تو یہ ہے کہ تم مجھے جس چیز کی طرف بلا رہے ہو وہ نہ تو دنیا میں پکارے جانے کے قابل ہے اور نہ (ہی) آخرت میں اور بے شک ہمارا واپس لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے اور یقیناً حد سے گزرنے والے ہی دوزخی ہیںo

۷۔ قوم لوط پر عذاب کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا:

مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَo[2]

(وہ پتھر جن پر) حد سے گزر جانے والوں کے لیے آپ کے رب کی طرف سے نشان لگا دیا گیا ہےo

(۳) اولیاء اللہ کی صحبت و سنگت

اولیاء اللہ وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جن کی صحبت سے مردہ دل زندہ ہو جاتے ہیں، دلوں کی غفلت دور ہو جاتی ہے اور وہ بیدار ہو کر اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آ جاتا ہے۔

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ؟ قَالُوا: بَلٰى، يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: خِيَارُكُمُ الَّذِينَ إِذَا رُءُوا ذُكِرَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ.[3]

---

(۱) المؤمن، ۴۰:۴۳

(۲) الذاریات، ۵۱:۳۴

(۳) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶:۴۵۹، رقم: ۲۷۶۴۲

میں تمہیں اچھے انسان نہ بتاؤں؟ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے اچھا شخص وہ ہے جسے جب لوگ دیکھیں تو انہیں اللہ یاد آ جائے۔

۲۔ ایک دوسرے مقام پر حضور نبی اکرم ﷺ اللہ کے دوستوں کا تذکرہ فرماتے ہیں:

لَا يُحِقُّ الْعَبْدُ حَقِيقَةَ الإِيْمَانِ حَتّٰى يَغْضَبَ لِلّٰهِ وَيَرْضٰى لِلّٰهِ، فَإِذَا فَعَلَ ذٰلِکَ اسْتَحَقَّ حَقِيْقَةَ الإِيْمَانِ، وَإِنَّ أَحِبَّائِي وَأَوْلِيَائِي الَّذِيْنَ يُذْكَرُوْنَ بِذِكْرِي وَأُذْكَرُ بِذِكْرِهِمْ. (۱)

بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت کو نہیں پا سکتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہی (کسی سے) ناراض اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی (کسی سے) راضی نہ ہو (یعنی اس کی رضا کا مرکز و محور فقط خوشنودئ ذاتِ الٰہی ہو جائے) اور جب اس نے یہ کام کر لیا تو اس نے یقیناً ایمان کی حقیقت کو پا لیا۔ بے شک میرے احباب اور اولیاء وہ لوگ ہیں کہ میرا ذکر کرنے سے ان کی یادیں تازہ ہوتی ہیں اور ان کا ذکر کرنے سے میں یاد آ جاتا ہوں۔ (میرے ذکر سے ان کی یاد آ جاتی ہے اور ان کے ذکر سے میری یاد آ جاتی ہے۔ یعنی میرا ذکر ان کا ذکر ہے اور ان کا ذکر میرا ذکر ہے)۔

چنانچہ اولیاء اللہ کی صحبت اور سنگت اختیار کرنے سے بدبختی خوش بختی میں بدل جاتی ہے۔ حضرت مولانا روم نے کیا خوب فرمایا ہے:

یک زمانہ صحبت با اَولیاء   بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب من لا يؤبه به، ۲:۱۳۷۹، رقم:۴۱۱۹

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳:۴۳۰، رقم: ۱۵۶۳۴

۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۱:۲۰۳، رقم: ۶۵۱

۳۔ ابن أبي الدنيا، كتاب الأولياء، ۱:۱۵، رقم:۱۹

اولیاء کرام کے ساتھ گزری ہوئی ایک ساعت سو سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے (کیونکہ ان کی سنگت درحقیقت اللہ تعالیٰ کی سنگت ہے)۔

اپنے علم کے مطابق عمل کرنے میں صوفیائے کرام کا کردار بلاشبہ قابلِ تقلید ہے۔ امام عبد الوہاب شعرانی اس حوالے سے امام یافعی کا ذاتی واقعہ نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: میں دس برس تک اس خیال میں گم رہا کہ فقہاء کی صحبت اختیار کروں یا علماء کے طریقہ کو اختیار کروں۔ اسی دوران اولیائے حق میں سے ایک ملا اور کہنے لگا: درویش کی ابتداء علم کے حصول کی انتہاء ہے۔ تمہیں چاہئے کہ کسی درویش کی صحبت میں درجاتِ قربِ الٰہی حاصل کرو۔ پھر فرمایا: میں چاہتا ہوں تجھے موازنہ کر کے دکھا دوں تاکہ کامل یکسوئی سے اولیاء کی ارادت حاصل کر سکے۔ پھر انہوں نے اس وقت کے اکابر علماء میں سے ایک شخص کو بلا بھیجا اور ادھر اپنی جماعت کو حکم دیا کہ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے نہ ہوں اور نہ ہی جگہ کے لئے وسعت دیں۔ جب وہ عالم آئے تو سوائے جوتوں کی جگہ کے، بیٹھنے کے لئے کوئی مقام نہ پایا اور نہ ہی تعظیم کے لئے لوگ کھڑے ہوئے۔ وہ شخص منہ موڑ کر شیخ اور ان کی جماعت کو برا بھلا کہتا ہوا چلا گیا۔ شیخ نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جس علم کو تم طلب کرنا چاہتے ہو، اس کا یہ ثمر ہے۔

اس کے بعد ایک درویش کو بلا بھیجا اور اپنے خدام کو اس کے ساتھ بھی وہی سلوک روا رکھنے کو کہا۔ وہ درویش آئے تو حسبِ سابق کسی نے ان کی طرف التفات نہ کیا، تو وہ مسکرائے اور درویشوں کے جوتوں کو سیدھا کرتے ہوئے عرض کرنے لگے کہ حضورِ والا! میں آپ کے سامنے حق تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور اپنا سر (سے عمامہ) کھول کر کہنے لگے: حضرت! یہ سر حاضر ہے۔ اس پر انہوں نے مجھے فرمایا: درویشوں کے طریقہ کا ثمرہ بھی دیکھ لو۔

حضرت یافعی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے درویشوں اور اولیاء اللہ کا ہی طریقہ اختیار کیا۔[1]

صالحین کی سنگت بلاشبہ بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ تو وہ قدسی روحیں ہیں کہ جہاں اُن کا

---

(۱) شعرانی، الأنوار القدسية فی بيان آداب العبودية: ۱۰

ذکر کیا جائے اس جگہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے نور کا نزول ہوتا ہے۔ ان کی صحبت کے فیض سے تو نجس کتا بھی محروم نہیں رہتا جس کا واقعہ سورہ الکہف میں مذکور ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اولیائے کاملین کی صحبت و سنگت نصیب فرمائے تاکہ ان کے فیض کے طفیل غفلت سے بیدار ہو کر صحیح معنوں میں تائب بن سکیں۔

۱۱۔ اصلاحِ احوال کے تقاضے

غفلت سے بیداری کے کچھ تقاضے ہیں جن پر اگر عمل پیرا نہ ہوا جائے تو انسان گناہوں اور فسق و فجور کی طرف چلا جاتا ہے۔ حضرت امام غزالی نے مجموعہ رسائل 'اَیُّهَا الْوَلَدُ' میں حضرت حاتم اصم کے حوالے سے آٹھ تقاضوں کو ضروری قرار دیا ہے جو حسبِ ذیل ہیں:

(۱) بہترین دوست کا انتخاب

دوست ایسا ہونا چاہئے جو دنیا اور آخرت کسی جگہ بھی ساتھ نہ چھوڑے۔ ایسے دوست صرف اعمالِ صالحہ، اللہ تعالیٰ کی یاد میں بہنے والے آنسو، رات کے اندھیروں کے سجدے، مخلوقِ خدا پر کئے گئے احسانات اور عبادات و صدقات ہیں جو قبر اور حشر میں بھی ساتھ رہیں گے۔ یہ اعمال دیگر دنیوی دوستوں، عزیز رشتہ داروں کی طرح واپس نہیں جائیں گے بلکہ قبر کی تنہائی اور وحشت میں بھی مونس اور ہمدم بنیں گے۔

(۲) خواہشات کی پیروی سے اجتناب

بالعموم ساری مخلوق ہوائے نفس کی پیروی میں خواہشات و شہوات کا شکار ہو کر دوزخ کا ایندھن بن رہی ہے۔ لوگ نفس کی ختم نہ ہونے والی خواہشات کی تکمیل میں نہ صرف خدا کو بھول چکے ہیں بلکہ انہیں اپنا معبود و مسجود بنا رکھا ہے۔

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـھَهٗ ھَوٰهُ ط اَفَاَنْتَ تَکُوْنُ عَلَیْهِ وَکِیْلاً ○[1]

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہے؟ تو کیا آپ اس پر نگہبان بنیں گے؟○

۲۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی ○ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی ○[2]

اور جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور اُس نے (اپنے) نفس کو (بری) خواہشات و شہوات سے باز رکھا○ تو بے شک جنت ہی (اُس کا) ٹھکانا ہوگا○

پس انسان کو خواہشاتِ نفس کی مخالفت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و پیروی اختیار کرنی چاہئے اور اس کے حصول کے لئے مجاہدہ و ریاضت کو اپنا معمول بنا لینا چاہئے۔

(۳) انفاق فی سبیل اللہ

انسان مال و دولت کے حصول میں ہر جائز و ناجائز ذریعہ اختیار کرتا ہے اور ہر وقت اس فکر میں رہتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ دنیا کا مال و متاع جمع کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللهِ بَاقٍ ط وَلَنَجْزِیَنَّ الَّذِیْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○[3]

جو (مال و زر) تمہارے پاس ہے فنا ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے باقی رہنے والا ہے، اور ہم ان لوگوں کو جنہوں نے صبر کیا ضرور ان کا اجر عطا فرمائیں گے ان

---

(۱) الفرقان، ۲۵:۴۳

(۲) النازعات، ۷۹:۴۰-۴۱

(۳) النحل، ۱۶:۹۶

کے اچھے اعمال کے عوض جو وہ انجام دیتے رہے تھے٥

پس انسان کو چاہئے کہ اس چیز کو جمع کرے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ یہ انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ یعنی اللہ کی راہ میں غریبوں، مسکینوں، یتیموں، محتاجوں اور ضرورت مندوں پر خرچ کرنا۔ جس قدر دنیا میں ان امور پر خرچ کیا جائے گا اسی قدر آخرت میں بینکوں کا بیلنس اچھا بن جائے گا جو ختم نہ ہونے والی زندگی میں کام آئے گا۔

(۴) تقویٰ کا حصول

انسان اس دنیا میں مال و دولت، جاہ و منصب اور آل اولاد کو وجہِ عزت و افتخار خیال کرتا ہے اور ان کے حصول کے لئے مارا مارا پھرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں قدر و منزلت کا معیار تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ط اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ٥(۱)

اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں (تقسیم) کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو، بے شک اللہ خوب جاننے والا خوب خبر رکھنے والا ہے٥

متقی انسان زہد و ورع کا حامل، حرام چیزوں سے پرہیز کرنے والا اور اپنے ہر عمل میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں تقویٰ اختیار کرنے والا ہی سب سے بڑا عزت و افتخار کا حامل ہے۔

(۱) الحجرات، ۴۹:۱۳

(۵) اللہ کی عطا پر راضی ہونا

اللہ تعالیٰ کی عطا پر بعض لوگ حسد کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس کے بنیادی طور پر تین اسباب ہیں:

۱۔ مال کی کثرت پر حسد

۲۔ جاہ و منصب اور عزت و شہرت کی مسابقت میں حسد

۳۔ علم کی مسابقت میں حسد

مال و دولت، جاہ و منصب، عزت و شہرت اور علم و فضل کے باعث لوگ ایک دوسرے سے حسد کرتے ہیں۔ یاد رہے بندوں کو نعمتیں اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ اس طرح حاسد درحقیقت اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے خلاف بغاوت کر رہا ہے کہ ان تمام نعمتوں کا سب سے زیادہ مستحق تو وہ خود ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ حسد سے توبہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے اور کبھی بھی شکوہ دل میں نہ لائے۔

(۶) شیطان سے دشمنی

لوگ اپنی ذاتی منفعتوں کے حصول کے باعث ایک دوسرے کے دشمن بنے رہتے ہیں اور اپنی ساری زندگی ان باہمی عداوتوں کی نذر کر دیتے ہیں۔ پڑوسیوں اور رشتہ داروں کی آپس میں عداوت، ساس بہو کی عداوت، افسر اور ماتحت کی عداوت، الغرض چھوٹی بڑی، ظاہری باطنی، کم یا زیادہ عداوت کسی نہ کسی شکل میں ہمارے درمیان موجود رہتی ہے جس کے باعث انسان راہِ حق، راہِ اعتدال، تقویٰ، خدا خوفی اور نیکی کی راہ سے بھٹک جاتا ہے۔ اگر ہم قرآن حکیم سے اس حوالے سے رہنمائی لیں تو ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْ حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ○[1]

(۱) فاطر، ۶:۳۵

بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے سوتم بھی (اس کی مخالفت کی شکل میں) اسے دشمن ہی بنائے رکھو، وہ تو اپنے گروہ کوصرف اِس لیے بلاتا ہے کہ وہ دوزخیوں میں شامل ہو جائیںo

وہ لوگ جنہوں نے دشمنی کا ٹارگٹ شیطان کو بنا لیا۔ انہوں نے سارے لوگوں کی دشمنی اور عداوتوں سے نجات پا لی کیونکہ لوگوں کی باہمی عداوتوں کا واحد سبب شیطان کی انسان دشمنی ہے اور ہر عداوت کے پس پردہ اس کی شیطانی کارفرما ہوتی ہے۔

(۷) حرص و لالچ سے پرہیز

یہ روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ ہر شخص کسی نہ کسی حد تک کوئی نہ کوئی حرص، طمع اور لالچ ضرور رکھتا ہے۔ اگر بروقت اس کا تدارک نہ کیا جائے تو شُتر بے مہار کی مانند حرص و طمع کی خواہشات بے قابو ہو جاتی ہیں اور انسان کو حلال وحرام کی تمیز سے بے نیاز کر دیتی ہیں۔قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا.[1]

اور زمین میں کوئی چلنے پھرنے والا (جاندار) نہیں ہے مگر (یہ کہ) اس کا رزق اللہ (کے ذمۂ کرم) پر ہے۔

جب مخلوق کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر ہے تو انسان کو طمع، حرص اور لالچ سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد اور یقین کرتے ہوئے قرآن و حدیث کے فرمودات کی روشنی میں رزقِ حلال کے لئے کوشش کرنی چاہیئے اور زندگی زہد وتقویٰ اور صبر وشکر اور قناعت و استقامت سے گزارنی چاہیئے۔

---

(۱) هود، ۱۱:٦

(۸) توکل علی اللہ

دنیا میں ہر شخص کسی نہ کسی شے پر بھروسہ کرتا ہے۔ کسی کو جسمانی طاقت کا گھمنڈ تو کوئی اپنے علم وفن پر نازاں ہے، کسی کو عہدہ و منصب پر فخر ہے تو کوئی اپنے مال و دولت کی وجہ سے کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ الغرض ہر شخص کو دنیا کی کسی نہ کسی شے پر بھروسہ ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِىْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ۝ (۱)

اور یہ کہ تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر تم اس کے حضور (صدق دل سے) توبہ کرو وہ تمہیں وقت معین تک اچھی متاع سے لطف اندوز رکھے گا اور ہر فضیلت والے کو اس کی فضیلت کی جزا دے گا (یعنی اس کے اعمال و ریاضت کی کثرت کے مطابق اجر و درجات عطا فرمائے گا)، اور اگر تم نے روگردانی کی، تو میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا خوف رکھتا ہوں۝

حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی کوئی چیز بھی بھروسہ کے قابل نہیں۔ یہ ناپائیدار اور ناقابل اعتبار چیزیں ہیں۔ بھروسہ کے قابل صرف اللہ رب العزت کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے انسان! آ اور مجھ پر بھروسہ کر۔ جو مجھ پر بھروسہ کرتا ہے میں اس کے لئے کافی ہوتا ہوں۔ (۲)

---

(۱) هود، ۱۱:۳

(۲) غزالی، مجموعه رسائل 'أَيُّهَا الْوَلَدُ': ۲۶۱-۲۶۲

۱۲۔ توفیقِ توبہ کے مراحل

لغزش سرزد ہونے پر نفس کی ملامت، محاسبہ، مراقبہ اور شعورِ ذات کے دیگر معاملات بندے کو اس مقام پر لا کھڑا کرتے ہیں جہاں وہ توبہ کے مراحل میں داخل ہو جاتا ہے۔ اصلاحِ احوال کے لئے اسے اپنے اندر ایک استعداد جاگتی ہوئی محسوس ہوتی ہے جسے توفیق کہتے ہیں۔ روز مرہ کے معاملات بجا لاتے ہوئے کمی و بیشی کا وقوع پذیر ہونا انسان کی بشری فطری تقاضوں کے باعث ہے۔ لیکن خوش بخت شخص وہ ہے جو اپنے اعمال کی حقیقت کا ادراک کرتے ہوئے رجوع الی اللہ کرے تاکہ اسے نورِ ہدایت میسر آئے، جس کی لو میں وہ راہِ راست پر چلتا چلا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس کے اندر توبہ کی صلاحیت پیدا کر دیتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ توبہ کی نعمت اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر ممکن نہیں۔ توفیقِ توبہ کے کچھ مراحل ہیں جنہیں کامیابی سے طے کرنے پر انسان اللہ تعالیٰ کی مغفرت و بخشش کا مستحق قرار پاتا ہے۔ یہ مراحل تین ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) احساسِ ندامت

جب بندے سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کا دل شرمندگی اور پشیمانی محسوس کرے کہ مجھ سے مولیٰ کی نافرمانی کا یہ فعل کیوں کر سرزد ہوا۔ اس پر وہ جتنا غور کرے گا اتنا ہی اس کا دل رنجیدہ اور دکھی ہوگا۔ شرمندگی کا یہ احساس توفیق کا پہلا مرحلہ ہے۔ جس قدر پشیمانی کا احساس شدید ہوگا گناہگار کے لئے اسی قدر اگلے مرحلہ میں جانا آسان ہوگا۔

(۲) احساسِ ذلت

پشیمانی اور شرمندگی کے شدید احساس سے احساسِ ذلت جنم لیتا ہے۔ بندہ ارتکابِ گناہ کے باعث خود کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انتہائی ناقص بلکہ ذلیل و رسوا خیال کرنے لگتا ہے۔ پہلے مرحلہ میں ندامت کے باعث جو احساسِ گناہ اس کے دل میں پیدا ہوا وہ اب بڑھ کر

اعترافِ گناہ کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔ اعتراف کرنا گویا خود کو مستحقِ سزا سمجھنا ہے۔ یہ احساسِ ذلت کا انتہائی درجہ ہوتا ہے۔ گناہ کے بعد گناہ گار کا ذلت و رسوائی سے واسطہ عملاً بھی پڑتا ہے جب وہ کسی کو شرم کے مارے منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا۔ یوں وہ اندر اور باہر سے خِفّت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور جب یہ حالت لے کر سچے مالک کے حضور پیش ہوتا ہے تو سوائے کانپنے، لرزنے اور آہ و زاری کرنے کے اور کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ ندامت کی ایسی کیفیت میں گرفتار ہونے کے بعد اسے پھر سے ارتکابِ گناہ کا سوچنے کا یارا بھی نہیں رہتا۔

(۳) ترکِ معصیت

اعترافِ گناہ کے مقام پر جب بندہ اپنے مالکِ حقیقی کی بارگاہ میں اس گناہ کو چھوڑنے کا پختہ عزم کرتا ہے کہ اے باری تعالیٰ! ایک بار مجھے معاف فرما دے، آئندہ زندگی بھر کبھی اس گناہ کے قریب نہیں جاؤں گا تو یہ توفیق کا تیسرا مرحلہ طے ہوا۔

جب بندہ یہ تینوں مراحل طے کر لیتا ہے تو سمجھ لیں اسے توبہ کی توفیق میسر آ گئی۔ اِدھر گناہگار کا دستِ طلب دراز ہوا اُدھر اللہ رب العزت نے اس کے نامۂ اعمال کی تختی سے گناہوں کا نوشتہ ایسے مٹا دیا جیسے اُس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی درج ذیل حدیث مبارکہ اس طرح اشارہ کرتی ہے:

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ.(۱)

گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور شرمندگی، ذلت اور اعترافِ گناہ کا شدید احساس بعض اوقات بندے کو ایک ہی لمحے میں سب مرحلے طے کروا دیتا ہے۔ علامہ اقبال 'زبورِ عجم' میں فرماتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب: الزهد، باب: ذكر التوبة، ۲: ۵۳۴، رقم: ۴۲۵۰

۲۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۱۰: ۱۵۰، رقم: ۱۰۲۸۱

وادیِ عشق بسے دور و دراز است و لے
طے شود جادۂ صد سالہ بہ آہے گاہے

یعنی عشق کی منزل اگرچہ طویل مسافت پر ہے لیکن کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ صدیوں کا سفر ایک آہ میں طے ہو جایا کرتا ہے۔

توبہ میں صدق و اخلاص ہو تو قبولیت کے کرم بار ہونے میں دیر نہیں لگتی۔

باب دہم

توبہ اور دعا کا باہمی تعلق

گزشتہ ابواب میں ہم توبہ سے متعلق جملہ پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈال چکے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کے بعد کہ ندامت ہی توبہ ہے، احساسِ گناہ کے بعد دل کی اتھاہ گہرائیوں میں ندامت اور شرمندگی کا جنم لینا ہی دراصل توبہ ہے لیکن اگر ندامت اور شرمندگی کو لفظوں کی زبان دی جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کہلاتی ہے۔

ا۔ قرآن حکیم کی روشنی میں دعا کی اہمیت

ایک مسلمان کے لئے رشد و ہدایت کا اولین مرکز اور منبع صرف قرآن حکیم ہے۔ یہی وہ ہدایت کا الوہی سرچشمہ ہے جس میں دنیوی اور اُخروی زندگی کے تمام پہلوؤں کا اجمالی طور پر احاطہ کیا گیا ہے۔ جب دعا کے حوالے سے قرآن حکیم کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے توبہ کے سلسلے میں خود اپنے بندوں کو دعا کا طریقہ سکھایا ہے۔

ا۔ ارشاد فرمایا گیا:

وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَo[1]

اور آپ عرض کیجیے: اے میرے رب! تو بخش دے اور رحم فرما اور تو (ہی) سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہےo

۲۔ دعا کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ط اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَo[2]

(۱) المومنون، ۲۳:۱۱۸

(۲) الأعراف، ۷:۵۵

تم اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ (دونوں طریقوں سے) دعا کیا کرو، بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا○

۳۔ پھر ارشاد فرمایا:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط اَيًّامَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ج وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِکَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِکَ سَبِيْلًا○[1]

فرما دیجئے کہ اللہ کو پکارو یا رحمان کو پکارو، جس نام سے بھی پکارتے ہو (سب) اچھے نام اسی کے ہیں، اور نہ اپنی نماز (میں قرأت) بلند آواز سے کریں اور نہ بالکل آہستہ پڑھیں اور دونوں کے درمیان (معتدل) راستہ اختیار فرمائیں○

اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کی دعاؤں کا ذکر بھی کیا ہے جو انہوں نے توبہ کے حوالے سے اظہار بندگی کرتے ہوئے حق تعالیٰ کے حضور پیش کیں۔

۴۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

فَتَبَسَّمَ ضَاحِکًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصّٰلِحِيْنَ○[2]

تو وہ (یعنی سلیمان علیہ السلام) اس (چیونٹی) کی بات سے ہنسی کے ساتھ مسکرائے اور عرض کیا: اے پروردگار! مجھے اپنی توفیق سے اس بات پر قائم رکھ کہ میں تیری اس نعمت کا شکر بجا لاتا رہوں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام فرمائی ہے اور میں ایسے نیک عمل کرتا رہوں جن سے تو راضی ہوتا ہے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے خاص قرب والے نیکوکار بندوں میں داخل فرمالے○

---

(۱) الإسراء، ۱۷:۱۱۰

(۲) النمل، ۲۷:۱۹

۵۔ اسی طرح قرآنِ حکیم میں ارشادِ رب العزت ہے:

وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ط اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَo(۱)

اور تمہارے رب نے فرمایا ہے تم لوگ مجھ سے دعا کیا کرو میں ضرور قبول کروں گا، بے شک جو لوگ میری بندگی سے سرکشی کرتے ہیں وہ عنقریب دوزخ میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گےo

۶۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعا کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِo(۲)

اور انہی میں سے ایسے بھی ہیں جو عرض کرتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں (بھی) بھلائی عطا فرما اور آخرت میں (بھی) بھلائی سے نواز اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھo

۷۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کو یوں بیان کیا گیا:

هُنَالِکَ دَعَا زَکَرِیَّا رَبَّهٗ ج قَالَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ج اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِo(۳)

اسی جگہ زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب سے دعا کی، عرض کیا: میرے مولا! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو ہی دعا کا سننے والا ہےo

۸۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو ان الفاظ میں بیان کیا:

---

(۱) المومن، ۴۰:۶۰

(۲) البقرة، ۲:۲۰۱

(۳) آل عمران، ۳:۳۸

قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ فَاغۡفِرۡ لِیۡ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ○[۱]

(موسیٰ علیہ السلام) عرض کرنے لگے: اے میرے رب! بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا سو تو مجھے معاف فرمادے، پس اس نے انہیں معاف فرما دیا، بے شک وہ بڑا ہی بخشنے والا نہایت مہربان ہے○

ان آیات مبارکہ میں نہ صرف دعا مانگنے کا حکم ہے بلکہ دعا نہ مانگنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بندگی سے سرکشی قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی دعائیں اس قدر پسند ہیں کہ اس کے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں ان کی دعاؤں کے الفاظ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا ہے۔

۲۔ احادیثِ نبوی ﷺ کی روشنی میں دعا کی اہمیت

حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرۃ مطہرہ کا مطالعہ کریں تو یہ امر سامنے آتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے بندگی کے مقام پر نہ صرف خود اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کیں بلکہ اپنے امتیوں کو بھی تلقین فرمائی۔ ان سب کا ذخیرہ کتب حدیث میں محفوظ ہے۔ ان میں سے بعض معروف اور منتخب دعاؤں کو بیان کرنے سے قبل دعا کی اہمیت بیان کی جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے امت کو دعا کے آداب اور طریقہ بھی سکھایا۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلْيَعْزِمْ فِي الدُّعَاءِ وَلَا يَقُلْ: اَللّٰهُمَّ إِنْ شِئْتَ فَأَعْطِنِي فَإِنَّ اللهَ لَا مُسْتَكْرِهَ لَهُ.[۲]

---

(۱) القصص، ۲۸: ۱۶

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب التوحيد، باب في المشيئة والإرادة، ۶: ۲۷۱۵، رقم: ۷۰۲۶

←

جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو دعا میں اصرار کرے اور یہ نہ کہے: اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے دے دے، کیونکہ خدا کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔

۲۔ دعا بذاتِ خود مغزِ عبادت ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ. (۱)

دعا عبادت کا بھی مغز (یعنی خلاصہ اور جوہر) ہے۔

۳۔ دوسری حدیث مبارکہ جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں ارشاد فرمایا گیا:

لَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَمَ عَلَى اللهِ تَعَالٰى مِنَ الدُّعَاءِ. (۲)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا سے زیادہ محترم ومکرم کوئی شے نہیں ہے۔

۴۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

.... ۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب العزم بالدعاء ولا يقل إن شئت، ۴:۲۰۶۳، رقم: ۲۶۷۸

۳۔ نسائي، السنن الكبرى، ۶:۱۵۱، رقم: ۱۰۴۲۰

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الدعوات، باب ما جاء في فضل الدعاء، ۵:۴۵۶، رقم: ۳۳۷۱

۲۔ ديلمي، مسند الفردوس، ۲:۲۲۴، رقم: ۳۰۸۷،

۳۔ ابن رجب الحنبلي، جامع العلوم والحكم، ۱:۱۹۱

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۳۶۲، رقم:۲۵۲۳

۲۔ ترمذي، السنن، كتاب الدعوات، باب ما جاء في فضل الدعاء، ۵:۴۵۵، رقم: ۳۳۷۰

۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الدعاء، باب فضل الدعاء، ۲:۱۲۵۸، رقم: ۳۸۲۹

لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ إِلَّا الدُّعَاءُ، وَلَا يَزِيْدُ فِي الْعُمُرِ إِلَّا الْبِرُّ. (۱)

دعا کے علاوہ کوئی چیز تقدیر کو نہیں بدل سکتی اور نیکی کے علاوہ کوئی چیز عمر میں اضافہ نہیں کر سکتی۔

۵۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے حدیث قدسی روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا ابْنَ آدَمَ، إِنَّکَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَکَ عَلٰی مَا کَانَ فِيْکَ وَلَا أُبَالِي. يَا ابْنَ آدَمَ، لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُکَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَکَ وَلَا أُبَالِي. يَا ابْنَ آدَمَ، إِنَّکَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِي لَا تُشْرِکُ بِي شَيْئًا لَأَتَيْتُکَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً. (۲)

اے ابن آدم! جب تک تو مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور (قبولیت کی) اُمید رکھے گا جو کچھ بھی تو کرتا رہے میں تجھے بخشتا رہوں گا اور مجھے کوئی پروا نہیں۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کے بادلوں تک پہنچ جائیں پھر بھی تو بخشش مانگے تو میں بخش

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵:۲۷۷، ۲۸۰، رقم:۲۲۴۴۰، ۲۲۴۶۶

۲۔ ترمذي، السنن، کتاب القدر، باب ما جاء لا يرد القدر إلا الدعاء، ۴:۴۴۸، رقم: ۲۱۳۹

۳۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶:۱۰۹، رقم: ۲۹۸۶۷

۴۔ بزار، المسند، ۶:۵۰۱، رقم: ۲۵۴۰

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵:۱۶۷، رقم:۲۱۵۱۰

۲۔ ترمذي، السنن، کتاب الدعوات، باب في فضل التوبة والاستغفار وما ذکر من رحمة الله لعباده، ۵:۵۴۸، رقم:۳۵۴۰

۳۔ دارمي، السنن، ۲:۴۱۴، رقم: ۲۷۸۸

دوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے ابن آدم! اگر تو زمین بھر کے برابر گناہ بھی لے کر میرے پاس آئے پھر مجھے اس حالت میں ملے کہ تو نے میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو یقیناً میں زمین بھر کے برابر تجھے بخشش عطا کروں گا۔

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اُدْعُوا اللهَ وَأَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالإِجَابَةِ، وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللهَ لَا يَسْتَجِيْبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ. (۱)

اللہ تعالیٰ سے قبولیت کے یقین کے ساتھ دعا مانگا کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ غافل دل کی دعا قبول نہیں فرماتا۔

۷۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُوْ بِدَعْوَةٍ لَيْسَ فِيْهَا إِثْمٌ وَلَا قَطِيْعَةُ رَحِمٍ إِلَّا أَعْطَاهُ اللهُ بِهَا إِحْدٰى ثَلَاثٍ: إِمَّا أَنْ تُعَجَّلَ لَهُ دَعْوَتُهُ، وَإِمَّا أَنْ يَدَّخِرَهَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ، وَإِمَّا أَنْ يُصْرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا. قَالُوْا: إِذًا نُكْثِرُ. قَالَ: اَللهُ أَكْثَرُ. (۲)

جب کوئی مسلمان کوئی دعا کرتا ہے بشرطیکہ اس میں کوئی گناہ یا قطع رحمی نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ اسے تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور عطا فرماتا ہے: یا تو اس کی دعا کو فوراً قبول فرما لیتا ہے یا آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ بنا دیتا ہے یا اس سے اس قسم کی

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۱۷۷، رقم:۶۶۵۵
۲۔ ترمذي، السنن، كتاب الدعوات، باب ۶۶، ۵:۵۱۷، رقم:۳۴۷۸
۳۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۱:۶۷۰، رقم:۱۸۱۷

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۸، رقم: ۱۱۱۴۹
۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶:۲۲، رقم: ۲۹۱۷۰
۳۔ حاكم، المستدرك، ۱:۶۷۰، رقم:۱۸۱۶

کوئی تکلیف دور کر دیتا ہے۔ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) پھر تو ہم زیادہ سے زیادہ دعا کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بھی زیادہ (سے زیادہ قبول فرمانے والا) ہے۔

۸۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَسْتَجِيْبَ اللهُ لَهُ عِنْدَ الشَّدَائِدِ وَالْكَرْبِ فَلْيُكْثِرِ الدُّعَاءَ فِي الرَّخَاءِ. (۱)

جسے پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ مشکلات اور تکالیف کے وقت اس کی دعا قبول کرے، وہ خوشحالی کے اوقات میں بھی زیادہ سے زیادہ دعا کیا کرے۔

۹۔ حضرت عبد اللہ بن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ فُتِحَ لَهُ مِنْكُمْ بَابُ الدُّعَاءِ فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ، وَمَا سُئِلَ اللهُ شَيْئًا يُعْطَى أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يُسْأَلَ الْعَافِيَةَ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ الدُّعَاءَ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ، فَعَلَيْكُمْ عِبَادَ اللهِ، بِالدُّعَاءِ. (۲)

تم میں سے جس کے لئے دعا کا دروازہ کھول دیا گیا اس کے لئے رحمت کا دروازہ

---

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب الصلاة، باب الدعاء، ۲:۷٦، رقم: ۱۴۷۹
۲۔ ترمذي، السنن، كتاب الدعوات، باب ما جاء أن دعوة المسلم مستجابة، ۵:۴٦۲، رقم: ۳۳۸۲
۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الدعاء، باب فضل الدعاء، ۲:۱۲۵۸، رقم: ۳۸۲۸

(۲) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الدعوات، باب في دعاء النبي ﷺ، ۵:۵۵۲، رقم: ۳۵۴۸
۲۔ حاكم، المستدرك، ۱:۶۷۰، ۶۷۵، رقم: ۱۸۱۵، ۱۸۳۳
۳۔ قضاعي، مسند الشهاب، ۲:۵۰، رقم: ۸٦۲

کھول دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ سے جو چیزیں مانگی جاتی ہیں ان میں سے اسے عافیت (مانگنا) زیادہ پسند ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے مزید فرمایا: دعا اس مصیبت کے لئے بھی نافع ہے جو اتر چکی ہے اور اس کے لئے بھی جو ابھی تک نہیں اُتری۔ سوائے اللہ کے بندو! دعا کو (اپنے اوپر) لازم کرلو۔

۱۰۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلدُّعَاءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ، وَعِمَادُ الدِّيْنِ، وَنُوْرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ.(۱)

دعا مومن کا ہتھیار، دین کا ستون اور آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

۱۱۔ ایک روایت میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يُنْجِيْكُمْ مِنْ عَدُوِّكُمْ وَيُدِرُّ لَكُمْ أَرْزَاقَكُمْ، تَدْعُوْنَ اللهَ فِي لَيْلِكُمْ وَنَهَارِكُمْ، فَإِنَّ الدُّعَاءَ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ.(۲)

کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمہیں دشمن سے بچائے اور تمہارے رزق میں اضافہ کر دے؟ (وہ چیز دعا ہے سوتم) اللہ تعالیٰ سے دن رات دعا کرتے رہا کرو، کیونکہ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔‘‘ اسے امام ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔

۱۲۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ، إِنَّ الْعَبْدَ لَيَدْعُو اللهَ تَعَالَى وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ، فَيُعْرِضُ عَنْهُ، ثُمَّ يَدْعُوْهُ، فَيَقُوْلُ اللهُ تَعَالَى لِمَلَائِكَتِهٖ: أَبٰى عَبْدِي أَنْ

---

(۱) ۱۔ أبو يعلى، المسند، ۱: ۳۴۴، رقم: ۴۳۹
۲۔ حاكم، المستدرك، ۱: ۶۶۹، رقم: ۱۸۱۲
۳۔ قضاعي، مسند الشهاب، ۱: ۱۱۶، رقم: ۱۴۳
(۲) أبو يعلى، المسند، ۳: ۳۴۶، رقم: ۱۸۱۲

يَدْعُوَ غَيْرِي يَدْعُوْنِي فَأُعْرِضَ عَنْهُ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدِ اسْتَجَبْتُ لَهُ.(1)

قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! بندہ اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہونے کی وجہ سے اس سے منہ موڑ لیتا ہے۔ وہ بندہ پھر (اللہ تعالیٰ کو) پکارتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے: میرے بندے نے میرے سوا کسی اور کو پکارنے سے انکار کر دیا۔ وہ مجھے ہی پکارتا رہا حالانکہ میں نے اس سے منہ موڑ لیا تھا۔ لہٰذا میں تمہیں گواہ بنا کر (کہتا ہوں) کہ میں نے اس کی دعا قبول کر لی ہے۔

دعا کا اثر انگیزی سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ طلبِ توبہ کا احساس جس قدر شدید ہو گا دعا اسی قدر رقت آمیز ہو گی۔ اس کی سب سے بہترین شکل یہ ہے کہ بندہ خشیت اور محبت کے خودکار نظام کے تحت اظہار مدعا میں سراپا دعا بن جائے۔

یہ روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ غم کی ایک جیسی شدت پر مختلف لوگوں کا رویہ مختلف ہوتا ہے۔ بعض بے اختیار ہو کر بے خود اور بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ کچھ چیختے، چلاتے، روتے اور آنسو بہاتے ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں کہ ان کے آنسو بھی رواں نہیں ہوتے۔ قلبی کیفیات کی نسبت سے عرفاء نے اثر انگیزی کے حوالے سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور دعا کرنے کے مختلف اسلوب اور طریقے خود بھی اختیار کئے اور تلقین بھی فرمائی۔

۳۔ ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض اذہان دعا کے وقت بہ تکلف کوشش کو مناسب نہیں سمجھتے۔ یہ معاملہ دراصل نیت پر منحصر ہے۔ اگر ریاکاری پیش نظر نہ ہو اور بندہ اخلاص کے مقام پر اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے

---

(۱) ۱۔ طبراني، الدعاء، ۱:۲۸، رقم: ۲۱
۲۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ۶:۲۰۸
۳۔ ابن رجب الحنبلي، شرح حديث لبيك، ۱:۱۴۰

گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے توبہ کا خواستگار ہو تو اپنی طبیعت کے پیش نظر دل گرفتگی کے لئے کوشش اور اہتمام بھی کر سکتا ہے۔ اس سلسلے میں حضور نبی اکرم ﷺ کی وہ مشہور حدیث مبارک بڑی واضح ہے جس کا مطالعہ آپ خشیت کے باب میں کر چکے ہیں، جب سرکارِ دو عالم ﷺ نے خود اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو سورہ التکاثر تلاوت فرماتے وقت رونے کی اور رو نہ سکنے کی صورت میں رونے جیسی شکل بنانے کی تلقین فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بناوٹ اختیار کرنے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ماسوائے اس کے کہ اگر اس کے حضور گناہوں کو تسلیم کرتے ہوئے رونا نہ آسکے تو کوشش سے کم از کم رونے والی شکل بنا لے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بھی پسند ہے۔

دعا وہ نقطۂ اتصال ہے جو بندے کی التجا اور اللہ تعالیٰ کی عطا کو ایک جگہ جمع کر دیتا ہے۔ بارگاہِ ایزدی میں دستِ سوال بندے کو شرمسار نہیں ہونے دیتا حالانکہ دنیا میں ایسا نہیں ہوتا۔ یہاں مانگنے والے کو اپنی عزتِ نفس مجروح کرنا پڑتی ہے، بلکہ بعض مواقع پر تو وہ کسی کو منہ دکھانے کے بھی قابل نہیں رہتا۔ اس کے برعکس اللہ رب العزت کے حضور اظہارِ مدعا سے ایک طرح کا اطمینان اور قلبی راحت میسر آتی ہے۔

۴۔ روز مرہ کا مشاہدہ

یہ روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ مشکل وقت میں دوست، احباب، رشتہ دار اور سخی لوگ کام آتے ہیں کہ یہ اسباب کی دنیا ہے لیکن ان میں سے اکثر مختلف عنوانات سے اپنی عنایات پر احسان جتلاتے اور کسی نہ کسی حوالے سے اپنی اس سخاوت کا دوسروں پر اظہار بھی ضرور کرتے ہیں خواہ اسے وہ اظہار تشکر ہی کا نام کیوں نہ دیں، لیکن اللہ رب العزت تو بن مانگے ہی عطا فرماتا ہے اور اگر بندہ دست سوال دراز کرے تو پھر عطاؤں کی بارش کر دیتا ہے اور سوال نہ کرے تو ناراض ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّهُ مَنْ لَمْ يَسْأَلِ اللهَ عَزَّوَجَلَّ يَغْضَبْ عَلَيْهِ.[1]

جو آدمی اللہ تعالیٰ سے سوال نہ کرے اس پر اللہ تعالیٰ غضب فرماتا ہے۔

۵۔ ذہنی تناؤ کا بہترین حل

بظاہر مانگنا اور سوال کرنا دنیاوی نقطہ نظر سے بڑا تکلیف دہ، اذیت ناک اور پشیمان کر دینے والا عمل ہے۔ سوال کرنے کا احساس انسان کو بے وقعت اور بے نام کر دیتا ہے اور اگر مانگنے پر دھتکار دیا جائے تو وہ جیتے جی مر جاتا ہے لیکن جب کوئی اپنے گناہوں کی گٹھڑی اٹھائے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوتا ہے، روتا ہے، گریہ و بکا کرتا ہے تو یہاں الٹا دل کا غبار دھل جاتا ہے۔ سارا بوجھ اُتر جاتا ہے۔ وہ جس قدر اپنی پیشانی کو مولیٰ کے حضور خاک آلود کرتا ہے اسی قدر غفور الرحیم رب اس کے قریب آ جاتا ہے۔ چنانچہ دعا رب العزت کی عطا اور قرب کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ بقول شاعر:

کیسے مزے کے دن تھے کہ راتوں کو صبح تک

میں تھا، تری جناب تھی، دستِ سوال تھا

اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کے لئے کمیّت سے زیادہ کیفیت درکار ہے۔ مانگنے کے لئے کسی مخصوص زبان دانی کی ضرورت نہیں حتیٰ کہ نہ بول سکنے والے شخص کی اشاروں کی زبان میں کی گئی دعا اور لا بلد کی بے ربط مگر اخلاص سے بھری التجا ایک صاحب علم کی دعا جس میں اس کی نیت شامل نہیں، زیادہ مقبول ہے۔

جس طرح ایک ماہر طبیب یا ڈاکٹر کی ساری توجہ مریض کے لئے ہوتی ہے، ماں کی رحمت و شفقت روتے بلبلاتے بچے کے لئے جوش مارتی ہے، سخی کا در بدحالوں کے لئے وا ہوتا

---

(۱) ۱۔ ترمذي في السنن، كتاب الدعوات، باب ۲، ۵:۴۵۶، رقم: ۳۳۷۳
۲۔ أبو يعلی، المسند، ۱۲:۱۰، رقم: ۶۶۵۵
۳۔ بخاري، الأدب المفرد، ۱:۲۲۹، رقم: ۶۵۸

ہے، مولیٰ کریم کی ذات ان سے کہیں بڑھ کر معافی مانگنے والے گنہگاروں کی طرف توجہ فرماتی ہے۔

دعا میں جب تک درد نہ ہو، یہ لذت کے سانچے میں نہ ڈھلے اور قلب میں امید کی خوشبو بن کے نہ مہکے تو پھر یہ دعا نہ ہوئی بلکہ ایک رسم ٹھہری۔ جب بندہ مجسم دعا بن جاتا ہے تو مولیٰ کریم عرش سے آسمانِ دنیا پر، اپنی شان کے لائق، اتر آتا ہے۔ ارشادِ محبوبِ رب العالمین ﷺ ہے:

يَنْزِلُ رَبُّنَا ﷻ كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ يَقُوْلُ: مَنْ يَدْعُوْنِي، فَأَسْتَجِيْبَ لَهُ؟ مَنْ يَسْأَلُنِي، فَأُعْطِيَهُ؟ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ؟(۱)

ہمارا رب تبارک و تعالیٰ ہر رات (اپنی حسب شان) آسمان دنیا کی طرف نزول اجلال فرماتا ہے۔ جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو فرماتا ہے: کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے تاکہ میں اسے عطا کروں؟ کوئی ہے جو مجھ سے معافی چاہے تاکہ میں اسے بخش دوں؟

ان لمحات میں اگر وقتِ دعا میں بے چارگی اور مفلسی کا احساس انتہا کو پہنچ جائے،

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الجمعة، باب الدعاء في الصلاة من آخر الليل، ۱:۳۸۴، رقم:۱۰۹۴
۲۔ أبو داود، السنن، كتاب السنة، باب في الرد على الجهمية، ۴:۲۳۴، رقم:۴۷۳۳
۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الدعوات، باب منه، ۵:۵۲۶، رقم:۳۴۹۸
۴۔ دارمي، السنن، ۱:۴۱۳، رقم:۱۴۷۹
۵۔ ربيع، المسند، ۱:۲۰۲، رقم:۵۰۱

الفاظ بھول جائیں اور زبان ساتھ چھوڑ دے یعنی کچھ بھی میسر نہ ہو تو گناہوں کا اعتراف ہی قبولیت کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ گویا آقا و بندہ کا باہم ہم کلام ہونا ہی دعا ہے۔

٦۔ کیا سب دعائیں برابر ہیں؟

جیسے سب انسان برابر ہیں لیکن متقی و پرہیز گار بندے کا مقام بلند تر ہے، اسی طرح سب دعائیں اگرچہ اخلاص کے مقام پر قابلِ قبول ہیں لیکن وہ دعائیں جن کے کرنے کا حکم خود رب العالمین نے دیا یا جو محبوب رب العالمین ﷺ کی زبانِ حق ترجمان سے ادا ہوئیں یا جن کے کرنے کا حکم آپ ﷺ سے ثابت ہے، وہ قبولیت کے حوالے سے مقبول ترین ٹھہریں۔ جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس طرح سکھاتے جس طرح قرآنِ حکیم کی کوئی سورت سکھاتے تھے۔

١۔ آپ ﷺ نے درج ذیل دعا کی تلقین فرمائی:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، وَأَعُوذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ. (١)

یا اللہ! میں عذابِ جہنم، عذابِ قبر، فتنۂ دجال اور زندگی و موت کے فتنوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

یاد رہے کہ توبہ کا تعلق انسان کی باطنی کیفیت سے ہے۔ اگر ظاہراً خشیت و خوفِ الٰہی کا اظہار ہو اور باطن اس حال سے خالی ہو تو ایسی دعا ریا کاری کے سوا کوئی مقام نہیں رکھتی۔ اور اظہارِ مدعا میں اللہ تعالیٰ کے حضور ریا کاری نا قابل معافی جرم ہے۔

---

(١) ١۔ بخاري، الصحيح، كتاب صفة الصلاة، باب الدعاء قبل السلام، ١:٢٨٦، رقم: ٧٩٨

٢۔ مسلم، الصحيح، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب ما يستعاذ منه في الصلاة، ١:٤١٣، رقم: ٥٩٠

۲۔ حضرت جندب بن عبد اللہ بن ابن سفیان سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللهُ بِهِ، وَمَنْ يُرَائِي يُرَائِي اللهُ بِهِ.(۱)

جو شہرت کے لیے کام کرے تو اللہ تعالیٰ اسے مشہور کر دے گا اور جو دکھاوے کے لیے کام کرے اللہ تعالیٰ اُسے دکھا دے گا۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنْ جُبِّ الْحَزَنِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَا جُبُّ الْحَزَنِ؟ قَالَ: وَادٍ فِي جَهَنَّمَ تَتَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ، قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَنْ يَدْخُلُهُ؟ قَالَ: الْقُرَّاءُ الْمُرَاءُونَ بِأَعْمَالِهِمْ.(۲)

غم کے کنویں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! غم کا کنواں کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جہنم میں ایک وادی ہے جس سے (خود) جہنم بھی دن میں سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! اس میں کون داخل ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ریا کاری سے قرآن مجید پڑھنے والے۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الرقاق، باب الریاء، و السمعة، ۵:۲۳۸۳، رقم:۶۱۳۴

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزهد والرقائق، باب من أشرك من عمله غیر الله وفي نسخه باب تحریم الریاء، ۴:۲۲۸۹، رقم: ۲۹۸۶

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الزهد، باب ما جاء فی الریاء والسمعة، ۴:۵۹۳، رقم:۲۳۸۳

۲۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب الانتفاع بالعلم والعمل به، ۱:۹۴، رقم:۲۵۶

۷۔ وقتی کیفیت کوئی توبہ نہیں

بسا اوقات خوف و خشیت الٰہی اور عذاب کی ہولناکیوں کے بیان سے انسان پر وقتی طور پر آہ و بکا کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ ایسے مواقع پر زبان سے ادا کئے ہوئے توبہ کے الفاظ احوالِ حیات کو نہیں بدل سکتے۔ یہ ایک وقتی تاثر ہوتا ہے۔ جیسے آتا ہے ویسے ہی چلا جاتا ہے۔ حقیقی توبہ کے لئے عمومی طور پر جدوجہد کے باب میں بندگی کے حوالے سے باقاعدہ ایک نصاب ہے جس کا ذکر آپ گزشتہ ابواب میں پڑھ چکے ہیں۔ اس پر عمل پیرا ہو کر ہی بندہ حقیقی توبہ کا حامل ہو سکتا ہے۔ تاہم استثنٰی کا معاملہ جدا ہے۔ اور وہ بندے کا حق نہیں۔ یہ اللہ رب العزت کی اپنی منشاء ہے جس پر نہ کوئی سوال کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی کسی کو اس کی خبر ہے۔

۸۔ آدابِ دعا

ہر کام کرنے کے کچھ آداب ہوتے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر ہی اس کے جملہ فوائد سے کماحقہ استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ دعا کے بھی چند آداب ہیں جن کو بجا لانے سے کی اثر انگیزی کمال تک پہنچ جاتی ہے۔

(۱) ظاہری و باطنی طہارت

پہلا ادب ظاہری اور باطنی طہارت ہے۔ ظاہری طہارت سے مراد انسان کے جسم اور لباس کا پاک اور صاف ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی نیت سے انسان باقاعدہ غسل کرے اور پاک صاف لباس پہنے۔

باطنی طہارت سے مراد ہر قسم کی دنیاوی و نفسانی خواہشات و ترغیبات سے کنارہ کش ہو کر طلبِ کامل اور مکمل یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کا تصور کرنا ہے۔

(۲) اخلاص

اخلاص دعا میں سب سے اہم ترین ادب ہے۔ جیسا کہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے میں جو کہ خود عبادت ہے اخلاص کا حکم دیا ہے۔ ارشادِ رب العزت ہے:

۱۔ **قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ قف وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ط کَمَا بَدَاَکُمْ تَعُوْدُوْنَ○**[(۱)]

فرما دیجئے: میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے، اور تم ہر سجدہ کے وقت و مقام پر اپنے رُخ (کعبہ کی طرف) سیدھے کر لیا کرو اور تمام تر فرمانبرداری اس کے لیے خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کیا کرو۔ جس طرح اس نے تمہاری (خلق و حیات کی) ابتداء کی تم اسی طرح (اس کی طرف) پلٹو گے○

۲۔ **فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِهَ الْکٰفِرُوْنَ○**[(۲)]

پس تم اللہ کی عبادت اس کے لیے طاعت و بندگی کو خالص رکھتے ہوئے کیا کرو، اگرچہ کافروں کو ناگوار ہی ہو○

۳۔ **فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○**[(۳)]

پس تم اس کی عبادت اُس کے لیے طاعت و بندگی کو خالص رکھتے ہوئے کیا کرو، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے○

دعا میں اخلاص کا یہ مقام ہے کہ دعا کرنے والا سائل دل کی اتھاہ گہرائیوں میں یہ پختہ اعتقاد اور یقین رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی سننے والا ہے اور نہ ہی کوئی اس کے سوال کو پورا کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور ہر چیز اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ چنانچہ جب کوئی بندہ

(۱) الأعراف، ۷:۲۹

(۲) المومن، ۴۰:۱۴

(۳) المومن، ۴۰:۶۵

سچے دل سے اپنی حاجت اور مشکل اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرتا ہے تو اسے اپنی دعا کی قبولیت کا کامل یقین ہوتا ہے۔ یعنی اس کا سبب، اس امر پر کامل اعتقاد ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی سخی نہیں اور نہ ہی اس سے بڑھ کر کوئی عطا کرنے والا ہے۔

اس لیے توبہ کرنے والے کے لئے لازم ہے کہ اخلاص اور سچے اعتقاد سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع کرے کیونکہ قبولیتِ دعا کی یہ بنیادی شرط ہے۔ دعا کی روح اور حقیقت بھی یہی ہے کہ پورے وثوق سے دعا مانگی جائے اور کسی قسم کے شک کو درمیان میں نہ آنے دیا جائے۔

(۳) دعا کے معنیٰ اور مفہوم کا علم ہونا

معروف اور مقبول دعاؤں (جن کا ذکر آئندہ صفحات میں کیا جارہا ہے) کے معانی اور مفہوم سے آگاہی اشد ضروری ہے۔ یہ دعا کی اثر آفرینی کے ضمن میں انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہر دعا کے معنیٰ خوب یاد ہوں تاکہ وقتِ دعا قلب اور ذہن یکسوئی اور توجہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور کی جانے والی دعا کے ساتھ شامل ہوں۔

عوام میں سے اکثر معانی و مفہوم سمجھے بغیر ساری عمر بعض معروف (عربی زبان میں) دعائیں کرتے گزار دیتے ہیں۔ کیا یہ قابل افسوس بات نہیں کہ بندہ جن الفاظ سے توبہ کا خواستگار ہو، وہ سرے سے ان کے معانی و مفہوم سے نابلد ہو۔ یعنی وہ یہ بھی نہ جانتا ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور کیا عرض کر رہا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے ایک حدیث مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا تَمَنّٰى أَحَدُكُمْ فَلْيَنْظُرْ مَا يَتَمَنّٰى، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي مَا يُكْتَبُ لَهُ مِنْ أُمْنِيَّتِهِ. (۱)

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۳۵۷، رقم:۸۶۷۴

۲۔ قضاعي، مسند الشهاب، ۱:۴۴۸، رقم:۷۶۸

جب تم میں سے کوئی تمنا کرے تو اسے دیکھنا چاہیے کہ وہ کیا تمنا کر رہا ہے؟ کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کی تمناؤں میں سے کیا لکھ دیا جاتا ہے۔

(۴) دعا سے قبل حمد و ثنا اور درودِ پاک کا پڑھنا

دعا سے قبل اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثنا کی جائے۔ قرآن حکیم کی پہلی سورہ مبارکہ الفاتحہ بھی ہمیں یہی ادب سکھاتی ہے کہ اپنی عرض اور حاجت پیش کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی خوب حمد کی جائے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی سنتِ مبارکہ بھی یہی ہے کہ آپ ﷺ دعا سے قبل اللہ تعالیٰ کی خوب لمبی حمد کرتے اور پھر بعد میں دعا فرماتے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ کے کاتب وراد سے روایت ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے یہ خط حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے مجھ سے لکھوایا کہ نبی مکرم ﷺ ہر فرض نماز کے بعد یوں فرمایا کرتے:

۱۔ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْکَ لَهُ، لَهُ الْمُلْکُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيءٍ قَدِيْرٌ. اَللَّهُمَّ، لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ.** (۱)

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے سب تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اے اللہ! جسے تو دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے تو روکے اسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی دولت مند کو تیرے مقابلے میں دولت نفع نہیں دے گی۔

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب صفة الصلاة، باب الذكر بعد الصلاة، ۱:۲۸۹، رقم: ۸۰۸

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، ۱:۴۱۴، رقم: ۵۹۳

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الصلاة، باب ما يقول إذا أسلم من الصلاة، ۲:۹۶، رقم: ۲۹۹

۲۔ ایک اور روایت میں ہے جسے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو نماز میں دعا کرتے ہوئے سنا جبکہ نہ اس نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور نہ حضور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عَجِلَ هٰذَا، ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ لَهُ أَوْ لِغَيْرِهِ: إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ، فَلْيَبْدَأْ بِتَحْمِيْدِ اللهِ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ لِيَدْعُ بَعْدُ بِمَا شَاءَ.(۱)

اس شخص نے عجلت سے کام لیا پھر آپ ﷺ نے اسے اپنے پاس بلایا اور اسے یا اس کے علاوہ کسی اور کو (از رہِ تلقین) فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ وہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کرے پھر حضور نبی اکرم ﷺ (یعنی مجھ) پر درود بھیجے پھر اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے، تو اس کی دعا قبول ہوگی۔

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے اس امر کی مزید تصدیق ہو جاتی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں:

كُنْتُ أُصَلِّي وَالنَّبِيُّ ﷺ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ مَعَهُ، فَلَمَّا جَلَسْتُ بَدَأْتُ بِالثَّنَاءِ عَلَى اللهِ، ثُمَّ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: سَلْ تُعْطَهُ، سَلْ تُعْطَهُ.(۲)

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶:۱۸، رقم: ۲۳۹۸۲
۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الصلاة، باب الدعاء، ۲:۷۶، رقم: ۱۴۸۱
۳۔ ترمذي، السنن، کتاب الدعوات، باب ما جاء في جامع الدعوات، ۵:۵۱۷، رقم: ۳۴۷۷

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۴۴۵، رقم: ۴۲۵۵
۲۔ ترمذی، کتاب الصلاة، باب ما ذکر فی الثناء علی الله والصلاة علی النبی ﷺ قبل الدعاء، ۲:۴۸۸، رقم:۵۹۳

میں نماز پڑھ رہا تھا، حضور نبی اکرم ﷺ، حضرت ابو بکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما بھی وہاں موجود تھے۔ جب میں بیٹھا تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر بارگاہِ رسالت میں ہدیہ درود بھیجا اور اس کے بعد اپنے لیے دعا مانگی، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مانگو تمہیں دیا جائے گا، مانگو تمہیں دیا جائے گا۔

۴۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيءٌ حَتّٰی تُصَلِّيَ عَلَی نَبِيِّکَ ﷺ. (۱)

دعا زمین و آسمان کے درمیان ٹھہری رہتی ہے اور اوپر کی طرف نہیں جاتی (یعنی قبول نہیں ہوتی) جب تک تو اپنے نبی ﷺ پر درود شریف نہ بھیجے۔

جب بندہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتا ہے کہ اے رب العزت! تو اپنے حبیب مکرم ﷺ پر رحمتیں نازل فرما، تو یہ دراصل ایک حقیر و کمتر بندے کا اس عظیم بارگاہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کا وسیلہ اختیار کرنا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو اپنی ساری مخلوقات میں سب سے بڑھ کر حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت ہے۔ اس لیے اپنے حبیب مکرم ﷺ کی تعریف سن کر اللہ تبارک و تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور یہی خوشی قبولیت دعا کا سب سے بڑا سبب اور واسطہ بن جاتی ہے۔ علاوہ ازیں درود شریف پڑھنا خود بھی ایک دعا ہے جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر دس مرتبہ رحمتیں بھیجتا ہے۔ لہٰذا دعا سے قبل درود شریف کے پڑھنے سے رحمتِ حق کا نزول قبولیت دعا کے لئے کنجی کا کردار ادا کرتا ہے۔

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی فضل الصلاة علی النبی ﷺ، ۲: ۳۵۶، رقم: ۴۸۶

۲۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۲: ۳۳۰، رقم: ۲۵۹۰

(۵) فوری رجوع الی اللہ

دعائے توبہ کے لئے انتظار نہیں کرنا چاہیے کہ یہ ٹال مٹول کے زمرے میں آتا ہے۔ موت کے وقتِ معین کا کسی بشر کو علم نہیں، یہ کسی لمحے بھی وارد ہو سکتی ہے۔ چنانچہ لمحۂ موجود کو غنیمت سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے تاکہ بندہ ابدی پچھتاوے سے محفوظ ہو جائے۔

توبہ کو کل پر ٹالنے والا شخص دو بڑے خطرات کے درمیان گِھرا ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ اس کے دل پر گناہ کی تاریکی مسلسل جمع ہوتی رہتی ہے حتیٰ کہ وہ زنگ اور مہر کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور وہ پھر زائل نہیں ہو سکتی۔ دوسرا خطرہ یہ کہ بیماری یا موت اچانک آ جائے تو اُسے گناہ کے ازالے کی مہلت نہیں ملتی۔ لہٰذا بندے پر لازم ہے کہ اگر گناہ کر بیٹھے تو فوراً مولیٰ کی طرف بھاگے۔

گناہ مثل آگ ہے اور آگ کی جانب قدم اٹھانے پر اصرار کرنے والے بدترین ہلاکت میں جا پڑتے ہیں۔ چنانچہ جس شخص نے توبہ کرنے میں لیت ولعل سے کام لیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کو کل پر ٹالتا رہا کہ توبہ کے لئے بڑی عمر پڑی ہے، تو اس نے گویا اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے اُس کے قہر و غضب کو دعوت دی ہے۔ یہی ہمارا بہت بڑا المیہ ہے کہ ہم توبہ کرنے کے عمل کو ساری زندگی مؤخر کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ موت اچانک آ کر توبہ کئے بغیر ہمیں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دیتی ہے۔ ہم اللہ رب العزت سے ایسی موت پر اس کی پناہ کے خواستگار ہیں۔

(۶) خشوع و خضوع

دعا سے قبل طبیعت کو خشوع و خضوع کی طرف راغب کرنے کے لئے عاجزی و مسکینی جیسے جذبات کو خود پر طاری کرنا بے حد ضروری ہے۔ اس ضمن میں حضور نبی اکرم ﷺ کا اسوۂ مبارکہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، صلحاء اور اولیاء کے وقتِ دعا اختیار کئے گئے پاکیزہ طریقوں پر عمل کرنا

قبولیت کے حوالے سے زیادہ خیر و برکت کا باعث ہے جس کا ذکر قارئین توبہ و خشیت کے ابواب میں مطالعہ کر چکے ہیں۔ خشوع و خضوع دراصل دعا کی روح ہے۔

۱۔ ارشادِ رب العزت ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ○[۱]

تم اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ (دونوں طریقوں سے) دعا کیا کرو، بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا○

اس آیتِ مبارکہ میں خشوع و خضوع کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ دعا میں تذلل، مسکینی اور عاجزی اختیار کرنا عین منشائے ایزدی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بندے کو مصیبت میں اس لئے مبتلا کرتے ہیں کہ وہ اس کی بارگاہ میں رجوع کرے، معافی مانگے اور عاجزی ظاہر کرے۔ وقتِ دعا دل جمعی، رغبت اور عاجزی کی اہمیت کا اندازہ خود قرآن مجید میں کئی جگہ ملتا ہے، یہاں تک کہ کفار جو منکر خدا ہیں، جب کسی مصیبت میں گرفتار ہوتے تو پوری رغبت اور عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے۔

۲۔ قرآن حکیم اس کا ذکر یوں فرماتا ہے:

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ○[۲]

آپ (ان سے دریافت) فرمائیں کہ بیابان اور دریا کی تاریکیوں سے تمہیں کون نجات دیتا ہے؟ (اس وقت تو) تم گڑگڑا کر (بھی) اور چپکے چپکے (بھی) اسی کو پکارتے ہو کہ اگر وہ ہمیں اس (مصیبت) سے نجات دے دے تو ہم ضرور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے○

---

(۱) الأعراف، ۷:۵۵

(۲) الأنعام، ۶:۶۳

۳۔ ایک دوسرے مقام پر حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کے اہل و عیال کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ امید اور خوف سے دعا کرتے تھے۔ ارشاد ربانی ہے:

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ط اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ط وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۝[۱]

تو ہم نے ان کی دعا قبول فرما لی اور ہم نے انہیں یحیٰی (علیہ السلام) عطا فرمایا اور ان کی خاطر ان کی زوجہ کو (بھی) درست (قابلِ اولاد) بنا دیا۔ بے شک یہ (سب) نیکی کے کاموں (کی انجام دہی) میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں شوق و رغبت اور خوف و خشیّت (کی کیفیتوں) کے ساتھ پکارا کرتے تھے، اور ہمارے حضور بڑے عجز و نیاز کے ساتھ گڑگڑاتے تھے ۝

(۷) دعا میں تکرار اور گریہ و زاری

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں کے مطالعہ سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکرار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات پسند تھی کہ تین تین مرتبہ دعا کی جائے اور تین تین بار استغفار کیا جائے۔

۱۔ حدیثِ مبارکہ کے الفاظ یہ ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَانَ يُعْجِبُهُ أَنْ يَدْعُوَ ثَلَاثًا وَيَسْتَغْفِرَ ثَلَاثًا.[۲]

---

(۱) الأنبياء، ۲۱:۹۰

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱:۳۹۴، ۳۹۷، رقم:۳۷۴۴، ۳۷۶۹-۳۷۷۰

۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الصلاة، باب في الاستغفار، ۲:۸۶، رقم: ۱۵۲۴

۳۔ نسائي، السنن الكبرى، ۶:۱۱۹، رقم:۱۰۲۹۱

حضور نبی اکرم ﷺ تین دفعہ دعا اور تین دفعہ استغفار کرنا پسند کرتے۔

جب عجز و انکساری سے ایک دعا کو تین بار دہرایا جائے تو اس سے رقت اور گریہ و زاری کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

۲۔ ایک اور حدیث حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے مروی ہے:

دَعَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، ثُمَّ دَعَا، ثُمَّ دَعَا. (۱)

اللہ کے رسول ﷺ نے دعا کی، پھر دعا کی، پھر دعا کی۔

جس قدر عاجزی، گریہ و زاری اور تکرار سے دعا کی جائے اسی قدر افضل ہے۔ مخلوق سے بار بار مانگا یا سوال کیا جائے تو وہ تنگ آ جاتی ہے جبکہ اللہ رب العزت کے حضور جس قدر تکرار سے مانگا جائے وہ اسی قدر خوشی کا اظہار فرماتا ہے۔

۳۔ حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے:

كَانَ يُعَدُّ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ مِائَةُ مَرَّةٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَقُومَ: رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ، إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُورُ. (۲)

حضور نبی اکرم ﷺ سے مجلس کے اٹھنے سے پہلے یہ دعا سو بار گنی جاتی تھی: 'اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما۔ بے شک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے'۔

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب السلام، باب السحر، ۴:۱۷۲۰، رقم: ۲۱۸۹
۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الطب، باب السحر، ۲:۱۱۷۳، رقم: ۳۵۴۵

(۲) ۱۔ أبو داود، السنن، أبواب قراءة القرآن، باب فی الاستغفار، ۲:۸۵، رقم: ۱۵۱۶
۲۔ ترمذی، السنن، كتاب الدعوات، باب ما يقول إذا قام من المجلس، ۵:۴۹۴، رقم: ۳۴۳۴

حضور نبی اکرم ﷺ بالکل واضح الفاظ میں طوالت کے ساتھ دعا مانگتے تھے۔ درج ذیل حدیثِ مبارکہ میں حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے مروی ہے کہ سیدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہراء ﷝ بارگاہِ نبوی میں غلام مانگنے حاضر ہوئیں تو رسول اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا کہ یہ کلمات کہو:

۴۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ وَرَبَّ الْأَرْضِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوىٰ وَمُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْفُرْقَانِ. أَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ. اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ، اقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَأَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ.(۱)

اے اللہ، اے ساتوں آسمانوں کے رب، عرش عظیم کے رب، ہمارے اور ہر شے کے رب، اے دانے اور گٹھلی کو چیرنے والے، اے تورات، انجیل اور قرآن کو نازل فرمانے والے، میں ہر اس چیز کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں جس کی پیشانی تیرے قبضہ میں ہے۔ ، اے اللہ تو ہی اول ہے کہ تجھ سے پہلے کوئی شے نہیں ہے اور اے اللہ تو آخر ہے کہ تیرے بعد کوئی چیز نہیں ہے، تو ظاہر ہے کہ تیرے اوپر کوئی شے نہیں ہے، اور تو باطن ہے کہ تیرے سوا کوئی شے نہیں ہے۔ مجھ سے قرض کو دور کر دے اور مجھے فقر سے مستغنی کر دے۔

سلف صالحین نے رونے کے باب میں اس امر سے پناہ مانگی ہے کہ بندہ وقتِ دعا کئی کئی طریقوں سے روئے مگر خشوع وخضوع کا دروازہ اس پر بند ہو۔ جس شخص کو آنکھ کا رونا تو ملا لیکن قلب خشوع سے محروم رہا وہ سراسر فریب میں مبتلا ہے۔ ہاں! جس کو خشوع ملا مگر آنکھ

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح ، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب ما يقول عند النوم وأخذ المضجع، ۴:۲۰۸۴، رقم:۲۷۱۳

۲۔ ترمذی، السنن، كتاب الدعوات، ۵:۵۱۸، رقم:۳۴۸۱

سے آنسو نہ بہہ سکے اسے کوئی ضرر نہیں، اور اگر خشوع کے ساتھ آنکھوں سے آنسوؤں کی توفیق بھی مل گئی تو یہ بڑی فضیلت کی بات ہے۔ خشوع کی کسوٹی یہ ہے کہ اگر رونے کے باوجود غرور و تکبر بڑھے تو ایسے شخص کا رونا نفس کی باطنی آفات میں سے ہے یعنی یہ تصنع و بناوٹ کا رونا ہے، یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے۔

(۸) دعا میں شک و تردد کی ممانعت

دعا پورے اعتماد، وثوق اور شک و تردد سے پاک ہو کر مانگی جائے۔ یہ بھی دعا کے آداب میں سے ایک اہم ادب ہے مثلاً دعا کرتے ہوئے یہ نہ کہا جائے کہ یا اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے، اگر تو چاہے تو میرے گناہوں سے درگزر فرما۔

۱۔ حضرت انس بن مالک ﷜ سے مروی ہے:

إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلْيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ وَلَا يَقُولَنَّ: اَللّٰهُمَّ إِنْ شِئْتَ فَأَعْطِنِي، فَإِنَّهُ لَا مُسْتَكْرِهَ لَهُ. (۱)

جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو دعا میں اصرار کرے اور یہ نہ کہے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے دیدے، کیونکہ خدا کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔

۲۔ یہی مضمون حضرت ابو ہریرہ ﷜ سے بھی روایت کیا گیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو یہ ہرگز نہ کہے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ، وَلَكِنْ لِيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ وَلْيُعَظِّمِ الرَّغْبَةَ، فَإِنَّ اللهَ

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الدعوات، باب لیعزم المسألة فإنه لا مكره له، ۵: ۲۳۳۴، رقم: ۵۹۷۹

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب العزم بالدعاء ولا يقل إن شئت، ۴: ۲۰۶۳، رقم: ۲۶۷۸

لَا يَتَعَاظَمُهُ شَيْءٌ أَعْطَاهُ. [1]

اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے، لیکن وہ اصرار سے سوال کرے اور بہت رغبت کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز دینا مشکل نہیں ہے۔

کسی بھی شخص کے گناہ اس کی دعا میں رکاوٹ نہیں بننے چاہئیں اور اسے اس امید سے دعا کرنی چاہیے کہ وہ ضرور قبول ہو گی، ہمیشہ اچھا گمان رکھنا چاہیے کیونکہ متعدد احادیث مبارکہ میں نیک گمان کی تلقین کی گئی ہے۔

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

يَقُوْلُ اللهُ تعالى: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ حِيْنَ يَذْكُرُنِي. [2]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے اس گمان کے مطابق ہوتا ہوں جو وہ میرے متعلق رکھتا ہے اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے۔

تاہم صالحین نے اس امر کی وضاحت کی ہے کہ ایسے اُمور جن کی حکمت و مصلحت سائل سے پوشیدہ ہو مثلاً دعائے استخارہ وغیرہ، اس میں استثنا ہے۔ ایسی صورت میں معلق دعا کی اجازت ہے۔ توبہ کے باب میں بہرحال دعا کی حقیقت یہی ہے کہ اسے کامل یقین کے ساتھ مانگا جائے کیونکہ ایسے میں اگر دل میں شکوک جنم لینے لگیں تو پھر بندے نے خود ہی بدگمانی کو راہ دی جو سوئے ادب ہے اور ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب الحث على ذكر الله تعالى، ۴: ۲۰۶۳، رقم: ۲۶۷۹
۲۔ أبو يعلى، المسند، ۱۱: ۳۸۱، رقم: ٦۴۹٦

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب الحث على ذكر الله تعالى، ۴: ۲۰٦۱، رقم: ۲۶۷۵
۲۔ ترمذى، السنن، كتاب الدعوات، باب فى حسن الظن بالله، ۵: ۵۸۱، رقم: ۳٦۰۳
۳۔ نسائى، السنن الكبرى، ۴: ۴۱۲، رقم: ۷۷۳۰

باب یازدہم

منتخب اور معروف دُعائیں

۱۔ قرآنی دعائیں

اس باب میں قرآن حکیم اور احادیثِ نبوی سے ماخوذ منتخب دُعائیں بیان کی جا رہی ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے بڑھ کر کون اپنی مخلوق کی بشری کمزوریوں، اس کی ضروریات و حاجات سے واقف و آگاہ ہوسکتا ہے! اس لیے ذات الوہیت نے خود ہی بندوں کے حالات کے حوالے سے مانگنے اور ہاتھ پھیلانے کے مختلف قرینے اور سلیقے عطا کئے ہیں۔ مالک حقیقی جب خود ہی ہر احتیاج کے حوالے سے اپنی عطا کے لئے سلیقے اور طریقے سکھا رہا ہو تو اب بھی اگر بندے اس کے حضور دستِ سوال دراز نہ کریں تو اسے بدبختی کے سوا کیا نام دیا جا سکتا ہے!

قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

۱۔ **رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○**(۱)

اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں (بھی) بھلائی عطا فرما اور آخرت میں (بھی) بھلائی سے نواز اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ ○

۲۔ **رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ط رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقفه وَاغْفِرْ لَنَا وقفه وَارْحَمْنَا وقفه اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ○**(۲)

اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر بیٹھیں تو ہماری گرفت نہ فرما، اے ہمارے پروردگار! اور ہم پر اتنا (بھی) بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر

(۱) البقرة، ۲:۲۰۱

(۲) البقرة، ۲:۲۸۶

ڈالا تھا، اے ہمارے پروردگار! اور ہم پر اتنا بوجھ (بھی) نہ ڈال جسے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں، اور ہمارے (گناہوں) سے درگزر فرما، اور ہمیں بخش دے، اور ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا کارساز ہے پس ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرماo

۳۔ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِo[1]

شاے ہمارے رب! ہم یقیناً ایمان لے آئے ہیں سو ہمارے گناہ معاف فرما دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لےo

۴۔ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَo[2]

اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے کام میں ہم سے ہونے والی زیادتیوں سے درگزر فرما اور ہمیں (اپنی راہ میں) ثابت قدم رکھ اور ہمیں کافروں پر غلبہ عطا فرماo

۵۔ رَبَّنَآ اِنَّکَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ ط وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍo رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا قصلے رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِo رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ط اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَo[3]

اے ہمارے رب! بے شک تو جسے دوزخ میں ڈال دے تو تُو نے اسے واقعۃً رسوا کر دیا، اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں ہےo اے ہمارے رب! (ہم تجھے بھولے ہوئے تھے) سو ہم نے ایک ندا دینے والے کو سنا جو ایمان کی ندا دے رہا تھا کہ (لوگو!) اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے رب! اب

(۱) آل عمران، ۳:۱۶

(۲) آل عمران، ۳:۱۴۷

(۳) آل عمران، ۳:۱۹۲-۱۹۴

ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری خطاؤں کو ہمارے (نوشتۂ اعمال) سے محو فرما دے اور ہمیں نیک لوگوں کی سنگت میں موت دے○ اے ہمارے رب! اور ہمیں وہ سب کچھ عطا فرما جس کا تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعے وعدہ فرمایا ہے، اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر، بے شک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا○

۶۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ○[۱]

اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی۔ اور اگر تو نے ہم کو نہ بخشا اور ہم پر رحم (نہ) فرمایا تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے○

۷۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ○[۲]

اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو (بخش دے) اور دیگر سب مومنوں کو بھی، جس دن حساب قائم ہوگا○

۸۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ○[۳]

تیرے سوا کوئی معبود نہیں تیری ذات پاک ہے، بے شک میں ہی (اپنی جان پر) زیادتی کرنے والوں میں سے تھا○

۹۔ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ○[۴]

اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے ہیں پس تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو (ہی) سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے○

۱۰۔ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا○[۵]

(۱) الأعراف، ۷:۲۳

(۲) إبراهيم، ۱۴:۴۱

(۳) الأنبياء، ۲۱:۸۷

(۴) المؤمنون، ۲۳:۱۰۹

(۵) الفرقان، ۲۵:۶۵

اے ہمارے رب! تو ہم سے دوزخ کا عذاب ہٹا لے بے شک اس کا عذاب بڑا مہلک (اور دائمی) ہے○

۱۱۔ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ○[1]

اے ہمارے رب! تو (اپنی) رحمت اور علم سے ہر شے کا احاطہ فرمائے ہوئے ہے، پس اُن لوگوں کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور تیرے راستہ کی پیروی کی اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے○

۱۲۔ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ○[2]

اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی، جو ایمان لانے میں ہم سے آگے بڑھ گئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کوئی کینہ اور بغض باقی نہ رکھ۔ اے ہمارے رب! بے شک تو بہت شفقت فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا ہے○

۱۳۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْلَنَا رَبَّنَا ج اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ○[3]

اے ہمارے رب! تو ہمیں کافروں کے لیے سببِ آزمائش نہ بنا (یعنی انہیں ہم پر مسلّط نہ کر) اور ہمیں بخش دے، اے ہمارے پروردگار! بے شک تو ہی غلبہ و عزت والا بڑی حکمت والا ہے○

---

(۱) غافر، ۴۰:۷

(۲) الحشر، ۵۹:۱۰

(۳) الممتحنة، ۶۰:۵

۱۴۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً ج اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ○ رَبَّنَآ اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ط اِنَّ اللهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ○(۱)

(اور عرض کرتے ہیں:) اے ہمارے رب! ہمارے دلوں میں کجی پیدا نہ کر اس کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت سے سرفراز فرمایا ہے اور ہمیں خاص اپنی طرف سے رحمت عطا فرما، بے شک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔ اے ہمارے رب! بے شک تو اس دن کہ جس میں کوئی شک نہیں سب لوگوں کو جمع فرمانے والا ہے، یقیناً اللہ (اپنے) وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

۱۵۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ○(۲)

اے میرے رب! تو بخش دے اور رحم فرما اور تو (ہی) سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے○

۱۶۔ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ فَغَفَرَلَهٗ ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ○(۳)

اے میرے رب! بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا سو تو مجھے معاف فرما دے پس اس نے انہیں معاف فرما دیا، بے شک وہ بڑا ہی بخشنے والا نہایت مہربان ہے○(۴)

---

(۱) آل عمران، ۳:۸

(۲) المومنون، ۲۳:۱۱۸

(۳) القصص، ۲۸:۱۶

(۴) **مزید استفادہ کے لیے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی کتاب 'الدعوات والاذکار من سنن النبی المختار' کا مطالعہ اَز حد ضروری ہے۔**

۲۔ نبوی دعائیں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا کہ اپنی ہر مشکل کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کر کے مدد اور رہنمائی حاصل کرتے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو دعا کرنے کے آداب اور الفاظ تک عنایت فرمائے۔ بلاشبہ یہ دعائیں عظیم نعمت کا درجہ رکھتی ہیں جن کے توسط سے ہم اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور اپنے دکھوں کے مداوے اور مسائل کے حل کے لئے رجوع کر کے مرادیں حاصل کر سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود جن دعاؤں کے ساتھ اللہ رب العزت کے حضور دستِ دعا بلند کرتے وہ بھی اس انتخاب میں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مانگنے کا سلیقہ اور توفیق عطا فرمائے۔

۱۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض گزار ہوئے: (یا رسول اللہ!) مجھے ایسی دعا سکھا دیں جس کے ذریعے میں اپنی نماز میں دعا کیا کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یوں کہا کرو:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيْرًا، وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ، فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِکَ، وَارْحَمْنِي، إِنَّکَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ. (۱)

اے اللہ! میں نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا۔ گناہ صرف تو ہی بخشتا ہے۔ مجھے اپنی بارگاہ سے بخشش عطا فرما دے اور مجھ پر رحم فرما، یقیناً تو بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے وقت یوں دعا

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، کتاب الدعوات، باب الدعاء في الصلاة، ۵: ۲۳۳۱، رقم: ۵۹۶۷

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب استحباب خفض الصوت بالذکر، ۴: ۲۰۷۸، رقم: ۲۷۰۵

۳۔ ترمذي، السنن، کتاب الدعوات، باب ۹۷، ۵: ۵۴۳، رقم: ۳۵۳۱

فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ، أَنْتَ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، لَکَ الْحَمْدُ، أَنْتَ قَيِّمُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، لَکَ الْحَمْدُ، أَنْتَ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، قَوْلُکَ الْحَقُّ، وَوَعْدُکَ الْحَقُّ، وَلِقَاؤُکَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اَللّٰهُمَّ لَکَ أَسْلَمْتُ، وَبِکَ آمَنْتُ، وَعَلَيْکَ تَوَکَّلْتُ، وَإِلَيْکَ أَنَبْتُ، وَبِکَ خَاصَمْتُ، وَإِلَيْکَ حَاکَمْتُ، فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَأَسْرَرْتُ وَأَعْلَنْتُ، أَنْتَ إِلٰهِي لَا إِلٰهَ لِي غَيْرُکَ. (۱)

اے اللہ! سب تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں، تو ہی آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے، سب تعریفیں تیرے لیے ہیں، تو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے سب کا قائم رکھنے والا ہے، سب تعریفیں تیرے لیے ہیں، تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے، تیری بات سچی اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تیرا دیدار حق ہے، (تیری) جنت حق ہے، اور (تیری) دوزخ بھی حق ہے اور قیامت حق ہے۔ اے اللہ! میں تیرا ہی فرمانبردار ہوا اور تجھی پر ایمان لایا اور تجھی پر بھروسہ کیا، اور تیری ہی طرف رجوع کرنے والا ہوا، اور تجھی سے میں نے انصاف چاہا اور تجھی کو حاکم مانا، تو مجھے بخش دے وہ لغزشیں جو مجھ سے پہلے ہوئیں یا جو بعد میں ہوں گی اور جو (گناہ) میں نے چھپ کر کئے اور جو

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: وهو الذي خلق السماوات والأرض بالحق، ۶:۲۶۰۹، رقم:۶۹۵۰

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب الدعاء في صلاة اللّيل وقيامه، ۱:۵۳۲، رقم: (۱۹۹) ۷۶۹

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب الدعوات، باب ما يقول إذا قام من اللّيل إلى الصلاة، ۵:۴۸۱، رقم:۳۴۱۸

میں نے اعلانیہ کئے۔ تو میرا معبود ہے، میرے لئے تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

۳۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے:

رَبِّ، اغْفِرْ لِي خَطِيْئَتِي وَجَهْلِي وَإِسْرَافِي فِي أَمْرِي كُلِّهٖ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهٖ مِنِّي. اللّٰهُمَّ، اغْفِرْ لِي خَطَايَايَ وَعَمْدِي وَجَهْلِي وَهَزْلِي وَكُلُّ ذٰلِکَ عِنْدِي. اللّٰهُمَّ، اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. (۱)

اے اللہ! میرے ہر معاملے میں میری خطا، غفلت اور اسراف کو معاف فرما دے، جسے تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اے اللہ! میری خطائیں اور غفلت معاف فرما دے خواہ دانستہ ہوں یا نادانستہ یا ہنسی مذاق میں کی گئی ہوں کیونکہ وہ سب میری جانب سے ہیں۔ اے اللہ! میں نے جو پہلے کیا اور جو بعد میں کروں، جو چھپایا اور جو ظاہر کیا، سب کچھ معاف فرما دے۔ تو ہی اوّل، تو ہی آخر ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔

۴۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ یوں دعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْکَسَلِ وَالْهَرَمِ، وَالْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنٰى، وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْفَقْرِ، وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ. اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ عَنِّي خَطَايَايَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّ قَلْبِي مِنَ الْخَطَايَا

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، کتاب الدعوات، باب قول النبي ﷺ: اللّٰهم اغفرلي ما قدمت وما أخرت، ۵: ۲۳۵۰، رقم: ۶۰۳۵

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم يعمل، ۴: ۲۰۸۷، رقم: ۲۷۱۹

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۴۱۷، رقم: ۱۹۷۵۳

۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۳: ۲۳۷، رقم: ۹۵۷

كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَبَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ. (۱)

اے اللہ! میں سستی، کمزوری، گناہ، قرض، قبر کی آزمائش، عذاب قبر، دوزخ کی آزمائش، عذابِ دوزخ اور امیری کی آزمائش اور اس کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ! میں غربت کی آزمائش اور مسیح دجال کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ! میری خطاؤں کو پانی، برف اور اولوں سے دھو دے اور میرے دل کو گناہوں سے یوں صاف کر دے جیسے تو نے سفید کپڑے کو گندگی سے پاک کیا، اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دوری پیدا فرما دے جتنی دوری تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان رکھی ہے۔

۵۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ، بتایئے! اگر مجھے شبِ قدر معلوم ہوجائے تو میں اس میں کیا دعا مانگوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم یہ کہو:

اَللّٰهُمَّ إِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِيْمٌ، تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي. (۲)

اے اللہ! تو بہت معاف کرنے والا ہے، عفو و درگزر کو پسند فرماتا ہے سو مجھے بھی معاف

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، کتاب الدعوات، باب التعوّذ من المأثم والمغرم، ۵: ۲۳۴۱، رقم: ۶۰۰۷

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب ما يستعاذ منه في الصلاة، ۴: ۲۰۷۸، رقم: ۵۸۹

۳۔ ترمذي، السنن، کتاب الدعوات، باب ما جاء في عقد التسبيح باليد، ۵: ۵۲۵، رقم: ۳۴۹۵

(۲) ۱۔ ترمذي، السنن، کتاب الدعوات، باب: (۸۵)، ۵: ۵۳۴، رقم: ۳۵۱۳

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الدعاء، باب الدعاء بالعفو والعافية، ۲: ۱۲۶۵، رقم: ۳۸۵۰

۳۔ نسائي، السنن الکبری، ۴: ۴۰۷، رقم: ۷۷۱۲

فرما دے۔

۶۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم ﷺ صبح اور شام کو ان کلمات کا کبھی ناغہ نہیں فرماتے تھے:

اَللّٰهُمَّ، إِنِّي أَسْأَلُکَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. اَللّٰهُمَّ، إِنِّي أَسْأَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي دِيْنِي وَدُنْيَايَ وَأَهْلِي وَمَالِي. اَللّٰهُمَّ، اسْتُرْ عَوْرَتِي وَآمِنْ رَوْعَاتِي. اَللّٰهُمَّ، احْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِي وَعَنْ يَمِيْنِي وَعَنْ شِمَالِي وَمِنْ فَوْقِي، وَأَعُوْذُ بِعَظَمَتِکَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي. (۱)

اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں سلامتی مانگتا ہوں، اے اللہ! میں تجھ سے اپنے دین، اپنی دنیا، اپنے گھر والوں اور اپنے مال میں خیر و عافیت اور سلامتی کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ! میری پردہ پوشی فرما۔ (عثمان راوی کے الفاظ ہیں: میری شرمگاہوں کو چھپا اور میرے دل کو اطمینان بخش)۔ اے اللہ! میرے آگے، میرے پیچھے، میرے دائیں، میرے بائیں اور میرے اوپر کی جانب سے میری حفاظت فرما اور میں نیچے (زمین میں) دھنس جانے سے تیری عظمت کی پناہ لیتا ہوں۔

۷۔ حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد ماجد کی خدمت میں عرض کیا: ابا جان! میں روزانہ سنتا ہوں کہ آپ تین دفعہ صبح اور تین دفعہ شام کے وقت یوں دعا مانگتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ، عَافِنِي فِي بَدَنِي، اَللّٰهُمَّ، عَافِنِي فِي سَمْعِي، اَللّٰهُمَّ، عَافِنِي فِي بَصَرِي، لَا إِلٰـهَ إِلَّا أَنْتَ.

---

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب الأدب، باب ما يقول إذا أصبح، ۴:۳۱۸، رقم: ۵۰۷۴

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الدعاء، باب ما يدعو به الرجل إذا أصبح وإذا أمسى، ۲:۱۲۷۳، رقم: ۳۸۷۱

۳۔ نسائي، السنن الکبری، ۶:۱۴۵، رقم: ۱۰۴۰۱

اے اللہ! میرے جسم کو سلامت رکھ، اے اللہ! میرے کانوں کو سلامت رکھ، اے اللہ! میری آنکھوں کو سلامت رکھ، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

امام عباس بن عبد العظیم نے یہ الفاظ بیان کئے ہیں:

اَللّٰهُمَّ، إِنِّي أَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَقْرِ، اَللّٰهُمَّ، إِنِّي أَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ.

اے اللہ! میں کفر اور فاقے سے تیری پناہ لیتا ہوں۔ اے اللہ! میں عذاب قبر سے تیری پناہ لیتا ہوں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

انہوں نے فرمایا: (بیٹا!) میں نے ان الفاظ کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کو دعا فرماتے ہوئے سنا ہے، لہٰذا میں آپ ﷺ کی سنت کی پیروی کو بہت پسند کرتا ہوں۔ مزید ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مصیبت زدہ یوں دعا کرے:

اَللّٰهُمَّ، رَحْمَتَکَ أَرْجُوْ فَلَا تَکِلْنِي إِلٰی نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ وَأَصْلِحْ لِي شَأْنِي کُلَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ. (۱)

اے اللہ! میں تیری رحمت کی اُمید رکھتا ہوں۔ مجھے ایک پل کے لئے بھی میرے نفس کے سپرد نہ کرنا اور میرے تمام حالات کو درست کر دے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

۸۔ حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز کے ارادے سے اپنے گھر سے نکلے اور یہ دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵:۴۲، رقم: ۲۰۴۴۶

۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الأدب، باب ما یقول إذا أصبح، ۴:۳۲۴، رقم: ۵۰۹۰

۳۔ نسائي، السنن الکبری، ۶:۱۴۷، رقم: ۱۰۴۰۷

۴۔ بخاري، الأدب المفرد: ۲۴۴، رقم: ۷۰۱

ستر ہزار فرشتے اس کی مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ، إِنِّي أَسْأَلُکَ بِحَقِّ السَّائِلِيْنَ عَلَيْکَ، وَأَسْأَلُکَ بِحَقِّ مَمْشَايَ هَذَا، فَإِنِّي لَمْ أَخْرُجْ أَشَرًا وَلَا بَطَرًا وَلَا رِيَاءً وَلَا سُمْعَةً، وَخَرَجْتُ اتِّقَاءَ سُخْطِکَ، وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِکَ، فَأَسْأَلُکَ أَنْ تُعِيْذَنِي مِنَ النَّارِ، وَأَنْ تَغْفِرَ لِي ذُنُوْبِي إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ. (۱)

اے اللہ ! میں تجھ سے تیرے سائلین کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے (نماز کی طرف اٹھنے والے) اپنے قدموں کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں۔ بے شک میں نہ کسی برائی کی طرف چلا ہوں نہ تکبر اور غرور سے، نہ دکھاوے اور نہ کسی دنیاوی شہرت کی خاطر نکلا ہوں۔ میں تو صرف تیری ناراضگی سے بچنے کے لئے اور تیری رضا کے حصول کے لئے نکلا ہوں۔ سو میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے دوزخ کی آگ سے نجات دے، میرے گناہوں کو بخش دے۔ بے شک تو ہی گناہوں کو بخشنے والا ہے۔

۹۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص بستر پر جاتے وقت یہ کلمات تین مرتبہ کہے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے اگرچہ سمندر کی جھاگ، درختوں کے پتوں، باہم ملی جلی ریت (کے ذرات) اور دنیا کے دنوں کے برابر ہوں۔

أَسْتَغْفِرُ اللهَ الْعَظِيمَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ. (۲)

اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ قائم رکھنے والا ہے

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳:۲۱، رقم:۱۱۱۷۲

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب المساجد والجماعات، باب المشي إلى الصلاة، ۱:۲۵۶، رقم:۷۷۸

۳۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶:۲۵، رقم:۲۹۲۰۲

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۰، رقم:۱۱۰۸۹

۲۔ ترمذي، السنن، کتاب الدعوات، باب ۷، ۵:۴۷۰، رقم:۳۳۹۷

میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

۱۰۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو رات کو بیدار ہو کر یوں کہے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ.

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہی ہے، وہ تعریف کے لائق ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ تعالیٰ پاک ہے، تعریف کے لائق ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ بہت بڑا ہے، نیکی کرنے اور برائی سے باز رہنے کی قوت اسی کی عطا سے ہے۔

مزید یہ کہے: رَبِّ اغْفِرْ لِي. 'اے اللہ! مجھے بخش دے۔' اور پھر جو دعا مانگے قبول ہوگی۔ اور اگر ہمت کر کے وضو کرے اور نماز پڑھے تو اس کی نماز قبول ہوگی۔ [1]

۱۱۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ مجلس سے اٹھنے سے پہلے سو بار یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، أبواب التهجد، باب من تعار من اللّيل فصلى، ۱: ۳۸۷، رقم: ۱۱۰۳

۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الأدب، باب ما يقول الرجل إذا تعار من الليل، ۴: ۳۱۴، رقم: ۵۰۶۰

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الدعوات، باب ما جاء في الدعاء إذا انتبه من الليل، ۵: ۴۸۰، رقم: ۳۴۱۴

۴۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الدعاء، باب ما يدعو به إذا انتبه من الليل، ۲: ۱۲۷۶، رقم: ۳۸۷۸

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ، إِنَّکَ أَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُورُ.(۱)

اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما۔ بے شک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

۱۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

جس نے سو مرتبہ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ کہا اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔(۲)

۱۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے وقت آپ سے یہ کلمات سنے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَأَلْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ الْأَعْلٰی.(۳)

یا اللہ! مجھے بخش دے۔ مجھ پر رحم فرما اور مجھے اعلیٰ دوست سے ملا دے۔

۱۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا: کیا میں تجھے چند کلمات نہ سکھاؤں۔ جب تم انہیں کہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے گا اگرچہ تم پہلے سے بخشے ہوئے ہو۔ فرمایا یہ کہو:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ.(۴)

---

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، أبواب قراءة القرآن، باب فی الاستغفار، ۲:۸۵، رقم: ۱۵۱۶

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الدعوات، باب ما يقول إذا قام من المجلس، ۵:۴۹۴، رقم: ۳۴۳۴

(۲) ترمذی، السنن، کتاب الدعوات، ۵:۵۱۱، رقم: ۳۴۶۶

(۳) ترمذی، السنن، کتاب الدعوات، ۵:۵۲۵، رقم: ۳۴۹۶

(۴) ترمذی، السنن، کتاب الدعوات، ۵:۵۲۹، رقم: ۳۵۰۴

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، (وہی) سب سے بلند رتبہ بڑی عظمت والا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، (وہی) بڑے حلم والا اور کرم فرمانے والا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ تعالیٰ (ہر عیب اور نقص سے) پاک ہے، بزرگی اور عزت والے عرش (اقتدار) کا مالک ہے۔

۱۵۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں درج ذیل کلمات کہے۔ نیز فرمایا: جو مسلمان ان کلمات کے ساتھ کسی مقصد کے لیے دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ کلمات یہ ہیں:

لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ○ (۱)

تیرے سوا کوئی معبود نہیں تیری ذات پاک ہے، بے شک میں ہی (اپنی جان پر) زیادتی کرنے والوں میں سے ہوں○

۱۶۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور نبی اکرم ﷺ ایک خشک پتوں والے درخت کے پاس سے گزرے، آپ ﷺ نے اس پر اپنی لاٹھی مبارک ماری تو پتے جھڑنے لگے، اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ درج ذیل کلمات بندہ کے گناہ اسی طرح جھاڑ دیتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، وَسُبْحَانَ اللهِ، وَلَا إِلٰـهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ. (۲)

بے شک تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، اس کی ذات پاک ہے، اور اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور وہ سب سے بڑا ہے۔

۱۷۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص تین بار اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرے تو جنت کہتی ہے:

---

(۱) ترمذی، السنن، کتاب الدعوات، ۵:۵۲۹، رقم:۳۵۰۵

(۲) ترمذی، السنن، کتاب الدعوات، ۵:۵۴۴، رقم:۳۵۳۳

اَللّٰھُمَّ، أَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ.

اے اللہ! اسے جنت میں داخل فرما دے۔

آپ ﷺ نے مزید فرمایا کہ اور جو شخص تین مرتبہ دوزخ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے تو دوزخ کہتی ہے:

اَللّٰھُمَّ، أَجِرْهُ مِنَ النَّارِ. (۱)

اے اللہ! اسے دوزخ سے بچا لے۔

۱۸۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میرے پاس یہودیوں میں سے ایک عورت آئی تو وہ کہنے لگی کہ پیشاب سے بے احتیاطی کی وجہ سے قبر کا عذاب ہوتا ہے۔ میں نے کہا: تو نے جھوٹ بولا ہے۔ تو اس نے کہا: کیوں نہیں، آپ نے دیکھا نہیں کہ ہم پیشاب لگنے کی وجہ سے چمڑے اور کپڑے کاٹ دیتے ہیں۔ اس تکرار میں ہماری آوازیں بلند ہوئیں۔ تو رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمانے لگے: عائشہ! یہ کیا بحث ہے؟ تو یہودیہ نے جو کچھ کہا تھا میں نے آپ ﷺ کو بتا دیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس نے سچ کہا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے جو بھی نماز پڑھی اس کے بعد یہ کلمات ضرور کہے:

رَبَّ جِبْرِيلَ، وَمِيكَائِيلَ، وَإِسْرَافِيلَ، أَعِذْنِي مِنْ حَرِّ النَّارِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ. (۲)

اے جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل کے رب! مجھے جہنم کی تپش اور عذابِ قبر سے بچا۔

---

(۱) ترمذي، السنن، كتاب صفة الجنة، باب ما جاء في صفة أنهار الجنة، ۴:۷۰۰، رقم:۲۵۷۲

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶:۶۱، رقم:۲۴۳۶۹

۲۔ نسائي، السنن، كتاب السهو، باب نوع آخر من الذكر والدعاء بعد التسليم، ۳:۷۲، رقم:۱۳۴۵

۱۹۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ نے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ سَبَّحَ اللهَ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَحَمِدَ اللهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَكَبَّرَ اللهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، فَتِلْكَ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ، وَقَالَ تَمَامَ الْمِائَةِ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، غُفِرَتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ. (۱)

جس نے ہر نماز کے بعد ۳۳ بار سُبْحان اللهِ، ۳۳ بار اَللهُ أَكْبرُ، ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور سو پورا کرتے ہوئے کہا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ اس کے لیے بخش دیا جائے گا جو بھی اس نے (برا) عمل کیا اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ سے بھی زیادہ ہوں۔

۲۰۔ حضرت علی بن ابی طالب ﷺ نے فرمایا:

كُنْتُ رَجُلًا إِذَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ حَدِيثًا، نَفَعَنِي اللهُ مِنْهُ بِمَا شَاءَ أَنْ يَنْفَعَنِي، وَإِذَا حَدَّثَنِي أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِهِ اسْتَحْلَفْتُهُ، فَإِذَا حَلَفَ لِي صَدَّقْتُهُ، قَالَ: وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ، وَصَدَقَ أَبُو بَكْرٍ ﷺ، أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَا مِنْ عَبْدٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا فَيُحْسِنُ الطُّهُوْرَ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللهَ إِلَّا غَفَرَ اللهُ لَهُ. (۲)

میں جب رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث سنتا تو اللہ تعالیٰ مجھے اس کے ساتھ جو چاہتے

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، ۱: ۴۱۸، رقم: ۵۹۷
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۷۱، رقم: ۸۸۲۰
(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۰، رقم: ۵۶

←

نفع عطا فرما دیتے تھے، اور جب آپ کے علاوہ کوئی مجھ سے حدیث بیان کرتا میں اس سے قسم لیتا، تو جب وہ قسم اٹھا لیتا میں اس کی تصدیق کر دیتا، مجھ سے ابو بکر نے حدیث بیان کی اور ابو بکر نے سچ کہا۔ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی بندہ گناہ کا مرتکب ہو جائے تو اٹھ کر اچھی طرح وضو کر کے دو رکعتیں پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگے، اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیں گے۔

۲۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو القاسم محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فِي الْجُمُعَةِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ قَائِمٌ يُصَلِّي فَسَأَلَ اللهَ خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ. (۱)

جمعہ کے روز ایک ایسی ساعت ہوتی ہے کہ مسلمان کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے اسے گزارے تو اللہ تعالیٰ سے جو بھلائی مانگے اسے عطا فرمائی جائے گی۔

۲۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں چند کلمات نہ سکھاؤں، اگر تم انہیں کہہ لو تو اللہ تعالیٰ تیرے گناہ معاف فرما دے گا۔ اگرچہ تو پہلے ہی بخش دیا گیا ہو۔ کلمات یہ ہیں:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. (۲)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، (وہی) سب سے بلند رتبہ بڑی عظمت والا ہے۔ اللہ

.... ۲۔ أبوداود، السنن، كتاب الصلاة، باب في الاستغفار، ۲:۸۶، رقم: ۱۵۲۱

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الطلاق، باب الإشارة فی الطلاق والأمور، ۵:۲۰۲۹، رقم:۴۹۸۸

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱:۱۵۸، رقم:۱۳۶۳

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الدعوات، ۵:۵۲۹، رقم:۳۵۰۴

کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، (وہی) بڑے حلم والا اور کرم فرمانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ (ہر عیب اور نقص سے) پاک ہے، بزرگی اور عزت والے عرشِ (اقتدار) کا مالک ہے۔ سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کی پرورش فرمانے والا ہے۔

۲۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے سوتے وقت یہ دعا پڑھی اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر یا اس سے زیادہ ہوں:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٍ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ. (۱)

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے باشاہی اور تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ برائی سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی ہے۔ پاک ہے اللہ تعالیٰ اور ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔

۲۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَالَ: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ، حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ. (۲)

جس شخص نے ایک دن میں سو مرتبہ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھا، اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ سے بھی زیادہ ہوں۔

۲۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے،

---

(۱) ابن السني، عمل اليوم والليلة: ۲۶۰، رقم: ۷۲۲

(۲) بخاری، الصحيح، كتاب الدعوات، باب فضل التسبيح، ۵: ۲۳۵۲، رقم: ۶۰۴۲

میزان میں بھاری اور رحمٰن کو پیارے ہیں:

سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ. [۱]

اللہ تعالیٰ پاک ہے اور تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں، اللہ تعالیٰ پاک ہے اور نہایت عظمت والا ہے۔

۲۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی ڈھال پکڑو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! کیا کوئی دشمن آ گیا ہے اس سے بچاؤ کے لئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں لیکن تم جہنم سے بچاؤ کے لئے اپنی ڈھال پکڑو اور وہ یہ کہنا ہے:

سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ. [۲]

اللہ تعالیٰ پاک ہے اور تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، برائی سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی ہے۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الدعوات، باب فضل التسبیح، ۵:۲۳۵۲، رقم:۶۰۴۳

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الذکر والدّعاء والتّوبة والاستغفار، باب فضل التّهليل والتّسبيح والدّعاء، ۴:۲۰۷۲، رقم: ۲۶۹۴

۳۔ ترمذي، السنن، کتاب الدّعوات، باب ۶۰، ۵:۵۱۲، رقم: ۳۴۶۷

(۲) ۱۔ نسائی، السنن الکبری، ۶:۲۱۲، رقم:۱۰۶۸۴

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶:۹۲، رقم:۲۹۷۲۹

مصادرِ و مراجع

۱۔ القرآن الحکیم۔

(۲) تفسیر القرآن

۲۔ **آلوسی**، امام شہاب الدین سید محمود بن عبد اللہ حسینی آلوسی البغدادی۔ (۱۲۱۷-۱۲۷۰ھ/ ۱۸۰۲-۱۸۵۴ء)۔ **روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۳۔ **ثعلبی**، ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم (م۴۲۷ھ)۔ **الکشف والبیان عن تفسیر القرآن**۔ بیروت، لبنان: دار إحیاء التراث العربی، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۲ء۔

۴۔ **ابن جوزی**، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰-۵۷۹ھ/ ۱۱۱۶-۱۲۰۱ء)۔ **زاد المسیر فی علم التفسیر**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء۔

۵۔ **رازی**، محمد بن عمر بن حسن بن حسین بن علی تیمی (۵۴۳-۶۰۶ھ/ ۱۱۴۹-۱۲۱۰ء)۔ **التفسیر الکبیر**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء۔

۶۔ **زمخشری**، ابو القاسم محمد بن عمر خوارزمی (م۵۳۸ھ)۔ **الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۷۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹-۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵-۱۵۰۵ء)۔ **الدر المنثور في التفسیر بالمأثور**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ۔

۸۔ **ابن عادل حنبلی**، ابو حفص سراج الدین عمر بن علی دمشقی۔ **اللباب في علوم الکتاب**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۹۔ **قرطبی**، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابو بکر بن فرح (م۶۷۱ھ)۔ **الجامع لأحکام القرآن والمبین لما تضمن من السنۃ وآي الفرقان**۔ قاہرہ، مصر: دار الشعب، ۱۳۷۲ھ۔

۱۰۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن زرع بصروی (۷۰۱-۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱-۱۳۷۳ء)۔ **تفسیر القرآن العظیم**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۱ھ۔

(۳) الحدیث

۱۱۔ **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ شیبانی (۱۶۴-۲۴۱ھ/ ۷۸۰-۸۵۵ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی للطباعۃ والنشر، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۱۲۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴-۲۵۶ھ/ ۸۱۰- ۸۷۰ء)۔ **الأدب المفرد**۔ بیروت، لبنان: دار البشائر الاسلامیہ، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء۔

۱۳۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴-۲۵۶ھ/ ۸۱۰- ۸۷۰ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: دار ابن کثیر، الیمامہ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۱۴۔ **بزار**، ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری (۲۱۵-۲۹۲ھ/ ۸۳۰-۹۰۵ء)۔ **المسند (البحر الزخار)**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ علوم القرآن، ۱۴۰۹ھ۔

۱۵۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/ ۹۹۴- ۱۰۶۶ء)۔ **السنن الصغری**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الدار، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۸۹ء۔

۱۶۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/ ۹۹۴- ۱۰۶۶ء)۔ **السنن الکبری**۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء۔

۱۷۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ البیهقی (۳۸۴-۴۵۸ھ/ ۹۹۴-۱۰۶۶ء)۔ **شعب الإیمان**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۱۸۔ **ترمذی**، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک (۲۰۹-۲۷۹ھ/ ۸۲۵-۸۹۲ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار إحیاء التراث العربی۔

۱۹۔ **ابن جعد**، ابو الحسن علی بن جعد بن عبید ہاشمی (۱۳۳-۲۳۰ھ/۷۵۰-۸۴۵ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: مؤسسہ نادر، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۲۰۔ **ابن جوزی**، ابو الفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰-۵۷۹ھ/ ۱۱۱۶-۱۲۰۱ء)۔ **العلل المتناهیة**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۳ھ۔

۲۱۔ **حاکم**، ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱-۴۰۵ھ/۹۳۳-۱۰۱۴ء)۔ **المستدرک علی الصحیحین**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء۔

۲۲۔ **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱-۴۰۵ھ/۹۳۳-۱۰۱۴ء)۔ **صحیح الإسناد**۔

۲۳۔ **ابن حبان**، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان التمیمی البستی (۲۷۰-۳۵۴ھ/ ۸۸۴-۹۶۵ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

۲۴۔ **ابن حجر عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳-۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲-۱۴۴۹ء)۔ **المطالب العالیة**۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفة، ۱۴۰۷ھ/۱۹۷۸ء۔

۲۵۔ **حسام الدین ہندی**، علاء الدین علی متقی (م۹۷۵ھ)۔ **کنز العمال**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء۔

۲۶۔ **حکیم ترمذی**، ابوعبد اللہ محمد بن علی بن حسن بن بشیر۔ **نوادر الأصول فی احادیث الرسول**۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۹۹۲ء۔

۲۷۔ **ابن خزیمہ**، ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ سلمی نیشاپوری، (۲۲۳-۳۱۱ھ/

۸۳۸-۹۲۴ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء۔

۲۸۔ **خوارزمی،** محمد بن محمود الخوارزمی، أبو المويد، (۵۹۳-٦٦۵ھ)۔ **جامع المسانيد لأبی حنیفة۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۲۹۔ **دارقطنی،** ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان (۳۰٦-۳۸۵ھ/ ۹۱۸-۹۹۵ء)۔ **السنن۔** بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۸٦ھ/ ۱۹٦٦ء۔

۳۰۔ **دارمی،** ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن (۱۸۱-۲۵۵ھ/ ۷۹۷-۸٦۹ء)۔ **السنن۔** بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

۳۱۔ **ابو داؤد،** سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی سجستانی (۲۰۲-۲۷۵ھ/ ۸۱۷-۸۸۹ء)۔ **السنن۔** بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء۔

۳۲۔ **دیلمی،** ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی الھمذانی (۴۴۵-۵۰۹ھ/ ۱۰۵۳-۱۱۱۵ء)۔ **مسند الفردوس۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰٦ھ/ ۱۹۸٦ء۔

۳۳۔ **ابن راہویہ،** ابو یعقوب اِسحاق بن اِبراہیم بن مخلد بن اِبراہیم بن عبداللہ (۱٦۱-۲۳۷ھ/ ۷۷۸-۸۵۱ء)۔ **المسند۔** مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الایمان، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۳۴۔ **ربیع،** بن حبیب بن عمر ازدی بصری۔ **الجامع الصحیح مسند الامام الربیع بن حبیب۔** بیروت، لبنان: دارالحکمۃ، ۱۴۱۵ھ۔

۳۵۔ **ابن رجب حنبلی،** ابو الفرج عبد الرحمٰن بن احمد (۷۳٦-۷۹۵ھ)۔ **جامع العلوم والحكم في شرح خمسين حديثا من جوامع الكلم۔** بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۴۰۸ھ۔

۳٦۔ **ابن ابی شیبہ،** ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکوفی (۱۵۹-۲۳۵ھ/ ۷۷٦-۸۴۹ء)۔ **المصنف۔** ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

۳۷۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۰ء)۔ **المعجم الصغیر**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۳۸۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۱ء)۔ **المعجم الأوسط**۔ قاہرہ، مصر: دار الحرمین، ۱۴۱۵ھ۔

۳۹۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۰ء)۔ **المعجم الکبیر**۔ موصل، عراق: مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء۔

۴۰۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۰ء)۔ **المعجم الکبیر**۔ قاہرہ، مصر: مکتبہ ابن تیمیہ۔

۴۱۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر لخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۱ء)۔ **مسند الشامیین**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۴۲۔ **طبرانی**، سلیمان بن احمد (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۱ء)۔ **کتاب الدعاء**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۱ء۔

۴۳۔ **طیالسی**، ابو داؤد سلیمان بن داؤد جارود (۱۳۳-۲۰۴ھ/ ۷۵۱-۸۱۹ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

۴۴۔ **ابن ابی عاصم**، ابو بکر عمرو بن ابی عاصم ضحاک بن مخلد شیبانی (۲۰۶-۲۸۷ھ/ ۸۲۲-۹۰۰ء)۔ **السنۃ**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۰ھ۔

۴۵۔ **ابن ابی عاصم**، ابوبکر بن عمرو بن ضحّاک بن مخلد شیبانی (۲۰۶-۲۸۷ھ/ ۸۲۲-۹۰۰ء)۔ **الجہاد**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۴۰۹ھ۔

۴۶۔ **عبد بن حمید**، ابو محمد عبد بن حمید بن نصر الکسی (م ۲۴۹ھ/ ۸۶۳ء)۔ **المسند**۔ قاہرہ،

مصر: مکتبۃ السنۃ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۴۷۔ **عبد الرزاق**، ابو بکر بن ہمام بن نافع صنعانی (۱۲۶-۲۱۱ھ/ ۷۴۴-۸۲۶ء)۔ **المصنف۔** بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔

۴۸۔ **عجلونی**، ابو الفداء اسماعیل بن محمد بن عبد الہادی بن عبد الغنی جراحی (۱۰۸۷-۱۱۶۲ھ/ ۱۶۷۶-۱۷۴۹ء)۔ **کشف الخفا و مزیل الألباس۔** بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ۔

۴۹۔ **ابو عوانہ**، یعقوب بن اسحاق بن اِبراہیم بن زید نیشاپوری (۲۳۰-۳۱۶ھ/ ۸۴۵-۹۲۸ء)۔ **المسند۔** بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۹۹۸ء۔

۵۰۔ **قضاعی**، ابو عبد اللہ محمد بن سلامہ بن جعفر بن علی بن حکمون بن ابراہیم بن محمد بن مسلم قضاعی (م ۴۵۴ھ/ ۱۰۶۲ء)۔ **مسند الشهاب۔** بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۵۱۔ **ابن ماجہ**، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۷-۲۷۵ھ/ ۸۲۴-۸۸۷ء)۔ **السنن۔** بیروت، لبنان: دار الفکر۔

۵۲۔ **مالک**، ابنِ انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اصبحی (۹۳- ۱۷۹ھ/ ۷۱۲-۷۹۵ء)۔ **الموطأ۔** بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۵۳۔ **مسلم**، ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم بن ورد قشیری نیشاپوری (۲۰۶-۲۶۱ھ/ ۸۲۱-۸۷۵ء)۔ **الصحیح۔** بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۵۴۔ **منذری**، ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ بن سلامہ بن سعد (۵۸۱-۶۵۶ھ/ ۱۱۸۵-۱۲۵۸ء)۔ **الترغیب والترهیب من الحدیث الشریف۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ۔

۵۵۔ **نسائی**، ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی (۲۱۵-۳۰۳ھ/ ۸۳۰-۹۱۵ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء۔

۵۶۔ **نسائی**، ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی (۲۱۵-۳۰۳ھ/ ۸۳۰-۹۱۵ء)۔ السنن۔ حلب، شام: مکتب المطبوعات الاسلامیہ، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۵۷۔ **نسائی**، ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی (۲۱۵- ۳۰۳ھ/۸۳۰-۹۱۵ء)۔ السنن الکبری۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۵۸۔ **ابو نعیم**، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اِسحاق بن موسیٰ بن مہران اَصبہانی (۳۳۶-۴۳۰ھ/ ۹۴۸-۱۰۳۸ء)۔ کتاب الأربعین علی مذهب المتحققین من الصوفیة۔ بیروت، لبنان: دار ابن حزم، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

۵۹۔ **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵-۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵- ۱۴۰۵ء)۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث + بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۶۰۔ **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵-۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵- ۱۴۰۵ء)۔ موارد الظمآن اِلی زوائد ابن حبان۔ بیروت، لبنان+ دمشق، شام: دار الثقافة العربیہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۶۱۔ **ابو یعلی**، احمد بن علی بن مثنی بن یحیٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰-۳۰۷ھ/ ۸۲۵-۹۱۹ء)۔ المسند۔ دمشق، شام: دار المأمون للتراث، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء۔

(۴) شروحات الحدیث

۶۲۔ **ابن حجر عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳-۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲-۱۴۴۹ء)۔ تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی + عمان + اُردن: دار عمار، ۱۴۰۵ھ۔

۶۳۔ **ابن رجب حنبلی**، ابوالفرج عبدالرحمٰن بن احمد (۷۳۶-۷۹۵ھ)۔ **شرح حدیث لبیک**۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: دار عالم الفوائد، ۱۴۱۷ھ۔

۶۴۔ **ابن عبد البر**، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر النمری، (۳۶۸-۴۶۳ھ/ ۹۷۹-۱۰۷۱ء)۔ **التمهيد لما في الموطا من المعانى والأسانيد**۔ مغرب (مراکش): وزارت عموم الأوقاف، ۱۳۸۷ھ۔

۶۵۔ **کنانی**، احمد بن ابی بکر بن اِسماعیل (۷۶۲-۸۴۰ھ)۔ **مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجه**۔ بیروت، لبنان، دارالعربیۃ، ۱۴۰۳ھ۔

(۵) اَسماء الرجال

۶۶۔ **ابو العرب**، محمد بن احمد بن تمیم التمیمی المغربی الإفریقی (م۳۳۳ھ)۔ **طبقات علماء افريقا وتونس**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب اللبنانی۔

۶۷۔ **بخاری**، ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴-۲۵۶ھ/ ۸۱۰-۸۷۰ء)۔ **التاريخ الكبير**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۶۸۔ **ذہبی**، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان (۶۷۳۔۷۴۸ھ/۱۲۷۴۔۱۳۴۸ء)۔ **سير أعلام النبلاء**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء۔

۶۹۔ **ابن حجر عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳-۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲-۱۴۴۹ء)۔ **الإصابة في تمييز الصحابة**۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء۔

۷۰۔ **ابن عدی**، عبد اللہ بن عدی بن عبد اللہ بن محمد ابو احمد جرجانی (۲۷۷ھ-۳۶۵ھ)۔ **الكامل فى ضعفاء الرجال**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۷۱۔ **فسوی**، ابو یوسف یعقوب بن سفیان (م۲۷۷ھ)۔ **المعرفة والتاريخ**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء۔

۷۲۔ **مزی**، ابو الحجاج یوسف بن زکی عبد الرحمٰن بن یوسف بن عبد الملک بن یوسف بن علی (۶۵۴-۷۴۲ھ/ ۱۲۵۶-۱۳۴۱ء)۔ **تهذيب الكمال**۔ بیروت، لبنان: مؤسسة الرسالہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

(۶) الفقہ واُصول الفقہ

۷۳۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹-۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵-۱۵۰۵ء)۔ **الحاوی للفتاویٰ**۔ مصر: مطبعة السعادة، ۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۹ء۔

۷۴۔ **ابن قدامہ**، ابو محمد عبد اللہ بن احمد المقدسی (۵۴۱-۶۲۰ھ)۔ **المغني في فقه الإمام أحمد بن حنبل الشيباني**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۵ھ۔

۷۵۔ **مروزی**، محمد بن نصر بن الحجاج، ابو عبداللہ (۲۰۲-۲۹۴ھ)۔ **تعظيم قدر الصلاة**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبہ الدار، ۱۴۰۶ھ۔

(۷) السیرۃ

۷۶۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/ ۹۹۴-۱۰۶۶ء)۔ **دلائل النبوہ**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۷۷۔ **ابن جوزی**، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰-۵۷۹ھ/ ۱۱۱۶-۱۲۰۱ء)۔ **الوفا بأحوال المصطفى** ﷺ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۷۸۔ **حلبی**، علی بن برہان الدین (م ۱۴۰۴ھ)۔ **السيرة الحلبية**، بیروت، لبنان، دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ۔

۷۹۔ **صالحی**، ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن علی بن یوسف شامی (م ۹۴۲ھ/ ۱۵۳۶ء)۔ **سبل الهدى والرشاد**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء۔

۸۰۔ **قاضی عیاض**، ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ بن عیاض بن محمد بن موسیٰ بن عیاض یحصبی (۴۷٦-۵۴۴ھ/۱۰۸۳-۱۱۴۹ء)۔ **ترتیب المدارک وتقریب المسالک**۔ مراکش (مغرب): مطبعہ فضالہ۔

۸۱۔ **ابن ہشام**، ابو محمد عبد الملک حمیری (۲۱۳ھ/۸۲۸ء)۔ **السیرۃ النبویۃ**۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۱ھ۔

(۸) العقائد

۸۲۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/۹۹۴-۱۰٦٦ء)۔ **الاعتقاد**۔ بیروت، لبنان: دار الآفاق، ۱۴۰۱ھ۔

۸۳۔ **سخاوی**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمٰن بن محمد بن ابی بکر بن عثمان بن محمد (۸۳۱-۹۰۲ھ/۱۴۲۸-۱۴۹۷ء)۔ **القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: المکتبۃ العلمیہ، ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء۔

۸۴۔ **نبہانی**، یوسف بن اسماعیل بن یوسف (۱۲٦۵-۱۳۵۰ھ/۱۸۴۸-۱۹۳۲ء)۔ **سعادۃ الدارین في الصلاۃ علی سید الکونین**۔

(۹) التصوف

۸۵۔ **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ شیبانی (۱٦۴-۲۴۱ھ/۷۸۰-۸۵۵ء)۔ **الزھد**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۳۹۸ء۔

۸٦۔ **امیر حسن سنجری**، **فوائد الفود** (ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء اردو، مترجم خواجہ حسن نظامی دہلوی)۔

۸۷۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/۹۹۴-۱۰٦٦ء)۔ **کتاب الزھد الکبیر**۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۸۸۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/۹۹۴-۱۰۶۶ء)۔ **الدعوات الکبیر**۔ کویت: منشورات مرکز المخطوطات والتراث والوثائق، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

۸۹۔ **جامی**، نور الدین عبد الرحمٰن بن احمد بن محمد (۸۱۷-۸۹۸ھ)۔ **نفحات الانس من حضرات القدس**۔ بیروت، لبنان: دار التراث العربی۔

۹۰۔ **جامی**، نور الدین عبد الرحمٰن بن احمد بن محمد (۸۱۷-۸۹۸ھ)۔ **نفحات الانس مع سلسلة الذهب**۔ لاہور: مطبع اسلامیہ سٹیم پریش۔

۹۱۔ **ابن جوزی**، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰-۵۷۹ھ/۱۱۱۶-۱۲۰۱ء)۔ **صفة الصفوه**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء۔

۹۲۔ **ابن حاج**، ابو عبداللہ محمد بن محمد بن محمد عبدری فاسی مالکی (م۷۳۷ھ)۔ **المدخل**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۱/ ۱۹۸۱ء۔

۹۳۔ **ابو حارث المحاسبی**، ابو عبد اللہ حارث بن اسد (م۲۴۳ھ)۔ **رسالة المسترشدين**۔ حلب، شام: مکتب المطبوعات الاسلامیہ، ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء۔

۹۴۔ **دباغ ابن ناجی**، ابو الفضل قاسم بن عیسیٰ بن تنوجی قیروانی۔ **معالم الايمان فی معرفة أهل القيروان**۔

۹۵۔ **ابن ابی الدنیا**، ابو بکر عبد اللہ بن محمد القرشی (۲۰۸-۲۸۱ھ)۔ **موسوعة الإمام ابن أبي الدنيا**۔ بیروت، لبنان: المکتبہ العصریہ، ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۶ء۔

۹۶۔ **ابن ابی الدنیا**، ابو بکر عبد اللہ بن محمد القرشی (۲۰۸-۲۸۱ھ)۔ **الأولياء**۔ بیروت، لبنان: مؤسسہ الکتب الثقافیۃ، ۱۴۱۳ھ۔

۹۷۔ **ابن ابی الدنیا**، ابو بکر عبد اللہ بن محمد القرشی (۲۰۸-۲۸۱ھ)۔ **الرقة والبكاء**۔ بیروت، لبنان: دار ابن حزم، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء۔

۹۸۔ **ابن ابی الدنیا،** ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن عبید بن بن سفیان قیس قرشی (۲۰۸-۲۸۱ھ)۔ **الزھد**۔ دمشق، شام: دار ابن کثیر، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء۔

۹۹۔ **ابن ابی الدنیا،** ابو بکر عبد اللہ بن محمد القرشی (۲۰۸-۲۸۱ھ)۔ **محاسبة النفس**۔ بیروت، لبنان: دار ابن حزم۔

۱۰۰۔ **ابن ابی الدنیا،** ابو بکر عبد اللہ بن محمد القرشی (۲۰۸-۲۸۱ھ)۔ **المحتضرین**۔ بیروت، لبنان: دار ابن حزم، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء۔

۱۰۱۔ **ابن رجب حنبلی،** ابو الفرج عبد الرحمٰن بن احمد (۷۳٦-۷۹۵ھ)۔ **التخویف من النار والتعریف بحال دار البوار**۔ دمشق، شام: مکتبہ دار البیان، ۱۳۹۹ھ۔

۱۰۲۔ **زین العابدین،** امام علی بن حسین (۳۸-۹۵ھ/ ٦۵۸-۷۱۳ء)۔ **مناجات**۔

۱۰۳۔ **سُلَمی**، ابو عبد الرحمٰن محمد بن حسین بن محمد الازدی السلمی نیشاپوری (۳۲۵-۴۱۲ھ/ ۹۳٦-۱۰۲۱ء)۔ **طبقات الصّوفیہ**۔ قاہرہ، مصر: مبطعۃ المدنی، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء۔

۱۰۴۔ **ابن السُّنّی،** حمد بن محمد الدینوری (۲۸۴-۳٦۴ھ)۔ **عمل الیوم واللیلة**۔ بیروت، لبنان: دار ابن حزم، ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء۔

۱۰۵۔ **شعرانی،** عبدالوہاب بن احمد بن علی بن احمد بن محمد بن موسیٰ، الانصاری، الشافعی الشاذلی، المصری (۸۹۸-۹۷۳ھ/۱۴۹۳-۱٦٦۵ء)۔ **الطبقات الکبری**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۲٦ھ/ ۲۰۰۵ء۔

۱۰٦۔ **شعرانی،** عبدالوھاب بن احمد بن علی بن احمد بن محمد بن موسیٰ، الانصاری، الشافعی، الشاذلی، المصری(۸۹۸-۹۷۳ھ / ۱۴۹۳-۱٦٦۵ء)۔ **الأنوار القدسیة فی بیان آداب العبودیہ**۔

۱۰۷۔ **شعرانی،** عبدالوھاب بن احمد بن علی بن احمد بن محمد بن موسیٰ (۸۹۸-۹۷۳ھ/ ۱۴۹۳-۱۵٦۵ء)۔ **لطائف المنن**۔

۱۰۸۔ **شعرانی،** عبدالوھاب بن احمد بن علی بن احمد بن محمد بن موسیٰ (۸۹۸-۹۷۳ھ/ ۱۴۹۳-۱۵۶۵ء)۔ **تنبیه المغترین۔**

۱۰۹۔ **شہاب الدین سہروردی،** ابو حفص عمر بن محمد السہر وردی الشافی (۵۳۹-۶۳۲ھ)۔ **عوارف المعارف۔** قاہرہ، مصر: دار المقطم للنشر والتوزیع، ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء۔

۱۱۰۔ **ابو طالب المکی،** محمد بن علی بن عطیہ الحارثی (م۳۸۶ھ)۔ **قوت القلوب فی معاملة المحبوب ووصف طريق المريد إلى مقام التوحيد۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۳۶ھ/ ۲۰۰۵ء۔

۱۱۱۔ **ابن ابی عاصم،** ابوبکر بن عمرو بن ضحاک بن مخلد شیبانی (۲۰۶-۲۸۷ھ/ ۸۲۲-۹۰۰ء)۔ **الزهد۔** قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث، ۱۴۰۸ھ۔

۱۱۲۔ **عبد القادر جیلانیؒ،** ابو صالح شیخ محی الدین عبد القادر بن موسی بن عبد اللہ الجیلانی (۴۷۰ھ۔ ۵۶۱ھ)۔ **الفتح الرباني۔** بیروت، لبنان: دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۱۱۳۔ **عبد القادر جیلانیؒ،** ابو صالح شیخ محی الدین عبد القادر بن موسی بن عبد اللہ الجیلانی (۴۷۰ھ-۵۶۱ھ)۔ **غنية الطالبين۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء۔

۱۱۴۔ **علی ہجویری،** علی بن عثمان بن علی ہجویری غزنوی۔ **کشف المحجوب۔** لاہور، پاکستان: نوائے وقت پرنٹرز۔

۱۱۵۔ **غزالی،** حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد الغزالی (م۵۰۵ھ)۔ **إحياء علوم الدين۔** مصر: مطبعہ عثمانیہ، ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۳ء۔

۱۱۶۔ **غزالی،** حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد الغزالی (م۵۰۵ھ)۔ **مکاشفة القلوب۔**

۱۱۷۔ **غزالی،** حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد الغزالی (م۵۰۵ھ)۔ **منهاج العابدين۔** دمشق،

شام: مکتبہ ابن القیم، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۲ء۔

۱۱۸۔ **غزالی**، حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد الغزالی (م۵۰۵ھ)۔ **مجموعہ رسائل 'ایھا الولد'۔**

۱۱۹۔ **غزالی**، حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد الغزالی (م۵۰۵ھ)۔ **بدایۃ الھدایۃ**۔ مصر: قاہرہ، مکتبہ مدبولی، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء۔

۱۲۰۔ **فرید الدین عطار۔ تذکرۃ الأولیاء**۔ بمبئی، بھارت: مطبع فتح الکریم، ۱۳۰۵ھ۔

۱۲۱۔ **فرید الدین مسعود گنج شکر، اسرار الاولیاء**، منشی نول کشور کان پور، ۱۹۱۷ء۔

۱۲۲۔ **ابن قدامہ**، ابو محمد عبد اللہ بن احمد مقدسی حنبلی (م۶۲۰ھ)۔ **التوابین**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۳۲۔ **ابن قدامہ**، ابو محمد عبد اللہ بن احمد مقدسی حنبلی (م۶۲۰ھ)۔ **الرقۃ والبکاء في أخبار الصالحین وصفاتھم**۔ القاہرۃ، مصر: المکتبۃ التوفیقیۃ۔

۱۲۴۔ **قشیری**، ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن نیشاپوری (۳۷٦-۴٦۵ھ/ ۹۸٦-۱۰۷۳ء)۔ **الرسالۃ**۔ بیروت، لبنان: دار الجیل۔

۱۲۵۔ **قشیری**، ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن نیشاپوری (۳۷٦-۴٦۵ھ/ ۹۸٦-۱۰۷۳ء)۔ **الرسالۃ**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲٦ھ/ ۲۰۰۵ء۔

۱۲٦۔ **ابن قیم**، ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ایوب جوزیہ (٦۹۱-۷۵۱ھ/۱۲۹۲-۱۳۵۰ء)۔ **مدارج السالکین**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۴ء۔

۱۲۷۔ **ابن مبارک**، ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن واضح مروزی (۱۱۸-۱۸۱ھ/ ۷۳٦- ۷۹۸ء)۔ **کتاب الزھد**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء۔

۱۲۸۔ **ابو نعیم**، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳٦-

۴۳۰ھ/ ۹۴۸-۱۰۳۸ء)۔ **حلیة الأولیاء وطبقات الأصفیاء**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

(۱۰) التاریخ

۱۲۹۔ **خطیب بغدادی**، ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت (۳۹۲-۴٦۳ھ/ ۱۰۰۲-۱۰۷۱ء)۔ **تاریخ بغداد**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۳۰۔ **ذہبی**، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان (٦۷۳-۷۴۸ھ/ ۱۲۷۴-۱۳۴۸ء)۔ **تاریخ الاسلام و وفیات المشاهیر و الاعلام**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۱۳۱۔ **ابن سعد**، ابوعبد اللہ محمد (۱٦۸-۲۳۰ھ/ ۷۸۴-۸۴۵ء)۔ **الطبقات الکبریٰ**۔ بیروت، لبنان: دار صادر۔

۱۳۲۔ **طبری**، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴-۳۱۰ھ/ ۸۳۹-۹۲۳ء)۔ **تاریخ الأمم والملوک**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۷ھ۔

۱۳۳۔ **ابن عساکر**، ابو قاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ بن عبد اللہ بن حسین دمشقی الشافعی (۴۹۹-۵۷۱ھ/ ۱۱۰۵-۱۱۷٦ء)۔ **تاریخ مدینة دمشق المعروف بہ: تاریخ ابن عساکر**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۹۹۵ء۔

۱۳۴۔ **فاکہی**، ابوعبد اللہ محمد بن اسحاق بن عباس مکی (۲۷۲ھ/ ۸۸۵ء)۔ **أخبار مکة في قدیم الدهر وحدیثة**۔ بیروت، لبنان: دار خضر، ۱۴۱۴ھ۔

۱۳۵۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر (۷۰۱-۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱-۱۳۷۳ء)۔ **البدایة والنهایة**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

(۱۱) الادب واللغۃ

۱۳٦۔ **اقبال**، علامہ محمد (۱۸۷۷-۱۹۳۸ء)۔ **کلیات اقبال** (اردو)۔ لاہور، پاکستان: اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۰۷ء۔

۱۳۷۔ **اقبال**، علامہ محمد (۱۸۷۷-۱۹۳۸ء)۔ **کلیات اقبال** (فارسی)۔ لاہور، پاکستان: شیخ غلام علی اینڈ سنز۔

۱۳۸۔ **جلال الدین رومی**، محمد جلال الدین بن بہاؤالدین رومی (٦۰۴ھ-٦۷۲ھ)، **مثنوی معنوی**، لکھنو، بھارت: مطبع منشی نولکشور، ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء۔